ماہنامہ

نوائے اسلام

دہلی

مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی (الہند)

ISLAMIC PREACHING COUNCIL DELHI (INDIA)

مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ

۱۱۶۴۔ اے۔ چاہ رہٹ۔ جامع مسجد دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶

MADRASA IQRA
WEGHAULI,NICHLAUL
mahraj ganj U P 273304

مدرسۃ اقراء
مگھولی نچلول مہراج گنج یوپی

اسے ضرور پڑھئے ـــ ایک اہم قابل توجہ امر

ہم آپ کی توجہ ایسی چیز کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جو دین کی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت بن گئی ہے اگر اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بازپرس کا خوف ہوتا تو ہم آپکو زحمت ہرگز نہ دیتے آپکو معلوم ہیکہ اللہ اور اسکا رسولؐ، اسلام اور ایمان اگر مسلمانوں میں اجنبی ہوجائیں اور وہ کلمہ توحید، وضو، نماز اور دعا وسلام تک سے ناواقف ہوجائیں تو اس سے بڑھکر جہالت و بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے انہیں بدقسمتوں میں ضلع مہراج گنج نچلول کے مسلمان ہیں کہ ان کی زندگی اور غیر مسلم کی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے اللہ کا نام تو سن لیا ہے مگر نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور ان کی تعلیمات سے ناواقف ہیں پیدائش سے لیکر موت تک جہالت ہی جہالت ہے اس تحصیل کا دو تہائی حصہ [illegible] طرف سے [illegible] سے گھرا ہوا ہے حد شمال میں نیپال کی ترائی اور اس کی [illegible] ہے کہ [illegible] تہذیب کے کفن سے ذرہ بھر آشنا ہوسکا۔

اس علاقہ کی [illegible] آپ [illegible] کی توقع کے ساتھ پہنچا رہے ہیں کہ مقصد حیات سے بھٹکے ان مسلمانوں کی ہدایت اور ان کی تعلیم [illegible] کے لئے آپ کا گرانقدر تعاون ضرور رہے گا اللہ کی رحمت سے [illegible] ہم سب کیلئے صدقہ جاریہ اور ذریعہ نجات ہوں گی انشاءاللہ۔

الحمد للہ اللہ کی توفیق سے اس مایوس کن صورتحال کو بدلنے کیلئے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی نے رمضان کے بعد ایک ایسا تعلیمی و تربیتی ادارہ مگھولی میں قائم کردیا ہے الحمد للہ علی ذالک۔

[illegible] ضرورت ہے تعلیم و تبلیغ کیلئے معلمین کی تعلیم و تربیت کیلئے اساتذہ کی بغیر مسجد والے گاؤں میں مسجد اور اس میں مدرسے قیام کی [illegible] آپ مدد کرسکتے ہیں [illegible] اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے آمین۔

(مولوی) [illegible] اللہ۔ استاذ مدرسہ اقراء مگھولی
وایا نچلول ضلع مہراج گنج ۲۷۳۳۰۴ یوپی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۰
شمارہ ۱

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية دهلي الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیت اہلحدیث بھیونڈی

جنوری ۱۹۹۳ء مطابق رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی

زر تعاون	پاکستان سے
سالانہ :- چالیس روپے	سالانہ :- ایک سو روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :- دو ہزار روپے
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون 3265935 Phone

آئینۂ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر
دفتر نوائے اسلام ۴۱۱۶-۱ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دھلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا

نقشِ آغاز

۶ دسمبر غیر آئینی دن

اے کے احمد

مہاتما گاندھی، نہرو، آزاد کے اس ملک میں ۶ دسمبر کا دن ایک بہت ہی منحوس دن ثابت ہوا جس کی نحوست نے گاندھی، نہرو اور آزاد کی روحوں کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہوگا۔ جو امن و شانتی اور اہنسا کا درس دیتے دیتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ہندوستان کی آئین کے دشمن، مذہب اور سیکولرزم کے دشمن، فسطائی ذہنیت رکھنے والے جنونی شرپسندوں نے جن کا تعلق بی جے پی، آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد اور بجرنگ دل سے تھا، اپنے اس جنون میں اندھے ہو کر بابری مسجد کو شہید کر کے قانون و عدلیہ کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی عزت و وقار کو مسجد کے ملبہ کے نیچے دفن کر دیا۔ اور (There is no Law in India) پر یقین کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس وقت ہندوستان عالمی برادری کے کٹہرے میں ایک مجرم کی حیثیت سے کھڑا ہے۔ اور عدالت میں مجتمع لوگ چیخ چیخ کر یہ کہتے سنے جا رہے ہیں "بھارت میں کوئی قانون نہیں ہے" یہاں عبادت گاہوں کا کوئی احترام و حفاظت نہیں ہے۔ یہاں اقلیتیں غیر محفوظ ہیں، مجبور ہیں، بےبس و لاچار ہیں۔ لاقانونیت عام ہے، ونڈالزام عروج پر ہے، ذاتی مفاد و خودسری کے لئے ہر ایک باہم دست و گریباں ہے۔ اور یہ ساری آوازیں عالمی برادری کے افراد سن رہے ہیں۔ اس دن کی برا دن، کالا دن، بھیانک دن، المناک دن وغیرہ جیسے الفاظ سے سب نے مذمت کی۔ حتیٰ کہ اس جرم کے رہنماؤں کو بھی جب اپنے کیے کرائے پر شرمندگی ہوئی تو وہ بھی ظاہری طور پر بول اٹھے کہ غلط ہوا ہے۔ وزیر اعظم ہند ابھی تک اپنی لاعلمی و بےقصوری کا راگ الاپ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے ساتھ وشواش گھات کیا گیا ہے۔ فسطائی تنظیموں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔ لیکن پوری دنیا کی نگاہیں جس ایودھیا کی بابری مسجد پر ٹکی ہوئی تھیں،

اس کا منظر بذات خود لوگوں کو آگاہ کر رہا تھا کہ وزیر اعظم کا باطن کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور۔ سوال یہ ہے کہ بابری مسجد کے تعلق سے ہر کام کانگریسیوں ہی کے دور میں کیوں ہوا؟ ۱۹۴۹ء میں بابری مسجد کے اندر مورتی کانگریس کے زمانہ میں رکھی گئی، مسجد کا تالا کانگریس کے زمانہ میں کھولا گیا۔ شلانیاس کانگریس کے دور میں کرایا گیا۔ اور اسی کانگریس کے زمانہ میں ۴۶۳ سال پرانی بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝)

اس کے لئے جتنی ذمہ دار بی جے پی، آر ایس ایس اور اس کی ہم مقصد تنظیمیں ہیں اتنی ہی ذمہ داری کانگریسی وزیر اعظم نرسمہا راؤ کی بھی ہے جس سے وہ بری نہیں ہو سکتے۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ بد قسمتی رہی ہے کہ ۱۹۴۷ء کے بعد سے اب تک جتنے سیاسی لیڈران ملے سب نے مسلمانوں کو اندھیرے میں رکھا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد سے بلا شمار تنظیمیں وجود میں آئیں مسلمانوں نے سب کو اپنا مسیحا سمجھتے ہوئے قبول کیا اور سب سے اچھی توقعات رکھیں، ابتدائی ایام میں ان تنظیموں سے کچھ توقعات وابستہ بھی تھیں مگر بعد میں سب نے ایک ہی تاثر دیا چاہے وہ مسلم مجلس مشاورت ہو، بابری مسجد ایکشن کمیٹی ہو یا رابطہ کمیٹی ہو یا آل انڈیا قومی تنظیم یا نام نہاد مائناریٹی کمیشن ہی کیوں نہ ہو۔ حکومتِ ہند بیرونی ممالک کو یہ تاثر دیکر سرخ روئی حاصل کرتی ہے کہ مسلمانانِ ہند بہت پر سکون اور خوشحالی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ حکومت یہ باور کراتی ہے کہ اقلیتوں کے پاس اپنا سب کچھ ہے مسلمانوں کا اپنا مسلم پرسنل لا بورڈ ہے، مجلسِ مشاورت ہے، ملی پارلیمنٹ و ملی کونسل جیسے ادارے ہیں۔ مگر یہ ہمارے سیاستداں اپنی قوم کو اندھیرے میں رکھ کر حکومت سے سرخروئی حاصل کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ آج ہمیں بابری مسجد کی شہادت کی شکل میں ملا ہے۔ مسلمانوں کے صحیح رہنما علمائے حق ہی ہو سکتے ہیں چونکہ وہ وارثِ انبیاء ہیں۔ ان کو حق ہے کہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔ برِ صغیر کی سر زمین پر سامراجی تسلط کے دوران علمائے حق نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کے صفحات میں مرقوم ہے۔ سامراجیت کے اس دور میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبید اللہ سندھی جیسے بیباک حق گو، باطل سے نبرد آزما ستارے نظر آئے ہیں۔ اگر ایک نے کلیساؤں میں اذانیں دیں ہیں تو دوسرے نے صلیبیت کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ تقسیم ہند کے بعد طرفین میں علماء نے جو اہم رول ادا کیا ہے وہ بھی لائقِ تحسین ہے۔ اور اسی کردار کو دیکھتے ہوئے ہم علماء سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ہندوستان میں ہندو اکثریت

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

نوائے قرآن

رفیق احمد رئیس سلفی۔ علیگڑھ

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؔ مرحوم نے اپنے اس شعر میں قرآن سے استفادہ کا طریقہ بیان کیا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ قرآن پر فکر و تدبر اسی وقت ہمارے دلوں میں ارتعاش پیدا کر سکتی ہے جب اس کی ہر ہر آیت کا مخاطب ہم اپنے آپ کو بنائیں۔ اس کے معنیٰ و مفہوم پر ہماری گرفت اتنی مضبوط ہو کہ ہم اپنے پیش آمدہ مسائل کا حل اس میں تلاش کر سکیں، امّتِ مسلمہ جوں جوں اپنی منصبی ذمہ داریوں سے دور ہوتی جارہی ہے، قرآن سے اس کے تعلق کی نوعیت رسمی ہوتی جارہی ہے۔ کہیں طلسمات کی ایک دنیا بسا کر قرآن کو اس کے تابع کر دیا گیا ہے، اور کہیں اس بات پر اصرار کیا گیا ہے کہ متقدمین کی فہم و بصیرت حرفِ آخر ہے۔ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کی گئی تو ضلالت و گمراہی اس کا مقدر بن جائے گی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج قرآنِ مجید ایصالِ ثواب جیسے شرعی کاموں کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ ابنِ جریر اور ابنِ کثیر رحمہما اللہ نے جہاں تک بحثیں کی ہیں ان سے آگے بڑھنا جرم گردانا جاتا ہے۔ موخر الذکر نقطۂ نظر اس وجہ سے بھی درست نہیں ہے کہ قرآن کسی ایک دور کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ رواں دواں انسانی زندگی کے لئے جو چشمہ جاری کیا گیا ہے کس عقل و منطق سے یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ اپنی تشنگی بجھانے کے لئے چشمہ سے سیراب ہونے کے بجائے صراحیوں میں ذخیرہ کیے ہوئے پانیوں پر اکتفا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالمِ اسلام کے پیچیدہ مسائل کا حل ہمیں قرآن میں نظر نہیں آتا۔ ولایت کے سلسلے میں

قرآن کی فراہم کردہ رہنمائی سے بے نیاز ہو کر جب سے اقوام متحدہ جیسی اسلام دشمن انجمنوں پر مسلم ممالک کے ارباب حل وعقد نے بھروسہ کرنا شروع کر دیا ہے، ہمارے مسائل سلجھنے کے بجائے الجھتے ہی گئے ہیں۔ اقوام متحدہ کی "خالہ" لیگ آف نیشن کے بارے میں ہی اقبال نے کہا تھا ؎

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہر تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

"میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ چند کفن چوروں نے قبروں کو تقسیم کرنے کے لئے ایک انجمن بنا رکھی ہے۔"

عربی فارسی اور اردو کا تمام لٹریچر چھان جائیے کہیں آپ کو اتنا بے لاگ تجزیہ اس اسلام دشمن تنظیم کا نہیں ملے گا۔ اقبال کے اندر یہ بصیرت قرآن نے پیدا کی تھی جو اپنے ناقدین سے برملا یہ کہا کرتا تھا کہ "میرے کلام پر تنقید کرنے سے پہلے حقائق اسلامیہ کا مطالعہ ضروری ہے۔" قرآن کی تلاوت کے وقت جس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے اگر وہی اقبال امت اسلامیہ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ قرآن فہمی کے دروازے نہ رازی کھول سکتے ہیں اور نہ امام زمخشری۔ بلکہ اس کا آسان ذریعہ یہ ہے کہ تم یہ سمجھو کہ قرآن میرے دل پر نازل ہو رہا ہے، تو اس میں ذرہ بھر مبالغہ آرائی نہیں ہے۔ اقبال مشرق ومغرب کے مطالعہ سے جس آخری نتیجہ پر پہنچے تھے اس کا اظہار انھوں نے نہایت حسین اور بصیرت افروز انداز میں کیا ہے۔

ماہنامہ نوائے اسلام میں "نوائے قرآن" کے نام سے جدید کالم کی ابتدا کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہم قرآن کو گرد وپیش کے حالات پر منطبق کر کے اپنے لئے اس سے رہنمائی حاصل کر سکیں۔ براہ راست قرآن فہمی کی راہ ہموار ہو سکے، اور ہم اس سے اپنے پیش آمدہ مسائل کے سلسلے میں رجوع کر سکیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہیں تاکہ اس کالم کو مزید مفید اور کارآمد بنایا جا سکے۔

(رفیق احمد رئیس سلفی)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعٰى فِي خَرَابِهَا ۚ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوهَآ إِلَّا خَآئِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ (البقرہ: ۱۱۴)

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مساجد میں اس کے نام کی یاد سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو؟ ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ ان میں ڈرتے ہوئے داخل ہوں۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

جنوں اور انسانوں کی پیدائش کا مقصد قرآن نے اللہ تعالیٰ کی عبادت بتایا ہے۔ عبادت اپنے مفہوم میں بڑی وسعت رکھتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ کی کتاب "العبودیہ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کا نام عبادت ہے۔ عبادات کا اولین مظہر صلوٰۃ ہے۔ اس کی اقامت کا جو حکم قرآن نے دیا ہے 'اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات نے اس کے لئے صلوٰۃ باجماعت اور قیام مساجد کو ضروری قرار دیا ہے۔ اب اس اقامت صلوٰۃ کا منشا اس وقت پورا ہو سکتا ہے جب کہ ایک جگہ موجود مسلمان باجماعت صلوٰۃ ادا کریں۔ اور اس کے لئے کسی ایک جگہ کا انتخاب کریں اور پھر اس جگہ کو عبادت کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھیں۔ اس کے دروازے تمام اللہ والوں کے لئے کھلے رکھیں۔ کسی پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو۔ آزادی اور یکسوئی سے ہر شخص اپنے خالق کو یاد کر سکے۔ اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہو سکے۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ایسے تمام لوگوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے جو مسجدوں میں یادِ الٰہی سے لوگوں کو روکتے ہیں "روکنے والے" کی عمومیت کا اطلاق ان تمام غیر مسلم حکومتوں پر بھی ہو سکتا ہے جو مسجدوں میں صلوٰۃ کی ادائیگی پر پابندی عائد کرکے انھیں شہید کرا دیتی ہیں یا ان پر تالے لگا دیتی ہیں۔ اور ان نام نہاد مسلمانوں پر یقیناً ہو سکتا ہے جو اپنے سے مختلف مسلک رکھنے والوں پر اپنی مساجد کے دروازے بند رکھتے ہیں۔ کمیونسٹوں نے اپنے زیر تسلط ملکوں میں جس طرح مسجدوں کو ویران کیا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ علامہ رشید

علامہ مصری نے اسی آیت سے ایک اہم مسئلہ یہ مستنبط کیا ہے کہ مسجدیں محکمۂ آثارِ قدیمہ کے حوالے نہیں کی جاسکتی ہیں۔ کیونکہ اس سے ان کی ویرانی لازم آتی ہے جسے قرآن نے ظلم سے تعبیر کیا ہے۔ آیتِ کریمہ کے پس منظر کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ مشرکینِ مکہ اہلِ اسلام کو بیت اللہ سے روک کر اگر ظالم ہو سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کمیونسٹ ممالک (جن کا قبلۂ وکعبہ حال ہی میں مسمار ہو چکا ہے اور جلد ہی بقیہ ممالک انشاء اللہ اپنے انجام کو پہنچنے والے ہیں) اور ہندوستان کی نام نہاد سیکولر حکومت ظالم نہ قرار پائے۔ مؤخر الذکر نے سیکڑوں مسجد کو محکمۂ آثارِ قدیمہ کی تحویل میں دے دیا ہے۔ جہاں اب الوؤں نے بسیرا بنالیا ہے۔ اور طہارت وپاکی کی ابجد سے ناواقف لوگ اپنے پیروں تلے اس مقدس سرزمین کو روندتے ہیں جس پر ہزاروں بندگانِ الٰہی نے اپنی پیشانیاں رکھی تھیں اور جس کے ذرہ ذرہ میں ان کے آنسو جذب ہیں۔ قرآن ایسے تمام لوگوں کو ظالم قرار دیتا ہے۔ اور قرآن کے ہر ماننے والے کو ان کو ظالم کہنا پڑے گا اور ان سے ظالموں جیسا رویہ اپنانا ہوگا۔ اس واضح آیتِ کریمہ کی موجودگی میں اگر کوئی اسلامی ملک ایسی ظالم حکومتوں سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن کی اس آیت کی نفی کرتا ہے۔ دنیا میں رسوائی کے سزاوار اور آخرت میں عذابِ عظیم کے مستحقین کو عزت ووقار عطا کرنا نہ صرف قرآن کے ساتھ مذاق ہے بلکہ امتِ مسلمہ کے ساتھ دھوکہ اور فریب ہے۔

آیتِ کریمہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسجدیں ہر وقت یادِ الٰہی کے لئے کھلی رہیں۔ انھیں مقفل کرنا صحیح نہیں ہے۔ کون جانتا ہے کہ کب کسی بندے کو یادِ الٰہی ستانے لگے۔ اور وہ اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لئے مسجد کے دروازے تک آجائے۔ دورِ جدید کے متولیوں نے فلسفہ طرازی کر کے مساجد کو متعین اوقات میں کھولنے کا جو حکم صادر فرما رکھا ہے وہ بھی اس آیت کی رو سے غلط ہے۔ اندیشوں سے بچنے کے لئے مؤثر اقدام کی ضرورت ہے نہ یہ کہ قرآن کے ایک حکم پر قدغن لگائی جائے۔ مسجدوں کی ویرانی یہ بھی ہے کہ بعض شرپسند عناصر ذہنی حرکات سے ایسے حالات پیدا کر دیں کہ صالح طبیعت کے لوگ ان مسجدوں میں آنا بند کر دیں۔ گرد و پیش کی مسجدوں پر اگر آپ نظر ڈالیں تو اندازہ ہوگا کہ

آج ہماری مسجدوں میں میرے ایک محترم بزرگ کے بقول اس طرح "پہلوانوں" کی کمی نہیں ہے جو ذکر و دعا کے بجائے مسجدوں میں اپنے کارنامے بیان کرتے ہیں اور جوان کی ہفوات پر صاد نہ کرے اسے آنکھیں دکھاتے ہیں۔ —

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ پر جس قدر آپ غور کرتے جائیں گے اس کے اسرار و رموز آپ سے آپ کھلتے جائیں گے قرآن غیروں اور اپنوں دونوں کو وعید سناتا ہے۔ اسلامی معاشرہ میں ایک ایسا شعور پیدا کرنا چاہتا ہے کہ مساجد کی حرمت پامال کرنے والے لوگ خواہ وہ کسی سطح کے ہوں، معاشرہ میں سر نہ اٹھا سکیں بلکہ وہ ذلیل و رسوا ہو کر زندگی گزاریں الا یہ کہ اپنی روش سے باز آجائیں۔ آیت کریمہ سے یہ عرفان فقہی موشگافیوں میں الجھ کر آپ ہرگز نہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے تو آپ کو اس آیت پر اس طرح غور کرنا پڑے گا کہ جیسے یہ آیت آپ سے براہ راست مخاطب ہے۔ اگر یہ عرفان آپ کو حاصل ہو جائے تو کیت کی اس سیاست سے آپ خود کو علیحدہ رکھ سکیں گے۔ جس کے نتیجے میں سیکڑوں مساجد کی وقف شدہ جائدادیں آج غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہیں۔ جن کی وجہ سے ہر دم یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ یاد الٰہی کے لیے تعمیر کی گئیں یہ مساجد بابری مسجد کی طرح شہادت سے ہمکنار نہ ہو جائیں۔ اوپر مسجد ہے اور نیچے اس کی دکانوں میں مورتیوں کی پوجا ہو رہی ہے۔ ہماری نگاہیں چونکہ محدود ہیں ہم صدیوں کی فہم و بصیرت کو حرف آخر سمجھے ہوئے ہیں۔ بھلا ان حقائق تک ہماری رسائی کیوں کر ہو سکتی ہے؟ ●●

صـ۳۷ کا بقیہ

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم خدا اور رسول خدا کی اطاعت کو اپنا شعار بنائیں اور سچے پکے مسلمان بن جائیں۔ آپس کے تنازعات کو یکلخت مٹا کر رکھ دیں اور باہم شیر و شکر ہو کر مل جائیں بالکل اسی طرح جس طرح قرون اولیٰ کے مسلمان رہتے تھے۔

صـ۴۲ کا بقیہ

اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ہم بابری مسجد حاصل نہیں کر سکتے۔ ہماری اپنی مساجد کا کیا حال ہے ہم نے اس پر کبھی غور نہیں کیا۔

نوائے حدیث

عزّتِ مہماں علامتِ ایماں

فضل اللہ انصاری سلفی راگھونگر بھوارہ مدھوبنی

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیصل رحمہ ومن کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیراً او لیصمت (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ و آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے چاہیئے کہ وہ بھلی بات بولے یا خاموش رہے۔

ایک مسلمان کو ارکان اسلام نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے باوجود بعض ایسے بھی کام کرنے پڑتے ہیں جن سے اس کی مومنانہ شناخت قائم ہوتی اور جن سے وہ مومن و مسلم جانا پہچانا جاتا ہے۔ یہ بھی یقینی اور لازمی ہے کہ جو کامل مومن ارکانِ اسلام کا پابند ہوگا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات پر کاربند ہوگا وہ ایسے کام سے بھی نہیں کترائے گا جن سے اس کی مومنانہ شناخت قائم ہوتی ہو۔ مذکورہ بالا حدیث میں تین ایسے کام کی طرف اللہ کے رسول ﷺ نے اشارہ کیا ہے اور اللہ و آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والے کو وہ کام انجام دینے کی تلقین فرمائی ہے۔ (۱) مہمان کی عزت اور اس کی ضیافت (۲) صلہ رحمی اور (۳) بھلی بات یا پھر خاموشی۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی اہمیت اور جداگانہ حیثیت ہے۔ دو موخر الذکر باتوں سے یہاں صرفِ نظر ذیل کے سطور میں ضیافت و مہمان نوازی سے متعلق ہی چند باتیں قلمبند کی جارہی ہیں۔

واضح ہوگا کہ اسلام میں ضیافت و مہمان نوازی کی کتنی اہمیت ہے۔ اور جو صاحب ایمان مہمان نواز ہوتا ہے' اس کا کیا مقام ہے۔ ویسے حدیث شریف سے خود واضح ہے کہ عزت مہمان گویا علامتِ ایمان ہے اور صاحب ایمان کی یہ پہچان ہے کہ وہ اپنے مہمان کی کما حقہ' ضیافت و مہمان نوازی کرے۔ اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اور اسے اپنے لئے بار نہ سمجھے۔ عموماً لوگ کسی مہمان کے آنے پر ایسا ہی تصور کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے گھر کوئی مہمان ہوتا ہے اور اپنی آمد سے اس کو ضیافت و مہمان نوازی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ پھر وہ خوش نصیب بھی اس موقع کو غنیمت جان کر اپنا حق ادا کرتا ہے۔ ضیافت و مہمان نوازی کے لئے کسی کو بھی کشادہ دل ہونا پڑیگا۔ تب جاکر ہی وہ عزت مہمان کا ثبوت دے سکتا ہے۔ اور وقت آنے پر خود پہ مہمان کو ترجیح دے سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میں بھوکا پیاسا ہوں' تو آپؐ نے اپنی بیویوں سے پتہ چلایا کہ گھر میں کچھ کھانے پینے کو ہے؟ سبھوں نے ایک ہی جواب دیا کہ سوائے پانی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ آج کی شب جو اس آدمی کو مہمان بنائے گا اللہ اس پر رحم کرے گا قبیلۂ انصار کا ایک شخص اس آدمی کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا بچوں کے لئے جو ہے سو ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انصاری صحابیِ رسولؐ نے اپنی بیوی سے کہا کہ بچوں کو کسی چیز سے بہلادو۔ اور جب مہمان دسترخوان پر بیٹھ جائے تو اسے یہ دکھا کر کہ ہم بھی کھا رہے ہیں' چراغ بجھا دو۔ بیٹھے تو سب لیکن کھایا صرف مہمان نے۔ صبح ہوئی تو وہ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ رات مہمان کے ساتھ تمہاری کارکردگی اور ضیافت و مہمان نوازی کو دیکھ کر اللہ بہت خوش ہوا۔ قرآن کی آیت "وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ" (اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنا خسارہ ہی کیوں نہ ہو۔) ضیافت اور مہمان نوازی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی اپنے اور بال بچوں کو بھوکا رکھے مگر گھر آئے مہمان کی جہاں تک ہو سکے ضیافت و مہمان نوازی کرے۔ بخیل اور کنجوس آدمی کی تو بات

ہے کہ جو خود پہ نہیں خرچ کرتا وہ دوسرے پر کیا صرف کرے گا اور ضیافت و مہمان نوازی کا کیا ثبوت دے گا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو صرف اپنی ذات تک محدود ہوتے ہیں یعنی اپنے لئے تو حاتم طائی سے بھی بڑھ جاتے ہیں مگر گھر آئے مہمان کے لیے مَادِر (عرب کا مشہور بخیل) کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ ایک دو شام کا کھا پی کر آیا مہمان آپ کو لوٹ کر نہیں چلا جاتا اور نہ ہی آپ تنگ حال ہو جاتے، بلکہ آپ پر اللہ مہربان ہوتا ہے۔ اور جس پر اللہ ہی کا رحم و کرم ہو اسے بھلا اور کیا چاہیے۔ اسے ضیافت و مہمان نوازی، اور ایثار و قربانی کے بدلے اللہ جتنا چاہے گا دے دے گا اور اسے نوازے گا۔

ضیافت و مہمان نوازی کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ وہ شیوۂ انبیاء ہے۔ سورۂ ذاریات میں مذکور ہے کہ "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ: سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ فَرَاغَ إِلَى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ۔ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ: أَلَا تَأْكُلُونَ۔ یعنی کیا آپ کو حضرت ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا قصہ معلوم ہوا؟ جب وہ ان کے پاس گئے تو سلام عرض کیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے بھی جواب میں سلام عرض کیا۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ بالکل اجنبی ہیں تو اپنے گھر والوں کے پاس جلدی گئے اور فربہ بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لا کر ان کو پیش کر دیا۔ (جب دیکھا کہ وہ نہیں کھا رہے ہیں تو) حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ کیا تم لوگ کھایا نہیں کرتے۔" زمانۂ جاہلیت کی جن چیزوں کو آپؐ نے پسند فرمایا ان میں ایک ضیافت و مہمان نوازی بھی ہے۔ پیارے نبیؐ خود بڑے مہمان نواز تھے۔ گھر آئے کسی بھی مہمان کی عزت و احترام کرتے اور جہاں تک ہوتا اس کی ضیافت و مہمان نوازی کرتے۔ ضیافت و مہمان نوازی کی اہمیت کے پیش نظر آپؐ نے صحابۂ کرامؓ کو اس کی تلقین کی اور صحابۂ کرام نے اس کو سمجھا بھی پھر اس پر عمل بھی کیا۔ جیسا کہ انصاری صحابی رسولؐ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ ویسے آپ کا یہ فرمان کہ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے مہمان کی عزت و ضیافت کرے یہی ضیافت و مہمان نوازی کی اہمیت کو واضح کرتا ہے پس چاہیے کہ ہم بھی اہمیت سمجھیں اور عزتِ مہمان علامتِ ایمان کو اپنانے کی کوشش کریں۔

خاندان اور اسلام

ڈاکٹر خالد شفاء اللہ رحمانی

دنیا کا سب سے زیادہ قدیم اور فرد کی زندگی میں اہم ترین ادارہ خاندان ہے جس کا وجود ہر عہد کے معاشرے میں اہمیت کا حامل رہا ہے۔ دیگر اداروں کے مقابلے میں خاندان کی ایک فرد کی زندگی میں زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے کہ فرد خاندان ہی سے پیدا ہوتا ہے اور زندگی کی ساری ضروریات اسی سے پوری کرتا ہے، سماجی، معاشرتی طور طریق یہیں سے سیکھتا ہے، تہذیب و تمدن، ثقافت، کلچر خاندان ہی سے اخذ کرتا ہے نیز خاندان ہی سے وابستہ رہ کر ایک فرد اپنے جذبات اور نفسانی کیفیات کی تسکین بھی حاصل کرتا ہے، خاندان معاشرے کی اکائی ہوتا ہے اور پورے معاشرے کی نمائندگی کرتا ہے۔

اینڈرسن Anderson کا قول ہے کہ "خاندان کا ایک روپ وہ ہے جس میں ہم جنم لیتے ہیں Family of orientation۔ اور دوسرا روپ وہ ہے جس میں ہم بچوں کو جنم دیتے ہیں Family of procreation۔ خاندان کی جامعیت و اہمیت کا اندازہ اس تعریف سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس میں سے ایسا کوئی بھی فرد نہیں ہے جو خاندان کے ان دونوں روپوں میں سے کسی کا بھی رکن نہ ہو۔

دنیا کے تقریباً ہر مہذب، غیر مہذب، ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ معاشرے میں خاندان کی اہمیت مسلم ہے۔ خاندان ایک اہم اکائی ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری بھی ہے، ایسا دو سبب سے ہے۔ اول تو انسان کے سامنے اپنی ضروریات کی حفاظت (Maintenance) کا سوال آتا ہے جس کا حصول آسانی سے خاندان ہی میں ممکن ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ آدمی کی کچھ ایسی غذائی حاجتیں ہیں جن کی حاجت روائی خاندان ہی

میں ممکن ہو سکتی ہے۔

معاشرتی زندگی سے متعلق خاندان اہم فرائض و وظائف انجام دیتا آرہا ہے۔ وقت کے گذرنے کے ساتھ ہی ساتھ اس کے وظائف میں بھی تبدیلی آتی رہی ہے، قدیم زمانے کے خاندان اور اِس زمانے کے خاندان کا موازنہ کیجیے تو نمایاں تبدیلیاں نظر آئیں گی، جہاں کچھ اہم وظائف خاندان کے بجائے دیگر سماجی ادارے انجام دے رہے ہیں وہیں کچھ نئی ذمہ داریاں یا وظائف آج کے خاندان کو انجام دینی پڑ رہی ہیں۔ افراد کی ذمہ داریاں اور کردار بھی بدل گئے ہیں، دنیا کے بیشتر معاشروں میں خاندان کے ڈھانچے اور سائز میں بھی تبدیلیاں آگئی ہیں۔ یہ سب تبدیلیاں یا تو معاشرتی ارتقاء کے فطری عمل کے سبب آئی ہیں یا انسان نے اپنی سہولت اور بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر نظام خاندان میں داخل کر لیا ہے۔ ان تبدیلیوں سے جو اثرات مرتب ہو رہے ہیں اس سے جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس کا جائزہ لینے سے پہلے خاندان کے بارے میں مختلف مفکرین کا نظریہ کیا ہے؟ اس کا ذکر ضروری ہے۔

مغربی مفکرین:۔ خاندان کی تعریف کے متعلق مغربی مفکرین کے خیالات مندرجہ ذیل ہیں:

لفظی صورت میں خاندان کے لئے انگریزی کا لفظ فیملی (Family) استعمال ہوتا ہے جو لیٹن لفظ Famulus سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی "خادم" کے ہیں، اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ خاندان کی غرض کسی بھی ایسی جماعت سے ہے جس کے ارکان باہم جذبۂ خدمت سے معمور ہو کر ایک ساتھ رہتے ہوں۔ علمائے معاشرت کے مابین خاندان کی تعریف میں اختلافات تو ضرور ہیں مگر سبھوں نے خاندان کو ایک ادارہ کی شکل میں تسلیم کیا ہے، البتہ اس کے ڈھانچے اور نظامت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ سماجوں میں اس کا روپ بھی جدا جدا پایا جاتا ہے یہی سبب ہے کہ خاندان کی تعریف میں بھی اختلاف نظر آتا ہے۔

برگس اور لاک (Burgess and locke) کا نظریہ ہے کہ "خاندان ایسے افراد کی تنظیم ہے جو شادی، خون یا گود لینے کے رشتوں کے ذریعہ منظم ہوتا ہے۔ ایک معمولی، چھوٹی گرہستی کی تعمیر کرتے ہیں اور میاں بیوی، ماں باپ، لڑکے لڑکیاں، بھائی بہن کی شکل میں

ایک دوسرے سے معاملات کرتے ہیں اور یکساں ثقافت کی تعمیر اور نگرانی کرتے ہیں۔"

Family is "a group of Persons united by the ties of marriage, blood or adoption, constituting with each other in respective, social roles of husband and wife, mother and father, son and daughter, brother and sister, and creating and maintaining a common culture. Burgess and Lock, Family. p. 8. (1953)

اس تعریف سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ (الف) خاندان کی تعریف اتنا عام ہو کہ اس میں سبھی ممکن ارکان کو شامل کیا جا سکے اور (ب) اس قدر معین فطرت کی ہو کہ مبہم رشتوں کو اس سے خارج کیا جا سکے۔ میکاؤر اور پیج (Maciver and Page) جو کہ ایک مانے جانے سماجیات کے عالم ہیں انھوں نے خاندان کی تعریف مختصراً کرتے ہوئے کہا "خاندان ایسا طبقہ ہے جو زن و شو پر منحصر ہے اور اتنا چھوٹا اور قوی تر ہے کہ اولاد کی پیدائش اور تربیت کے انصرام کی صلاحیت رکھتا ہے۔"

میکائیور نے اپنی تعریف میں زن و شوئی تعلق کو کسوٹی مانا ہے لیکن یہ صرف ایک مغربی فلسفہ ہے۔

کنگسلے ڈیوس Kingsley Davis نے خاندان کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "خاندان ایسے افراد کی تنظیم ہے جن کے باہمی رشتے قرابت داری Consunguinity پر منحصر ہوتے ہیں، اور جو اس نوع سے ایک دوسرے کے خونی رشتے میں منسلک ہوتے ہیں۔"

"Family is a group of persons whose relations to one another are based on consanguinity and who are therefore kin

to one another." Kingsley Davis 'Human Society.

حقیقت تو یہ ہے کہ خاندان اہل وعیال اور نزدیکی قرابت داروں کا نسبتاً ایک مستقل تنظیم ہے، جسے شادی افزائشِ نسل اور خاندانی نام کے بنیاد پر منظم رکھا جاتا ہے۔

خاندان کا ارتقا

یہاں پر اگر اجمالاً خاندان کے عمل ارتقاء کا ذکر کر دیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مفکرین سماجیات، نفسیات اور سیاسیات کے مابین کافی اختلافات ہیں کہ خاندان کا ارتقاء کس نوع اور کن کن مراحل سے گذر کر اس نہج پر پہنچا ہے۔ یہاں ہم ابتدائی نظریات سے لے کر موجودہ خیالات کا ذکر اختصار سے کرتے ہیں۔

ا:۔ قدیم نظریہ۔ خاندان کے ارتقاء کو واضح کرنے میں سب سے پرانا اور قدیم نظریہ پلیٹو اور ارسطو کا ہے، انھوں نے گریک، رومن اور یہودی معاشرے سے اخذ کر کے تاریخی حقائق سے استدلال کرتے ہوئے یہ بتلایا ہے کہ خاندان کا ابتدائی روپ پدرانہ تھا، ایسے خاندان میں ایک آدمی جو بزرگ ہوتا تھا اس کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ خاندان کے افراد کی ضروریات، جزا، سزا، عدل وانصاف قائم رکھے، اور خاندان میں اس کا فیصلہ آخری ہوتا تھا عورتوں پر مردوں کا مکمل اختیار ہوتا تھا۔ غرض یہ خاندان پدرانہ کے ساتھ ساتھ مقامی محبت کا مظہر بھی تھا، شادی کے بعد عورت کو شوہر کے گھر جاکر رہنا پڑتا تھا، اس نظریہ کے مؤیدین کا خیال ہے کہ پدرانہ خاندان کی کیفیت اٹھارہویں صدی کے اخیر تک اپنی اصلی حالت پر باقی تھی مگر انیسویں صدی سے عورتوں کی اقتصادی اور سماجی حالات میں سدھار ہونے سے خاندان میں باپ کا عمل دخل کم ہوا۔ مشہور مغربی عالم ہنری مین (Henry man) نے بھی اس نظریہ کی تائید کی ہے۔

جنسی کمیونزم (اشتراکی) نظریہ

اس نظریہ کے ماننے والوں میں کچھ عالموں کا خیال مارگن (L. H. Morgan) لوبک (J. L. Lubeck) فریزر (J.G.Frazer) اور برفالٹ R. Briffault وغیرہم کا کہ خاندان کا ابتدائی روپ انسانی سماج کے عہد قدیم میں شادی بیاہ کا تصور نہ تھا بلکہ حیوانوں کی طرح آزادانہ طور پر جنسی عمل ہوتا تھا' اپنے اس خیال کی تائید میں یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آج بھی آدی باسیوں میں ان کے تہواروں کے موقع پر ایک دوسرے کو جنسی عمل کی آزادی ہوتی ہے' اس طرح خاندان ارتقا کے منازل طے کرتا ہوا موجودہ منزل تک پہنچا ہے۔ اس نظریہ سے ماہرین سماجیات نے اتفاق رائے کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر جنسی میدان میں تھوڑی سی آزادی مل جائے' اس سے عام نظریہ جنسی اشتراک کا قائم کرلینا درست نہیں ہے۔ لووی (Lowie) کا کہنا ہے کہ برازیل کی کیگن (Kaigan) سائبیریا کی چکچی Chukchi اور آسٹریلیا کی ڈیری Deeri قوموں میں اجتماعی شادیوں کا رواج ضرور ہے لیکن ساتھ ہی وہاں انفرادی شادی کا وجود بھی ہے۔ اس لئے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہیں ہے۔ •••

صفحہ ۲۵ کا بقیہ

بنائی گئی ہے بلکہ درخواست یہ ہے کہ چبوترہ پر کوئی عمارت بنی ہوئی نہیں ہے اس لئے مدعی اور دوسروں کو موسم گرما میں شدید گرمی اور جاڑے میں شدید سردی اور برسات میں بارش کی وجہ سے پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے چبوترے کے اوپر مندر بنانے کی اجازت دی جائے اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ۱۸۸۵ء کے ہندوؤں نے یہ تسلیم کرلیا کہ بابری مسجد رام جنم بھومی کو توڑ کر نہیں بنائی گئی ۵۵

سید صباح الدین رقمطراز ہیں کہ ۱۸۵۸ء سے ۱۸۸۵ء تک کے مقدمہ میں بابری مسجد کو مسجد ہی تسلیم کیا گیا ۱۸۶۰ء میں باضابطہ مسجد کی حیثیت سے رجسٹرڈ کرائی گئی سنی سنٹرل وقف بورڈ کے ماتحت یہ مسجد مسجد کی حیثیت سے کر دی گئی۔ اور مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ تالا بند ہونے سے پہلے اس میں مسلمان برابر نمازیں ادا کرتے رہے' لیکن فاضل جج نے ان تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا ۵۶

۵۵ بحوالہ بابری مسجد تاریخی پس منظر اور پیش منظر کی روشنی میں' سید صباح الدین عبد الرحمان' ص ۲۲-۲۳ ۵۶ ایضاً ص ۲۴

مفاد پرستی

عبد السمیع محمد ہارون انصاری
راگھونگر بھوارہ مدھوبنی

انسان کی فطرت میں پائی جانے والی بعض ایسی چیزیں ہیں جو بری ہیں پھر بھی انسان کی تخلیق اس پر کی گئی ہے۔ شاید اس لئے کہ انسانی فطرت خیر اور شر سے عبارت ہے اور اس کا کمال یہ ہے کہ خیر پر شر کو کبھی غالب نہ ہونے دے بلکہ خیر کو پروان اور ترقی دے اور شر کا استیصال کرے۔ مطلب پرستی یا مفاد پرستی انسان کی انہی فطرتوں میں سے ہے۔ ایک انسان فطری اور قدرتی طور پر اس چیز کی طرف دوڑتا اور مائل ہوتا ہے جس سے اس کا مفاد یا مطلب وابستہ ہوتا ہے۔

انسان مفاد کا کتنا بھوکا ہے اسے ایک حدیث کے اندر یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرمایا گیا کہ عشاء کی نماز میں حاضر ہونا لوگوں کے لئے گراں اور باعث مشقت ہوتا ہے لیکن اگر انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس عشاء کی نماز میں حاضر ہونے کی وجہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا مل جائے گا، تو اس فائدہ کے لئے وہ دوڑ کر آئے گا۔ حتی کہ اگر ایک آدمی جو دوڑنے یا چلنے کی سکت نہیں رکھتا بلکہ وہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا مسجد آئے گا" یہ انسان کی فطرت ہے۔ معاملہ اگر یہیں تک محدود رہے تو چنداں مضائقہ یا برا نہیں کیونکہ فائدہ کی طرف لپکنا اور نقصان سے راہِ فرار اختیار کرنا عقل و خرد کا تقاضا اور انسان کی ضرورت ہے۔ مگر یہی جذبہ شر اور برائی کا روپ اس وقت دھارن کر لیتا ہے جب انسان اپنے مفاد کے حصول میں اندھا ہو جائے۔ اسے بس اور بس اپنے مطلب اور مفاد سے غرض وابستہ ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس کی نگاہوں سے باقی چیزیں اوجھل ہوں۔ یہی چیز بد بلکہ بدترین خصلت ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی کی صحبت میں رہتا ہے بس اس لئے کہ اس کی وجہ سے اس کی کوئی پریشانی دور ہو سکتی ہے یا کوئی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ایسی بدحالی میں وہ شخص اس کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہتا ہے۔ اور پھر اس کی

پریشانی دور اور مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور اسی طرح وہ اس محسن سے بھی دور ہو جاتا ہے، ایسے کہ جیسے اس سے بالکل کوئی شناسائی ہی کبھی نہیں تھی۔ یہی چیز مطلب پرستی کہی جاتی ہے حالاں کہ محسن کے اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اسے خیر و برکت کی دعائیں دیں، اسے تاعمر یاد رکھیں۔ اگر ہماری ذات سے اس محسن کو کوئی فائدہ پہنچ رہا ہو تو بے لوث جذبے سے ہم اسے وہ فائدہ پہونچادیں۔ لیکن ایسا بالکل نہیں ہوتا یا پھر بہت کم ہوتا ہے۔ جو بہر حال ہماری حرماں نصیبی اور بدنصیبی ہے۔ ہماری بدبختی مفاد پرستی میں اس قدر حد سے آگے بڑھ گئی ہے کہ ہم بلا امتیاز دین و دنیا ہر ایک کام کو مطلب پرستی کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ دین کی خاطر ہم وقف ہیں تو محض اپنے فائدے کی خاطر، تعلیم، خواہ دینی ہو یا دنیوی، اسی مقصد سے حاصل کی جاتی ہے۔ کسی کی خدمت کی جاتی ہے مگر بے لوث نہیں۔ الغرض کیا مذہب اور کیا دنیا، ہر ایک میں بس یہی مطلوب ہے۔ اس سے نہ تو سیاست محفوظ ہے نہ تجارت، نہ معیشت نہ اور کوئی چیز۔ دنیا کے کام تو یوں بھی دنیوی ہونے کے اعتبار سے معمولی اور بے وقعت ہیں، مگر ان میں بھی مفاد پرستی اس قدر ملحوظ خاطر ہوتی ہے کہ اس کی دنائت و مذلت اور بڑھ جاتی ہے۔ ایک لیڈر انتخاب کے وقت ایک سے ایک بڑے وعدے کرتا ہے، سبز سے سبز باغ دکھاتا ہے، حتیٰ کہ بعض بڑے بڑے اور عوام الناس کے لئے بڑی ہی مفید ترین باتوں کا سرکاری طور پر اعلان کیا جاتا ہے اور عوام کالانعام اسی سے فریفتہ ان سیاسی رہنماؤں کو بڑی عزت کے ساتھ بھاری اکثریت سے کامیاب بناتی ہے۔ لیکن یہ کیا؟ جب یہ سیاسی رہنما جب جیت کر جاتے ہیں تو پھر کون کس کو جانتا اور کسے کون پوچھتا ہے۔ آج کی سیاست اسی مطلب پرستی اور مفاد پرستی سے عبارت بن کر رہ گئی ہے۔ یہ صرف ہندوستانی سیاست ہی کی نہیں بلکہ کم و بیش عالمی سیاست (Universal Politic) کا یہی حال ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج کی سیاست میں وہ پاکیزگی بھی نہیں ہے جو کبھی سیاست کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ مطلب پرستی کی یہ انتہا ابتلائی ہے کہ ہم اس معاملہ میں کیا دین کیا دنیا ہر ایک کام میں اسکے شکار ہیں۔ جو بہر حال ایک شیطان صفت، جانوروں کی خصلت ہے۔ کم از کم ایک اچھے انسان کی علامت تو بالکل نہیں ہے۔!

قسط اول

دینی مدارس کی ذمہ داریاں اور عصر حاضر کے تقاضے

حبیب الرحمٰن اعظمی عمری

ابتدائے آفرینش سے دنیا کا مزاج مسلسل بدلتا رہا ہے۔ مزاج کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل اور ضرورتیں بھی جنم لیتی رہی ہیں اور وقت کے ساتھ وقت کے تقاضے بھی بدلتے اور بڑھتے رہے ہیں۔ موجودہ دور سب سے زیادہ مسائل کا دور ہے اور اسی اعتبار سے اس کے تقاضے بھی بہت زیادہ ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں جو حد سے زیادہ بگاڑ اور انتشار نظر آرہا ہے' وہ ان ہی بڑھتے ہوئے تقاضوں اور ان تقاضوں کو نظر انداز کردینے کا نتیجہ ہے۔ فطرت کے کچھ مقررہ اصول' آئین اور ضوابط ہیں' جن کو نظر انداز کردیا جائے تو ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کے عبرتناک واقعات جنم لینے لگتے ہیں۔

دور حاضر کے تقاضے دو قسم کے ہیں۔ ایک کا تعلق دین سے ہے اور دوسرے کا دنیا سے۔ ان سب کو سمجھنا اور ان کو پورا کرنا ہر باشعور اور صاحب علم و دانش کا فرض ہے۔ اس سلسلے میں ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ ایک کامل و مکمل دین کی روشنی ہی میں ان کا کامیاب حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

آج چونکہ بیشتر ادیان و مذاہب' وقت اور حالات کی چیرہ دستیوں کا شکار ہوکر اپنی اصلی ہیئت کھوچکے ہیں' اس لئے ہماری نظر مذہب اسلام اور اسلامی تعلیمات کی طرف ہی منعطف ہوتی ہے۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر اتنی وسعت اور لچک بھی رکھتا ہے کہ ہر قسم کے دینی و دنیوی معاملات میں اہل عالم کی بھرپور رہنمائی کرسکے۔ یہی وہ مذہب ہے جو دین کو دنیا سے —— اور دنیا کو دین سے الگ نہیں کرتا اور ہر دور' ہر معاشرے اور ہر انسانی طبقے کے مسائل کا حل اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ وہ دستور زندگی ہے جو افراط و تفریط سے

سے ہٹ کر انسانیت کو ایک معتدل، متوازن اور مستقیم راستے پر گامزن کرنے کی اپنے اندر صلاحیت رکھتا ہے۔

اس وقت دنیا ایک ایسے نازک موڑ سے گزر رہی ہے جہاں ہر طرف فتنہ و فساد کی گرم بازاری ہے۔ انسانیت خود انسانوں سے پناہ مانگ رہی ہے۔ خود غرضیاں اور نا انصافیاں عدل و انصاف کا منہ چڑا رہی ہیں، طاقت کی غلامی اور چڑھتے سورج کی پوجا ہو رہی ہے، امن وسلامتی عنقا، اور خوف و دہشت عام ہو چکے ہیں، شخصی وقار اپنی وقعت بھول چکا ہے، انسانی لہو اپنی قدر و قیمت کھو چکا ہے، مذہب، تہذیب، شرافت، مروت اور انسانیت کو دقیانوسیت، رجعت پسندی، قدامت پرستی، بنیاد پرستی اور بزدلی کا نام دے دیا گیا ہے۔

اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ کچھ مردانِ کار میدان میں آئیں، وقت کے تیور کو سمجھیں اور اس کے تقاضوں کو پہچانیں اور وقت کے تیز و تند دھاروں کا رخ صحیح سمت میں موڑنے کا بیڑا اٹھائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کام کون انجام دے سکتا ہے اور کس سے یہ اہم معرکہ سر ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ یہ کام وہی مخصوص طبقہ انجام دے سکتا ہے جو "علمائے اسلام" کے معزز لقب سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ دین فطرت کا صحیح علم رکھنے والا اور انبیائے کرام کی نیابت کرنے والا طبقہ ہے۔ یہ طبقہ ان تمام خوبیوں سے آراستہ ہوتا ہے جن کی ایک داعی اور مصلح کو ضرورت ہوتی ہے، جو ہر قسم کے نامساعد حالات کا صبر و استقامت اور تحمل و عزیمت کے ساتھ مقابلہ کر سکتا ہے جو حالات کا رخ موڑ سکتا ہے۔ جو گالیوں کا جواب محبت سے دے سکتا ہے، پتھروں کا جواب دعاؤں سے دے سکتا ہے، نفرتوں کا جواب چاہتوں سے دے سکتا ہے۔

اس طبقے کی نشوونما اور تعلیم و تربیت جن اداروں میں ہوتی ہے وہ حقیقت میں دین کے مراکز ہوتے ہیں، جہاں دین کے سپاہی، ملت کے مجاہد اور اسلام کے جاں نثار فدائی ڈھالے جاتے ہیں۔ جہاں حق کے داعی، قوم کے پیشوا اور انسانیت کے قائد اور رہنما تیار کئے جاتے ہیں، جنھیں ایک طویل عرصے تک عشقِ الٰہی اور محبتِ رسول ﷺ کی آنچ میں تپا کر دینِ فطرت کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے اور اس مقام تک پہونچا دیا جاتا ہے جہاں

نگاہ کو بلندی، فکر کو آگہی، نظر کو گہرائی، ذہن کو وسعت شعور کو پختگی جذبات کو حرارت اور احساس کو تپش نصیب ہوتی ہے اور وہ دنیا کی امامت وسیادت کے منصب کے اہل بن جاتے ہیں۔

اسلام کی سب سے پہلی درسگاہ مسجد نبوی میں قائم ہوئی تھی۔ اس دور کے تقاضوں کے مطابق اس میں تمام ضروری علوم وفنون کے درس کا اہتمام تھا۔ وہاں داخلہ لینے والے طلبہ اپنے مزاج اور طبیعت کی مناسبت سے اس کے مختلف شعبوں میں داخلہ لے کر فیضانِ علوم نبویہ سے مستفید ہوتے تھے کسی نے خالص علوم دینیہ کا درس لیا۔ کسی نے اصولِ جہانبانی کے سبق سیکھے، کسی نے کتاب الجہاد پڑھی، کسی نے تجارت ومعیشت کے علوم حاصل لئے، کسی نے قرآنی علوم کے لئے خود کو وقف کر دیا، کسی نے جمعِ احادیث میں سارا وقت لگا دیا، کسی نے تزکیہ واحسان کو اپنا ہدف بنایا، کسی نے قانون وانصاف کے موضوع کو اپنایا۔ غرض اس درسگاہ نے اس دور کے دینی ودنیوی، روحانی وجسمانی اور ظاہری و باطنی تمام تقاضوں کو سامنے رکھ کر کام کیا اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک کامیاب نمونہ پیش کر دیا۔

پھر وقت کے ساتھ وقت کے تقاضے بھی بدلتے رہے، نئی نئی درسگاہیں وجود میں آتی رہیں اور وقت کے تقاضوں کے لحاظ سے نصاب تعلیم میں مناسب تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اور ضرورت کے مطابق اس میں حذف واضافہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مگر آج جس تیزی کے ساتھ وقت کے تقاضے بدل رہے ہیں اور نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں اور جس سرعت سے حالات میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں، ان کے پیش نظر ہماری دینی درسگاہوں کے نصاب میں بھی مناسب تبدیلی کی شدید اور فوری ضرورت ہے۔ جس طرح ایک حاذق طبیب کسی بیمار کے لئے ایک ہی بیماری کے سلسلے میں وقفے وقفے سے دوائیں اور طریقۂ علاج بدلتا رہتا ہے اسی طرح علوم وفنون کے ماہرین کے لئے بھی ضروری ہے کہ وقت کے مزاج اور تقاضوں کے مطابق نصاب تعلیم میں بھی مناسب تبدیلیوں کا عمل جاری رکھیں۔

آج کی نئی نسل قدیم علم کلام اور منطق وفلسفہ کی کتابوں کی متحمل نہیں ہو سکتی نہ زبردستی

(باقی صفحہ پر)

قسط اول

بابری مسجد کی تاریخی حیثیت

محمد اسلم سیف مدھوبنی

محمد اسلم سیف صاحب کا یہ مضمون بابری مسجد کی شہادت سے قبل کا ہے۔ جس میں انھوں نے بابر کی سیکولرزم عدل و انصاف اور بابری مسجد کی تاریخ پر روشنی ڈالی ہے ــــــ قارئین کے استفادہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے

ادارہ

بابر کی ہندوستان میں آمد

ہندوستان پر بابر نے سب سے پہلا حملہ ۹۲۵ھ میں کیا۔ لیکن یہ حملہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اس کے بعد پیہم چار مرتبہ بابر کو شکست اٹھانی پڑی۔ لیکن استقلال و جوانمردی اور ثبات قدمی میں لغزش نہ آئی۔ ۹۳۵ھ میں وہ اودھ کی طرف آیا اور یہاں شیخ بایزید کی شورش کو ختم کیا۔ شیخ بایزید کی شکست کے بعد بالآخر بتائید ایزدی ۹۳۲ھ میں تخت شاہی دہلی پر فائز ہوگیا۔ باقی تاشقندی کو اودھ کا رئیس مقرر کرکے خود اپنی فوجوں کے ساتھ روانہ سفر ہوگیا۔

بابر کی رواداری

بابر کی شخصیت کے متعلق یہ گمان کرنا کہ بابر ہندوستان میں پہنچ کر مندروں اور مورتیوں کو مسمار کرنے کے لئے کوشاں تھا۔ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا۔ مخالفین زہر افشانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ مسجد جو بابر کے نام سے مشہور ہے 'رام جنم بھومی مسمار کرکے بنادیا ہے' اگر یہ اس طرح بنائی گئی ہوتی تو اس زمانہ میں بابر یا اس کے حاکم اپنے فاتحانہ غرور میں ضرور لکھ دیتے کہ شرک و کفر، باطل اور ظلمت کدہ کی ایک جگہ کو منہدم کرکے یہ مسجد تعمیر کی گئی۔ لیکن ایسا نہیں

ہوا۔ آخر وہ کون سی وجہ تھی جس سے مؤرخین نے حق سے انحراف کیا اور باطل کا ساتھ دیا۔ بابر کی طرف فقہ بابری منسوب ہے، اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ کسی غاصبانہ قبضہ کی زمین پر مسجد نہیں بنائی جاسکتی ہے اور اگر ایسی کوئی مسجد بنی تو اس امت کے علماء اور مفتیانِ وقت اس میں نماز پڑھنے کا کبھی فتویٰ نہیں دے سکتے تھے۔

مسجد کا وجود

میر باقی تاشقندی نے اپنے آقا کی یادگار کے طور پر ۹۳۵ھ مطابق ۱۵۲۸ء میں ایودھیا میں ایک بنجر زمین پر مسجد کی تعمیر کی۔ اس مسجد میں جو سنگی تختی نصب ہے اس پر صاف طور پر لکھا ہے کہ مسجد کی تعمیر شیخ باقی نے کرائی تھی تختی پر کندہ عبارت یہ تھی (ترجمہ) بحکم شہنشاہ بابر جس کا انصاف چرخِ گردوں تک وسیع ہے، نیک دل میر باقی نے فرشتوں کے اس آشیانے کو تعمیر کرا دیا، یہ خیر ہمیشہ باقی رہے۔" اس مسجد کا تاریخی نام "بود خیر باقی" ہے ۹۳۵ھ۔ اس طرح یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ بابری مسجد ۹۳۵ھ میں تعمیر ہوئی [1]

بابری مسجد کے بارے میں ہندوؤں کا خیال

ہندوؤں کا کہنا ہے کہ شاہ بابر نے جنم استھان رام جی کو کھدوا کے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ بابر تو خود ایک دریادل انسان تھا، جو ہر مذہب و ملت کی پاسداری اپنا فریضہ جانتا تھا، وہ کب گوارا کرسکتا تھا کہ کسی کے معبد یا جنم استھان کو مسمار کرکے مسجد تعمیر کرے۔ نہ تو اس کی اجازت اسلام دیتا اور نہ ہی بابر نے ایسا کیا [2]

بابر کے عہد کی تصدیق شدہ تاریخ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بابر کو مندروں کو منہدم کرانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ بابر جس شہر سے گذرتا تھا اس کے اہم مندروں کو

---

[1] بحوالہ ماہنامہ الحسنات اسلامی اردو ڈائجسٹ رامپور اگست ۱۹۸۶ء ص ۱۵۲ [2] ایضاً ص ۱۵۳

دیکھنے بھی جایا کرتا تھا۔ بابر دور اندیش وسلیح القلب اور مذہبی رواداری کا حامل تھا۔ اور ہر قسم کے تعصب و تنگ نظری سے بالکل پاک تھا۔ ہندوستان کے عوام کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر اس وصیت سے ظاہر ہوتا ہے جسے اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کے لئے تحریر کیا تھا۔ اس وصیت میں وہ لکھتا ہے کہ "تمھارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہر قسم کی تنگ نظری سے گریز کرو، لوگوں پر انصاف کے ساتھ حکومت کرو، گائے کا گوشت کھانا ترک کردو تاکہ لوگوں کے دل جیت سکو۔ اس سے وہ لوگ تمھاری حکومت کے ممنون رہیں گے۔ قانون کی پابندی کرنے والے لوگوں کے مذہبی مقامات کو کبھی منہدم نہ کرنا۔ اس طرح انصاف کرو کہ لوگ اپنے بادشاہ سے محبت کرنے لگیں اور بادشاہ عوام سے۔" یہ تحریر اسی سال کی ہے جس سال بابری مسجد بنائی گئی، اگر یہ رام جنم بھومی مندر کو منہدم کر کے بنائی جاتی تو وہ اپنے لڑکے ہمایوں کو یہ وصیت نامہ کیوں کر لکھ سکتا۔ ۵۳

جے این اوگرا ڈپٹی کمشنر فیض آباد نے اپنے حلف نامہ میں کہا ہے کہ یہ جائداد بابری مسجد کہی جاتی ہے۔ اور ایک زمانے سے مسلمانوں کی عبادت گاہ ہے۔ اس مسجد کا شری رام چندر جی کے مندر سے کوئی تعلق نہیں۔

ہنومان گڑھی کے مہنت ابھے رام داس نے ۲۳ ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو بذات خود اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ انھوں نے اپنے چیلوں کی مدد سے ۲۳ ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو رام اور سیتا کی مورتیاں مسجد میں رکھوائی تھیں، اس گھناؤنے کام میں اس وقت کے ضلع کلکٹر فیض آباد مسٹر کے کے نیر نے پوری مدد کی تھی، اس کام کا انعام اس وقت کی حکومت نے انھیں یہ دیا تھا کہ ضلع بہرائچ سے کانگریس کے ٹکٹ پر لوک سبھا کا چناؤ بھی جتوادیا تھا ۵۴

مہنت رگھوبیر داس نے بذریعۂ درخواست ۲۹ ر جنوری ۱۸۸۵ء کو جو دعویٰ کیا تھا تو اس درخواست میں اس بات کی التجا نہیں کی گئی تھی کہ بابری مسجد جس مقام پر بنی ہے وہ جگہ دلائی جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ بات ثابت نہیں ہوسکی کہ یہ مسجد کسی مندر کی جگہ پر (باقی)

---

۵۳ بحوالہ ماہنامہ رہگذر حیدرآباد مئی ۱۹۸۶ء ۵۴ بحوالہ ماہنامہ الحسنات ہلالی اردو ڈائجسٹ ماہ اگست ۱۹۸۶ء

آپ اسلام کیوں لائے؟

اسلام کی حقّانیت ایک نومسلم کی زبانی

ثناء اللہ الیولی، لوہرسن بازار

محمد سلیمان ندواسرائے ضلع مئو کے ہیں۔ ان کی قبولیت اسلام کا واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں بمبئی میں شیوسینا کا سکریٹری تھا، دنیاوی جاہ وجلال اور مالی حیثیت سے ممتاز ترین لوگوں میں سے تھا، نیز بمبئی میں جنرل اسٹور کی دکان اور فلیٹ وغیرہ ذاتی ملکیت تھی۔ مجھے مذہب اسلام اور مسلمانوں سے سخت نفرت تھی، بمبئی میں ہندو مسلم فساد کرانا میرا شیوہ تھا، لوگ مجھے ایک ظالم وجابر غنڈہ اور قتلِ ناحق کے سرغنہ کی حیثیت سے جانتے تھے۔ مسلمانوں کو جانی ومالی نقصان پہونچانا میرا مقصدِ حیات تھا۔

لیکن اللہ کی توفیق اور کسی بزرگ کی دعا تھی کہ ایک روز جب میں گھاٹ کے اوپر فلور کے چبوترے پر سویا تھا، خواب میں دیکھا کہ تقریباً چھ سات آدمی، چہرے پر سفید داڑھی اور سفید جامہ پوش فرشتہ صفت میرے پاس آئے۔ ان میں سے ایک بزرگ نے کہا اٹھو میرے ساتھ فلاں جگہ چلو۔ میں نے جواب دیا کہ میں نہیں جاؤں گا۔ لیکن وہ بزرگ اصرار کرتے رہے اور میں برابر ٹالتا رہا۔ بار بار اصرار کرنے پر مجھے غصہ آگیا اور کہا کہ چلو میں چلتا ہوں دیکھوں کہ تم لوگ میرا کیا بگاڑ لوگے میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اتنا کہہ کر میں چل دیا۔ اس مندر سے بہت دور سمندر کے کنارے ایک گھنے جنگل میں مجھے لے جایا گیا۔ وہاں پہونچنے پر میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی حسین اور خوبصورت سی مسجد ہے۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ اذان ہوئی اور نماز پڑھنے کے لئے مجھ سے بھی کہا گیا۔ میں نے کہا نماز کیا بلا ہے میں نہیں جانتا۔ میں نماز نہیں پڑھوں گا اس لئے کہ میں ہندو ہوں اور ہندو نماز نہیں پڑھتا۔ ان لوگوں نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور میں بیٹھ کر دیکھتا رہا۔ اچانک میرے دل میں خیال آیا کہ نماز میں ہے ہی کیا، صرف یہی نہ کہ اٹھنا بیٹھنا۔ اس

طرح تو سب کوئی کر کے اپنے رب کو یاد کر سکتا ہے ہمارے دھرم میں بھی ایشور کو سجدہ کرتے ہیں۔ لیکن کون سا دھرم اچھا ہے مجھے اس کا اندازہ کرنا چاہیے۔ غرضیکہ اس دوران طرح طرح کے خیالات میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔ جیسے ہی نماز ختم ہوئی اور لوگ نماز کی دعوت دے کر جانے لگے میرے چچازاد بھائی نے مجھے جگا دیا اور میں بالکل حیرت زدہ ہو گیا۔ اور گھبراہٹ سی ہوئی۔ اور طرح طرح کے خیالات میرے سامنے رونما ہوئے۔ بہرحال یہ خواب میں نے کسی سے ظاہر نہیں کیا اور دن بھر سوچتا رہا کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ میں بہت ضدی تھا سوچا کہ کل پھر وہیں سوؤں گا۔ چنانچہ دوسری رات پھر اسی جگہ سویا اور پھر وہی بزرگ اپنے رفقاء کے ہمراہ تشریف لائے اور مجھ کو پھر اسی جگہ لے کر گئے اور وہاں جا کر نماز پڑھے۔ اور میرے گاؤں میں جو میری ذاتی زمین ہے مسجد تعمیر کرنے کے لئے حکم دیا۔ خواب میں وہ زمین بھی دکھائی گئی۔ اس روز بھی میرے چچازاد بھائی نے عین اسی وقت بیدار کر دیا۔ اور میں بہت حیرت میں پڑ گیا اور آج بھی میں یہ خواب کسی سے نہیں بتایا۔ نیز اسی جگہ تیسرے روز بھی میں نے یہی خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مغرب کا وقت ہے، وضو کر کے لوگ مسجد میں نماز کے لئے کھڑے ہو رہے ہیں اور میں چپ چاپ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ لوگ بہت نیک انسان معلوم پڑتے ہیں اور ہمیں بھی کچھ کرنا چاہیے۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور وضو کر کے ان لوگوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا۔ حتٰی کہ نماز ختم ہو گئی۔ اس کے بعد میری آنکھ کھلی اور عالم خواب سے جب میں عالم بیداری میں قدم رکھا تو میں حیران تھا۔ غور و فکر کرتا رہا کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ اچانک خداوند قدوس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تبدیلیِ مذہب کر کے مذہبِ اسلام قبول کر لوں اور حضور پاک ﷺ کے شیدائیوں میں اس ناچیز کا بھی نام آجائے۔

لہٰذا جو جگہ میں نے خواب میں دیکھی تھی اس کی تلاش شروع کی لیکن باوجود تلاشِ بسیار کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ مجبوراً میں اپنے پڑوسی مسلمان سے وہ نقشہ بیان کیا جو میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کا نقشہ اور اس کی جگہ مسجد کہاں ہے۔ مجھے وہاں لے چلو۔ یہ سن کر مسلمان بھائی کے دل میں خدشہ پیدا ہوا کہ یہ تو شیلو سینا کا ممبر ہے۔ مسلمانوں اور اسلام کا

کٹر دشمن ہے۔ مذہب اسلام کی شان میں گستاخیاں کرنا اس کا طرۂ امتیاز ہے اور کسی پلان کے تحت مسجد اور ملتِ اسلامیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے یہ سوچ کر اس مسلمان نے ٹال دیا۔

لیکن میں بہت ضدی انسان تھا اور جس کا فیصلہ کر لیتا اس کا پورا کرنا میرا نصب العین بن جاتا تھا۔ بہر حال میں دوسرے روز پھر اسی مسلمان کے پاس گیا اور حقیقت بیان کیا کہ میں کوئی سازش نہیں کر رہا ہوں۔ تم میری طرف سے اطمینان کر لو۔ خدارا مجھ کو اس مسجد تک پہونچا دو۔ بہت زیادہ اصرار کرنے پر وہ تیار ہوا اور مجھے اس مسجد تک پہنچا دیا۔ میں وہاں پہونچ کر مسجد کے باہر بیٹھا رہا اور غور و فکر کرتا رہا۔ اس کے بعد میں گھر واپس ہوا۔ اب رفتہ رفتہ اس آدمی کے ہمراہ مسجد جاتا رہا' واپس آتا رہا۔ تیسرے روز مغرب کے وقت تمام مصلیانِ مسجد کو اکٹھا کر کے میں نے عرض کیا کہ آپ لوگ مجھے کلمہ پڑھا دیں۔ میں حلقہ بگوشِ اسلام ہونا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر لوگ ادھر ادھر دیکھنے لگے اور آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ تمام لوگوں کا موضوع میں بنا رہا۔ کوئی کہتا کہ یہ چور ہے' کوئی کہتا کہ یہ فسادی ہے۔ فساد بھڑکانے کی غرض سے آیا ہے۔ لیکن ایک اللہ والے بزرگ مجھ سے مخاطب ہوئے اور دریافت فرمایا کہ آخر آپ مسلمان کیوں ہونا چاہتے ہیں؟

میں نے عرض کیا "مجھے یہ مذہب پسندیدہ ہے۔ آخر کار اطمینان کر کے ان بزرگ نے مجھے کلمہ پڑھایا۔ اور میں چپکے چپکے نماز پڑھتا رہا۔ اور ارکانِ دین کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ لیکن یہ دنیا ہے۔ یہاں کوئی بات مخفی نہیں رہ سکتی۔ تمام لوگ جان گئے۔ جب اس کی خبر شیوسینا کے صدر کو لگی تو انھوں نے مجھے طلب کیا۔ اولاً تو سمجھایا کہ میں ترکِ اسلام کر کے دوبارہ ہندو مذہب اختیار کر لو۔ جب میں نے انکار کیا تو طرح طرح کی عہدہ اور مال و دولت کی لالچ دی۔ اگر تم پارٹی میں کوئی بڑا عہدہ چاہتے ہو یا دولت کی خواہش ہے تو کہو۔ تمھاری تمنائیں پوری کی جائیں گی۔ جب میں کسی طرح مذہب اسلام ترک کرنے پر آمادہ نہ ہوا تو انھوں نے گیدڑ بھبکی سے کام لیا۔ بہت ڈرایا' دھمکایا۔ یہاں تک کہ قتل کی دھمکی دی۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ اللہ میرے ساتھ ہے اور خداوند عالم کی مدد کا پورا بھروسہ تھا اب میں وہ نہیں تھا جو پہلے تھا کہ ان دھمکیوں سے باز آجاتا۔ اب میری آزمائشوں کا دور

شروع ہوا۔ گھر والے بہت ناراض ہوئے۔ مجھے صرف ایک چادر دے کر گھر سے نکال دیا۔ میں بمبئی کی گلیوں میں بھٹکتا رہا۔ جب کسی مسجد میں جاتا تو مسلمان واقف ہونے کی وجہ سے نکال دیتے تھے۔ لیکن حقیقت جاننے کے بعد مجھے گلے لگاتے اور مذہب اسلام قبول کرنے پر مبارکباد دیتے۔ ہندو طعن و طنز کے نشتر لگاتے۔ جب اس سے کام نہ چلا تو شیو سینا کمیٹی نے میرے اوپر مقدمہ کر دیا۔ جج نے سوال کیا "آپ نے کیوں اسلام قبول کیا؟" "کیا کسی نے ڈرایا دھمکایا ہے؟ یا لالچ دے کر مذہب اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہے؟ آپ دوبارہ ہندو مذہب کیوں نہیں اختیار کر لیتے؟" میں نے جواب دیا کہ سیکولر ہندوستان میں ہر شخص کو مذہب کی آزادی دی گئی ہے۔ میں نے اس قانون سے فائدہ اٹھایا ہے پسندیدگی سے مذہب اسلام قبول کیا ہے۔ کسی کی لالچ اور دھمکی سے نہیں۔ بلکہ اسلام کی خوبیوں اور محاسن نے مجھے مجبور کیا کہ میں جلد از جلد اسلام قبول کر لوں اور اپنی گذشتہ زندگی پر ندامت کا اظہار کروں۔ مجھے تو افسوس ہے کہ میں نے اچھا قدم پہلے کیوں نہیں اٹھایا۔ میں پھر سے ہندو بننے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ ہندو دھرم کی جامع و مانع تعریف کریں کہ ——— ہندو دھرم ہے کیا؟ کیا دیو مالائی قصوں اور چند رسومات کا نام ہندو دھرم ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اس جج نے میرے حق میں مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ اس فیصلے سے دشمنی کی آگ اور بھڑک گئی۔ متعدد بار قتل کی سازشیں رچی گئیں۔ کبھی شادی میں مدعو کر کے کبھی شیر گاہ میں لے جا کر قتل کا پلان بنایا گیا۔ لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔

تقریباً ۲ سال تک میں اپنے گھر والوں کو چپکے چپکے مذہب اسلام کی حقانیت کو بتاتا رہا اور اسلام کی دعوت دیتا رہا۔ اور طرح طرح سے ان کو سمجھاتا رہا۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ خدا نے ہماری آرزوئیں پوری کر دیں اور میرے گھر کے سات افراد دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے اور میں اپنے سبھی اہل و عیال کے ساتھ اپنے آبائی وطن ندوا سرگ آگیا۔ اور سبھی رشتہ داروں کو ان کے حق میں دستور کے مطابق دکان، مکان و زمین تقسیم کر کے ان کے حوالے کر دیا۔ اور خواب میں دکھائی گئی جگہ پر مسجد تعمیر کرنے کی جد و جہد شروع کر دی۔

اللہ کے فضل و کرم سے وہ خواب بھی شرمندۂ تعبیر ہوا کہ ہزاروں مسلمانوں کی موجودگی میں بتاریخ ۵ رجولائی ۱۹۹۴ء مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اور مسجد کا نام فاروق اعظم رکھا گیا۔

آپ حضرات خدا سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مسجد کو مکمل فرمائے۔ مذہبِ اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ یہ دھرم بہت پوِتر (پاک) دھرم ہے۔ اس مذہب میں اخلاقیات، سماجیات اور صاف ستھرے معاشرے کی رہنمائی کی صلاحیت موجود ہے۔ جو زندگی کے تمام شعبوں میں رہنمائی کرتا ہے۔ مذہبِ اسلام چند رسومات کا نام نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک نمونہ ہے جس کو اختیار کرکے انسان دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ سکتا ہے۔ آج اگر مسلمان اپنے دھرم پر مکمل طریقے سے عمل کریں، اپنے پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کریں، کتابی مسلمان نہیں بلکہ عملی مسلمان بن جائیں تو ساری دنیا حلقہ بگوشِ مسلمان ہوگی۔ لیکن آج کا مسلمان اگر صرف یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن مسلمانوں کا عمل اس کے پاس نہیں۔ آج کا مسلمان اپنے ہتھیار پانی میں پھینک کر جنگ آلود بنا رہا ہے۔ اور اپنے دھرم سے نوّے کی اسپیڈ میں بھاگ رہا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اکابر نے یہ کیا وہ کیا۔ خدا خیر کرے۔

ص۲ کا بقیہ

اقلیت کا قتلِ عام اور ان کی عبادت گاہوں کے مسمار کرنے کے جب در پے لگی ہو تو ایسی صورت میں علمائے اسلام اگر ایک جانب مسلمانوں میں دینی و اخلاقی جذبۂ جہاد کو فروغ دینے کے لیے اپنا دینی فریضہ ادا کر سکتے ہیں تو دوسری جانب وہ یہاں کے سیاسی رہنماؤں کا محاسبہ کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں تاکہ مستقبل میں "یہ تو پہلی جھانکی ہے، متھرا کاشی باقی ہے" جیسے نعرے بازوں کو ذلت و رسوائی ہو اور ان کو سزا مل سکے۔

ص۲۲ کا بقیہ

کی تاویلات اور بعید از فہم قیاسات ہی کو قبول کر سکتی ہے اور نہ لمبی چوڑی بحثوں میں اپنا سر کھپانے کے لئے تیار ہے، بلکہ آج کا ذہن تو ہر بات ٹھوس اور مدلل اور ہر بیان مختصر اور مستند چاہتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہیں جو اہلِ علم حضرات سے پوشیدہ نہیں ہیں اور نہ انھیں نظر انداز ہی کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور کی بے پردگی

محمد فاروق اجمل اسلامی اوہ؟

یَابَنِیْ آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاساً یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ رِیْشاً ط

آج سماج و معاشرہ وسوسائٹی کا عالم یہ ہو گیا ہے کہ ہر چہار جانب شرافت ظلم وطغیانی کی چکی پس رہی ہے۔ شرافت نے اپنا بستر باندھ لیا ہے اور سفاکیت و بربریت نے اپنی درار چادر کو بچھا دیا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر احساس نہیں ہمارے اندر شعور نہیں، سوچنے سمجھنے کا مادہ نہیں، غور و فکر سے کام لینے کا ذوق نہیں، صرف نفسانی خواہشات کی اتباع کرنا اپنا ایک اہم فریضہ سمجھنے لگے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید صاف طور پر کہتا ہے لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ لیکن ہم اپنے اندر طرح طرح کے کیڑے مکوڑے کو جنم دے رہے ہیں کفر وطغیانی کا بازار خود گرم کر رہے ہیں، اپنی ماں و بہنوں کی حقیقت کو نہیں سمجھتے ہیں اور خود اپنی حقیقت کو نہیں سمجھ رہے ہیں تو دوسروں کی حقیقت کو کیا سمجھیں گے لیکن اسلام تو باہم مل جل کر رہنے کی تلقین کرتا ہے، حقوق کی ادائیگی کی تاکید فرماتا ہے۔ خاص کر آج کل ہماری ماں بہنوں و بیٹیوں نے اسلام کو اس طرح بگاڑ ڈالا ہے کہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے انگشت بدنداں یعنی شرم کی وجہ سے انگلیاں دانتوں کے نیچے ہو جاتی ہیں۔ لیکن شریعت کا ایک مسلم اصول ہے۔

اے میرے مسلم نوجوانو! آج ہمیں کیوں ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے، ہمارا نام لینے والا اس دنیا میں کوئی کیوں نہیں ہے۔ ہمارے خون کو لوگ حلال کیوں سمجھ رہے ہیں۔ ہمیں مولیوں اور گاجروں کی طرح کیوں کاٹا جا رہا ہے۔ ہماری بہنیں کیوں نذرِ آتش کی جا رہی ہیں۔ ہماری ماں اور بہنوں کی گود سے لختِ جگر و نورِ نظر کیوں سلب کیا جا رہا ہے، آج ہم کو موت کے گھاٹ کیوں اتارا جا رہا ہے، ہمارا وجود صفحۂ ہستی سے کیوں مٹایا جا رہا ہے۔ ہماری ماں اور بہنوں کی آبرو ریزی کیوں کی جا رہی ہے۔ ہماری دکانیں اور مکانات کیوں جلا کر

راکھ کی جارہی ہیں۔ ہم سے حقوق کیوں چھینے جارہے ہیں۔ ہماری مسجدیں کیوں مسمار کی جارہی ہیں ہماری عبادتگاہیں کیوں توڑی جارہی ہیں۔ ہمارے قبرستانوں کو زبردستی چھین کر بازار کیوں بنایا جارہا ہے، آج ہمارے اوپر رحمت و نصرت کی بارش کیوں نہیں ہورہی ہے ہمارے اوپر انصاف و عنایات کیوں نہیں ہورہے ہیں، ہم ذلیل و حقیر کیوں سمجھے جارہے ہیں۔ ہمیں ہمیشہ مظلوم کیوں ٹھہرایا جارہا ہے ہمیں ظلم و ستم کا نشانہ کیوں بنایا جارہا ہے۔ ہمارے ہی آشیانے برق جور و جفا کیوں گرائی جارہی ہمیں کو مٹایا اور ستایا کیوں جارہا ہے۔ ہمارے ہی خون سے ہولیاں کیوں کھیلی جارہی ہیں۔

اے مسلمانانِ ھند کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہمارے ساتھ کیسا بہیمانہ سلوک کیا جارہا ہے۔ ذرا غور و فکر تو کرو، عقلِ سلیم سے کام لو، ٹھنڈے دل سے سوچو، مصنوعی آئینے کو اتار کر اپنے اندر دیکھو اور اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ ہم نے اسلام کو اسلام نہیں سمجھا۔ اسلامی ثقافت کو اپنانے کے بجائے مغربی تہذیب کو اپنا لیا ہے۔ ہمارا ہر کام طرزِ مغربیت پر ہے۔ اسلام نے تو ایسی ناپاک چیزوں کی تردید کی ہے جس سے انسان خود ہلاک و برباد اور نیست و نابود ہوجائے۔ اسلام نے تو ہمارے اوپر آسانی کر ڈالا ہے لیکن ہم نے اسے مسخ کر ڈالا ہے، بگاڑ ڈالا ہے۔

میرے مسلم بھائیو! اسلام نے سود خوری سے منع فرمایا ہے، بے پردگی اور عریانیت کے ساتھ سیر و تفریح کرنے سے روکا ہے، قمار بازی، زناکاری، بدکاری، چغل خوری، شراب نوشی، رشوت خوری سے سخت تاکید کے ساتھ ممانعت کی ہے۔ آج اگر ہم اپنے اندر غور و فکر کریں تو روز روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ ہماری زندگی کا کوئی بھی شعبہ اسلامی قوانین کے خلاف چل رہا ہے، اسوئے سیاح کو اپنا رہے ہیں، شراب خانوں میں دیکھئے تو سب سے پہلے اور آگے مسلمان، رنڈی خانوں میں دیکھئے تو سب سے آگے مسلمان، چوری کرنے میں سب سے آگے مسلمان، جھوٹ بولنے میں سب سے آگے مسلمان، غرض کہ برائیوں میں مسلمان پیش پیش ہیں اور آج کل عورت ذات پر جس قدر مظالم ڈھائے جارہے ہیں اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ہر روز کتنی معصوم و بے گناہ لڑکیوں کو آگ کی بھٹی میں زبردستی ڈھکیل دیا

دیا جاتا ہے۔

میرے مسلم نوجوانو! آج ہمارے سماج کا حال اس قدر گندہ ہو چکا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے دشمن بنے ہوئے ہیں، ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ کبر و نخوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ باپ بیٹے میں رنجش ہے تو کہیں مقدمے پر مقدمے عدالت میں پیش کئے جا رہے ہیں۔ اسلام نے تو باہم الفت و محبت اور اتفاق و اتحاد سے رہنے کی تاکید و تلقین فرمائی ہے اور جیسا کہ اللہ کے پیارے رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔

"المومن للمومن کالبنیان، یشد بعضہٗ بعضاً۔"

یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی مانند ہے جس کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ آپ حضرات تو جانتے ہی ہوں گے کہ اختلاف و انتشار کی وجہ سے دشمن بآسانی مغلوب بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔ آج ہم اختلاف پیدا کر کے دشمنوں کو مزہ لینے کا موقع دے رہے ہیں۔

آج کل ہماری ماں بہنوں کا رویہ یہ ہو گیا ہے کہ جب کہیں سیر و تفریح کے لئے باہر نکلتی ہیں تو عریاں اور بے پردہ ہو کر۔ حالانکہ پردہ کے متعلق اللہ جل شانہٗ اپنے قرآن مقدس کے اندر صاف صاف ارشاد فرماتا ہے: یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡاٰتِکُمۡ وَ رِیۡشًا ؕ

اے بنی آدم ہم نے تمہارے پردے کے لئے لباس کو نازل کیا ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ لیکن مردوں سے زیادہ عورتوں کو پردے کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے کیونکہ عورت سراپا ستر ہے اور ستر کا پوشیدہ رکھنا ہر عورت پر واجب اور فرض ہے۔

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاهِلِیَّةِ الۡاُوۡلٰی ؕ

کہ عورتیں اپنے گھروں میں رکی رہیں اور ادھر ادھر اپنی بے حیائی کا چرچہ کرتی نہ پھریں کیوں کہ عورتیں جب گھر سے باہر نکلتی ہیں تو ان کے پیچھے شیطان پڑ جاتا ہے اور اگر خدانخواستہ باہر نکلنا ہی پڑ جائے تو چند شرائط کے ساتھ باہر نکل سکتی ہیں۔ اپنی نگاہیں پست

رکھیں۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے زیب و زینت کو ظاہر نہ کریں۔ اور اپنے پیروں کو زمین پر زور زور سے نہ ماریں یعنی اکڑ اکڑ کے نہ چلیں۔ نیز اسلام نے عورتوں کو پھیلنے والی خوشبوؤں کو استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔

لیکن ان تمام وعیدوں اور رہنماؤں کے باوجود آج کل کی عورتیں نیم عریاں اور بےپردہ ہوکر بازاروں چوراہوں اور سڑکوں پر گھومتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آج کل ناچ گانوں کے دروازوں پر مردوں سے زیادہ عورتیں نظر آتی ہیں اور عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ ہر چہار جانب اپنی عریانیت اور بےحیائی کا مظاہرہ کرتی پھرتی ہیں۔

کل تک ذلیل و خوار تھی عورت کی زندگی
حیران و بیقرار تھی عورت کی زندگی

تاریک تھا زمانہ کہ چمکا خدا کا نور
بزمِ جہاں میں ہوگیا اسلام کا ظہور

آج سے تقریباً چودہ سو سال قبل کی تاریخ کو ہماری مائیں اور بہنیں کیوں نہیں یاد کرتیں۔ ذرا مطالعہ اور غور و فکر کرنے کا ذوق پیدا کریں کہ عورتوں کا وجود منحوس سمجھا جاتا تھا۔ حقیر نظروں سے دیکھا جاتا تھا لڑکیوں کی پیدائش کی خبریں خوشیوں کی محفلیں ماتم کدہ بن جاتی تھیں۔

صرف یہیں تک بس نہیں بلکہ معصوم و بےگناہ بچیاں پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردی جاتی تھیں۔ لیکن اس دارِ فانی کے اندر جب شہنشاہ بطحا سید العرب والعجم نورِ مجسم محسنِ اعظم پیکرِ عظمت سراپا شرافت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوتا ہے تو ساری دنیا بیقراری کے عالم میں ڈوبی ہوئی تھی' قرار آجاتا ہے' وہ عورتیں جو اپنے لختِ جگر' کلیجے کے ٹکڑے' دل کے پیارے آنکھوں کی ٹھنڈک کو بھی اپنی گود میں ایک لمبی مدت کے لئے باقی نہیں تھیں' انھیں مکمل طور پر آزادی مل جاتی ہے' انھیں گھر کا بادشاہ کہا جاتا ہے' مستورات کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ کائنات ارض و سما کا ذرہ ذرہ بقعۂ نور بن جاتا ہے۔ فضائے بسیط میں شور و مسرت و شادمانی سے دھوم مچ جاتی ہے۔ مشرک و بےایمان کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہوجاتا ہے مظلوم اور دکھی دنیا کے زرد و غمناک چہرے پر خوشی و مسرت کے نظارے قربان ہونے لگتی ہیں کہ توحید و خداپرستی کے سب سے بڑے معلم نے جنم لیا۔

شمیم خلد کی تاثیر دیکھو چمن بھر میں
کہ مٹی تک چمن کی بس گئی خوشبوئے عنبر میں

بزرگو عزیز ساتھیو! آج ہم اخلاقی تباہی و پستی کے کتنے بھیانک دور سے گذر رہے ہیں۔ وحشت و بربریت کے سیاہ بادل ساری دنیا پر چھا گئے ہیں۔ ہم آئے دن شرافت وتہذیب کا جنازہ اپنی آنکھوں سے اٹھتے دیکھتے ہیں آدم کی اولاد اپنے معبود حقیقی کو فراموش کر چکی ہے۔ دنیا بھر میں شرک وبت پرستی کا بول بالا ہے۔ شر وفساد اور رسوم و بدعات کا غلبہ ہے۔ بت پرستی، اوہام پرستی، قبر پرستی، بدعات وخرافات کا رواج عام ہے، سچائی کی جگہ جھوٹ، محبت کی جگہ نفرت، انصاف کی جگہ ظلم وزیادتی، ایثار کے بدلے خود غرضی، پردہ کی جگہ بے پردگی حلال کی جگہ حرام اب ہمارے سماج بن چکے ہیں۔ مکارم اخلاق، تہذیب وشرافت، عدل ومساوات امن وسلامتی محبت ولطف وکرم اب بے معنی الفاظ بن کر رہ گئے ہیں۔ غرض انسانی سماج کے رگ رگ میں بیماریاں پھیل چکی ہیں۔

میرے نوجوان ساتھیو! اٹھو، اور غفلت وسرشاری کے بستر سے بیدار ہو جاؤ۔ اور رسم ورواج کے خلاف برسرپیکار ہو جاؤ۔ نمرود کو پائے حقارت سے کچل دو۔ اور ان غلاظتوں کو اپنے معاشرے سے ختم کر دو اور اسلام کے قوانین کے آگے سر تسلیم خم کر دو خشیت الٰہی اور محبت رسول کو اپنے سینے سے لگالو۔ اسلامی پردہ کو اپنانے کا حکم صادر کرو۔ بے پردگی کو ختم کرنے کی جدوجہد کرو کاوش وسعی وکوشش کرو۔ سماج کو سدھارنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ اپنے اندر جھانکیں اور اپنے اندر خودداری پیدا کریں۔ اسلام سے لگاؤ پیدا کریں۔ ایسی خرافات اور لایعنی باتوں کی وجہ سے ہی سماج خراب ہو رہا ہے۔ کیونکہ سماج کی خرابی سب سے بڑی خرابی ہے اسی کی وجہ سے عزت وآبرو میں کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ باہم نفرت پیدا ہونے لگی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنا تعلق قرآن وحدیث رسول سے رکھیں ورنہ ہماری زندگی برباد ہو جائیگی کوئی نام لینے والا نہیں رہ جائے گا۔ لاکھوں من مٹی کے نیچے دب جائیں گے۔ کیڑے مکوڑے اپنی غذا بنالیں گے۔ نام ونشان باقی نہ رہ جائے گا۔ اس لئے اللہ اور اس کے سچے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی گذاریں۔ اللہ ہمیں اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانک کر ہمیں عزت ودولت سے نوازے آمین

خورشید احمد جامعہ سلفیہ بنارس

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے

اللہ کا ارشاد ہے:

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ط

(الآیۃ ۱۳۹ آل عمران)

ترجمہ: تم غم نہ کرو، رنجیدہ نہ ہو، تمھیں غالب و سربلند ہو کر رہو گے اگر تم مومن رہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر ؛ اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قارئین کرام! یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جب تک مسلمان اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل کرتے رہے اور اسلام کے خالص منبع شافی سے سیراب ہوتے رہے، تب تک ان کا ستارۂ اقبال برجِ آسمانی پر درخشاں رہا، عروج ان کا قدم چومتا رہا اور تخت و تاج، دولت و سلطنت سب کچھ انھیں حاصل رہا، مشرق سے لیکر مغرب تک، شمال سے لیکر جنوب تک انھوں نے اپنا پرچم لہرایا۔ اور ہر باطل کو پارہ پارہ کر دیا۔ وہ جہاں بھی گئے کامیابی و کامرانی نے ان کی قدم بوسی کی۔ جدھر بھی رخ کیا فتح و نصرت نے ان کا خیر مقدم کیا۔

مسلمانو! تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام ہی نے حضرت ابوبکرؓ جیسے مخلص، عمرؓ جیسے جری، حضرت خالد جیسے جنگ آزمودہ، صلاح الدین ایوبیؒ جیسے فاتح بیت المقدس، محمد بن قاسم جیسے فاتح سندھ، طارق بن زیاد جیسے فاتح اندلس، عمرو بن عاص جیسے ماہرینِ جنگ، محمود غزنوی اور محمد غوری جیسے حملہ آور ہند کو جنم دیا۔ جنھوں نے اسلام کا ہلدی پرچم لہرایا، قیصر و کسریٰ کو تاخت و تاراج کیا، خیبر کو پامال کیا، سومناتھ کو تہ و بالا کیا اور خانۂ کعبہ کے ۳۶۰ بتوں کو ریزہ ریزہ کر کے وہاں لا الٰہ الا اللہ محمد

رسول اللہؐ کا جھنڈا بلند کیا۔

توحید و سنت کے متوالو! شمع اسلام کے پروانو! ذرا غور کرو کہ ان میں وہ کون سی ایمانی طاقت تھی جس سے وہ ساری دنیا پر قابض ہو گئے تھے، ان کے پاس وہ کون سا اسلحہ تھا جس سے کائنات عالم ان کے زیر نگیں تھا۔

نہیں مسلمانو! ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ہاں صرف تھی تو ایک چیز! ایمانی جذبہ، قرآنی تعلیم، باہمی اخوت و ہمدردی اور آپسی میل جول۔ الغرض وہ جو بھی کام کرتے تھے صرف ایمانی روشنی سے۔ گویا وہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کا حقیقی پیکر تھے۔ اور اسی بنا پر وہ معزز تھے ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر ؛ اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

لیکن جب ہم نے احکام شریعت کو پس پشت ڈال دیا، کتاب و سنت کو بالائے طاق رکھ دیا جس کی وجہ سے ہم محکوم بن گئے حالانکہ کل ہماری حکومت تھی۔ آج غیر مسلم ہمیں آنکھ دکھا رہے ہیں۔ جب کہ کل ہمارا نام لینے سے تھراتے تھے۔ آج ہم ذلیل و خوار اور رسوا و خستہ حال ہیں جب کہ کل ہماری عزت و سطوت اور شان و شوکت تھی۔ آج ہمارے بال و پر کتر لئے گئے ہیں جب کہ کل ہمارا بسیرا صحراؤں میں، پہاڑوں پر اور ہماری پرواز آسمانوں میں ہوا کرتی تھی۔ آج ہم اس جملے کے مصداق بنے ہوئے ہیں کہ ؎

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو بے بال و پر نکلے

حالانکہ ہم بھی اسی اسلام کے پیروکار اور متبع سنت ہیں۔

مئے توحید سے سرشار نوجوانو! غور کرو اور سوچو! کہ آخر آج ایسا کیوں ہے؟ کیا اللہ کا وہ وعدہ" وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ" تمھارے ساتھ نہیں؟ کیا قرآن و سنت تمھارے پاس نہیں ہے؟ — نہیں ایسا نہیں۔ بلکہ اس کی صرف اور صرف یہ وجہ ہے کہ آج ہم حقیقی مومن نہیں۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ کے کما حقہ پابند نہیں ؎

مٹا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی ؛ ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

(باقی صفحہ پر)

خالد انور برکت اللہ جامعہ ابن تیمیہ

افسوس

انسانی نفسیات چند چیزوں کا مرقع ہے، اسی وجہ سے انسان کبھی گردش ایام میں مبتلا ہوکر زندگی کی الجھنوں سے نجات پاجانا چاہتا ہے تو کبھی ابرِ مسرت کی بے پناہ فیاضی سے خواہشات کے ارض کے سیرابی کی تمنا کرتا ہے، غرضیکہ خوشی و غم نیکی و بدی، مکر و فریب ہی کے مجموعہ کا نام زندگی ہے، زندگی کے ان عناصر میں صیغۂ تاسف کو حاصل ہے، جب بھی کوئی مکر و فریب کی دنیا رچاتا ہے، تحاسد و تباغض کی دیوار کھڑی کرکے، غیروں کی عزت کو اپنی نشتر کا نشانہ بناتا ہے۔ اگر اسے اس سعی بد میں کامیابی ملی، تو وہ ساقیِ میکدہ بن جاتا ہے، اور اس کی غیر محدود مسرت تختِ شیطانی عطا کرکے اس فعلِ بد پر اور ورغلاتی ہے، چنانچہ ایک دن ایسا بھی آتا ہے، جب وہ کفِ افسوس ملتے ہوئے، ندامت کے آنسو بہاتا ہے، اور ردائے شرم میں اپنے چہرے کو چھپا لیتا ہے۔

بالکل یہی حال اخروی زندگی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر قلبِ سلیم ودیعت کرکے ہم سے اس بات کا مطالبہ کیا ہے کہ "ہمارے جذبات صاف، آسودہ اور بیدار ہوجائیں، جس کی تشکیل متضاد عناصر، قوتوں اور تجربوں سے مل کر ہوتی ہے اور جس کے رجحان سے ماضی، حال، مستقبل ایک ہوجاتے ہیں۔ جس سے فطرت میں مافوق الفطرت اور بشریت میں مافوق البشر ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ کیونکہ مومن ماحول کا آئینہ دار ہوتا ہے، بلکہ ایک زبردست طوفان کی طرح ماحول کے تمام باطل افکار و نظریات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے اور پھر برسات کے رواں دواں بادلوں کی مانند بنجر زمین کو سبزہ وار بنا دیتا ہے، جس سے ایک نئی صبح جاگتی ہے، اور نیا انسان آنکھیں کھولتا ہے، اس کے برعکس جب انسان اللہ تبارک

تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی بیخ کنی کر کے زندگی کے آرام و آسائش کو ترجیح دیتا ہے تو اسے دنیا میں بھی رسوائی ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اپنے کیے پر نادم ہو کر کف تاسف ملنا پڑے گا اس کی مثال اہل بصیرت سے مخفی نہیں ہے۔ فرعون جس کی تخلیق ہی دولت میں ہوئی جس کا محل ہیرے جواہرات کے آلوت کا مجموعہ تھا۔ جب اس نے اپنی زندگی کے چراغ کو گل ہوتے ہوئے دیکھا تو اسے بھی اپنے کیے پر کافی افسوس ہوا۔ بالآخر اس کی زبان رک نہ سکی اور غرق ہوتے وقت بیخ اٹھا اٰمَنْتُ بِرَبِّ هَارُوْنَ وَمُوْسٰى "لیکن" اب پچھتات ہوئی کیا جب چڑیا چگ گئی کھیت "۔

بالکل یہی حال قیامت کے دن بدبختوں کا بھی ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ و رسول ؐ کے حکم کی قدر نہ کی، اسلام کے اصول و ضوابط کو پامال کیا۔ انھیں بھی قیامت میں کف افسوس ملنا پڑے گا۔ اور وہ بھی چیخیں گے "یَا لَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَہْ" "اے کاش میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا، مجھے اتنی سبکی نہ ہوتی، میں بھی اپنے نامۂ اعمال کو حسن عمل سے مزین کیے ہوتا۔ لیکن یہ افسوس وقت نکل جانے کے بعد لا فائدہ ہوگا۔ پھر بھی وہ چیخیں گے "یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا" اے کاش میں مٹی ہوتا" یعنی اے پروردگار عالم میں نے تیرے رسول ؐ کے حکم کو ٹھکرایا میں نے تیری آیتوں کو سن کر ان سنی کر دی، اب مجھے معاف کر دے، لیکن وقت نکل چکا۔ اب کف افسوس ملنے سے کچھ ہونے جانے کو نہیں۔

لہٰذا اللہ کے عذاب سے خوف کھاؤ، ایسا نہ ہو کہ مرتے وقت افسوس کا بادل تم پہ ٹوٹ پڑے، اور تم بھی کف افسوس ملتے ہوئے اس دنیا سے کوچ کر کے، آخرت میں ردائے تاسف اوڑھ لو، اور نعوذ باللہ واصل جہنم قرار دئے جاؤ۔

مسلمانوں! کیا تمھیں اس بدمعاملگی، فریب دہی، دغابازی، رشوت ارزانی پہ غور کرنے کا موقع نہیں ملتا، آخر یہ بھی تو انھیں اعمال میں سے ہیں، جو قیامت میں افسوس کا بادل بن کر تم پہ منڈلائیں گے۔ اور تم افسوس افسوس کر کے چیخو گے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ

مسلمان بابری مسجد حاصل نہیں کر سکتے

بابری مسجد کی شہادت سے قبل ہارون رشید انصاری کا تجزیہ

حکومت کی سرپرستی میں بابری مسجد رام جنم بھومی کا تنازعہ حل کرنے کے لئے آل انڈیا بابری مسجد ایکشن کمیٹی اور وشوہندو پریشد کے درمیان مذاکرات کے تین دور مکمل ہو چکے ہیں جس میں صرف چند دستاویز اور سوالناموں کا تبادلہ ہوا ہے۔ اصل مسئلہ جوں کا توں قائم ہے ایک طرف وشوہندو پریشد عوام اور حکومت پر یہ تاثر قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے کہ وہ رام جنم بھومی اور بابری مسجد کے حل کی خواہشمند ہے تو دوسری طرف وہ ہندو اکثریت کو یہ کہہ کر بہلانے کی کوشش کر رہی ہے کہ ان سے کیا گیا وعدہ یعنی ایودھیا میں بابری مسجد کی جگہ پر ہی رام مندر کی تعمیر کا ہر حال میں ممکن بنایا جائے گا۔ اور اس ضمن میں جلد ہی کار سیوا کا انعقاد کیا جائے گا۔ جبکہ حال ہی میں وشوہندو پریشد کی جانب سے ملک گیر پیمانے پر شروع کی جانے والی رام کھڑاؤں پوجا کا ہندوؤں کی جانب سے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا گیا۔

وشوہندو پریشد کو پورا یقین ہے کہ رام جنم بھومی مسئلہ کا حل حکومت کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی عدالت عالیہ ان کے عقیدہ کے مطابق اس مسئلہ کا حل دریافت کرنے کی اہل ہے۔

اب آیئے دیکھیں کہ بابری مسجد کے حل میں مسلم قیادت کتنے پانی میں ہے۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے اور حد درجہ شرمناک بھی ہے کہ ایک بابری مسجد کیا مسلمان اپنے ہاتھ سے نکلی ہوئی کسی بھی عمارت، ادارہ اور کاروبار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لائق نہیں رہ گیا ہے۔ وجہ؟ آپسی نفاق، عدم اتحاد، اندرونی سازشیں، سماجی فلاح و

بہبود کے خادموں کی راہ میں روڑے اٹکانا، بے جا خوشامدیں، چاپلوسیاں اور ذاتی مفادات اب مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہ گئی ہیں۔

اس تناظر میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ بابری مسجد تنازعہ کے حل کے لئے چند بیدار مغز اور مخلص افراد پر مشتمل بابری مسجد ایکشن کمیٹی تشکیل دی گئی۔ جس نے بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے تاریخی اور قانونی شواہد پر مشتمل اہم دستاویزات اور دلائل تیار کئے۔ جن سے حکومت اور وشو ہندو پریشد سے مذاکرات کی راہیں بھی ہموار ہوئیں۔ ان مسلم لیڈروں نے بڑی دانشمندی اور سوجھ بوجھ کے ساتھ مسئلہ کے حل میں پیشقدمی کی اور مسلمانوں کو صبر و تحمل کے دائرہ میں رکھنے کی کوشش کی۔

بابری مسجد ایکشن کمیٹی کو کامیابی اور شہرت کی راہ پر گامزن ہوتے دیکھ کر جنتا دل کے رکن پارلیمنٹ سید شہاب الدین نے اپنا لوٹتا ہوا رسوخ اور کھوئی ہوئی مقبولیت اور عزت حاصل کرنے کے لئے بابری مسجد رابطہ کمیٹی کی بنیاد ڈالی اور مسئلۂ ایودھیا پر اپنا موقف پیش کرنا شروع کر دیا جس نے بعد میں بے شمار الجھنیں اور پیچیدگیاں پیدا کر دیں اس صورت حال کا وشو ہندو پریشد اور بھارتیہ جنتا پارٹی نے خوب فائدہ اٹھایا اور وہ بھی نئی نئی حکمت عملی اختیار کر کے حکومت اور مسلمانوں کو الجھنوں میں مبتلا کرنے لگے۔

بہر حال مجموعی طور پر یہ بڑی خوش آئند بات تھی کہ مسلمانوں کی طرف سے بابری مسجد ایکشن کمیٹی ایودھیا تنازعہ کے حل کی ذمہ داری خوش اسلوبی سے نبھا رہی تھی اور کچھ ایسی امیدیں بندھ چلی تھیں کہ یہ کمیٹی آگے چل کر مسلمانوں کے وسیع تر مفادات اور دیگر مسائل کے حل کے لئے بھی کوشاں رہے گی اور وہ جو ایک عرصہ سے سمجھا جا رہا ہے کہ آزادی کے بعد سے مسلمانوں کو کوئی ٹھوس اور موثر قیادت نصیب نہیں اس کا تدارک بھی ہو جائے گا کہ مسائل کے عین حل کے دوران ایک اور نئی کمیٹی نمودار ہوگئی جو خود کو مسلمانوں کا اصل نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرنے لگی۔ یہ نئی کمیٹی اخبار نئی دنیا کے مدیر شاہد صدیقی کی قیادت میں تشکیل دی گئی ہے اس میں پروفیسر خسرو، پروفیسر آر ایس شرما، بی این پانڈے، جسٹس راجندر سچار، کلدیپ نیر سوامی

اگنی ویش، ڈاکٹر منظور عالم اور اداکارہ شبانہ اعظمی شامل ہیں۔ لیکن اس کمیٹی میں شامل جس ایک نام نے چونکا دیا ہے وہ مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کا ہے مولانا کی شخصیت بڑی قابل احترام اور ہر قسم کے تنازعات سے پاک رہی ہے۔ مجھے شک ہے کہ مولانا کی اجازت اور صلاح کے بغیر ان کا نام کمیٹی میں شامل کر لیا گیا ہے ورنہ بابری مسجد کے مسئلہ پر نمائندگی کے لئے مولانا موصوف خود قیادت کر سکتے تھے۔

شاہد صدیقی کی قیادت میں قائم کمیٹی نے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان ایودھیا کے مسئلہ کے حل کے لئے وشو ہندو پریشد اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی دونوں کو علیحدہ کر کے خود باگ ڈور سنبھالنے کا اعلان کیا ہے۔ شاہد صدیقی نے بڑے طمطراق سے کہا کہ وہ وشو ہندو پریشد اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی کو ہندوؤں اور مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں تسلیم نہیں کرتے۔ انھوں نے اپنی تشکیل جماعت کے بارے میں وضاحت سے کہا کہ وہ ان ہندوؤں کی اکثریت جو ایودھیا میں بابری مسجد کو شہید کرنے کے خلاف اور ان نوے فی صد مسلمانوں کے جذبات کا پاس رکھتے ہیں جو ایودھیا میں رام مندر کی تعمیر کے حامی ہیں شاہد صدیقی ان وعدوں کی آڑ میں وشو ہندو پریشد اور بابری مسجد ایکشن کمیٹی کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ گویا بابری مسجد تنازعہ کے حل کی راہ میں ہم جہاں سے چلے تھے اب گھوم پھر کر اسی مقام پر آگئے ہیں۔

معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کی دیگر بڑی اور اہم تنظیمیں بھی شدید اختلافات اور تقسیم کا شکار ہو گئی ہیں وہ جو مسلمانوں کے اپنی تعلیمی اقتصادی اور سماجی مسائل کے حل کا ڈھنڈورہ پیٹ رہی تھیں اب مختلف سمتوں میں دوڑتی نظر آرہی ہیں اب ہر تنظیم اور ہر نام نہاد قائد ملت اسلامیہ کو بے وقوف بنانے کے لئے نئے نئے پینترے بدل رہے ہیں اور یہ ملت جوش و جذبات سے مغلوب آنکھیں موندے ان کے پیچھے پیچھے چل رہی ہے۔

۹۔۵۔۹۲

اخبار عالم

ترتیب وپیشکش :۔ افضل ندوی

واشنگٹن میں اسلامی دن

واشنگٹن میں رابطۃ الشباب المسلم العربی نے اسلامی طلبہ کے یونین کے تعاون سے ایک اسلامی دن منایا ۔یہ پروگرام ۱۰ اکتوبر کو شروع ہوا جس کے اندر لبنان کے اسلامک فرنٹ کے جنرل سکریٹری محرم العارفی اور جزائر کے جمعیۃ الاصلاح والارشاد کے جناب محمد بوسلیمان اور فلسطین کے استاذ محمد اکرم نے شرکت فرمائی۔

دعوت اسلامی کے دفتر دارالہجرہ میں مہمانوں نے حالات حاضرہ پہ اپنے مقالے پڑھے اور بوسنہ اور فلسطین کے مسلمانوں کے بارے میں ایک متحقق فلمی نمائش پیش کی گئی اور ساتھ ہی ساتھ ایک چیرٹیبل مارکیٹ بھی دوران پروگرام عمل میں آیا۔

جرمنی میں عربی تعلیم

جرمنی؛ یولیوس یونیورسٹی میں عربی زبان کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے یونیورسٹی کے ذمہ داران نے عربی زبان اور علوم اسلامیہ کے شعبوں کو قائم کردیا ہے ۔پہلی کھیپ میں ۶ طلبا اور طالبات مذکورہ علوم کو سیکھ رہے ہیں اور پروفیسر انجلیکا تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

ارجنٹینا میں اسلامی تربیتی کیمپ

ارجنٹینا کی راجدھانی میں مسلم بچوں کا ایک تربیتی کیمپ اسلامی مرکز کے تعاون سے لگایا گیا جس میں ہزاروں مسلم بچوں نے حصہ لیا۔ شرکا کی عمریں ۷ اور ۱۳ سال کے درمیان تھیں۔ ان بچوں کے سامنے اسلامی موضوعات پر مقالے پیش کئے گئے اور کھیل کود اور ورزش کا بھی انتظام کیا گیا۔

مرغیلان میں اسلامی انسٹی ٹیوٹ کا قیام

ازبکستان کے شہر مرغیلان میں ایک جدید اسلامی انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں آئیگا۔ جس کا نام معہد شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی ہوگا۔ یہ انسٹی ٹیوٹ چار منزلوں پر ہوگا۔ جس میں دو سو کمرے درسگاہوں کے لئے ہوں گے۔ اور منزل ہی کے قریب ایک جامع مسجد بھی ہوگی جس میں ۵ ہزار نمازیوں

کی گنجائش ہوگی۔

مذکورہ ادارہ دو ہزار بچوں کو دینی علوم سے روشناس کرانے کے لئے قائم کیا جارہا ہے۔ دینی علوم کے ساتھ جدید علوم بھی پڑھائے جائیں گے۔ جیسے انگلش، طب اور الکٹرونک وغیرہ۔

افریقی پادری نے اسلام قبول کرلیا

جنیف شہر میں ایک بہت بڑے مسیحی پادری نے اپنے اسلام لانے کا اعلان اس وقت کر دیا جب اس نے محسوس کیا کہ عیسیٰ مسیح کی تعلیمات کچھ اور ہیں اور آج کی عیسائی مشینریاں کسی اور چیز کی تعلیم دیتی ہیں۔ پادری کا نام فرڈریک دولامارک تھا۔ جس نے ابھی حال ہی میں اسلام کے ابتدائی اور بنیادی اصولوں کو پڑھا تھا۔

ان کے اسلام لانے سے افریقہ میں چلنے والی عیسائی مشینریوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔

بنگلہ دیش

ڈھاکہ: بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ نے معہد الدراسات الاسلامیہ کا نام تبدیل کرکے جامعہ اسلامیہ جلالاحسان کے نام کو منظور کیا ہے۔

اس بات کو رابطۂ عالم اسلامی کے شئون ساجد کے معاون سکریٹری عبداللہ الفیصل نے بتائی۔ انھوں نے مزید کہا کہ اس جامعہ میں تربیتی، معاشرتی اور اسلامی علوم پڑھائے جانے کے لئے کلیات ہوں گے۔

اعتذار

دسمبر ۹۲ کے شمارہ میں بنارس کی صحافتی کانفرنس رپورٹنگ کے وقت ماہنامہ الاسلام کا نام رہ گیا قارئین نوٹ کرلیں کہ ماہنامہ الاسلام دہلی کے نمائندہ بھی کانفرنس میں شامل تھے۔

تبلیغی و اصلاحی سرگرمیاں

بڑی خوشی و مسرت کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ماہ اکتوبر ۸۵ء کے اوائل عشرہ میں عالیجناب محمد سلیم صاحب حفظہ اللہ کی طرف سے متعین کردہ مبلغین کے ایک وفد نے مولوی محمد عارف عمری کی سرکردگی میں ضلع نظام آباد کا دورہ کیا۔

چنانچہ تبلیغی پروگرام کے انعقاد کے لئے احباب جمعیتہ اہل حدیث نظام آباد کے مشاورتی اجلاس کے بعد تبلیغی اجتماعات ہوتے رہے۔ ذمہ داران جمیعتہائے نظام آباد نے بھی خصوصی طور پر سرگرم اور شرکت کی یہ تبلیغی دورے ماہ اکتوبر کے اوائل عشرہ سے اواخر عشرہ ماہ اکتوبر تک مسلسل جاری رہے۔

اسی طرح مولانا عبدالسلام عمری مبلغ ادارہ دعوۃ القرآن والسنۃ کا شہر حیدرآباد و سکندرآباد کے مختلف مقامات یعنی چنچل گوڑہ، ملک پیٹ، مشیر آباد، ماسا ٹینک بمکان خواجہ عبدالمقتدر صاحب مسجد رحمانیہ اے سی گارڈ اور مہدی پٹنم کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر تبلیغی اجتماعات ہوتے رہے۔

الحمدللہ تبلیغی دورے بہت ہی کامیاب اور احباب جمیعتہ کے توجہ اور دلچسپی کے باعث رہے۔ فقط والسلام

محمد سلیم صدر
ادارہ دعوۃ القرآن سکندرآباد

اپیل برائے تعاون

مدرسہ فیض العلوم ایک عرصہ سے ضلع دیوریا میں (جو کفر و شرک کا گہوارہ ہے) دین اسلام کی خدمت کر رہا ہے۔ کچھ نوجوانوں نے اسے مزید ترقی دینے کے لئے ذمہ داریاں سنبھال لی ہیں تاکہ الحاد و مشرکانہ رسم و رواج کا قلعہ قمع کیا جاسکے۔ اور یہ جبھی ممکن ہے جب اہل خیر حضرات مکمل تعاون دیں۔

سرپرست :- محمد مصطفیٰ اسلفی
سدھیانی بازار پوسٹ کپتان گنج ضلع دیوریا

مدرسہ شمس الہدیٰ مہدیوا، سدھارتھ نگر

مدرسہ شمس الہدیٰ پچھلے کئی سالوں سے مکتب کی شکل میں بچوں کی دینی تعلیم و تربیت سے روشناس کر رہا ہے۔ اب اس کو ترقی دیکر امسال عربی مدرسہ کی حیثیت دے دی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ بچے دینی علوم سے مزین ہو سکیں۔ ترقی

کی وجہ سے اس کا خرچہ مزید بڑھ گیا ہے جو اہل
خیر حضرات کے تعاون ہی سے پورا ہو سکتا ہے
اہل خیر حضرات سے تعاون کی اپیل ہے۔
مولانا امان اللہ آزاد ناظم مدرسہ شمس الہدیٰ

اپیل برائے تعاون

مدرسہ محمدیہ دار المطالعہ ۳۱ امن نگر احمد آباد گجرات
مسلم بچے اور بچیوں کی خالص سلفی درسگاہ ہے
اس درسگاہ میں سلفی وغیر سلفی دونوں قسم کے
بچے اور بچیاں سلفی تعلیم و تربیت کے زیور سے
آراستہ ہو رہے ہیں۔ طلبہ کے لئے موجودہ درسگاہ
کی عمارت ناکافی ہے۔ لہٰذا ہم تمام اہل خیر حضرات
سے پرزور دردمندانہ اپیل کرتے ہیں۔ والسلام
محمد سلیمان پٹیل سکریٹری مدرسہ گومتی پور احمد آباد

موت العالم موت العالم

نہایت حزن و ملال کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی
ہے کہ میرے بڑے ابا محترم جماعت کے مشہور و
معروف عالم دین اور شاعر اسلام حضرت العلام
حکیم عبد الشکور صاحب شاکر گیاوی مورخہ
۱۰ر جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ بمطابق ۶ر دسمبر ۱۹۹۲ء
بروز اتوار بوقت ۳½ بجے شب دار فانی سے
دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا للہ و انا
الیہ راجعون۔
غمزدہ: حسن منظور حق جمشید پور

جوارِ رحمت میں

بڑے رنج و غم و اندوہ کے ساتھ اطلاع دی
جاتی ہے کہ مولانا اکبر حسین مدنی کے والد محترم
اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون
ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ موصوف کے غم میں
برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ مرحوم کو
کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین

اک اور شمع بجھ گئی....

سلفیہ دار العلوم میوات ساکرس کے بانی و
مہتمم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب سلفی ندوی
اپنے مشن کی تکمیل کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے
۳۰ سال گذار کر ۶۰ سال کی عمر میں ۴ر دسمبر ۹۲ء
بروز جمعرات ۱۰ بجے اس دار فانی سے رحلت
فرما گئے۔ انا للہ الخ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

اللہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، غائبانہ نماز کی
درخواست ہے۔
غمزدہ و دیرینہ رفیق کمال ندوی

طالبانِ علومِ نبوّتؐ کو مژدۂ جانفزا

شائقینِ علومِ عربیہ وطالبانِ علومِ دینیہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا' جو کہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تاہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جارہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ آئندہ سال ماہ شوال ۱۴۱۳ھ سے شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ وقاری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔

لہٰذا مستحقین طلباء شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کرلیں اور ۱۰ر شوال کو مدرسہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ وعالمیت کے طلباء کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انھیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط وکتابت کا پتہ

محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا' بدلپور' ضلع گونڈہ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی چند علمی و دعوتی مطبوعات

الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف)
علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری

کتاب الجمال والکمال جو اسم با مسمیٰ ہے۔ قاضی صاحب نے حج کے دوران لکھا ہے ایسی حیرت انگیز خصوصیات کی حامل کتاب، آپ نے بہت سی تحریریں پڑھی ہیں مگر ایسی نہیں۔ ۱۹۸۷ء میں اس کتاب کے دو ہزار نسخے دو ماہ میں فروخت ہوئے تھے۔ قیمت: ۴۰ روپے

الجواب الباہر فی زوار المقابر
شیخ الاسلام امام احمد ابن تیمیہؒ

کتاب کی وزن کے لئے امام ابن تیمیہؒ کا نام ہی کافی ہے جسے انہوں نے زیارت قبور کے ہر ہر نقطہ پر ایسی معرکۃ الآراء بحث کی ہے کہ وہاں تک بڑے بڑے محقق کی پہونچ نہیں ہو پاتی۔　　قیمت: ۲۵ روپے

شان رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم
عبدالرزاق جانگڑا

روزمرہ کی زندگی میں برابر کام آنے والی اور بہتر رہنمائی کرنے والی کتاب ہے مختلف موضوعات پر صرف حدیث پاک کا ترجمہ ہے۔ نہایت مفید اور کارآمد کتاب: قیمت ۲۰ روپے

احادیث ہدایہ فنی و تحقیقی حیثیت
مولانا ارشاد الحق اثری

یہ کتاب ہند و پاک کی شہرت یافتہ نوجوان محقق مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد پاکستان کا تحقیقی شاہکار ہے اس کتاب میں حقیقت کو علماء کی تحقیق کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔　　قیمت ۱۰ روپے

استقامت
علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوریؒ

ایک مسلمان کو ارتداد کے دروازے سے واپس لوٹانے والا انقلابی خط جس کو پڑھ کر صاحب مکتوب کو استقامت ملی اور وہ اسلام کے ایک منادی ہو گئے۔　　قیمت دو روپے ۵۰ پیسے

ملنے کا پتہ: مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۰
شمارہ ۲، ۳

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية اسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الاسلامية دهلي الهند

سرپرست :۔ مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

فروری مارچ ۱۹۹۳ء مطابق شعبان رمضان ۱۴۱۳ھ

مدیر :۔ عزیز عمر سلفی نائب مدیر :۔ عبدالواجد فیضی

زرتعاون

سالانہ :۔ چالیس روپے
خصوصی :۔ ایک سو روپے سے زائد
لائف ممبری :۔ ایک ہزار روپے

پاکستان سے

سالانہ :۔ ایک سو روپے
لائف ممبری :۔ دو ہزار روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴۔ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
فون Phone 3265935

آئینۂ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴ – اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

نقشِ آغاز

مدیر

بوسنیا ہرزیگوینا اور فلسطین و صومالیہ کے لرزہ خیز واقعات سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مگر ہندوستان میں اب کتنے بوسنیا ہرزی گوینا اور کتنے فلسطین و صومالیہ ہیں' ان کا جاننا مشکل ہے مسلمانوں کے ساتھ جو بہیمانہ رویہ اپنایا گیا ہے وہ اپنے آپ میں ایک بدترین مثال ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے حادثات چند ہوں تو گنائے جاسکتے ہیں۔ زخم محدود ہوں تو دکھائے جاسکتے ہیں لیکن یہاں اب کیفیت "تن ہمہ داغ داغ شد" کی ہو چکی ہے اور ہر نفس دہشت میں ڈوب گئی ہے اور ہر لمحہ خوف و دہشت کا شکار ہو گیا ہے۔ نفرت و عداوت کے شعلے ہر چہار جانب بھڑک اٹھے ہیں' انسانی قدروں کے مقتل ہر سو سجائے جا چکے ہیں۔ انسانیت کی تباہی انتہا کو پہنچ چکی ہے اور یہی سب زندگی کا عنوان بن کر رہ گیا ہے۔

ماتم و مرثیہ اسلام کی روایت کے خلاف ہے' مایوسی و محرومی اسلام کا مقدر نہیں مسلمان سب سے بڑا سرمایہ متاع ایمانی کو سمجھتا ہے۔ اگر ایمان کا سرمایہ محفوظ ہے تو اس کا سب کچھ محفوظ ہے، چاہے وہ لٹ جائے یا پٹ جائے' کٹ جائے یا مر جائے' اس پر اسے نہ کوئی افسوس ہوگا اور نہ وہ اسے گھاٹے کا سودہ سمجھے گا۔

مسلمانوں کے اس مضبوط عقیدہ اور تصور سے پوری دنیا واقف ہے۔ اس کے باوجود مسلمانوں کا خوفزدہ اور ہراساں و پریشان کرنے اور ان کے وجود کو خطرات سے دوچار کرنے اور ان کی روایتوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے شرمناک و خونچکاں منصوبے شب و روز پوری توانائی کے ساتھ روبہ عمل ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے جا بجا مقتل سجائے جا رہے ہیں' اور یہ سب کچھ ہمارے ملک میں فخر کے ساتھ ہو رہا ہے۔

اس صورت حال سے وقتی طور پر مسلمانوں کو خوفزدہ اور ہراساں تو کیا جاسکتا ہے مگر یہ سب کچھ ان کے لئے حوصلے اور زندگی کا سامان بھی بن سکتے ہیں۔

تقسیم ملک کے بعد مسلمانوں کو اقلیت قرار دیکر جس منظم سازش کے ذریعہ ان کے حقوق تلف کئے گئے ہیں اور انھیں تاش کا پتہ بنا کر جس قدر مشق ستم بنایا گیا ہے' وہ انتہائی عبرتناک ہے۔ منڈل کمیشن نے ہندوستان میں بسنے والے تمام شہریوں کی طبقاتی حدبندیوں کو ختم کرنے کی سفارش کی تو بڑی چالاکی سے کانگریسیوں نے اس سفارش کو منہ سے اٹھا کر فائل میں بند کر دیا تاکہ اعلیٰ ہندو ذات کا قبضہ اقلیتوں پر برقرار رہ سکے اور ہندوؤں کی جھوٹی اکثریتی فرقہ بندی میں کوئی دراڑ نہ پیدا ہو سکے۔

اس طرح سے ہندوستان میں مٹھی بھر چند لوگ اکثریتی فرقہ بنے ہوئے ہیں' جبکہ سکھ' جینی' بودھ' آریہ نہ جانے کتنے مذاہب کے ماننے والے بہرحال اپنے آپ کو ہندو ماننے کو تیار نہیں ہیں اگر اکثریتی فرقہ کا تجزیہ کیا جائے تو مسلمان اس ملک کا اکثریتی فرقہ ہوگا مگر بدقسمتی سے مسلمانوں کے دلوں سے احساس زیاں جاتا رہا اور آج تک وہ اپنے آپ کو بڑی اقلیت منوانے میں لگے ہوئے ہیں۔

کیا مسلمانوں پر ان کے اوپر گزرنے والے حادثات کا کچھ بھی اثر نہیں ہے۔ کیا وہ اتنے بے حس یا خود فراموش ہو گئے ہیں کہ انھیں کچھ یاد نہیں۔ آج مسلمان کا ایمان بھی خطرے میں ہے اور اس کا اسلامی شعار بھی۔ بابری مسجد نہیں ٹوٹی مسلمانوں کی طاقت کا بھرم ٹوٹ گیا۔ رام و ہنومان کی اولادوں میں ہندوستانی مسلمانوں کی ہلاکت کا خطرناک منصوبہ پرورش پا رہا ہے ہندوستان کا نقشہ بدلنے کی ایک زوردار سازش ہندو انتہا پسندوں کی جانب سے تیار ہو رہی ہے۔ اگر وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوئے تو بھی الزام تقسیم ملک کا مسلمانوں کے سر جائے گا اور مسلمان اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا ایک بار پھر بھگتے گا۔

ملک ٹوٹنے کے درپہ ہے' اس کا اتحاد اور اس کی سالمیت خطرات سے دوچار ہے۔ کشمیر' پنجاب اور آسام میں انسانیت موت کے دروازہ پر کھڑی کراہ رہی ہے' گجرات' بمبئی' یوپی' بھوپال بلکہ پورے ملک میں فرقہ پرستی کا شرمناک کھیل کھیلا جا رہا ہے اور اس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے مگر حکومت ہند کو ذرہ بھر ندامت ہے اور نہ ہی کوئی افسوس۔

نوائے قرآن

رفیق احمد رئیس احمد سلفی

وَلَنْ تَرْضٰی عَنْکَ الْیَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَاءَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ (البقرۃ: ۱۲۰)

یہود اور نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم ان کے طریقے کی اتباع نہ کرنے لگو۔ اعلان کردو کہ راستہ بس وہی ہے جو اللہ نے بتایا ہے ورنہ اگر اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے، تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، تو تمہیں اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہوگا۔

آیت کریمہ میں خطاب کا رخ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ آپ کے واسطے سے تمام امت کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا یہ معروف اسلوب ہے کہ کسی بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے بسا اوقات خطاب نبی کو کیا جاتا ہے لیکن تمام امت اس میں شامل ہوتی ہے۔ اس آیت میں اسلامی دعوت کے دشمنوں کی نشاندہی کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ تمام تر مساعی کے باوجود یہودی اور نصرانی آپ کی دعوت پر لبیک کہنے والے نہیں ہیں۔ حجت تمام کر دینا آپ کا بنیادی فریضہ ہے اس سے آگے آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ ان کی رضا و خوشنودی صرف اس صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ اسلام کے تصور توحید و رسالت اور آخرت کا انکار کرکے ان کے محرف دین کو اپنا لیا جائے اور جس فاسد نظام زندگی کو انھوں نے مرتب کیا ہے اس میں خود کو شامل کر لیا جائے۔ ظاہر ہے ان کی اس خواہش کی تکمیل کا مطلب اسلام سے کلی طور پر دستبردار ہو جانا ہے جو آپ کو اور آپ کے مخلص متبعین کو کسی بھی حال میں گوارہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا بلا خوف کسی ریب و تذبذب کے اس

حقیقت کا اعلان کر دیجئے کہ جو دین حق اور جو نظام زندگی اللہ نے دیا ہے دراصل وہی ایک ایسا راستہ ہے جس پر چل کر دین و دنیا کی سعادت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے برعکس اگر خدانخواستہ آپ نے ان کی خواہشات کی اتباع شروع کر دی حالانکہ قرآن کا محکم علم آپکے پاس آچکا ہے۔ تو پھر یاد رکھیئے کہ ان کی رضا تو ممکن ہے کہ حاصل ہو جائے لیکن قرآن کے محکم علم سے انحراف کے نتیجے میں اللہ کی پکڑ اتنی سخت ہوگی کہ دنیا میں کوئی حامی و ناصر آپ کو بچا نہیں سکتا ہے۔

آیت کریمہ میں جو بات کہی گئی ہے وہ بہت واضح ہے۔ بار بار اس کی تلاوت سے جو حقیقت سامنے آتی ہے وہ صرف یہی ہے کہ دعوت کی حکیمانہ تبلیغ اسلام کے دشمنوں کو ضرور کی جائے۔ عدل و احسان کی جو تعلیمات اسلام نے دی ہیں اس کی تمام دنیا مستحق ہے۔ مساوات اور رواداری کے جو اصول اسلام نے متعین کئے ہیں ان کی پابندی صرف انفرادی زندگی ہی میں نہیں بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی ضروری ہے۔ لیکن کسی مسلمان اور کسی اسلامی حکومت کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے کہ اسلام دشمنوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلیئے ان کی خواہشات کا غلام بن جائے۔ دین الٰہی میں تحریف کر کے جو شریعت انھوں نے از خود ایجاد کر لی ہے' اس کی پیروی کرنے لگے' اور انسانی اخلاق و اقدار کے جنازے پر تہذیب و ثقافت کا جو نظام انھوں نے کھڑا کیا ہے' اسے اپنے یہاں رائج کرنے لگے۔

اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی کی مسلم حکومتوں کی اکثریت نے دوستی و دشمنی کا وہ معیار ملحوظ نہیں رکھا جو اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے۔ موجودہ صورت حال اس سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پوری دنیا اس حقیقت سے واقف ہوچکی ہے کہ اسپین میں مسلمانوں نے عیسائیوں کے ظلم و استبداد سے یہودیوں کو نجات دلائی تھی مورخین اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ یورپ میں یہودیوں کا تابناک ترین دور اسلامی اسپین کا دور رہا ہے۔ لیکن آج وہی یہودی جو ازل سے احسان فراموشی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے' فلسطین پر غاصبانہ قبضہ کئے بیٹھے ہیں۔ اور وہاں کے اصل باشندوں کو زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم کئے ہوئے ہیں۔ ابھی حال ہی میں انھوں نے ۴۱۸ فلسطینی مسلمانوں کو ایک یہودی کے قتل کے جرم میں برف پوش پہاڑوں میں ملک بدر کر دیا ہے۔ لیکن دنیا کے نقشے پر موجود تین درجن سے زائد مسلم ممالک اقوام متحدہ کے سامنے کاسۂ گدائی لئے کھڑے ہیں کہ ان کو واپس بلانے کے لئے اسرائیل پر دباؤ ڈالا جائے۔

بار بار میرا ذہن اس بات کی طرف جاتا ہے کہ جس اقوام متحدہ نے اپنی قرار دادوں پر عمل کرانے کے لئے امریکہ اور اس کے حلیف ممالک کو صدام حسین کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت دی۔ جس کے نتیجہ میں لاکھوں عراقی مسلمان لقمۂ اجل بن گئے آخر وہی اقوام متحدہ اسرائیل کو اپنی قرار دادوں پر عمل کرانے کے لئے کیوں مجبور نہیں کر سکی۔ بوسنیا ہرزیگووینیا کے معاملہ میں اقوام متحدہ نے جس مجرمانہ چشم پوشی کا ارتکاب کیا ہے' وہ دنیا کے سامنے ہے۔ سربیائی درندے ہزاروں مسلم خواتین کی عصمتیں لوٹ رہے ہیں، مسلمانوں کے ۰، فیصد علاقوں پر قبضہ کر لیا گیا ہے، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان شہید ہو چکے ہیں لیکن یہودیوں اور عیسائیوں کے تحفظ کیلئے قائم یہ انجمن ابھی تک اس بات کی اجازت نہیں دے سکی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی دفاع کے لئے دوسرے ممالک سے ہتھیار منگانے چاہئیں۔ بلکہ وہاں کے ایک اہم سیاسی لیڈر کو اقوام متحدہ کی امن فوج کی نگرانی میں قتل کرا دیا گیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا میں امن وامان کی بحالی کے لئے قائم جس انجمن کا کردار یہ ہو، شرعی نقطۂ نظر سے کیا کسی اسلامی ملک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس انجمن کی ممبر شپ قبول کرے۔ انسانی حقوق کی چوکیداری کرنے والا ملک امریکہ کا رویّہ یہ ہے کہ وہ ساتھ صرف اسی ملک کا دیتا ہے جس سے اس کا مفاد وابستہ ہو۔ ہندوستان میں بابری مسجد شہید کر دی گئی۔ سیکڑوں مسلمانوں کو ظالموں نے خون میں نہلا دیا۔ اس کے باوجود امریکہ یہی کہتا رہا کہ یہ ہندوستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ اس حقیقت سے واقف ہوتے ہوئے بھی بعض مفاد پرست مسلم لیڈران یہ توقع رکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ ہماری فریاد سنے گی اور امریکہ انسانی حقوق کی پامالی پر ہندوستان کی گوشمالی کرے گا۔

ان حالات کے پس منظر میں آپ اس آیت کریمہ کو رکھ کر غور کیجئے۔ کتنی اہم بات اس کے اندر بیان کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسلم ممالک کا رویہ دیکھئے کہ کس طرح عیسائیوں اور یہودیوں سے تعلقات استوار کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔ پٹرول والے ممالک کا حال یہ ہے کہ ان کو اپنی شہنشاہیت کے آگے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ ان کو خطرہ سر پر موجود اسرائیل سے نہیں ہے' دولت کے دفینوں پر قابض امریکہ' برطانیہ اور فرانس سے نہیں

بلکہ اصل خطرہ ان مسلمانوں سے ہے جن کو ان کے آقاؤں نے بنیاد پرست کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہی خبط سوار رہا جمال عبدالناصر کو جس نے اخوان المسلمون کے سرکردہ رہنماؤں کو شہید کرادیا۔ اور تنظیم کے دیگر افراد کو ہولناک ترین سزائیں دی گئیں۔ جس جذبہ کے ساتھ یہ تحریک اٹھی تھی اگر اس کی قدر کی جاتی تو تنہا اسی تحریک کے جیالے اسرائیل کا کس بل نکال دیتے لیکن اپنوں نے دشمنوں کے اشارے پر جو ظلم کئے ہیں اس کے زخم اتنے گہرے ہیں کہ ان کے مندمل ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ اب ایک لہر اور اٹھی ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کو خلیجی ممالک سے نکالا جا رہا ہے الزام یہ ہے کہ یہ سب بنیاد پرست ہیں۔ تہذیب و ثقافت کے جدید دور میں جینے والے "خداؤں" کو ایسے مسلمان کیونکر پسند آسکتے ہیں۔ جو فحاشی کو بری نگاہ سے دیکھتے ہیں، جو بلیو فلموں کو غیر اسلامی بتاتے ہوں، جو حلال و حرام کی تمیز کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہوں اور سب سے بڑی بات یہ کہ جو یہ چاہتے ہوں کہ اسلام دنیا کی ایک فیصلہ کن طاقت بن کر ابھرے تاکہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ظلم سے پریشان انسانیت سکون پا سکے۔ آج کے حالات کی تمامتر ذمہ داری حکومتوں کی ہے، عوام معصوم ہیں، اگر انکے حکومتوں نے مسلم امت کے تئیں اپنی ذمہ داری محسوس نہیں کی تو تاریخ انھیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ ●

سے کہ اپناپن کا مظاہرہ ہو، نہ کہ اس کے پیچھے کوئی غرض اور ذاتی منفعت پوشیدہ ہو۔ اب یہ تو مبارکباد پانے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینے والے کو کیا دے اور مبارکباد پیش کرنے والے کو کیا پیش کرے۔ شادی بیاہ، کامیابی و فلاح اور خوشی کا موقع وہ موقع ہے جہاں مبارکباد پیش کئے جانے کی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بھائی کی خوشی میں کھلے دل سے شریک ہو، اسے اپنی خوشی سمجھے اور ایسے موقع پر مبارکباد پیش کرے۔ اسے کوئی رسم نہیں بلکہ اخلاقی ذمہ داری سمجھے۔ اس ذمہ داری کی ادائیگی سے آپسی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے، اخوت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی خوشی و غم میں شریک ہونے کا سلیقہ آتا ہے۔ زندگی کا یہ ادب ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

اللہ ہمیں اس کی توفیق دے (آمین) ●

نوائے حدیث

بشارت و تہنیت

اسلامی شعار اور طریقۂ شریعت

فضل اللہ انصاری علیمی، آلھوکر جھوارہ مدھوبنی

عن ابراھیم بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر خدیجۃ رضی اللہ عنھا ببیت فی الجنۃ من قصب ولا صخب فیہ ولا نصب (متفق علیہ)

ترجمہ :۔ حضرت ابراہیم بن ابو اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے حضرت خدیجہؓ کو جنت میں ایک موتی سے بنے گھر کی خوشخبری دی، جس میں شور وغل ہوگا اور نہ ہی تکان۔

انسان اس دنیا میں دو متضاد خیالات سے برابر دوچار ہوتا رہتا ہے۔ خوشی اور غم دونوں ساتھ لگے رہتے ہیں۔ فرحت و انبساط اور رنج و الم کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتے۔ ایک آتا ہے تو دوسرا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ لگا ہی رہتا ہے۔ انسان عموماً خوش وخرم رہتا ہے اور نہ ہی اسیرِ غم۔ بغور دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ راحت و کلفت، فرحت و سرور اور غم و رنجور، دھوپ چھاؤں، بہار و خزاں اور سکون و قرار کے ساتھ انبساط و بے چینی انسانی زندگی کے جزو لاینفک ہیں اور وہ ان سے ہی مرکب ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک کو جھیلا جاتا ہے اور دوسرے سے کھیلا جاتا ہے۔ کھیل ختم ہوتا ہے تو پھر جھیلنے کی باری آتی ہے اور جب جھیلا ختم ہوتا ہے تو سکون و آرام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ زندگی کا ادب اور اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اسیرِ غم آہ و بلا کرے اور نہ ہی صبر سے دامن چھڑائے ——— اور جب خوشی میسر ہو تو اس سے چور اور اسلامی تعلیم سے دور ہو کر اترائے نہیں، بلکہ شکر بجالائے۔ اس سے ہاتھ لگی خوشی دوبالا ہوتی ہے

اور رب خوش بھی ہوتا ہے۔ یہ بھی قابل غور اور لائق توجہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے اسیر غم، پریشان حال اور مصیبت زدہ بھائی کے شریک غم ہو۔ اس کے کام آئے اور جہاں تک ہو سکے وہ اس کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کرے۔ ٹھیک اسی طرح جب کسی مسلمان بھائی کو خوشی حاصل ہو تو وہ اسے اپنی خوشی سمجھے اور ایسے موقع پر اسے مبارکباد پیش کرے۔ اور ساتھ ہی اچھی خبر کی خوشخبری سنائے۔ کسی کے غم میں شریک ہونا بہت بڑی بات ہے لیکن اپنے مسلمان کی خوشی پہ مبارکباد دینا کم بڑی بات نہیں ہے۔ اس کی بھی اپنی جگہ ایک جداگانہ حیثیت ہے۔

کسی کے لئے جنت میں دخول سے بڑی خبر کیا ہوگی اور اسے پتہ چلے کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اس طرح کی بہت ساری خبریں ایسی ہو سکتی ہیں کہ جن سے صاحب امر کو خوشی حاصل ہو۔ ایسے میں دوسرے مسلمان بھائی کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی خبروں کو خوشخبری کی شکل میں پیش کرے اور خوشی کا موقع ہو تو مبارکباد پیش کرے۔ مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو جب حضرت خدیجہؓ کے دخول جنت کی خبر (بذریعہ وحی) معلوم ہوئی تو اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ کے سامنے خوشخبری کی شکل میں پیش کی۔ اچھی خبر ہونے پر کسی کو خوشخبری سنانا اور خوشی کے موقعہ سے مبارکباد پیش کرنا ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان بھائی کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔

حضورؐ نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے دونوں جوتے دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ انھیں لیتے جاؤ اور دل سے "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دینے والے کو (ملاقات ہونے پر) جنت کی خوشخبری سنادو۔ (مسلم) اس طرح کی مثالیں حدیث شریف میں بکثرت ملتی ہیں، جن سے پتہ چلتا ہے کہ بشارت و خوش خبری کا کام انجام دینا اسلامی شعار ہے۔

ایک انسان ہونے کی حیثیت سے ایک مسلمان کے لئے بھی خوشی کے مواقع مل سکتے ہیں اور اس کے لئے بھی بہت ساری اچھی خبریں ہو سکتی ہیں۔ ہر مسلمان آپس میں ایک دوسرے کا بھائی ہے۔ یہ اسلامی اخوت اس بات کی متقاضی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی کسی اچھی خبر پہ خلوص دل سے بشارت و خوشخبری سنائے اور خوشی کے موقع سے مبارکباد پیش کرے اس طرح

مسلم اقلیات

حالات ، ہمارے فرائض

بقلم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز — ترجمہ:۔ ارشاد احمد اعظمی۔ مسلم کالج لندن

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسول کو اس دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ وہ اس کی وحدانیت اور عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں اور اس شریعت کو لوگوں پر واضح کریں جس کو اس نے اپنے بندوں کے لئے اتارا ہے۔ اور جس کے لئے جن وانس کو اس نے پیدا کیا، جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"۔ میں نے جن وانس کی تخلیق اس لئے کی تاکہ میری ہی عبادت کریں۔ اور فرمایا ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت، ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں۔ اور طاغوت کی عبادت سے بچیں۔

اور اللہ رب العزت نے قرآن میں فرمایا کہ وہ کسی قوم کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا نہیں کرتا جب تک کہ وہ ان کے پاس اپنے رسول (بشیر ونذیر) نہ بھیجے۔

ویا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم علی فترۃ من الرسل ان تقولوا ماجاءنا من بشیر ولا نذیر فقد جاءکم بشیر ونذیر واللہ علی کل شیئ قدیر"۔

اے اہل کتاب! بے شک تمہارے رسولوں کے ایک وقفہ کے بعد ہمارا رسول آیا جو تمہارے لئے (ہماری آیات کو) واضح کرتا ہے، تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا یا ڈرانے والا نہیں آیا۔ تمہارے پاس بشیر ونذیر آچکا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور فرمایا:۔ وماکنا معذبین حتی نبعث رسولا"۔ ہم اس وقت تک عذاب

بھیجنے والے نہیں جب تک کہ رسول نہ بھیجیں۔

ہمارے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے ایک وقفہ کے بعد مبعوث فرمایا، آپ اس وقت تشریف لائے جب کہ زمین ظلم وستم سے بھر دی گئی تھی اور اللہ کی نافرمانیاں اس کی اطاعت سے بڑھ گئی تھیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس اور عرب وعجم کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا تاکہ آپ اس کی شریعت کی تبلیغ کریں۔ ہمارے پیغمبر نے اللہ کے پیغام کو لوگوں پر واضح کیا، اس کی طرف دعوت دی، قبائلی سرداروں، امراء اور بادشاہوں کو دعوتی خطوط اور پیغامات روانہ کئے تاکہ ہر اس شخص پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ کے پیغام کو سن کر ہٹ دھرمی اور مخالفت کی راہ اختیار کرے۔

قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ھو یحی ویمیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون۔

اے پیغمبر آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اللہ جو زمین وآسمان کا مالک ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور جو زندگی بخشتا ہے اور مارتا ہے، بس تم اللہ اور اس کے نبی ورسول امی پر جو اللہ تعالیٰ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، تم ایمان لاؤ اور اس کی اتباع کر، شاید کہ تم لوگ ہدایت پر آجاؤ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی شریعت کو تمام شریعتوں کا اور آپ کی رسالت کو تمام رسالتوں کا خاتمہ بنایا۔ اس لئے کہ آپ کی شریعت اور رسالت کو وہ درجۂ کمال اور شمولیت حاصل ہے جو لوگوں کی دینوی اور اخروی زندگی کے لئے انتہائی ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بھلائی کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور ہر برائی سے متنبہ کیا، یعنی آپ کا ارشاد ہے "اے لوگو! میں نے تمہیں ایک ایسی روشن اور واضح شریعت پر چھوڑا ہے جس کی راتیں اس کے دن کی طرح ہیں۔ اس سے صرف وہی شخص بھٹک سکتا ہے جس کا مقدر صرف ہلاکت ہو
اور فرمایا

"اللہ نے کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اس پر فرض کیا کہ وہ اپنی امت کو ہر اس بھلائی (خیر)

سے آگاہ کرے اور اس (شر، برائی) سے متنبہ کرے جس کا اسے علم ہے، صحیح مسلم ۔
دوسری جگہ فرمایا۔
میں نے تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک انہیں مضبوطی سے پکڑے رہوگے کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے، ایک اللہ کی کتاب ہے دوسری میری سنت ہے۔ اللہ نے اپنی کتاب میں اس دین حق کی دعوت کا حکم دیا ہے جس کے علاوہ وہ انسان سے قبول نہیں فرمائے گا۔ فرمایا:۔ ان الدین عند اللہ الاسلام بلاشبہ دین اللہ کے پاس اسلام ہی ہے۔ اور فرمایا ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین اور جو بھی اسلام کے علاوہ دین اختیار کرے گا تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ سراسر خسارے میں رہے گا۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت میں بھی لوگوں کو دعوت میں ابھارا گیا ہے، اور اس کی توضیح کی گئی ہے کہ ایک مسلمان پر اللہ کے دین کی جانب کیا کچھ تبلیغی اور دعوتی فرائض عائد ہوتے ہیں۔ یہ دین تمام اہل علم کے کاندھوں پر ایک امانت ہے اور وہ اپنی ذمہ داریوں سے اسی وقت بری الذمہ ہوں گے جب وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو اس کی توضیح اور نصیحت کریں۔ آپؐ کا ارشاد ہے: "ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی حیثیت رکھتا ہے جس میں ایک دوسرے کو مضبوطی فراہم کرتا ہے، پھر آپ نے اپنی انگلیوں کے درمیان تشبیک دی۔ (بخاری ومسلم)

دوسری جگہ فرمایا۔ "مومنوں کی مثال ان کی آپس کی محبت، رحمت اور شفقت میں ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے کسی عضو میں کوئی شکایت ہوتی ہے تو اس کے لئے سارا جسم جاگتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

مسلمان چاہے کہیں بھی ہوں اور کسی زمانے میں ہوں، ان میں آپس میں خیر خواہی، بھلائی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون، حق اور اس پر صبر کی تلقین واجب ہے ۔ اللہ کا فرمان ہے۔ والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر، قسم ہے زمانے (العصر) کی بے شک انسان خسارے میں ہے ،

سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، نیک عمل کئے اور حق وصبر کی تلقین کی" اور فرمایا " اور تم بھلائی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں سے بچو" اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دین نصیحت ہے، دین نصیحت، دین نصیحت ہے" صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسولؐ کس کے لئے؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے اس کے رسول کے لئے اور عام مسلمانوں اور ان کے بڑوں کے لئے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے احکامات پر عمل کریں اور اسکے رسول کی اطاعت کریں۔ اس لئے کہ اس میں دنیا و آخرت کی سعادت پوشیدہ ہے۔ اس کے بغیر مسلمانوں کو سربلندی حاصل نہیں ہوسکتی، اللہ ہمیشہ مسلمانوں کو دشمنوں پر ان کی کثرت کے باوجود فتح مندی عطا فرماتا ہے۔

ہم نے اکثر ایسے مسلمان بھائیوں کے متعلق جو غیر مسلم اکثریت والے معاشرے میں رہتے ہیں اور انہیں اپنے دینی شعائر کو پورا کرنے اور اس سے دور رکھنے کے لئے جو جبر و تسلط سے کام لیا جاتا ہے ہم نے پڑھا اور سنا ہے، ہم ان کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اسلام پر ثابت قدمی اور دشمنوں کے فریب و مکاریوں سے عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسلام کی انتہائی اہم سرحدوں کی پاسبانی کرتے ہیں۔ اور ان حالات میں وہ ہر قسم کی امداد کے مستحق ہیں، خاص طور پر سیاسی ذرائع سے، یہ سیاسی اور سفارتی مدد ہر ان اسلامی حکومتوں کی جانب سے ہونی چاہیئے جن کے پاس ذرہ برابر بھی اسلامی اور دینی غیرت باقی ہو، یہ مدد ان متعلقہ حکومتوں کے پاس وفود اور سفارتی ذرائع کے ذریعہ دباؤ ڈال کر بھی کی جانی چاہیئے اور ان سب ذرائع سے بھی جن سے وہاں کی مسلم اقلیت کو فائدہ ہو اور وہ معنوی اور نفسیاتی طور پر خود کو سربلند محسوس کریں اور جو جبر و تسلط کا ارتکاب کرتے ہیں انھیں یہ محسوس ہو کہ ان لوگوں کا کوئی اپنا ہے جنھیں ان لوگوں کے حالات پر تشویش ہوتی ہے اور جو ہمیشہ حالات سے باخبر رہتے ہیں اور غیور ہیں۔

انشاء اللہ یہ ظلم و سفاکی اس وقت ختم ہو جائے گی جب یہ ممالک سمجھ جائیں گے کہ

ان مسلم اقلیت کے پیچھے ایسے ممالک ہیں جو ان کے دکھ درد میں شریک ہیں، ان کے امور کا خیال کرتے ہیں، اس کے بعد وہ ان کے مطالبات پر غور کریں گے۔ اور ظلم و ستم سے باز رہیں گے اور خاص طور پر اس لئے بھی کہ یہ ممالک اقتصادی طور پر مسلم ممالک کے محتاج ہیں۔

مسلم اقلیت چاہے کہیں بھی ہو بلاشبہ وہ ہر قسم کے مادی اور معنوی امداد کے انتہائی ضرورت مند ہیں، چاہے مساجد و مدارس کی تعمیر ہو، چاہے کوئی بھی اسلامی اور دینی کام ہو، ہر مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ حسب طاقت امداد کرے یا تو دعاۃ و مبلغین بھیج کر تاکہ وہ صحیح عقیدے، عربی زبان اور اسلامی علوم کی تعلیم دے، اس لئے کہ اکثر مسلمان دینی امور میں انتہائی طور پر غفلت کا شکار ہیں۔

اس موقعہ سے ہم اس بات کا ذکر مناسب سمجھتے ہیں کہ الحمد للہ مسلم ممالک اور ان ممالک جہاں مسلم اقلیات ہیں دارالافتاء کی اپنی جد وجہد اور کوششیں موجود ہیں اور ساتھ ہی ساتھ رابطہ عالم اسلامی، کچھ دوسرے ممالک اور منظمات کی دعوتی سرگرمیاں بھی ہیں، میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان تمام کوششوں کو نفع بخش کرے، ان میں اخلاص عطا کرے اور ذمہ داران کو مزید توفیق و ہدایت دے۔ آمین

دارالافتاء اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے افریقہ، یورپ، ایشیا، آسٹریلیا اور امریکہ کے بعض ممالک میں مسلسل کام کرتا رہا ہے تاکہ لوگوں میں حق بات پہنچے، یہ کوششیں لیکچرز دروس، کتابوں میٹنگوں اور دوسرے مواصلاتی ذرائع سے، اور مختلف زبانوں کے اندر ہوتی ہیں اور کبھی ان مساجد، مدارس، جمعیات و منظمات کے ذریعہ ہوتی ہیں اور کبھی ان مساجد، مدارس جنھیں دارالافتاء یا تو مدد کرتا ہے یا ان کی تعمیر میں شریک ہوتا ہے۔ صرف افریقہ کے ہی تقریباً ۵۰ ممالک میں دارالافتاء کی اپنی دعوتی سرگرمیاں ہیں۔ اور اس کے ایک ہزار سے زائد مبلغین وہاں موجود ہیں، جو اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں اور مختلف مناسبات میں لوگوں کو دین کی دعوت دیتے رہتے ہیں: تدریس اور وعظ و ارشاد کا کام کرتے ہیں اور اس صحیح عقیدہ کی تبلیغ کرتے ہیں جس کی تلقین ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھی اور جس کی پیروی اس امت کے اگلے لوگوں نے کی تھی، الحمد للہ ان دعاۃ اور ان کے مخلصانہ اعمال کے اچھے نتائج

سامنے آئے ہیں اور بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔

جہاں تک امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا کی بات ہے تو دارالافتار نے دوسری کوششوں کے ساتھ ساتھ مختلف وفود بھی بھیجے ہیں تاکہ وہ ان مسلم اقلیات کے درمیان رہ کر ان کے حالات کا انتہائی گہرائی سے مطالعہ کریں اور ان کی کوششوں کو صحیح راہ پر لگائیں۔ نئے مسائل اور مشکلات کا حل تلاش کریں، اسلامی کاموں میں اگر کوئی کمی ہو تو اسے واضح کریں۔

اس کے نتیجے کے طور پر بہت سارے مبلغین و مدرسین کو ان ضرورت مند ممالک میں جہاں مسلم اقلیات رہتی ہیں بھیجا گیا۔ جمعیات و مراکز کی تعمیر میں مادی اور معنوی طور پر مدد کی گئی اور انھیں علمی مراجع اور اہم کتابیں فراہم کی گئیں۔

مثال کے طور پر برطانیہ میں اس کے ۲۴ مبلغین ہیں، فرانس میں ۱۵، پرتگال میں ایک، ڈنمارک میں دو، جرمنی میں ۵، یونان میں چار، اٹلی میں ایک، بلجیم میں ۵، ترکی میں آٹھ، کناری اور مازٹیل جزائر میں ایک ایک، سوئزرلینڈ میں ایک، قبرص (سائپرس) میں ۳، ہالینڈ میں ایک ناروے میں ایک، امریکہ میں ۱۳، کناڈا میں سات، برازیل میں ۹، ارجنٹائن میں ایک، پیرو میں ایک، ٹرینڈاڈ میں ۳، سورینام میں دو، گوانا میں دو، جزائر فیجی میں دو، آسٹریلیا میں ۵ اور نیوزی لینڈ میں ایک ہے۔

ایشیا میں بھی ان ممالک میں جہاں مسلم اقلیت موجود ہے دارالافتار کے داعیین و مبلغین کی اچھی خاصی تعداد ہے جو صحیح عقیدہ پر مبنی اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت کرتے ہیں۔

اسی طرح دارالافتار نے مکاتب و مشرفین مقرر کئے ہیں جو دعوۃ کے کاموں کا جائزہ لیتے رہتے ہیں۔ اور انھیں ملکوں کی احتیاج کے مطابق تقسیم بھی کرتے ہیں۔ اور ان جمعیات کی مدد پر بھی غور کرتے ہیں جو صحیح راہ پر ہوتی ہیں۔ انھیں اسلامی کتابیں روانہ کی جاتی ہیں اور ان تعمیراتی پروگراموں کو پورا کرنے کے لئے جو عام مسلمانوں کی مصلحت کے لئے ہوں جیسے مساجد کی تعمیر و ترمیم یا ان کے لئے مصاحف کی ضرورت، پوری پوری مدد کی جاتی ہے اور انہیں تعارفی خطوط یا سفارش نامے دیئے جاتے ہیں جن کی بنا پر اہل خیر ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے پاس وفود بھی روانہ کئے جاتے ہیں جو ان کی اہم ضرورتوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

ایشیا کے مختلف ممالک میں جہاں جہاں مسلم اقلیات موجود ہیں، دارالافتاء کے دعاۃ و مبلغین موجود ہیں جیسے انڈیا میں ۹، تھائی لینڈ میں ۳، نیپال میں ۱۵، سری لنکا میں ۱۴، جاپان میں ۵، کوریا میں ایک، سنگاپور میں ۲۔ یہ ساری باتیں جو میں نے دارالافتاء کی کوششوں، امدادی کاموں اور دعوۃ و مبلغین کے بھیجنے کے تعلق سے ذکر کی ہیں، یہ سب صرف اللہ کے فضل سے پھر ہماری حکومتوں کے تعاون سے پوری ہوتی ہیں۔

میں اپنے تمام داعی بھائیوں کو اللہ کے تقویٰ اور اس دین کی تبلیغ میں مخلصانہ کام کی نصیحت کرتا ہوں، ان آیات کو ذہن میں حاضر کرتے ہوئے جو قرآن میں دعوت اسلامی کے فضل اور دعاۃ کے آداب میں نازل ہوتی ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال اننی من المسلمین "اس شخص سے اچھی بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ بے شک میں مسلمان ہوں"۔ اور فرمایا۔

قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی وسبحان اللہ وما انا من المشرکین "۔ کہہ دیں کہ یہ میری راہ ہے، میں اور میرے متبعین بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں اور فرمایا

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن "۔ اے پیغمبر اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور بہتر طریقے سے ان سے بحث و مباحثہ کریں۔

اور صحیح حدیث میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص بھی بھلائی کی راہ بتلائے گا اسے بھلائی کرنے والوں کے مثل اجر ملے گا"

اور جب آپؐ نے امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کو خیبر روانہ کیا تو آپؐ نے فرمایا تھا، اللہ کی قسم تمہارے ذریعہ ایک آدمی ہدایت پا جائے یہ سرخ چوپایوں (کی دولت) سے بہتر ہے

میرے تمام مسلمان بھائیوں کے لئے چاہے وہ کہیں بھی رہتے ہوں یہ نصیحت ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ سے ڈریں، دین میں سمجھ (تفقہ) حاصل کریں اور جن مشکلات کا انھیں سامنا

ہے ان میں اہل علم سے مشورہ کریں اور عربی زبان سیکھنے کی بھرپور کوشش کریں تاکہ اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کو سمجھنے میں مدد ملے اور سب سے پہلے اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا اہتمام کریں جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے۔ تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو خود بھی قرآن سیکھے اور اس کو سکھلائے۔

اس کے بعد موقوف و معتبر احادیث کے مجموعوں کا مطالعہ کریں، علاوہ ازیں فقہیہ عقیدہ کی کتابوں کو بھی پڑھیں۔ یہ سارے علوم ایسے علمار کے ذریعہ حاصل کریں جو صلاح و تقویٰ اور صحیح عقیدہ و علم کے لئے معروف ہوں۔ اور ان علمار پر ضروری ہے جو مسلم اقلیت کے معاشرے میں رہتے ہیں کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو تیز کردیں۔ انشاراللہ انھیں اللہ کے پاس اس کا بہت اجر و ثواب ملے گا۔

یہ دعوتی کام انتہائی عظیم اور نیک اعمال میں سے ہے، جیسا کہ مذکورہ آیات میں گذر چکا ہے۔ ان علمار پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اس دین کی دعوت دوسری قوموں کو بھی دیں جو ان کے اطراف میں رہتی ہیں اس لئے کہ یہ دین ایک عالمی دین ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے "اے پیغمبر کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم تمام کی طرف اللہ کا رسول ہوں" یہ تمام معاشرے اس دین کے اور زیادہ محتاج ہیں اور اگر کوئی داعی ان لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے گا تو اسے انتہائی اجر ملے گا۔ جیسا کہ اوپر امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث میں گذر چکا ہے۔

اس دعوت کے ذریعہ انشاراللہ، اللہ کے دین میں فوج کی فوج شامل ہوگی کفار کی تعداد گھٹے گی۔ اور انشاراللہ مسلمان کو غلبہ ملے گا۔ اور اگر مسلمان ان ملکوں میں دعوتی سرگرمیاں انجام نہ دے سکے تو انھیں چاہئے کہ وہ اپنے دین پر مضبوطی سے جمے رہیں۔ اور اسلامی آداب و اخلاق کی پابندی کریں، اس لئے کہ یہ ایک عملی دعوت ہوگی اور عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے زیادہ باعث کشش ہوگی۔ لوگ عمومی طور پر اچھی صفات اور حسن کردار سے متاثر ہوتے ہیں اور اگر دیکھا جائے تو اسلام جنوب مشرقی ایشیا میں تاجروں کی امانت داری اور دیانت داری سے ہی پھیلا ہے۔ (باقی صفحہ پر)

بابری مسجد کی شہادت

ایک ایک لمحے کی چشم دید رپورٹ

گووند پاٹل

۶ دسمبر کی دوپہر تھی جب میگا فون پر ایل کے اڈوانی کی آواز خاصی دور تک پھیلی "اجودھیا میں داخلے کے تمام راستے بند کر دیئے جائیں تاکہ سیکورٹی فورسیز یہاں تک نہ پہنچ سکیں"۔ میگافون کی آواز جہاں تک پہونچ سکتی تھی پہنچی' اور پھر میگافون پر اطراف میں کئی جانب سے انتہا پسند ہندو جماعتوں کے لیڈروں کی آواز گونجنے لگی۔ وہ اڈوانی کے پیغام کو مزید آگے تک پہنچا رہے تھے۔

مجھے حیرت ہے کہ اڈوانی نے یہ اعلان اتنی دیر سے کیوں کیا۔ جبکہ تباہی و بربادی کا طوفان اور آگ وخون کی سرخ آندھیاں تقریباً صبح ہی سے اجودھیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھیں۔ اور اس وقت بھی ہندو کارسیوک بابری مسجد کے گنبدوں پر چڑھے اس پر ہتھوڑے اور کدالیں برسا رہے تھے۔

اڈوانی کے اس اعلان کے ساتھ ہی کچھ مخصوص لوگوں کا ایک بہت بڑا گروہ تیزی سے حرکت میں آگیا۔ ان کے اندازِ کار سے یہ بات صاف ظاہر ہو رہی تھی کہ اس کام کے لئے انھیں خاص طور سے تربیت دی جا چکی ہے۔ انھوں نے بہت کم وقت میں اجودھیا سے لیکر فیض آباد تک کے آٹھ کلو میٹر طویل راستے پر جگہ جگہ بھاری رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور خاردار تار بچھا دئے بھاری رکاوٹوں اور خاردار تاروں کا یہ ذخیرہ پہلے ہی سے اجودھیا میں رہنے والے ہندوؤں کے گھروں میں موجود تھا۔

ایل کے اڈوانی کی بھارتیہ جنتا پارٹی' وشو ہندو پریشد' بجرنگ دل' راشٹریہ سیوک سنگھ اور بھارتیہ جنتا پارٹی کی ذیلی دہشت گرد تنظیم شیوسینا کے علاوہ کئی کئی چھوٹی موٹی انتہا پسند

جماعتوں کے لیڈروں نے چند دن قبل ہی بھارتی ہندوؤں سے اپیل کردی تھی کہ وہ رام مندر کی پر امن تیاری کے لیے اجودھیا پہنچ جائیں۔ چنانچہ ۶ر دسمبر تک وہاں ۲ لاکھ ہندو پہنچ چکے تھے۔ اتنی بڑی تعداد ایک ساتھ نہیں بلکہ گروہ در گروہ اجودھیا پہنچی تھی۔

اوپر میں ذکر کرچکا ہوں کہ ایڈوانی کے اعلان پر مجھے حیرت ہوئی تھی کہ وہ اتنی دیر سے کیوں کیا گیا۔ لیکن بعد میں مجھے اس کے دو اسباب معلوم ہوئے۔ میں ابھی تصدیق نہیں کرسکا ہوں کہ ان میں سے کون سا سبب درست تھا یا یہ کہ دونوں ہی اسباب تھے۔ ان میں سے ایک سبب تو یہ تھا کہ جن انتہا پسندوں کو اجودھیا پہنچنا تھا ان کے کئی بڑے گروہ کسی وجہ سے ایک بجے تک نہیں پہنچے تھے۔ اور ایڈوانی نہیں چاہتے تھے کہ راستے بلاک ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کو بھی اجودھیا میں داخل ہونے میں دشواری ہو۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ صوبائی حکومت کے بعض حکام نے ایڈوانی کو یقین دہانی کرائی تھی کہ سریع الحرکت فورسیز کو اتنی تاخیر سے حرکت میں لایا جائے گا کہ پھر وہ بھی بابری مسجد کو بچا سکیں اور پھر ایک بجے کے قریب ایڈوانی کو اطلاع دی گئی کہ اب سریع الحرکت فورسیز کو احکام جاری کیے جارہے ہیں۔ اس وقت تک ایڈوانی کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ اسے جن گروہوں کا انتظار تھا ان میں سے بیشتر اب پہنچ چکے ہیں اور باقی آدھے گھنٹے کے اندر اندر پہنچنے والے ہیں چنانچہ دو بجے ایڈوانی نے راستے بلاک کرنے کے احکام جاری کیے تھے۔

میں ۵ر دسمبر کو اپنے ایک دوست صحافی اشوک مہرہ کے ساتھ اجودھیا پہنچا تھا۔ میرا تعلق بھی صحافت ہی سے ہے۔ لیکن میں فری لانسر ہوں، کسی اخبار سے میرا تعلق نہیں ہے لیکن اشوک مہرہ نے صرف "اجودھیا کی مہم" کی حد تک وعدہ لے کر اپنے اخبار سے میرا "پریس کارڈ" بنوا دیا تھا تاکہ میں اجودھیا کے ہنگاموں میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے کسی مشکل میں نہ پڑ جاؤں، لیکن ہوا یہی تھا کہ ان ہنگاموں میں ذرائع ابلاغ سے تعلق رکھنے والے متعدد افراد کی بھی خاصی گت بن گئی تھی۔

ہم ۵ر دسمبر کی شام کو اجودھیا پہنچے تھے۔ اشوک نے "[illegible]یز" کے ٹیلی ویژن کیمرا مین رمیش چاند کے ساتھ رہائش کا بندوبست کیا تھا لیکن مجھے اجودھیا پہنچتے ہی اپنے ایک مسلمان دوست کی خیریت جاننے کی فکر لاحق ہوگئی تھی چنانچہ میں نے سب سے پہلے اسی کے گھر کا رخ کیا۔ میں شاید قیام بھی وہیں کرتا لیکن وہاں پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ گھر پر تالا پڑا ہوا ہے۔ پڑوسیوں نے بتایا کہ میرا وہ دوست

تین روز پہلے ہی اپنے بیوی بچوں سمیت اجودھیا سے کہیں اور چلا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد نے گزشتہ ایک ہفتے میں اجودھیا چھوڑ دیا تھا اور وہاں سے تھوڑے تھوڑے مسلمانوں کا خروج تو ۱۹۹۰ء میں اسی وقت شروع ہو گیا تھا جب پہلی مرتبہ بابری مسجد کو ڈھانے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس وقت وہ لوگ مسجد میں داخل بھی ہو گئے تھے اور انھوں نے مسجد کے گنبدوں پر زعفرانی رنگ کے جھنڈے بھی لہرا دئے تھے۔ اس وقت پولیس کی فائرنگ سے سولہ افراد ہلاک ہوئے تھے۔

اپنے دوست کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد میں نے اسی ہوٹل کا رخ کیا جہاں اشوک نے قیام کا پروگرام بنایا تھا وہ مجھے دیکھ کر خوش ہوا۔ کیونکہ اس کے دوست رمیش چاند کو کسی وجہ سے کہیں اور قیام کرنا پڑا تھا۔

اس رات ہم کو نیند نہیں آسکی۔ صبح کیا کچھ ہو سکتا ہے اسی پر تبصرہ ہوتا رہا۔ اور آخری پہر رات ہم صرف دو تین گھنٹے سو لئے۔

صبح ناشتہ کرکے ہم نے ہوٹل چھوڑ دیا۔ اس وقت تک شہری فضا میں کشیدگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہم بابری مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ دو تین جگہ ٹائر اور کوڑا کرکٹ جلتا ہوا ملا۔ ایک جگہ پولیس اور انتہا پسندوں میں جھڑپ ہوتے بھی دیکھی۔ پتھراؤ اور لاٹھی چارج سے بچنے کے لئے ہمیں بھاگ کر ایک گلی میں گھسنا پڑا کیسی نہ کسی طرح ہم بابری مسجد تک پہنچ گئے۔ وہیں اشوک کا دوست رمیش چاند بھی اپنے ٹی وی کیمرے سمیت موجود تھا۔ اشوک نے اس سے صورت حال کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ پندرہ بیس منٹ پہلے فضا گرم ہوئی ہے۔

میں نے افسردگی سے مسجد کی طرف دیکھا، مجھے حالات کی وجہ سے یقین تھا کہ آج شام تک اس مسجد کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ میں اس خیال سے بہت دکھی تھا۔ میں ہندو تو ہوں لیکن میری سوچ اپنی قوم کے انتہا پسندوں سے بہت مختلف ہے۔ میں سب سے زیادہ صحیح مذہب "انسانیت" کو سمجھتا ہوں۔ میرے دل میں مندر مسجد، کلیسا اور گردوارہ سب کے لئے احترام ہے۔

اشوک نے مسجد کی چند تصاویر لیں، میں صرف نوٹنگ کرتا رہا۔ پھر ہم شہر کا جائزہ لینے کے لئے چل کھڑے ہوئے۔

اتنی دیر میں صورتحال اور تبدیلی ہو گئی تھی۔ انتہاپسندوں کے مشتعل ہجوموں نے ٹیلیفون کے کھمبے بھی گرانے شروع کر دیئے تھے۔ جلتی ہوئی چیزوں کا دھواں بھی اب زیادہ مقامات سے اٹھتا نظر آرہا تھا۔ پولیس سے جھڑپیں بھی بڑھ گئی تھیں، سب پولیس والے پتھراؤ سے بچنے کے لئے بڑی بڑی ڈھالیں بھی لئے ہوئے تھے، وہ لاٹھی چارج بھی کر رہے تھے مگر ان کے انداز میں زیادہ جارحیت نہیں تھی۔ وہ صرف اپنا بچاؤ کر رہے تھے۔ بعض کے چہروں پر میں نے مسکراہٹ بھی دیکھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بس کھیل کھیل رہے ہوں۔ مجھے اشوک کی بات پر یقین آگیا کہ صوبائی حکومت پوری طرح انتہاپسندوں کے ساتھ ہے۔

یہ بات اشوک نے مجھے رات کو بتائی تھی اور خود میرا خیال یہ تھا کہ مرکزی حکومت بھی اب شاید یہی چاہتی ہے کہ روز روز کا ٹنٹا آج ختم ہی ہو جائے۔ میری سوچ یہ تھی کہ اس حادثے کے ذریعے کانگریس، ایل کے ایڈوانی کی سیاسی ساکھ ختم کر دینا چاہتی ہے۔ یہ قصہ ختم ہو جانے کے بعد آئندہ انتخابات میں ایل کے ایڈوانی کے ہاتھ میں کوئی ایشو نہ رہ جاتا جس کو وہ اپنی فتح کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکتا۔

میں اور اشوک ہاتھوں میں نوٹ بک اور قلم لئے ادھر ادھر گھومتے رہے اور نوٹس لیتے رہے۔ کہیں کہیں اشوک نے اپنا کیمرہ سنبھال کر تصاویر کھینچیں۔ میں نے پوچھا کہ اس کے اخبار کا فوٹوگرافر کیوں نہیں آیا؟ اس نے بتایا کہ وہ آج صبح پہونچا ہوگا اور اپنے کام میں مصروف ہوگیا ہوگا اور کہیں بھی اس سے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔

اشوک کیمرہ اس لئے لایا تھا کہ اسے خود بھی فوٹوگرافی کا شوق تھا لیکن اجودھیا میں اسے یہ شوق بہت مہنگا پڑا۔ ایک جگہ وہ پتھراؤ کرنے والوں کی تصویریں کھینچ رہا تھا کہ دس بارہ مشتعل نوجوانوں نے ہمیں گھیر لیا۔ ہم نے انھیں بتایا کہ ہمارا تعلق پریس سے ہے مگر انھوں نے ہماری کسی بات کی پرواہ نہیں کی اور اشوک سے کیمرا چھیننے لگے۔ ان میں سے ایک نے غصے سے گرجتے ہوئے کہا کہ اگر تصویریں ہی کھینچنا تھیں تو پولیس والوں کی کھینچتے جو "پن" کا کام کرنے کے لئے آنے والوں کا راستہ روک رہے ہیں۔

اشوک نے اپنا کیمرا بچانے کے لئے مزاحمت کی تو میں نے اس کا کندھا دبا کر آہستہ سے

کہا کہ جان چھڑاؤ کیمرا دے کر دو ورنہ تو یہ لوگ کیمرا تو چھین ہی لیں گے ہمیں بھی اس کے ساتھ ادھ موا کر ڈالیں گے۔ ہمارے لئے وہاں سے بھاگ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

میری بات اشوک کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے کیمرا انھیں دے دیا جو خاصا قیمتی تھا اور جسے ہماری آنکھوں کے سامنے سڑک پر پھینک کر لاٹھیوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور پھر وہ گروہ ہمیں نفرت سے دیکھتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔

اشوک بڑی حسرت سے اپنے کیمرے کے ٹکڑے دیکھ رہا تھا جب میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ شکر کرو، اگر مزاحمت کرتے تو اس کیمرے کی جگہ ہم دونوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے ملتے۔ آج یہاں انہی لوگوں کا راج ہے قانون کا نہیں!

پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ میں اجودھیا کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ میں نے دیکھا کہ جہاں مسلمانوں کی زیادہ آبادی تھی وہاں ہو کا عالم تھا۔ زیادہ تر لوگ تو اجودھیا سے جا چکے تھے۔ اور جو باقی تھے، وہ گھروں میں سہمے دبکے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے دل پر جو کچھ گذر رہی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا۔

کشیدگی تیزی سے بڑھتی جارہی تھی ہمارے لئے آسانی سے نقل و حرکت کرنا مشکل ہو چکا تھا ہمیں ادھر سے ادھر بھاگنا پڑ رہا تھا کبھی پولیس کی لاٹھیوں سے بچنے کے لئے اور کبھی پتھراؤ سے بچنے کے لئے۔

کچھ دیر بعد ہم پھر بابری مسجد کے قریب پہونچے، وہاں ایک جگہ بہت بڑا ہجوم نظر آیا۔ ایسا لوم ہوتا تھا جیسے لوگ کسی کے گرد جمع ہوں۔ اس ہجوم کے درمیان سے ڈھولک کی تھاپ پر اٹھتی رودرا پاٹھ "کرنے کی آواز آرہی تھی۔ اور بہت سے سادھو سنت چلم کے کش لگا رہے تھے۔ ہم نے ہجوم کو چیر کر آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہوا کہ اس ہجوم کے بیچ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے تین سرکردہ لیڈر مذہبی رسوم کے آغاز کا انتظار کر رہے تھے۔

ہم انھیں دیکھ نہیں سکے لیکن ہمارا اندازہ تھا کہ وہ اڈوانی جوشی اور اوما بھارتی ہوں گے۔ اوما بھارتی کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ نہایت شدید متعصب ہندو عورت ہے اور بابری مسجد کا نام سنتے ہی اس کے منہ سے گالیاں ابل پڑتی ہیں۔ بعض لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اڈوانی کی لاڈلی ہے۔

پھر اس وقت ہم نے ہجوم کو چیر کر اندر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ جب ساری فضا مختلف قسم کے نعروں سے گونجنے لگی۔ اور کئی سمتوں سے بڑے بڑے مشتعل گروہ مسجد کی طرف بڑھتے نظر آئے۔ ان میں عام لوگوں کے علاوہ سرخی مائل زرد چادروں میں لپٹے ہوئے سادھو، سنت بھی تھے جن کے گلے میں بڑی بڑی مالائیں پڑی ہوئی تھیں۔ ان سب کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا اور چہروں سے وحشت برس رہی تھی۔ ان کے ہاتھ میں کلہاڑیاں، کدالیں، سریے، ڈنڈے اور نہ جانے کیا کچھ تھا۔ بہت سی سیڑھیاں بھی تھیں جن کے ذریعے انھیں مسجد کی چھت پر پہنچنا تھا۔

یہ بلیدانی مختلف نعرے لگا رہے تھے

"جے شری رام، جے شری رام"۔

"کرشنا جنم بھومی کی جے"

"رام جنم بھومی کی جے"

"کاشی وشوناتھ مندر کی جے"

"کرشنا جنم بھومی کی جے" کا نعرہ اس لئے تھا کہ یہ انتہا پسند متھرا کی ایک مسجد کو بھی اپنا سابق مندر قرار دینے لگے تھے"۔

کاشی وشوناتھ مندر کی جے کا نعرہ بنارس کی ایک مسجد کے حوالے سے تھا۔

ان بلیدانی جتھوں کی قیادت کرنے والوں میں مجھے تین جانے پہچانے چہرے بھی دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک سادھو، لکشمن کالی داس سیتارام سرن تھا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ اس نے ۱۹۴۹ء میں ۲۸ دسمبر کو رام للا کی مورتی بابری مسجد میں رکھی تھی۔

دوسرا شخص پرماہنس رام چندر داس تھا جو "رام جنم بھومی نیاس" کا صدر رہے۔

تیسرا شخص یوگ پیٹھ پرمانند تھا۔ یہ بھی ایک مشہور و معروف بھگت ہے۔

اشوک کا دوست اور "رائیٹر" کا ٹیلی ویژن کیمرا مین بڑی تیزی سے اپنے کیمرے کو حرکت میں لا چکا تھا۔ وہ ان تاریخی مناظر کے ایک ایک لمحے کو فلم کے فیتے پر نقش کر لینا چاہتا تھا۔

پولیس کھیل تماشے میں معروف رہی۔ اس نے حملہ آوروں کو روکنے کی کوشش موثر طور پر نہیں کی۔ اور بلیدانی جتھے مسجد کے گرد لگی ہوئی تاروں کی باڑھ ہٹانے کی کوشش میں لگ گئے۔ ان کی

تعداد میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا جن لوگوں کو اس کام کے لئے تربیت دی گئی تھی یا جو بھارت کے مختلف شہروں سے اس اپن ٹے کے کام میں حصہ لینے کے لئے مقامی آبادکا بھی شامل ہو گئی تھی۔ دیکھتے دیکھتے وہاں اتنا مجمع ہو گیا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تاروں کی باڑھ ہٹا کر لوگ مسجد کے صحن میں داخل ہو گئے اور پھر اوپر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں لگائی جانے لگیں۔ جو بہت زیادہ جوش اور وحشت میں تھے' وہ دوسرے طریقوں سے بھی اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے خاصی تعداد گنبدوں پر نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے پہلی مرتبہ اپنے گلے میں لٹکی دوربین آنکھوں سے لگا کر گنبدوں کی طرف دیکھا۔

یکایک ان گنبدوں سے ایک نعرہ گونجا "جے پرمانند کی" اور اس کے ساتھ ہی یوگ لیش پرمانند نے مسجد کے گنبد پر پہلا کلہاڑا چلایا۔ بس پھر کیا تھا' ہر طرف کدالیں اور پھاوڑے اور آہنی سریے مسجد پر برسنے لگے۔ پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور ساری فضا میں دھول پھیلنے لگی۔ بہت سے لوگ اوپر نہیں چڑھے تھے اور مسجد کی دیواریں توڑنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے اس کام میں کوئی حارج نہیں تھا۔ پولیس فرار ہو چکی تھی اور سریع الحرکت فورس (جو بظاہر مسجد کے لئے آئی تھی) وہاں اس وقت پہنچی جب ۵۰ ہزار کے لگ بھگ انتہا پسند وہاں جمع ہو چکے تھے۔

حقیقت حال کو زیادہ قریب سے دیکھنے کے لئے میں کسی نہ کسی طرح مسجد کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ اور اس ہنگامے میں اپنے دوست اشوک سے بچھڑ گیا۔ میں نے مسجد کے احاطے میں نیم فوجی دستے کے کمانڈنٹ اے بشٹ کو دیکھا جو کسی سے کہہ رہا تھا:

"میں اس وقت کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اگر فائر کرتا ہوں تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اپنے ہی لوگ مریں گے اور پھر ہم کتنوں کو ماریں گے۔"

قریب ہی کھڑے ہوئے ایک بھگت نے بھی یہ بات سن لی اور چیخ کر بولا "تم اپنی بدھی سے بالکل صحیح کام لے رہے ہو جرنیل جی! شاید کچھ لوگ بھاگ جائیں لیکن ہم گولیوں کا بھی مقابلہ کریں گے کیونکہ ہمیں تو وشو ہندو پریشد کے پرمکھ نے یہاں بھیجا ہے۔"

کمانڈنٹ بشٹ فوراً دوسری طرف کھسک گیا۔ اسے ڈر ہو گا کہ یہ جنونی اگر اس پر ٹوٹ پڑے تو اس کی بوٹیوں کا بھی پتہ نہیں چلے گا۔

مسجد کے صحن میں اتنی دھول تھی کہ وہاں زیادہ دیر تک رکنا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ اس لئے میں واپسی کے لئے مڑا۔ باہر نکلنے میں بھی مجھے دیر لگی کیونکہ ہجوم اب کسی پُرغضبناک سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

جب میں باہر نکلا تو مجھے وہاں کئی عبرتناک تماشے بھی دیکھنا پڑے۔ کارسیوکوں کے ایک جتھے نے میری جانی پہچانی ایک مقامی خاتون صحافی کا لباس تار تار کر دیا تھا۔ وہ اس کی بے عزتی بھی کر رہے تھے اور اسے پاکستانی جاسوسہ بھی قرار دے رہے تھے۔ وہ بیچاری وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو سکی یا نہیں، مجھے اس وقت علم نہیں ہو سکا۔ کیونکہ بڑھتے ہوئے ہجوم نے اسے میری نظر سے پوشیدہ کر دیا تھا۔

اس وقت اشوک بھی مجھے مل گیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ فی الحال اب اس جگہ سے نکل چلو، صورت حال بہت خراب ہو گئی ہے۔ اسی نے بتایا کہ ایک جریدے کے رپورٹر کو نہ جانے کس بے ترکسی جنونی نے چھرا گھونپ کر ہلاک کر دیا تھا۔ اور وہاں کوئی اس وقت لاش اٹھانے والا بھی نہیں تھا۔ کارسیوکوں کی کوشش یہ تھی کہ صحافی طبقہ ان کی تخریبی کارروائیوں کو ریکارڈ پر نہ لا سکے یہ ناممکن سی بات تھی مگر وہ جنونی کر بھی رہے تھے۔ جن صحافیوں نے مقتول رپورٹر کی تصویریں کھینچنے کی کوشش کی تھی، ان کے کیمرے چھین لئے گئے۔ فلمیں نکال کر تباہ کر دی گئیں۔ کیمرے توڑ دئے گئے۔ سامان جھپٹ لیا گیا اور بہت سوں سے تو رقوم تک ہتھیالی گئیں اور وہ بےچارے گندی گندی گالیاں بھی کھاتے رہے۔

یہ جنونی کارسیوک، صحافیوں کو سرکاری پٹھو اور ہندو دشمن ہونے کا طعنہ دے رہے تھے اور ان پر الزام لگا رہے تھے کہ وہ حقائق توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔

درجن بھر صحافیوں کے علاوہ بی بی سی کے کیمرامین کو بھی زدوکوب کیا گیا تھا۔ سنڈے میگزین کے کشی رائے کے بازو میں چاقو کا زخم لگا تھا۔ ایک انٹرنیشنل فوٹو ایجنسی کا پابلو بارتھولیموف تو بہت بری طرح زخمی ہوا۔ کسی بھی صحافی کو اندر نہیں جانے دیا جا رہا تھا۔ شاید صرف میں ہی ایک خوش قسمت تھا کہ اندر جا کے بھی زندہ لوٹ آیا۔

فلم ساز رمیش شرما نے غالباً مستقبل میں بابری مسجد پر فلم بنانے کا کوئی پروگرام بنایا تھا لہٰذا

وہ اپنے پورے یونٹ کے ساتھ وہاں آیا ہوا تھا تاکہ حقیقی مناظر بھی اپنے فلم میں شامل کر سکے۔ لیکن وہ اپنے مقصد میں ذرا بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے یونٹ کے سارے کیمرے توڑ پھوڑ ڈالے گئے۔ اور بہت سے افراد کو زدوکوب بھی کیا گیا۔

میں اور اشوک زیادہ دور نکل آئے تو ہمیں دم گھونٹ دینے والے ہجوم سے نجات ملی۔ اس وقت ہماری مڈبھیڑ نئی دہلی کے اخبار "پائنیر" کے فوٹو گرافر پروین جین سے ہوئی۔ اس کے چہرے پر جو تشویش اور تاثرات تھے، اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ ان مناظر کو دیکھ کر وہ خاصا دل گرفتہ ہے۔ (اس نے ہمارے ساتھ ایک جانب بڑھتے ہوئے کہا کہ "اگر لوگ یہ سمجھیں کہ بابری مسجد انہدام کا واقعہ کسی وقتی اشتعال کا نتیجہ ہے تو میں کہوں گا کہ یہ بالکل غلط ہے۔ میں اپنے اخبار میں ضرور لکھوں گا کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے ایک رکن پارلیمنٹ نے مجھے ہفتے کے روز ہی بتا دیا تھا کہ اتوار کو ایودھیا میں کیا ہونے والا ہے۔ اس رکن پارلیمنٹ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ ۴۶۵ سالہ قدیم بابری مسجد کو منہدم کرنے کے لئے کارسیوکوں کو کہاں تربیت دی گئی ہے۔

سامنے سے آتے ہوئے ایک بہت بڑے بلیدانی جتھے کو دیکھ کر ہم نے راستہ بدل دیا لیکن یہ میں نے دیکھ لیا کہ اس جتھے کی قیادت لال کرشن اڈوانی کی لاڈلی اوما بھارتی کر رہی تھی۔ آنے والا جتھا ایک نعرہ یہ بھی لگا رہا تھا:

"رام نام ستّ ہے، بابری مسجد دھشٹ ہے"

گلی سے گزرتے ہوئے اشوک نے پروین جین کے خیالات سے اتفاق کیا اور کہا کہ اسے بھی معلوم ہو چکا ہے کہ "شیوسینا" کے ۵۰۰ سے زائد کارکنوں کو مدھیہ پردیش کے شہر چنبل میں کسی مقام پر کافی دن تک تربیت دی گئی تھی۔ مجھے بھی اس سے اتفاق تھا کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا۔ میں نے وہاں جو مناظر دیکھے تھے، ان سے بھی اس کی شہادت ملتی تھی۔ کارسیوکوں نے جو ہتھوڑے کدالوں اور سریوں وکلہاڑیوں سے مسلح تھے، بابری مسجد پر ان کا حملہ بالکل فوجی انداز کا تھا۔ جس کی تیاری بہت اچھی طرح کی گئی تھی اور یہ بات تو کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کارسیوکوں کا تعلق بھارتیہ جنتا پارٹی، وشو ہندو پریشد، جنتا دل اور دوسری ہندو انتہا پسند تنظیموں سے ہے۔ یہ بات بھی کا روزنامہ "انڈیپینڈنٹ" بھی لکھ چکا ہے۔

پارلیمنٹ کے رکن مرشوور ساد ے نے بھی یہ بات کہی تھی جو شیو سینا سے تعلق رکھتے ہیں۔ گلی سے گذر کر دوسری سڑک پر پہنچنے کے بعد پروین صبا دوسرے راستے سے واپس بابری مسجد کی طرف جانے لگا جب کہ میں تے اور اشوک نے شہر گھومنے کا پروگرام بنایا۔

ہمیں پیدل چلنا پڑتا تھا کیونکہ دوسری کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ اس روز ناممکن تھا کہ وہاں ٹیکسیاں یا کاریں چل سکتیں اور جو لوگ صبح سویرے کاروں میں اپنے گھروں سے نکلتے تھے انھیں پچھتانا پڑا کیونکہ جنونیوں نے ان کی کاریں جلادی تھیں جن میں سے کئی کے جلے ہوئے سیاہ ڈھانچے ہم نے بھی دیکھے۔ شہر میں ہم نے کئی حصوں سے دھواں اٹھتے ہوئے بھی دیکھا۔ ایک جگہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ کسی مسلمان کا گھر تھا جس کے دروازے وغیرہ باہر سے بند کر کے آگ لگادی گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس گھر میں رہنے والے سارے افراد جل کر خاک ہوگئے ہوں گے۔ شہر کے دوسرے مقامات سے جو دھواں اٹھ رہا تھا وہاں بھی اسی قسم کی کارروائی ہوئی ہوگی۔

بعض جگہ مسلمانوں کی بے گور و کفن لاشیں بھی پڑی تھیں معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے گھروں پر حملہ کرنے والوں سے مقابلے کی کوشش کی تھی اور ان کے ہاتھوں ایک ہندو مارا بھی گیا تھا۔

غرض یہ کہ اس روز اجودھیا میں ہر طرف تاراج ہی تاراج تھا۔ مسلمانوں کے بہت سے گھر اور دوکانیں نذرِ آتش کی گئی تھیں اور فائر بریگیڈ کی گاڑیوں کو آگ بجھانے سے روک دیا گیا تھا فائر بریگیڈ کی ایک گاڑی نے مزاحمت کا مقابلہ کرتے ہوئے ایک مکان کی آگ بجھانے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں فائر بریگیڈ کی اس گاڑی کو بھی جلا دیا گیا۔

شہر گھومتے ہوئے ہم دونوں دوست ایک بار پھر بابری مسجد کی طرف گئے غالباً چار ساڑھے چار بجے کا وقت تھا۔ وہاں کی فضا میں اب دھول بہت ہو چکی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ مسجد کے دونوں چھوٹے گنبدوں کا اب نام و نشان تک باقی نہیں رہا تھا۔ جب کہ مرکزی گنبد پر ہتھوڑے اور کلہاڑے برس رہے تھے۔

اسی وقت وشو ہندو پریشد اور بھارتیہ جنتا پارٹی کی لیڈر سادھوی رتمبھرا نعرے لگاتی اور اشلوک پڑھتی ہوئی وہاں پہونچی۔ اس نے کارسیوکوں کو جوش دلانے کے لئے بڑی اونچی آواز میں نعرہ

لگانا شروع کر دیا۔

"ایک دھکا اور دو۔ بابری مسجد توڑ دو۔ رام نام ست ہے"

اس وقت فیض آباد کا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی بیس پچیس سپاہیوں کے ہمراہ کھڑا تھا۔ اور صحافی اس سے ایسے سوالات کر رہے تھے جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ آخر وہ جھلا کر چیخ پڑا "سیاستدانوں سے پوچھو ان حالات کا جواب، پردھان منتری صاحب سے پوچھ جا کر۔"

"لیکن آپ اس ضلع کے ... " اشوک نے کوئی سوال کرنا چاہا، لیکن ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایک دم مڑ کر اس طرف چل دیا جہاں اس کی گاڑی اور اس کی محافظ پولیس گاڑیاں کھڑی تھیں۔

مجسٹریٹ کے ساتھ آنے والا ایک ضلعی حاکم منہدم ہوتی ہوئی مسجد کی طرف دیکھتے ہوئے زیر لب بڑبڑایا "چلو پاپ کٹا، آئے دن کی مصیبت ختم ہوئی۔" پھر وہ بھی مجسٹریٹ کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔

شاید ضلعی انتظامیہ کے دوسرے حکام بھی پولیس کنٹرول روم میں بیٹھے ہوئے اسی قسم کی باتیں کر رہے ہوں گے۔ کیونکہ بابری مسجد اور رام مندر کا قضیہ چھڑے ہوئے تین برس ہو رہے تھے۔ ہندوؤں کی چلائی ہوئی اس مہم میں بہت سے مسلم کش فسادات ہو چکے تھے اور مختلف شہروں میں ڈھائی ہزار سے زیادہ افراد لقمۂ اجل بن چکے تھے۔ اور آج کی اس مہم میں خود کئی انتہا پسندوں ہی کو ہلاک ہونا پڑا تھا۔ یہ بات ہمیں وائس آف امریکہ کے نامہ نگار پیٹر ہائن نے بتائی کہ جب مسجد کا پہلا گنبد گرا تھا تو نیچے کھڑے ہوئے بلیدانی جتھے کے پانچ افراد اس کے ملبے میں دب کر ہلاک ہو گئے تھے۔ ان لوگوں کو ملبے سے نکالنے اور پھر زخمیوں کو لے جانے کے لئے جب ایمبولینس حرکت میں آئی تھیں تو ان میں سے م چکے تھے اور دو کو اسپتال پہنچا دیا گیا تھا۔

اس کے بعد پیٹر ہائن پر جو کچھ گذری وہ میں نے دیکھا تو نہیں لیکن دوسرے دن رات کو جب وائس آف امریکا سنا تو ہمیں اس واقعے کا علم ہوا۔ وائس آف امریکہ سے نشر ہونے والے پیٹر ہائن کے مراسلے میں کہا گیا کہ "بابری مسجد پر حملہ کرنے والوں نے اس واقعہ کی رپورٹنگ اور تصاویر کھینچنے سے روکنے کے لئے مجھ پر حملہ کیا اور میرا سر پھوڑ دیا۔ اس وقت مائکروفون اور نوٹ بک میرے ہاتھ میں تھی میرا ٹیپ ریکارڈر بھی چل رہا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز میرے

پاس جا ہیں تھی۔ میرے سر پر لوہے کا ایک پائپ مارا گیا تھا۔ میں ریل اور ہوائی جہاز سے سفر کر کے دس گھنٹے بعد دہلی پہنچا تھا جہاں میری مرہم پٹی کی گئی تھی۔

ہم پیٹر ہائن سے چند منٹ باتیں کر کے آگے بڑھ گئے اور پھر یہ ہمارے سامنے ہی کی بات ہے کہ مسجد کا مرکزی گنبد بھی سارے کا سارا زمین پر آ رہا۔ مسجد کی دیواریں پہلے ہی توڑی جا چکی تھیں۔ اس وقت فتح مندی سے پُر آوازوں کی "جے جے کار" کا شور آسمان کو چھونے لگا۔

ہمارے قریب ہی کھڑا ہوا ایک پولیس افسر بڑبڑایا "اس پاگل بھیڑ کے سامنے ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔ ان لوگوں کو روکنا ہمارے بس کی بات نہیں تھی۔

مجھے اس پولیس آفیسر پر غصہ آگیا۔ میں نے اس سے کہا "تم جھوٹ بول رہے ہو آفیسر! جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں تم لوگ برابر کے شریک ہو۔ جب لوگ مسجد کے صحن میں گھسے تھے تو تم لوگوں نے بہت ہلکا سا لاٹھی چارج کیا تھا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ تم لوگوں کو خود باہر نکلنے کے لئے اپنا راستہ بنانا تھا۔ تم ہی لوگوں نے نہیں بلکہ پی اے سی اور سی پی آر ایف (نیم فوجی دستے) کے اہلکاروں نے آنسو گیس کے شیل پھینکنے سے انکار کر دیا تھا جب بعض سینیئر افسروں نے اس کا حکم دیا تھا۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ تم لوگوں کے علاوہ نیم فوجی دستوں نے بھی ان جنونی لوگوں کو بابری مسجد میں داخل ہونے سے روکنے کی کوئی کوشش سرے سے نہیں کی۔ اس کا ثبوت ہماری آنکھوں کے سامنے اس وقت بھی موجود ہے۔

یہ حقیقت تھی کہ سیکورٹی فورسیز کے اہلکار مسجد کا انہدام دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ اور بعض تو ایک دوسرے کو مبارکباد بھی دے رہے تھے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ہاتھوں میں لاٹھیاں جھلاتے ہوئے ادھر ادھر سستا رہے تھے۔ میں غصے میں بہت کچھ بکتا چلا گیا تھا جس کا خمیازہ میری بجائے رائیٹر کے ٹیلی ویژن کیمرا مین رمیش چاند کو بھگتنا پڑا جو اشوک کو دیکھ کر ہمارے پاس آیا اور اسی وقت دو تین کار سیوک ہم پر ٹوٹ پڑے تھے جنھوں نے میری باتیں سن لی تھیں اور انھیں غصہ آگیا تھا۔

میں نے اور اشوک نے خود کو بڑی پھرتی سے ان کے نرغے سے نکال لیا تھا لیکن بے چارہ رمیش چاند لاٹھیوں کی زد میں آگیا اور اس کے سارے کپڑے خون سے سرخ ہو گئے اور وہ

چکرا کر گر پڑا۔

اسی وقت کچھ پولیس اہلکاروں نے تیزی سے حرکت میں آکر ہمیں ان کارسیوکوں سے بچایا۔ اور پھر ہم رمیش چاند کو لے کر ایک اسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔ رمیش چاند کے سر میں سولہ ٹانکے آئے تھے۔

جب اندھیرا پھیل رہا تھا تو ہم اسپتال سے فارغ ہو کر اپنے قیامگاہ کی طرف لوٹے لیکن اندھیرے میں شہر کی کئی سمتوں میں شعلے اٹھتے نظر آرہے تھے۔ معلوم ہوا کہ بابری مسجد کو منہدم کرنے کے بعد سارا ہجوم مسرت سے "جے جے کار" کرتا ہوا اجودھیا میں پھیل گیا تھا اور انھوں نے مزید کئی گھروں کے علاوہ ایک اور مسجد کو بھی آگ لگادی تھی۔

ہم دونوں دوست اپنی قیامگاہ پر پہنچنے کے بعد کافی دیر تک ایک دوسرے سے غافل، اپنی اپنی سوچ میں غرق رہے، آج جو کچھ ہم نے دیکھا تھا وہ انسانیت کی تذلیل تھی۔ اس کے علاوہ اس سارے معاملے کا ایک تشویشناک پہلو یہ تھا کہ اس عظیم سانحے کے اثرات ہمارے ملک کے مستقبل پر کس طرح اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

رات گئے جب سکوت طاری ہو گیا تو ہم دونوں نے ایک بار پھر اس جگہ جانے اور وہاں کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا جہاں آج شام سے پہلے "بابری مسجد" موجود تھی۔

راستے اب سنسان پڑ گئے تھے۔ کہیں کہیں دھواں اٹھ رہا تھا پولیس اور نیم فوجی اداروں کے نوجوان گشت کر رہے تھے، انھوں نے ہمیں کئی جگہ روکا لیکن جب ہم نے اپنے پریس کارڈز دکھائے تو انھوں نے ہمیں جانے دیا۔

ہم بابری مسجد کے مقام پر پہونچے تو حیران رہ گئے۔ ہمارا خیال تھا کہ اب وہاں ہو کا عالم ہوگا اس کے برعکس وہاں بے انتہا رونق تھی۔ بے شمار ہنڈے جل رہے تھے۔ ایک جگہ سے بابری مسجد کا ملبہ صاف کیا جا چکا تھا اور اس وقت وہاں رام مندر کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں۔

میں اور اشوک ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ اسی جگہ رام مندر کا فوری قیام سارے ہندوستان میں فسادات کی آگ بھڑ کا سکتا تھا۔

دوسری صبح ہم پھر وہاں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ نہ صرف یہ کہ ایک چھوٹا سا مندر تعمیر کیا جا چکا تھا

جہاں اس کی حفاظت کرنے کے لئے سرکاری اہلکار بھی متعین کر دئے گئے تھے۔ اب اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی تھی کہ جو کچھ ہوا تھا اس میں صوبے اور وفاق دونوں ہی کی رضامندی شامل تھی۔ جس کا یہی ایک مقصد تھا کہ اس "ایشو" ہی کو ختم کر دیا جائے جس کے سہارے ایڈوانی جی کانگریس سے ٹکرانے کے عزائم رکھتے ہیں۔

حکومت اب ہر قیمت پر وہاں امن وامان برقرار رکھنا چاہتی تھی لہٰذا ضلعی انتظامیہ نے سویرے ہی سویرے جنتا رسوئی گھر (عوامی کچن) پر قبضہ کر لیا تھا۔ یہ جنتا رسوئی گھر" بی جے پی نے ہی قائم کیا تھا تاکہ ملک بھر سے آنے والوں کو وہاں کھانے پینے کی سہولت حاصل رہے۔ اس پر قبضہ کر کے انتظامیہ نے ان کا اہم سہارا ختم کرنے کے لئے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ حکام نے آس پاس کے شہروں میں تمام ہوٹل، کھانے پینے کی اشیاء کی ساری دکانیں بند کرا دی ہیں اور ان شہروں کے لئے کھانے پینے کا سامان آنے کے تمام راستے بند کر دئے ہیں۔ لہٰذا کارسیوکوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ اسپیشل ٹرینوں کے ذریعہ فوری طور پر یہاں سے چلے جائیں۔

اس اعلان سے کارسیوکوں میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ اسٹیشن کی طرف دوڑ پڑے۔

اب میرا اور اشوک کا بھی وہاں کوئی کام نہیں تھا۔ ہم بھی اسٹیشن پہنچے لیکن ہمیں محسوس ہوا کہ فوری واپسی اتنی آسان نہیں۔ پندرہ بیس ہزار کارسیوک تو اس وقت بھی اسٹیشن پر موجود تھے ہم اجودھیا سے دوسرے دن واپس آسکے جب ہمارے اندازے کے مطابق سارے ہندستان میں فسادات کے شعلے بھڑک رہے تھے اور بہت سے مسلم ممالک میں احتجاج اور شدید ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

اسی روز لال کرشن ایڈوانی کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن کیا یہ بروقت اقدام تھا ــــ؟ ●

بقیہ صفحہ ۳۶ کا جمادی الآخرہ

آواز بلند کرتا ہے تو مسلمانوں کا جتھہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ ضرورت مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کی نہیں ہے بلکہ نام نہاد قائدین کو مخلص، بے لوث اور عاقبت اندیش قائد بنانے کی ہے۔ اگر اس جماعت نے اپنی اصلاح کر لی تو یہ تشویشناک دن اور پر آشوب حالات بدل سکتے ہیں ورنہ یہی شب و روز ہندوستانی مسلمانوں کا مقدر بن کر رہ جائیں گے اور مسلمان اسی طرح کٹتے مرتے اور پٹتے رہیں گے۔ ●

المناک حادثے اور تشویشناک حالات

سُہیل انجم

شہادت بابری مسجد کے المناک حادثے کے بعد ملک گیر پیمانے پر دہشت و بربریت کا جو لامتناہی سلسلہ شروع ہوا تھا وہ تادم تحریر جاری ہے۔ فسطائی قوتیں عروج پر ہیں اور سیکولر طاقتیں زوال پذیر ہیں۔ امن و سکون کا جنازہ نکل چکا ہے' انصاف اور قانون کی دھجیاں بکھر گئی ہیں۔ آئین و دستور کا خون ہو چکا ہے اور تمام جمہوری قوتیں پامال کر دی گئی ہیں۔ اس وقت ہندوستانی مسلمان جن بھیانک حالات کے شکار ہیں وہ انتہائی تشویشناک اور اور مایوس کن ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد ہندوستان جن حالات سے دوچار تھا آج بھی تقریباً وہی حالات ہیں اور مسلمان پُر آشوب اور صبر آزما حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں

اس وقت ہندوستانی مسلمانوں کی نہ صرف املاک و جائیداد بلکہ ان کی دینی شناخت اور ان کا وجود بھی داؤ پر لگ چکا ہے۔ سورت ہو یا بمبئی' کانپور ہو یا بڑودہ' احمد آباد ہو یا بھوپال اور دہلی ہو یا میوات' ہر جگہ ایک ہی صورت حال ہے' ایک ہی شب و روز ہیں۔ ایک جگہ فسادات کی ہولناکی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا کہ دوسرے مقام سے بھی مسلم کش بربریت اور سفاکی و بہیمیت کی خبریں آنے لگتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پورا ملک ہندوتو کے تباہ کن لپیٹ میں آگیا ہے اور ملک دشمن و مسلم مخالف طاقتیں اس ملک کو ہندو راشٹر کا خونیں غسل دینے کے بعد ہی چین و سکون کا سانس لیں گی۔ اس طرح ایک عجیب و غریب صورت حال نے ہندوستان کو اپنے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے اور اس صورت حال کا سب سے زیادہ نشانہ مسلمان بن رہے ہیں' سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔

ایسا نہیں ہے کہ یہ خطرناک صورت حال اچانک اور یک بیک تشکیل پا گئی ہے۔ اس کے

معرض وجود میں آنے کے لئے ہندوتو کے علمبرداروں نے ایک عرصہ قبل ہی اس کے تانے بانے بُن دئے تھے اور تباہ کن سازش کے خطرناک نقوش کھینچ دئے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ تانے بانے مضبوط اور مستحکم ہوتے گئے۔ اور سازش کے نقوش میں تباہی و بربادی کے رنگ بھرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ شدید ہوتا گیا اور ان رنگوں پر پرت دبیز ہوتی گئی۔ ہندوازم کی طاقتوں نے ہندوستان کو ہندو راشٹر بنا کر یہاں کے مسلمانوں کو ذہنی، تہذیبی و تمدنی اور سماجی غلامی کی زنجیر میں جکڑ دینے کا جو ناپاک خواب دیکھا تھا اس کی تعبیریں ان طاقتوں کو بابری مسجد رام جنم بھومی میں واضح طور پر نظر آئیں اور انھوں نے اس تنازعہ کو آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ رام مندر کی تحریک میں شدت پیدا ہوتی گئی، اور دھارمک جنون کا بخار زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی گرفت میں لیتا گیا۔ سنگھ پریوار کے اشارے اور ہدایات کے بموجب بی جے پی نے اس تحریک کو آگے بڑھایا اور وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور شیوسینا جیسی فاشسٹ جماعتوں نے اس کو تقویت بخشی۔ وشو ہندو پریشد نے اس تحریک میں آگے بڑھ کر کردار ادا کیا، شروع کر دیا اور سادھو سنتوں کو پیش پیش کر کے اسے دھارمک آندولن کا چولا پہنا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوؤں کا بہت بڑا طبقہ ان کی گمراہ کن چالوں میں پھنس گیا۔ نہ صرف جاہل اور کم تعلیم یافتہ ہندو اس آندولن میں شریک ہو گئے بلکہ وہ تعلیم یافتہ طبقہ بھی جسکا ذہن فرقہ واریت کے زہر میں بجھا ہوا تھا، اس گمراہ کن آندولن کا ایک حصہ بن گیا جس کے سبب مسلم دشمن تحریک کو زبردست طاقت حاصل ہو گئی اور بالآخر ان جنونیوں نے صدیوں پرانی بابری مسجد کو اپنی افرادی قوت کے نشے میں ڈوب کر منہدم کر دیا اور اس کی جگہ پر رام مندر کا آدھا ادھورا ڈھانچہ کھڑا کر دیا۔

اس گھناؤنے جرم کے لئے صرف ہندوتو کی طاقتیں ہی ذمہ دار ہیں ایسا نہیں ہے بابری مسجد کے اندر مورتیوں کے نصب کرنے سے لیکر، اس کو مقفل کرنے، تالا کھول کر اس میں پوجا پاٹ کی اجازت دینے، رتھ یاترا نکالنے، شلا یاترا نکالنے، شلا پوجن کرانے، بابری مسجد کو منہدم کرنے، اس کی جگہ پر رام مندر کا ڈھانچہ کھڑا کرنے اور پھر اس میں درشن کی اجازت دینے تک کے پورے گھناؤنے کھیل میں کانگریس کی حکومتیں برابر کی شریک رہی ہیں۔ کانگریسی لیڈروں

نے ان ناپاک کارروائیوں کے لئے فضا ہموار کی، اس کی زمین تیار کی اور انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور رول ادا کیا۔ پنڈت نہرو سے لیکر اندرا گاندھی، راجیو گاندھی، نرسمہا راؤ تک سب کا یکساں کردار رہا اور سب نے ہندوازم کی طاقتوں کو اپنے اپنے انداز میں تقویت بخشی۔ وی پی سنگھ اور چندر شیکھر کی حکومتیں بھی دودھ کی دھلی ہوئی نہیں تھیں۔ ان کی حکومتوں نے بھی ملک دشمن طاقتوں کو تقویت بخشنے اور خطرناک کارروائیوں کو آگے بڑھانے میں معاونت کی۔

اس طرح ایک طویل عرصہ تک تباہی و بربادی کی جو تخم ریزی کی گئی تھی اب وہ پودا تناور درخت بن گیا ہے۔ جو زہریلے بیج بوئے گئے تھے ان کی فصل نہ صرف تیار ہو گئی ہے بلکہ فرقہ پرست عناصر اسے کاٹ رہے ہیں۔ فرقہ واریت اور دھارمک جنون کی جو مسموم ہوا چلی تھی وہ اب ایک بھیانک آندھی کی شکل اختیار کر گئی ہے اور اس ہلاکت خیز آندھی نے انصاف و قانون اور امن و آشتی کی تمامتر فلک بوس عمارتوں کو زمیں بوس کر دیا ہے۔ نفرت و تشدد کے جس بخار میں لوگوں کو مبتلا کیا گیا اس کی تپش پورا ملک نہ صرف محسوس کر رہا ہے بلکہ اب اس میں جل بھی رہا ہے۔

۶ دسمبر کو ہندوتو کا جنون اپنے شباب پر پہنچ گیا اور بابری مسجد کو منہدم کرنے کے بعد فسطائی ٹولے نے ملک گیر پیمانے پر جشن فتح منانا شروع کر دیا۔ اور جس طرح فاتح حکمراں اپنے مفتوحوں کو تہہ تیغ کر کے اور ان پر مظالم کے پہاڑ توڑ کر اپنی کامیابی و کامرانی کے جشن منایا کرتے تھے، اسی طرح فرقہ پرستوں نے اپنا جشن منایا اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں گاجر مولی کی مانند کاٹ ڈالا گیا۔ فرقہ واریت کا زہر پورے ملک کی نس نس میں اس قدر سرایت کر گیا ہے کہ حکومت کی مشینری اور امن و قانون نافذ کرنے کے ادارے بھی اس جشنِ کامیابی میں شریک ہو گئے اور چن چن کر مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور ان کے خون سے پیاس بجھائی گئی۔ یہ سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے بلکہ جاری ہے اور قوی اندیشہ ہے کہ یہ ہلاکت خیز وارداتیں اب ہوتی ہی رہیں گی۔ اور قتل و غارت کا سلسلہ یونہی چلتا رہے گا۔ آثار و قرائن اس بات کی غمازی کر رہے ہیں کہ یہ تباہی و بربادی اب ہندوستان کا مقدر بن چکی ہے اور تباہی و بربادی کی

اس چکی میں مسلمانوں کو بہرحال پسنا ہے۔

مسلم دشمن عناصر کو تقویت بہم پہنچانے اور ہندوستانی مسلمانوں کو بربادی کے اس دوراہے پر لا کھڑا کرنے میں جہاں اغیار کا ہاتھ ہے وہیں اپنے کرم فرماؤں کی بھی بڑی مہربانیاں ہیں اور بڑی عنایتیں ہیں۔ وہ مسلم سیاستداں بزعم خود قائدین ملت بنے ہوئے ہیں اور جنھیں مسلمانوں کی قیادت وسیادت اور ان کی ٹھیکیداری کا دعویٰ ہے۔ انھوں نے بھی مسلمانوں کو بازارِ مصر میں فروخت کیا ہے۔ اور ان کی اونچی قیمت وصول کر کے اپنے نجی وگروہی مفادات کی حفاظت کی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک نہ بابری مسجد کی کوئی اہمیت ہے اور نہ ہی ہندوستانی مسلمانوں کی۔ البتہ ان خود ساختہ قائدینِ ملت نے بابری مسجد کو اپنی ذاتی کامیابی و کامرانی کا زینہ اور مسلمانوں کو اپنے مفادات کے تحفظ کا آلۂ کار ضرور بنایا۔ ان گمراہ کن لیڈروں نے ذاتی مفادات کو ملی مفادات پر ترجیح دی اور اکثر و بیشتر نہ صرف ملی مفادات اور مسلمانوں کے جذبات و احساسات کا سودا کیا بلکہ انھیں اپنے نجی مفادات کی قربان گاہ پر بے دریغ بھینٹ بھی چڑھا دیا۔ ۶ر دسمبر سے قبل بھی ان ناعاقبت اندیش لیڈروں نے یہی سب کیا اور ۶ر دسمبر کے بعد بھی یہی سب کر رہے ہیں۔ اتنا زبردست حادثہ ہو گیا' اتنی بھیانک تباہی مچ گئی اور اتنے مسلمان ذبح کر دئے گئے مگر ان کے کانوں پر نہ پہلے جوں رینگی تھی اور نہ اب رینگ رہی ہے' یہ اب بھی خواب خرگوش میں مبتلا ہیں اور اپنے عافیت کدوں میں سرمست وسرشار ہیں۔ آج بھی یہ لوگ اگر مظلوم مسلمانوں کی آواز بلند کرتے ہیں تو یہ دیکھ کر کہ اس سے ان کا کتنا فائدہ ہوگا اور ان کے سیاسی حجم میں کتنا اضافہ ہوگا۔ ان ناعاقبت اندیش اور ناکارہ و خود ساختہ قائدین کی غلطیوں کی سزا پہلے بھی مسلمان بھگت چکے ہیں اور آج بھی بھگت رہے ہیں۔

یہ کہنا کہ مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد نہیں ہے' وہ منتشر ہیں اور ایک پلیٹ فارم پر نہیں ہیں غلط' گمراہ کن اور بے بنیاد ہے مسلمان آج بھی متحد و متفق ہیں' ضرورت مخلص' ہمدرد' بے لوث' عاقبت اندیش اور دردمند دل رکھنے والے قائد کی ہے۔ جو آج کے مادّہ پرست دور میں عنقا ہو گیا ہے۔ آج بھی جب کہ مسلمان نام نہاد قائدین سے بارہا فریب کھا چکے ہیں اور ان کی چالوں کے شکار ہو چکے ہیں' اگر کوئی لیڈر انھیں آواز دیتا ہے اور ان کے جذبات کی جھوٹی ترجمانی کرنے کی

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

فسادزدہ شہر بھوپال

جو زخموں سے کراہ رہا ہے سسک رہا ہے

۶ دسمبر ۹۲ء بابری مسجد کی شہادت کے بعد رونما ہونے والے ہندوستان گیر پولیس ایکشن کی زد میں بھوپال شہر بھی تھا۔ جس پر حادثہ کا اتنا بڑا اثر پڑا کہ اس کے آنسو خشک ہو گئے۔ اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

بھوپال شہر میں جو کچھ میں نے عام لوگوں کی زبان سے سنا ہے "زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو" کی مصداق ہے۔ اور جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میں اس کا چشم دید گواہ ہوں کہ آخران ظالم، سنگ دل، وحشی، درندہ صفت، انسان نما درندوں نے کیا کچھ کیا ہے اور کس طرح انسانیت کو رسوا کیا ہے اور کس طرح انسانیت کی قبا کو تار تار کیا ہے، رام کے نام لیواؤں نے کس طرح رام کی آتما کو تکلیف پہونچائی ہے۔ یہ اس لکشمن کے فرضی شیدائی اور نام لیوا ہیں جس نے اپنی بھابھی کو کبھی نظر بھر کر نہیں دیکھا تھا، جس نے ایک عورت کے تقدس کا پوری زندگی خیال رکھا تھا۔ آج اسی رام اور لکشمن کے فرضی نام لیواؤں نے بھوپال کی سرزمین پر ننگ انسانیت، ننگ رام و لکشمن کا وہ ناچ ناچا ہے کہ ان کی آتمائیں بھی سسک رہی ہوں گی۔

بھوپال میں کیا کچھ نہیں ہوا۔ غریبوں کے جھونپڑے جلائے اور لوٹے گئے، پختہ مکانوں کو لوٹا گیا ان کو توڑا گیا، بی ایل ایچ کالونی میں ۴۴ مسلم ملازمین کے کوارٹروں کے سامان کو لوٹا اور جلایا گیا۔ بلڈنگوں کو ڈائنامیٹ سے پولیس کی موجودگی میں اڑایا گیا۔ ایڈوانس شہری آبادی کسیت نگر میں بنگلوں کے سامان لوٹے گئے، کھڑکیاں، دروازے توڑے گئے، بقیہ سامانوں کو جلا دیا گیا، مسجدیں مسمار کی گئیں، عورتوں کی آبروریزی کی گئی۔

ایک ماہ کے شیر خوار معصوم بچے کو اس کی ماں کی نگاہوں کے سامنے نذر آتش کیا گیا اور پھر

... آگ میں اس کی ماں کو بھی جھونک دیا گیا۔

یوں تو بھوپال کے لوگوں کی زبانی جلے، لٹے پٹے اور شکستہ مکانوں کی تعداد ۴ ہزار سے زائد ہے۔ زخمیوں کی تعداد بھی لگ بھگ ۴ ہزار ہے، شہداء کی صحیح تعداد کا ابھی تک اندازہ نہیں ہو سکا ہے۔ لیکن جن ۱۴۳ افراد کی شہادت کی تصدیق سرکاری محکمہ کر رہا ہے وہ سب کے سب پولیس کی گولیوں اور ان کی بربریت کے نشانے بنے ہیں۔ ابھی تک جلی ہوئی لاشیں دستیاب ہو رہی ہیں۔

آچاریہ نریندر راؤ نگر میں روح الامین کو انتہائی بیدردی کے ساتھ بلوائیوں نے پولیس کے تعاون سے ان کی دوکان سے گھسیٹ کر گولی کا نشانہ بنایا اور پھر ان کی نعش کو جلا دیا، اسی بستی میں ۸۰ سالہ اقبال میاں کو زندہ جلا دیا گیا ان کی ہڈیاں صرف باقی بچی ہیں۔ اسی نگر میں ایک بھاوج اور نند کو زندہ جلا دیا گیا جن کی لاشیں ایک دوسرے سے چمٹ گئی تھیں، اس طرح کے خونی درندہ صفت واقعات شہر کی مختلف بستیوں میں ہوئے۔

جماعت اسلامی بھوپال کے امیر مولانا عبدالمالک صاحب کے منجھلے اور چھوٹے فرزند کو پولیس نے گھر سے باہر گھسیٹ کر بندوق کے کندوں سے پٹائی کی اور پھر ان میں سے ایک کے پیٹ میں ۳ گولیاں پیوست کر دیں جو موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے اور دوسرے فرزند کو پیر میں گولیاں لگیں جو اسپتال میں موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ غرضیکہ اس طرح کے واقعات کی تعداد بے شمار ہے۔

گرفتاریوں کا نزلہ بھی اسی عضوِ ضعیف پر گرا ہے۔ اب تک تقریباً ۳۵ سو افراد گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ جن پر پولیس نے دفعات ۱۴۷، ۱۴۹، ۳۰۲، ۳۹۶، ۳۹۵، ۳۹۷، ۱۸۸، لگائے ہیں۔

ایڈوکیٹ سید ساجد علی صاحب اور سید انوار الحسن صاحبان سے راقم نے ملاقات کی۔ آپ اور آپ کے ہم پیشہ وکلاء گرفتار شدگان کی ضمانتیں کرانے میں خلوص نیتی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ محترم سید ساجد علی صاحب نے بتایا کہ اب تک تقریباً ۲۷ سو افراد کی ضمانتیں ہو چکی ہیں۔ محترم ایڈوکیٹ صاحب نے بتایا کہ کم از کم پانچ سو افراد ایسے ہیں کہ جن پر پولیس نے مختلف

تھانوں سے ۱۸ سے لیکر ۲۰ دفعات لگائے ہیں ہم یہ سوچ کر حیران ہیں کہ یہ غریب لوگ کس طرح اپنے مقدمات کی پیروی کریں گے۔

پولیس نے گرفتاریوں کا سلسلہ آج بھی جاری رکھا ہے۔ اور گرفتار شدگان سے حسب حیثیت دس دس ہزار، پانچ پانچ ہزار اور دو دو ہزار کی رقمیں رشوت لے کر ان کو تھانوں سے رہا کر رہی ہے۔ لوٹ مار سے ان کی ہوس کی آگ نہ بجھ سکی تو یہ حربہ اپنایا ہے۔

زخمیوں کا علاج معالجہ ڈاکٹروں کی جو ٹیمیں کر رہی ہیں ان میں سے ایک ٹیم کے رہبر جناب ڈاکٹر مبارک علی صاحب سے راقم نے ملاقات کی انھوں نے بتایا کہ میرے زیر علاج تقریباً ۲ ہزار زخمی اور موسمی بیماریوں کے مریض ہیں۔

اب میں ان جگہوں کے نام جہاں مکانات، جھونپڑے اور بنگلے جلائے توڑے اور گرائے گئے ہیں جن کا سروے میں نے مسلم نمائندہ کمیٹی بھوپال کے ذمہ داروں اور ورکروں کے ساتھ کیا ہے درج ذیل کر رہا ہوں۔ مسلم نمائندہ کمیٹی کے جن ممبران اور ورکرس نے ان جگہوں کے سروے میں میری اور میرے رفیق حاجی محمد ایوب خاں کی رہنمائی کی اور ساتھ رہے ہیں وہ یہ ہیں:

(۱) اختر سعید صدیقی صاحب (۲) عزیز احمد قریشی صاحب (۳) ایاز قمر صاحب (۴) ڈاکٹر مبارک علی صاحب (۵) مسعود احمد خاں صاحب (۶) وفا صدیقی صاحب (۷) عبدالرؤف خاں صاحب (نائب صدر مسلم نمائندہ کمیٹی) (۸) محمد رضا خاں صاحب سکریٹری مسلم نمائندہ کمیٹی) (۹) محمد نسیم انصاری صاحب (۱۰) اظہر علی عرف حسین میاں صاحب (۱۱) عبدالرزاق خاں انسٹرکٹر منشی محمد حسین خاں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ بھوپال۔

مندرجہ بالا افراد کا تعلق بھوپال کے مختلف دینی و سیاسی مکاتیب فکر سے ہے جو مشترکہ طور پر مسلم نمائندہ کمیٹی بھوپال کے بینر کے تحت ریلیف کا کام کر رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ اپنے چار روزہ دورہ میں ہم فساد زدہ بھوپال کے صرف نصف حصہ ہی کا مشاہدہ کر سکے ہیں، جس کی ایک مختصر سی رپورٹ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔ باقی کے بارے میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۱) ۳۰ مقامات پر ۴۰۴ گھروں کو جلایا اور توڑا گیا۔

۲:- ۱۱ مقامات پر ۵۶۲ گھروں کے سامان کو جلایا اور لوٹا گیا۔
۳:- ۹۷ دوکانیں خاکستر ہوگئیں جن کا میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا۔
۴:- ۱۹ مقامات پر ۱۷۲ مسلمانوں کا قتلِ عام ہوا اور انھیں زندہ جلایا گیا
۵:- ۳ مساجد مسمار کردی گئیں
۶:- ۳ مساجد کو نقصان پہنچایا گیا۔

تفصیلی معلومات کے لئے ذیل کے فون اور پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

بھوپال میں اس پتہ پر رابطہ کریں:

مسلم نمائندہ کمیٹی (رجسٹرڈ) بھوپال۔ رجسٹریشن نمبر ۱۴۸۵۳

فون نمبر ۷۵۱۵۱ وقت: صبح ۱۰ سے ۴ تک

فون نمبر ۷۴۲۱۶ (مسعود احمد خاں) شام چار سے رات گئے تک صبح ۸ بجے تک

فون نمبر ۵۴۵۲۳۹ بینک آفس اوقات

فقط عطاء اللہ خاں

امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

رہائش ۱۳۵۶ شیخ کالونی رسول آباد کھاڑی پار بھیونڈی تھانہ (مہاراشٹر) ●

بقیہ: جدہ کانفرنس

اس کے انتظامات کو نگاہ میں رکھا اور بوسنیا کے صدر علی عزت کے ہمراہ کانفرنس میں تشریف لائے اور موثر خطاب کیا۔ شاہ فہد بن عبدالعزیز نے اپنے تاریخی خطاب میں بوسنیا کے لئے ہتھیار کی فراہمی پر زور دیا۔ انھوں نے مزید کہا کہ امتِ مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہے کہ وہ اپنے مظلوم بھائیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کا سدّباب کرے، ظالم کا ہاتھ پکڑے اور مظلوم کی مدد اور دلجوئی کرے۔ انھوں نے بوسنیا کے علاوہ صومالیہ، فلسطین اور دیگر علاقوں میں ستائے جانے والے مسلمانوں کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کا مکمل یقین دلایا۔

اس عظیم کانفرنس کے انعقاد سے ساری دنیا میں یہ امر واضح کردیا گیا کہ امت میں لاکھ اختلاف سہی لیکن جب اغیار کی جانب سے امت کے افراد ستائے جارہے ہوں تو یہ امت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتی ہے۔ وللہ الحمد۔ ●

مولانا عبدالوہاب خلجی
ناظم اعلیٰ جمعیۃ اہلحدیث ہند کا
بمبئی کے فساد زدہ علاقوں کا دورہ

دھلی ۱۹ر جنوری ۹۳ء مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے سکریٹری جنرل مولانا عبدالوہاب خلجی نے کہا ہے کہ اس ماہ کے شروع میں بمبئی میں دوبارہ بھڑکنے والی تشدد کی لہر مسلم کشی کی منظم سازش اور سوچی سمجھی اسکیم کا نتیجہ ہے جس میں ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو تلواروں اور چھروں سے ذبح کر دیا گیا اور باقاعدہ مسلمانوں کے مکانوں دکانوں اور تجارتی مراکز کو لوٹا اور جلایا گیا۔ اور آج بھی مسلمانوں کو ڈرایا، دھمکایا اور خوفزدہ کیا جا رہا ہے۔

مولانا عبدالوہاب نے گذشتہ ہفتہ و اتوار کے دن مسلم پرسنل لاء بورڈ کے وفد کے ہمراہ جس میں مولانا سید کلب صادق نائب صدر بورڈ جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ ایم پی کے علاوہ بمبئی سے عبدالستار، شیخ اسلم اسماعیل، مفتی عبدالرحمان ملی اور مولانا ظل الرحمان شامل تھے۔ بمبئی کے متعدد متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور متاثرین کی روئدادِ غم سنی، سیکڑوں افراد، عورتوں اور بچوں سے ملاقات کی اور پناہ گزین کیمپوں کا دورہ کیا۔ سب کے بیانات مشترکہ تھے اور ہر جگہ ایک طرح کی وارداتیں ہوئیں۔ شیوسینا کے غنڈے تلواروں اور چھروں سے حملہ کرکے قتل و غارتگری مچاتے رہے، جو لوگ کسی طرح بچ جاتے تو وہ پولیس کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے۔

مولانا عبدالوہاب خلجی نے کہا کہ وزیر اعظم کے دفتر کی جانب سے ہدایات کے باوجود وفد کو ہفتہ کے روز کرفیو زدہ علاقوں کا دورہ کرنے سے روک دیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ ہفتہ و اتوار کی درمیانی شب میں ۲/۱ ۲ بجے بیسیوں بے گناہ مسلم نوجوانوں کو گھروں سے زبردستی نکال کر باندرہ کے لکی ہوٹل کے سامنے پولیس نے جس بے رحمی اور سفاکی سے مارا وہ ایک

بھیانک منظر تھا جسے میں نے خود دیکھا۔ پولیس گھروں میں گھس کر لاٹھیوں، جوتوں کی ایڑیوں اور بندوق کے کندوں سے نہ صرف مارتے رہے بلکہ زمین پر لٹا کر ان پر چلتے رہے۔

مسلم پرسنل لا کے وفد کو روئداد سناتے ہوئے لوگوں نے اس بات کا بھی احساس ظاہر کیا کہ جمعہ کے دن وزیر اعظم کے دورۂ بمبئی کے دوران وزیر اعظم کو جانبدارانہ رپورٹ دی گئی اور انھیں عوام سے رابطہ نہیں قائم کرنے دیا گیا جس سے صحیح صورت حال کا اندازہ ہو سکتا اربوں روپے کے جانی و مالی نقصانات کے سامنے ایک کروڑ روپے کا اعلان وزیر اعظم کی جانب سے ایک مذاق ہے۔

بمبئی کے باشندگان نے اتنی تباہی و بربادی کبھی نہیں دیکھی اور یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ ریاستی و مرکزی حکومتیں آج بھی فسادیوں کے سامنے ناکام ہیں اور ظالم کھلے عام گھوم رہے ہیں۔ حالات آج تک خطرناک اور بیحد غیر یقینی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ قانون اور انتظامیہ بالکل مفلوج ہو چکے ہیں۔ اگر نہیں تو بے قصور مسلمانوں کو حراست میں اور شیو سینا کے اقبالی مفسدوں کو کھلا چھوڑ دینے کے کیا معنیٰ ہیں؟

ارکانِ وفد نے بمبئی کے معززین جناب آمین کھیڈوائی، مولانا مختار احمد ندوی، ضیاء الدین بخاری، یوسف خاں، ذکاء اللہ ذکا، غلام محمود بنات والا، ڈاکٹر عبد الکریم نائک وغیرہم کے علاوہ سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ سے بھی ملاقات کی اور مہاراشٹر سیکریٹریٹ کے سامنے مسٹر سنیل دت کے مقامِ احتجاج پر بھی گئے۔ ●●

ص۴۲ کا بقیہ

MIDC (مہاراشٹر انڈسٹرل ڈیولپمنٹ کارپوریشن) ملاڈ، کاندی ولی، بوری ولی، دیونار، گھاٹ کوپر، پنت نگر، کھیرواڑی، وکھرولی، بھانڈوپ، کالا چوکی، ڈونگری، باکیدھونی، بھوئیواڑی، لنکنگ روڈ، باندرہ، اندھیری (ایسٹ)، اندھیری (ویسٹ) قتل و غارت گری۔

جے جے اسپتال (۲۰۰ اموات) کوپر (۳۰۰) راجواڑی گھاٹ کوپر (۱۲۰) سائن (۲۱) کے ای ایم (۱۰۰) اور شہر کے میونسپلٹی کے علاقہ میں اسپتالوں میں لاتعداد نعشیں —— پھر گٹر نالے کھاڑیاں، سڑکوں پر اور گلیوں میں تقریباً ۲۵۰۰ سے ۳۵۰۰ اموات —— ۱۰۰۰۰ زخمی۔ ●

عروس البلاد بمبئی میں فسادات کے ۹ دن کے

کچھ اہم واقعات

محمد اسلم اسمٰعیل انگر پور

جوگیشوری

(شمالی بمبئی کا نواحی علاقہ: راقم کی رہائش سے ۱½ کلومیٹر کے فاصلے پر) ہندو غنڈوں نے جمعرات کی شب میں تقریباً ۱۱ افراد کو ایک ہی چال میں زندہ جلا ڈالا۔

ماہم

بس ڈپو کے عقب میں فشرمین کالونی سے پولیس والوں کے غنڈے رشتہ داروں نے "اندرا نگر" کی مسلم بستی پر حملہ کیا (شب ۹-۳۰) یہ علاقہ بمبئی کا سب سے بڑا پولیس کوارٹر ہے۔ ایک روز پہلے شیو سینا کی میٹنگ میں حملے کا منصوبہ منظور — حملہ آوروں میں "ریپبلکن پارٹی" کے ایک رکن کا قاتل پولیس مین (جو اس وقت معطل ہے) بھی شریک ——— انھیں غنڈوں نے چند روز پہلے "ماہم کلاتھ مارکیٹ" بھی نئے سال پر لوٹ لیا تھا —— رضوان نامی نوجوان شدید زخمی —— مکانات نذر آتش —— املاک لوٹ لی گئیں۔ —— ماہم ریتی بندر میں ۱۱ مسلمانوں کی بڑی کانیں لوٹ لی گئیں۔ کروڑوں کا نقصان ——— ۵ افراد ہلاک ۳۰ زخمی ——— ۴ زندہ جلا دئے گئے جو ۵ میں شامل ہیں۔

قتل و غارت گری کے لئے مسلمانوں کے ناموں کی فہرست ایک روز پہلے شیو سینکوں کو تقسیم کی گئی تھی۔ مہاراشٹر کی قانون ساز اسمبلی میں حزب مخالف کے لیڈر "پرمود نولکر" کا بیان: عام فساد میں ہمارے ہی لوگ شامل تھے —— شیو سینا پرمکھ کا بیان (جو بعد میں دیا گیا) لوگوں کو سبق مل گیا ہے۔

گورے گاؤں ویسٹ

ایم بی روڈ پر مسلمانوں کی دوکانوں کو لوٹ لیا گیا ابرار اسٹور — امپائر الیکٹرانکس —— اور گلبرگہ واچ کمپنی بھی

لوٹ لی گئیں ـــــ پولیس کا پنچ نامہ لکھنے سے انکار۔

ملاڈ مالونی کالونی میں مسلمانوں کے گودام نذر آتش بیکریاں لوٹ کر جلادی گئیں "فہیمس نمبر مارٹ" جلادیا گیا علاقہ کے مسلم کارپوریٹر فاروق علی شیخ کے مکان پر قاتلانہ حملہ ـــــ گھاٹ کوپر پارک سائیڈ کی مسجد نذر آتش۔ ـــــ امرت نگر کی کثیر منزلہ عمارت کے مکینوں نے چشم دید نظارہ کیا۔ سبھاش نگر، سنجو کالونی حسن ٹیکری، ایرانی چال، چار نل، بوری چال، شاستری کالونی، واکولہ، پربھات کالونی، اجاکو کلب نہرو نگر، نرمل نگر، مسلمانوں پر حملے ـــــ مکانات لوٹ لئے گئے ـــ دوکانیں نذر آتش ـــــ وکرولی (پرانتی مہرہ نے) خود لاشیں دیکھیں ـــــ بھانڈوپ پٹھان کالونی کی مسجد پر آتشیں گولے پھینکے گئے، جو مسجد تک نہیں پہونچے۔ پڑوس میں سیٹھ چال میں مسلم گھر پر گرے ـــــ محمد یوسف قاسم شدید زخمی۔

وسطی بمبئی ورلی میں لوگرو یمینگ اسٹیشن سے ۵ مسخ شدہ لاشیں برآمد ـــــ بمبئی سینٹرل کے قریب، مسلمان لڑکے حملوں میں زخمی ـــــ ایک کے گردے میں گولی لگی ـــــ سبھی نائر اسپتال میں زیر علاج

اسلفا نگر (گھاٹ کوپر) زبیدہ (۴۵ سالہ) زوجہ محمد بشیر گذدر کو گھر میں گھس کر تلوار سے قتل کر دیا گیا۔ میت کے کانوں سے زیور کھینچ لیا گیا پولیس نے معاملہ چھپانے کے لئے میت کو وہاں کے "راجہ واڑی" اسپتال میں منتقل کر دیا۔

اسی علاقہ میں "اہلحدیث مسجد" توڑ پھوڑ دی گئی ـــــ اسکوٹر پر جا رہے ایک مسلمان کو کھینچ کر زندہ جلا دیا گیا۔ اور اس کے ہمراہ اسکوٹر پر سوار مسلم عورت کو چاقوؤں سے گود کر کے مار ڈالا ـــــ

کھیرانی روڈ ساکی ناکہ پائپ روڈ جو یو وائی لیگ کی طرف والے راستے سے اسٹیٹ بنک آف انڈیا سے داہنی طرف کو مڑتا ہے، وہاں مسلمانوں کی دو کالونی اور فیکٹریوں پر حملے ـــــ

دھاراوی ٹرانذٹ کیمپ میں محمد سالم اور سلیمہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ دونوں زیر علاج ہیں۔

انتاپ ہل شیخ مصری کی درگاہ وخانقاہ اور شیعہ حضرات کے سینی ٹوریم کے قریب پرتیکشا نگر، ہمت نگر، دین بندھو نگر، جنگل واڑی،
ساٹ پان روڈ، کولی واڑہ چرچ اور بنگال پورہ میں مکانات دوکانیں لوٹ لی گئیں۔
پرتیکشا نگر مین روڈ کے قریب ماروتی سے تین راہگیروں کو نکالکر زندہ جلا دیا گیا۔
باندرہ وبہرام پاڑہ میں نماز جمعہ پڑھ کر لوٹ رہے نہتے مسلمانوں پر پولیس فائرنگ —
آرے ملک کالونی کے پھاٹک پر، پرانی مسجد پر اور ہاؤسنگ بورڈ کی مسجد پر بموں سے حملے — ۲۰ افراد ہلاک ۱۰۰ سے زائد زخمی — باندرہ (ایسٹ) کی جھونپڑ پٹی میں ۳ مسلمانوں کی اموات — شاستا کروز، ولے پارلے، گولی بار واکولہ، اندھیری (ایسٹ) اور اندھیری (ویسٹ) میں ہجوم کے حملے — اپنا بازار (اندھیری ویسٹ) پٹرول پمپ کے سامنے سہکار نگر میں مسلم خاندانوں کے فلیٹ لوٹ لئے گئے — تین افراد ہلاک — قلابہ، کف مریڈ اور ٹرانزٹ کیمپ سے مسلمانوں کا انخلا۔ ان کے سامان لوٹ لئے گئے — BEST بسیں اور ویسٹرن اور سینٹرل ریلوے مفلوج — تقریبا ایک لاکھ سے زائد لوگ لٹے پٹے حال میں بمبئی سے نکلے۔

ورلی: "اردو ٹائمز" کے فاروق انصاری، سمیع سلیم کے گھروں پر حملے۔

ٹھاکر دوار: "اردو بلٹز" کے ایڈیٹر ہارون رشید کے مکان پر حملہ۔

ماہم: "الصامت" انٹرنیشنل (مالک غلام محمد باندرہ ویسٹ) کا آفس، ایر کنڈیشنر کمپیوٹر، فرنیچر اور پاسپورٹ وغیرہ نذر آتش۔

بمبئی سینٹرل: آشیانہ اپارٹمنٹ پر حملہ — کاشی ناتھ دھرو روڈ دکیرتی کالم کے پاس درگاہ پر حملہ۔

تھانہ: میں ایک مسجد نذر آتش

کھار: اسٹیشن ہرفٹ برج پر راہگیروں پر حملہ

حاجی علی: ہرا ینڈ بلڈنگ کی مسلمانوں کی دوکانیں لوٹ لی گئیں۔

کرلا: تکیہ ولا نذر آتش۔

گوونڈی:- بیگن واڑی متعدد کاریں، آٹو رکشا زجلا دیئے گئے۔

گورگام:- نہرو نگر

دھاراوی:- چمڑا مارکیٹ، کارپوریٹر، MLA کی قیادت میں لوٹ لیا گیا متعدد اموات۔ PBH MILLS — SLUM (سلم کالونی) تقریباً ۵ مسلم مرد عورتیں بچے بوڑھے اپنے مکانوں سے بے دخل۔ مکان لوٹ لئے گئے۔ گام دیوی پولیس اسٹیشن نے انھیں فرار ہونے میں مدد دی مگر سیکڑوں کی بھیڑ انھیں پوری رات ڈھونڈھتی رہی... پولیس نے ہجوم پر فائرنگ کی۔

چوربازار: ڈونگری میں لوٹ مار

دادر: دادر کی وسنت وہار میں واقع داؤ دشوز اور ملاڈ میں شنکر مندر کے سامنے واقع داؤ دشوز لوٹ لئے گئے۔

رام نگر، جنجول بندر، لنکنگ روڈ، لبرٹی گارڈن، بھنڈر، ڈوبھی والے، میرا باشی، کاشی میرا، دہیسر میں ہزاروں مسلمانوں کی کروڑوں کی املاک لوٹ لی گئیں مکانات نذر آتش۔ ماہم چرچ کے سامنے مسلمانوں کے بھنگار نذر آتش ــــ ۵۰ کروڑ کی لکڑی خاکستر (اتنی لکڑی بھنگار مالک کے مطابق ۸۰۰۰ ایکڑ جنگل کاٹنے سے ہی مل سکتی ہے۔

امرھند: کے پاس مسلمانوں کی ٹیکسیاں نذر آتش۔ **دادر** میں ۳ مسلمانوں کو گولی ماردی گئی۔

امبادیوی، گول دیول، مہالکشمی ریس کورس پر زینتھ سٹیل گیٹر منزلہ مسلمان کی فیکٹری نذر آتش ۔ ۳۰ کروڑ کا نقصان۔

قلابہ سے مکنڈ اور ترین پائنٹ سے دہیسر تک لوٹ مار، آگ زنی۔ چاقو، چاپڑ، تلوار اور بندوق سے مسلمانوں پر حملے۔ عورتوں کی عصمت دری اور قتلِ عام۔

جوگیشوری:- کم وبیش ۵۰ لوگ نذر آتش۔

کوارٹرس کالونی، پریم نگر، گفار وڈ، باندرہ پلاٹس، میگھ واڑی، سنجے گاندھی نگر میں لوٹ مار، آگ زنی۔ سونی الیکٹرانک، مختار سروس (سبھی مسلمانوں کی) مع دس دوسری مسلم دکانوں کو لوٹ لیا گیا۔ ٹی وی اور وی سی آر لوٹے گئے پھر نذر آتش۔

دوپہر شام شہر میں بروز اتوار ۱۰/۱/۹۳ ، اسسٹنٹ پولیس کمشنر خان نے دو غنڈوں کو حراست میں لیا ــــ ہزاروں لوگ اس کے احتجاج میں امڈ پڑے۔ پولیس کو بھاگنا پڑا ــــ اسی روز CM کی راج بھون کی میٹنگ میں ایک پولیس آفیسر کا سنسنی خیز انکشاف "سیاسی پشت پناہی" کا اعتراف!

شیوسینا کے ایم ایل اے مدھوکر سرپوتدار کو، غنڈوں کے ہمراہ ملٹری کے افسر نے گرفتار کیا۔ ہتھیار ریوالور برآمد۔ انسپکٹر نے MPD کھانولکر کو نرمل نگر پولیس اسٹیشن میں رسید لیکر حوالہ کیا۔ تھوڑی دیر میں ہائر کوارٹر سے Order آنے پر رہا کر دیا۔ ہوم منسٹر بین راؤ پاٹل کہتا ہے کہ مجھے نہیں معلوم۔ CM کہتا ہے please give me some time اور بمبئی کا پولیس کمشنر کہتا ہے "فوج نے کسی کو نہیں پکڑا۔"

ہندوؤں کی مہا آرتی کی وجہ سے مسلمانوں کی نماز جمعہ میں باہر نماز پر روک لگانے کی سازش ــــ جبکہ تقسیم ملک کے بعد سے "مسجد" بنانے پر پابندی ــــ مبرا میں ۲ لاکھ مسلمان (صرف چپکے چپکے بنائی گئی پانچ مساجد) نمازیوں پر حملے۔ تاڑدیو تلسی واڑی علاقہ میں فساد کی سرغنہ وارڈ ۲۷ کی کانگریسی نیتا شانتا بین آر بیریا (۳۱ سال) پولیس گولی سے زخمی۔ جس کو اسپتال (واقع پیڈر روڈ) نے داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ نائر اسپتال، بمبئی سینٹرل پر ۱۲ جنوری کو دوپہر میں دم توڑ دیا۔

بمبئی سینٹرل کے عقب میں واقع مدنپورہ میں نصف درجن راحت کیمپ ۲۱ ہزار افراد جوان لڑکیاں، بچے، بوڑھے، پولیس کی گولیوں سے زخمی مسلمان مرد عورتیں۔ مجگاؤں کی ہاؤسنگ سوسائٹی سے ۱۲۰۰ افراد اپنے فلیٹ اور مکانوں سے بے دخل۔ (اس وقت کلیئر روڈ بھائیکلہ ناگپاڑہ کے بیچ) ایک سوسائٹی میں پناہ گزین۔

ورلی کے پریم نگر سے لٹے پٹے آئے ہوئے مسلمانوں سے ولبھ بھائی پٹیل اسٹیڈیم بھر گیا ہے۔ امام باڑہ کی ۸ چالوں کے ۲۰۰ مسلمان، بھائیکلہ ۶۰۰ بمبئی سینٹرل کے قریب کیمپوں میں آہ و بکا "شوہر لاپتہ" پولیس فائرنگ میں ہلاک۔ امام باڑہ کی عورت کا جوان لڑکا نماز پڑھ رہا تھا۔ پولس آئی، پکڑ کر لے گئی۔ ایسے ہزاروں مسلمان جیلوں میں بند، مردل ناکہ، اوشی واڑہ (باقی ص۱۲۳ پر)

دیوار پوچھتی ہے کہ سایہ کدھر گیا

(اجودھیا کے المیہ پر)

ڈاکٹر ابو الحیات اشرف دہلوی

۴۶۴ برس پرانی بابری مسجد ۶ دسمبر ۹۲ء کو شہید کر دی گئی۔ رام کے نام نہاد بھگتوں نے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور امن و آشتی اور انسانیت کا سبق سکھانے والی اپنی ہندو روایات کو داغدار بنا دیا۔ یہ دلدوز حادثہ مجموعی طور پر تلخ، افسوسناک اور قابلِ ملامت ہے۔ ملک اور حکومت وقت کے لئے شرمناک ہے اور بھارت میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی کارروائیوں میں ایک نیا اضافہ ہے۔

ابتدا ہی سے مسلمانوں کے جگر و گوشہ پر طرح طرح کے حملے ہوتے رہے ہیں۔ اسلام کی ابدی قدروں کو مٹانے کے لئے اور حق و صداقت کی آواز کو دبانے کے لئے نئے نئے طریقے آزمائے جاتے رہے ہیں۔ کبھی وہ بنیاد پرست کہے گئے اور کبھی تنگ نظر، جھگڑالو، گندے، جنس زدہ اور فسادی جیسے الفاظ سے یاد کئے گئے ہیں۔ یہ خصوصیات مسلمانوں کی ہیں کہ وہ محرومی، ناامیدی اور نامساعد حالات میں بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑتے اور ہر پرآشوب حادثہ پر امید کا دیا جلاتے ہیں۔ اپنے لئے نئی نئی راہیں تلاش کرتے ہیں محنت اور جدوجہد سے مسرت و شادمانی کا گھروندہ تعمیر کرتے ہیں۔ اپنی خوشی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں اپنے غموں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔ صرف اپنے گھروں کو منور نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے گھروں کو بھی روشن کرتے ہیں صرف اپنے اجسام و اذہان کو پاکیزہ نہیں رکھتے بلکہ دوسروں کو بھی پاکیزہ رہنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اپنی ہی ذات تک امن پسند نہیں ہوتے بلکہ پوری سماج کو امن پسند بناتے ہیں۔

انسان کسی بھی عقیدہ اور مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا ہو، فطری طور پر خیر پسند ہوتا ہے۔ انسانیت کا پہلو خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو، اس کے دل و دماغ کے کسی نہ کسی گوشہ میں چھپا

رہتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ بابری مسجد کا ڈھانچہ مسجد تھا یا مندر، بہرحال آثار قدیمہ کا عظیم ورثہ تھا اور فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ آج کی مہذب دنیا میں آثار قدیمہ کے ہر ذرہ اور اس کے ہر حصہ کی ویسی ہی حفاظت کی جاتی ہے جیسے کسی انمول خزانہ کی لیکن ایسا لگتا ہے کہ مادرِ وطن کے مخصوص افراد اور جماعتوں کے دل خیر کی فطری نعمت سے محروم ہوچکے تھے اور اسی لئے آثار قدیمہ کے ایک نمونہ کو شہید کرنے میں تن من دھن سے آگے آگے رہے۔ بابری مسجد کی شہادت کے پیچھے کیا وجوہات اور محرکات تھیں، اجمالی طور پر قلم زد کیا جاتا ہے۔

بابری مسجد کی شہادت کے سماجی اسباب

قدیم ترین زمانے سے مہذب اور وحشی اقوام کم و بیش دونوں ہی نسل، زبان اور رنگ کے تعصب میں مبتلا رہی ہیں۔ انسانیت کو نظرانداز کرکے اپنی ہی نسل اور زبان کے بولنے والوں کو اپنا سمجھا ہے اور دوسرے رنگ و نسل سے تعلق رکھنے والوں کو غیر قرار دیا ہے۔ تاریخ میں کبھی ایک خاص خطہ سے تعلق رکھنے کی بنا پر ان کے خلاف علاقائی و قومی عصبیت کی دیوار کھڑی کی گئی ہے۔ اور کبھی کسی خاص زبان، قبیلہ، نسل یا خاندان میں پیدا ہونے کی بنا پر ان کے ساتھ امتیاز برتا گیا ہے۔ اس عصبیت نے انسانی تعلقات میں اونچ نیچ، برتر و کمتر اور اعلیٰ و ادنیٰ کے تصورات کو جنم دیا۔ اپنوں سے محبت و انسیت کو اختیار کیا گیا اور غیروں سے نفرت و عداوت کو ہوا دی گئی۔ یہودیوں نے اسی نسلی برتری کے احساس میں اپنے کو "اللہ کا برگزیدہ" ٹھہرایا اور غیر یہودیوں کے حقوق و مراعات کو کمتر رکھا۔ نازی جرمنی کے نسلی فلسفہ نے جنگِ عظیم کی شکل میں کیا کیا تباہیاں نہ مچائیں۔ شمالی امریکہ کے مقامی باشندوں ریڈ انڈین نسل کے خلاف، یورپ کے لوگوں نے کیا کیا ستم نہ ڈھائے اور اسی نسلی گمراہی نے خود بھارت میں "برہمن ورن" اور "داس ورن" کو جنم دیا۔ شودر ناپاک اور نیچ قرار دئے گئے۔ اور آج بھی علمی تہذیبی اور اسلامی اثرات کے باوجود، اعلیٰ و ادنیٰ کا تصور کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ آریہ جب فاتح کی حیثیت سے بھارت آئے تو سماج دو حصوں میں منقسم ہوگیا، آریہ فاتحین کا اور ہندوستانی مفتوحین کا۔ آریہ اقلیت میں ہونے کے باوجود فاتح

سکھے۔ گورے رنگ، اچھی صحت اور خوبصورت ناک نقشے کے تھے۔ مقامی باشندے مہذب اور محنتی ہونے کے باوجود "مفتوحین" تھے۔ اسی لئے آریوں نے مفتوحین پر اپنی نسلی برتری کا اظہار کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان کا سماج پیشوں کے اعتبار سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک طبقہ حکمرانوں اور جنگجو لوگوں کا، دوسرا پروہتوں اور عابدوں کا اور تیسرا کسانوں اور تاجروں کا۔ رگ وید کے مناجاتوں میں سماجی طبقوں کی تمثیل اس طرح ہے کہ جب دیوتاؤں نے "پرش سنگھ" (آدم) کو مختلف حصوں میں بانٹا تو برہمن اس کا منہ بن گئے، چھتری اس کی باہیں، ویشی اس کی ٹانگیں اور شودر اس کے پاؤں۔ اس مجازی تمثیل سے ان چاروں ذاتوں کے کاموں کی تقسیم ہو گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان چاروں ذاتوں میں تفریق کی شدت پیدا ہوئی۔ پیشے تقسیم ہو گئے اور طبقات بٹ گئے۔ قدیم بھارت میں ذاتوں کا نظام اس شدت سے رائج ہوا اور سماجی عدم مساوات نے اتنا زور پکڑا کہ آج تک یہ مرض [illegible] میں بھی پایا جاتا۔ ان ذاتوں میں شودر سب سے زیادہ بدقسمت رہے جن کے لئے ویدوں کا پڑھنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ ان کے لئے مُردوں کو جلانے کی ممانعت کر دی گئی۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، شادی بیاہ یہاں تک کہ ان کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا بھی بند کر دیا گیا۔ اور ان کا سایہ بھی ناپاک قرار دے دیا گیا۔ نئے نئے پیشوں کے ساتھ سیکڑوں نئی نئی ذاتیں وجود میں آ گئیں۔ ذات پات کی اس تفریق سے بھارت کے باہر کا ہر فرد "ملیچھ" کہلانے لگا۔ ذات پات کی تفریق نے قانون سازی کو بھی متاثر کیا۔ بعض ذاتوں کو زیادہ مراعات دی گئیں اور بعض کو کم۔ بعضوں کو قانونی تحفظ دیا گیا اور بعض کو بنیادی انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیا گیا۔

۷۱۱ عیسوی میں محمد بن قاسم اسلام کی روشنی لیکر بھارت آئے۔ انھوں نے توحید اور انسانی مساوات کی تعلیمات لوگوں کو سکھائیں کہ دنیا کے سارے انسان ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے وجود میں آئے ہیں۔ انسان کی ساری نسلیں ایک ہی تخلیق سے ہیں جہاں کوئی تفرقہ، اونچ نیچ اور ادنیٰ و اعلیٰ کا تصور نہیں ہے۔ خاندانوں، قبیلوں اور قوموں میں تقسیم ہو جانا ایک فطری بات ہے جس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ایک نسل کے لوگ دوسروں پر اپنا تفوق

بھائیں اور اپنی ہی برادری کو ترجیحات و امتیازات دیں۔ محمد بن قاسم نے مذہبی رواداری، کے ساتھ مقامی روایات کا احترام کیا۔ اور لوگوں کی جان و مال کا تحفظ کیا۔ لیکن اسلام کی سکھائی ہوئی مساوات کی تعلیمات بھلا ذاتوں اور طبقوں میں بٹ کر رہنے والی قوم کو کیسے بھاتی۔ لہٰذا آزادی کے بعد سے ہی وہ اپنی قدیم روش پر چلی گئی جس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

اکتوبر اور نومبر ۱۹۸۹ عیسوی میں فرقہ وارانہ فسادات پھوٹ پڑے۔ جس میں ۳۰۰ معصوم مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ بھارت کے اخبارات اونچی ذاتوں کی ملکیت ہیں چنانچہ انڈین اکسپریس نے صفحۂ اول پر ۶۱۰ کالم سینٹی میٹر اور ٹائمز آف انڈیا نے صفحۂ اول پر ۵۳۶ کالم سینٹی میٹر فرقہ وارانہ فسادات کی خبروں کے لئے استعمال کئے لیکن ۱۹۹۰ عیسوی میں اونچی ذات کے طلبا نے منڈل کمیشن کی رپورٹ کے خلاف تحریک چلائی تو انڈین اکسپریس نئی دہلی نے صفحۂ اول پر ۳۲۱۱ کالم سینٹی میٹر ٹائمز آف انڈیا نئی دہلی نے صفحۂ اول پر ۴۵ [illegible] اور آخری صفحہ پر ۳۲۲۹ کالم سینٹی میٹر استعمال کئے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرقہ وارانہ فساد کے مقابلہ میں اونچی ذات کے طلبا کی تحریک پر انڈین اکسپریس نے ۸۱ر۱۲ فیصد اور ٹائمز آف انڈیا نے ۸۱ر۹ فیصد زیادہ جگہ کا استعمال کیوں کیا؟ کیا یہ اسی ذات پات کی تقسیم اور طبقاتی تفریق کا حصہ نہیں ہے ___؟

انڈیا ٹوڈے (۳۱ جنوری ۹۳ء) لکھتا ہے کہ "سنٹرل گورنمنٹ میں مسلم ملازمین کا تناسب ۴۱ر۱ فیصد ہے۔ محکمۂ تعلیم میں (ڈاکٹر گوپال سنگھ کی رپورٹ کے مطابق) مسلم ملازمین کا تناسب ۴ فیصد ہے۔ محکمۂ مالیات میں (ریزرو بینک آف انڈیا ۱۹۹۲ عیسوی کی رپورٹ کے مطابق) مسلم ملازمین کا تناسب ۶ر۵ فیصد ہے۔ پی اے سی میں مسلم تناسب ۴ فیصد ہے۔ سی آر پی ایف میں مسلم ملازمین کا تناسب ۵ر۵ فیصد ہے اور نئی تشکیل شدہ ریپڈ ایکشن فورس میں مسلم ملازمین تناسب ۶ فیصد ہے۔"

بھارت میں مسلم آبادی کا تناسب کل آبادی کا ۱۵ فیصد ہے۔ کیا مذکورہ ملازمت کا تناسب ان کی آبادی کے مقابلہ میں انصاف و مساوات پر مبنی معلوم ہوتا ہے؟

کیا ملازمتوں میں مسلم آبادی کی حق تلفی ہم وطنوں کی جانب سے تفریق و امتیاز اور برتر و کمتری کی پالیسی کا نتیجہ نہیں ہیں؟ جب مسلمانوں کا عائلی قانون ان کی نگاہوں میں کھٹکتا ہے، مسلم طرز معاشرت ان کی دھڑکنوں میں اضافہ کرتا ہے، مسلمانوں کی عبادات و معاملات، اخلاقیات و طرز فکر ان کی نیندیں حرام کرتی ہیں، پھر بھارت میں مساجد کا وجود ان کے دل و دماغ کے بخیوں کو کیسے نہ ادھیڑتا۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ مسجد اللہ کا گھر ہے جو عبادات و اسلامی امور کی انجام دہی کے لئے وقف ہے۔ اگرچہ دنیا کا چپہ چپہ مسلمانوں کے لئے قابلِ احترام ہے اور عبادت گزاری کے لئے مسجد کی طرح پاک ہے۔ لیکن جب زمین کے کسی حصہ میں ان امور کے لئے مخصوص کر دیا جاتا ہے پھر اس جگہ کا تقدس ابدی طور پر بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے دنیا کے کسی علاقہ میں مسجد کے وجود کے بغیر مسلم آبادی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا فطری طور پر مسلم آبادی مسجد کو اس روئے زمین پر اللہ کا مرکزی مقام جانتی اور مانتی ہے۔ جس سے ہر مسلم وابستہ رہتا ہے۔ ہر مسلمان توحید کا قائل ہے کہ اللہ اپنی ذات و صفات اور حقوق میں اکیلا ہے۔ روئے زمین پر توحید کا مرکزی مقام خانۂ کعبہ ہے جس کی قدر و منزلت ہر مسلمان کے ایمان کا جزء ہے۔ توحید کے مرکزی مقام کی شاخیں شہروں اور قصبوں میں جامع مساجد کی شکل میں موجود ہیں۔ جہاں مسلمان جمعہ کے دن حاضری دیتے ہیں اور وحدانیت و اجتماعیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان جامع مساجد کی شاخیں محلے، اور گاؤں میں چھوٹی چھوٹی مساجد کی شکل میں پائی جاتی ہیں جن سے علاقہ کا ہر مسلم وابستہ رہتا ہے اور ان کو اپنی عبادات و معاملات، اخلاقیات و سماجیات، روحانیات و تعلیمات کا مرکز سمجھتا ہے۔ ادائیگیِ نماز کے وقت چھوٹا بڑا مالدار، غریب، حاکم، محکوم، کالا گورا عرب، غیر عرب، سید غیر سید سب کندھے سے کندھا ملا کر صف بستہ ہوتے ہیں۔ اور اجتماعی طور پر ایک امام (روحانی لیڈر) کے پیچھے عبادت کرتے ہیں خواہ امام حقیر پیشہ سے ہی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو۔ برادرانِ وطن کے دل و دماغ قدیم ترین زمانے سے نسلی اور سماجی اونچ نیچ میں بٹے رہے ہیں۔ مختلف دیوتاؤں اور دیویوں کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھتے رہے ہیں۔ اپنی عبادت گاہوں (مندروں) میں بھی نسل کی بنیاد پر شودروں کے ساتھ عدم مساوات کا سلوک کرتے رہے

ہیں۔ بھلا ایسی قوم کو رشتہ وحدانیت و اجتماعیت، مساوات و اخوت میں جوڑنے والے مقامات (مساجد) کیسے نہ کھٹکتے۔ اس لئے انھوں نے ایک ایسی مخصوص مسجد کو شہید کیا جو اتفاق سے ایسے شہر میں آباد تھا جو ان کے لئے بھی مقدس کہلاتا ہے۔

آزاد بھارت کے آئین میں بلاتفریق مذہب وملت سب کو مساوی حقوق دیئے گئے تھے۔ طریقہ عبادت کی آزادی دی گئی تھی۔ رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور مذہب کی بنیاد پر عدم تفریق و امتیاز کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اقلیتوں کے جان ومال اور عقیدہ کے تحفظ کا یقین دلایا گیا تھا۔ لیکن آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات، ملازمتوں میں حقیر مسلم تناسب اور مساجد و قبرستانوں کی بے حرمتی سوچنے پر مجبور کرتی ہیں کہ اکثریت کے دل و دماغ میں تفریق و امتیاز کی روح آج بھی موجود ہے۔ جس کی تازہ مثال بابری مسجد کی شہادت ہے۔

بابری مسجد کی شہادت کے سیاسی اسباب

بھارت میں جمہوریت رائج ہے۔ جمہوری ممالک میں سیاسی قوت و استبداد حاصل کرنے کے لئے عوام کی مرضی اور حمایت حاصل کرنی ضروری ہے۔ برادرانِ وطن کی بعض تنظیمیں آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد ایسی کارروائیوں میں ملوث رہی ہیں کہ اکثریتی عوام بھی انھیں ناپسند کرتی ہے۔ مثلاً:

آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریزوں کے خلاف "بھارت چھوڑو اندولن" تحریک چلی تھی۔ تمام مسلمانوں اور ہندؤوں نے کندھے سے کندھا ملاکر اس تحریک میں حصہ لیا اور مادر وطن کو آزاد دیکھنے کے لئے مذہب وملت کی تمام تفریقات کو ختم کر دیا تھا لیکن اس وقت ہندو مہاسبھا کے صدر مسٹر ویر ساورکر نے نہ صرف اس تحریک کی مخالفت کی تھی بلکہ تمام ہندو تنظیموں کو انگریزی سرکار کی حمایت کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ آزادی حاصل کر لینے کے بعد وہی تنظیمیں عوام سے ووٹ حاصل کرنے کی بھیک بھلا کیسے مانگ سکتی تھیں؟ اور اپنے گھناؤنے چہروں کے ساتھ عوام کا سامنا کیسے کر سکتی تھیں؟

بھارت کی آزادی کے لئے مہاتما گاندھی نے عدم تشدد کی راہ اپنائی عیش و آرام

نے غیر ملکی حکمرانوں کو بھارت چھوڑنے پر مجبور کیا۔ آپ کی انھی خصوصیات سے آپ کو "مہاتما" اور "باپو" کہا جانے لگا۔ آزادی ملتے ہی باپو کو گولی مار دی گئی۔ ان کو مارنے والا کون تھا؟ کیا اس تنظیم کے افراد اور مہاتما گاندھی کے قاتل عوام کے سامنے ووٹ کی بھیک لینے جا سکتے تھے؟ اس طرح کی گمراہی اور فتنہ و فساد پھیلانے والی ہندو تنظیمیں اپنے نقائص اور عیوب سے خوب واقف تھیں۔ ان صلاحیتوں کے فقدان سے باخبر تھیں جو حکمرانی کے لئے ضروری ہیں۔ آزاد بھارت میں آج بھی عوام کی اکثریت خیر اندیش ہے اور امن کی خواہاں ہے۔ اس لئے جمہوری نظام میں اکثریتی عوام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے ان تنظیموں نے توڑ پھوڑ کرنے، جذبات کو بھڑکانے، ہندو روایات کو روشنی میں لانے اور ماضی کے مسلم حکمرانوں کے نشانات مٹانے کا طلسماتی نسخہ ایجاد کیا۔ جسکی ایک تازہ مثال یہ بھی ہے۔

دھلی میں حکمرانی کرنے والے تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اپنے اپنے آثار چھوڑے ہیں۔ ان کے باقیات قومی ورثہ ہیں۔ اور بیش بہا خزانہ ہیں۔ اسی لئے انگریزی سرکار نے ۱۹۰۴ عیسوی میں آثار قدیمہ کے تحفظ کا قانون بنایا تھا جو کم از کم کاغذوں پر آج بھی محفوظ ہے۔

سلطان التمش (۱۲۱۱—۱۲۳۶ عیسوی) ہندوستان کے مسلم حکمراں تھے۔ انھوں نے قطب مینار کے دامن میں، مسجد قوت الاسلام سے متصل اپنے لئے مقبرہ بنوایا تھا۔ اور شکارگاہ کا بنگلہ تعمیر کروایا تھا۔ ابھی ۸ سال پہلے تک وہاں "اہنسا ستھل" نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اب التمش کے "شکاری بنگلہ" کو گرا کر ۵ ر ۱۱ میٹر اونچی ترشنکر مہاویر کا بت نصب کر دیا گیا ہے۔ اور اس جگہ کا نام "اہنسا ستھل" رکھ دیا گیا ہے آخر کیوں؟ کیا یہ مسلم آثار مٹانے کی گھٹیا کوشش نہیں ہے؟

بھارت جغرافیائی اعتبار سے جاپان، برطانیہ، جرمنی اور فرانس کی طرح "ملک" نہیں ہے جہاں ایک نسل، ایک زبان، ایک مذہب اور ایک ہی رنگ کے لوگ آباد ہیں بلکہ یہاں مختلف نسل، رنگ، مذہب اور زبان کے لوگ آباد ہیں۔ سبھوں کی اپنی اپنی روایات ہیں۔ کسی کی بھی زبان، تاریخ اور تہذیب و ثقافت پر حملہ کرنا دوراندیشی کے خلاف ہے۔ چونکہ بھارت میں بودھوں نے ایک ہزار برس تک، مسلمانوں نے ۸۰۰ برس تک اور عیسائیوں نے ڈھائی سو

برس تک حکمرانی کی ہیں۔ لیکن پورے متحدہ بھارت پر نسل پسند ہندوؤں نے ایک دن بھی حکومت نہیں کیں۔ آزادی کے بعد اب ہندوستان میں وہ جمہوری طریقے چھوڑ کر شارٹ کٹ راستوں سے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔ اسکے لئے مسلم حکمرانوں کے ظلم کی کہانی گڑھ کر، ان کے آثار و باقیات مٹا کر ہندو مسلم دلوں میں نفرت و عداوت کی دیوار حائل کرکے اور رام کی دہائی دے کر اکثریتی فرقہ کے دلوں کو جیتنا چاہتی ہیں۔ بابری مسجد کو شہید کرنا بھارت میں سیاسی قوت حاصل کرنے اور اقتدار پر قابض ہونے کا شارٹ کٹ اور سستا نسخہ تھا۔ جو شرپسند برادران وطن نے اپنائے۔

ہم وطنوں میں اسلامی تعلیمات کا فقدان

آزادی کے بعد حق و صداقت کی دعوت دینے والی قوم، عوام کے علاوہ، دو گروہوں میں منقسم ہوگئی۔ علمائے کرام کا گروہ اور سیکولر دانشوروں کا گروہ۔ علمائے کرام مدرسوں، مسجدوں اور خانقاہوں میں گوشہ نشین ہوکر درس و تدریس میں لگ گئے۔ مسلم عوام سے رشتہ توڑ لیا، برادرانِ وطن سے بے تعلق ہوگئے۔ ان کے سایہ کو نجس اور ان کی زبان کو ناپاک سمجھنے لگے۔ نئے تقاضوں کے مطابق نہ تو نصاب تعلیم میں تبدیلی کی اور نہ ہی اپنے اقوال و افعال میں توازن و تناسب رکھا۔ ملت کے مفاد کی خاطر، ملت کے افراد میں نہ تو تصور اتحاد کی کوششیں کیں اور نہ نچلی ذات کے ۲۰ فیصد لوگوں کے ساتھ منصفانہ تعلقات استوار کیے، نہ تو بھارت کے نئے حالات کی روشنی میں نئے انداز سے مسلم عوام اور ہم وطنوں کے درمیان اصلاحی خدمات انجام دیں۔ اور نہ ہی اپنے اخلاق و اوصاف کے ذریعہ دوسروں تک اسلامی حقائق پیش کیں۔

دوسری جانب سیکولر دانش وروں کا گروہ تھا جو عملاً نہ صرف اسلام سے لاتعلق تھا بلکہ علمائے کرام کی دینی قیادت پر پھبتیاں کستا تھا۔ دینی علما اور مسلم عوام سے رابطہ توڑ کر مخصوص مسلم اسکالرس اور دانشوروں کے دائرہ میں ترقی پسند اور روشن خیال بنکر، ملی دھارے سے کٹ کر رہ گیا۔ ان کی ساری تمنائیں اور آرزوئیں پارلیامنٹ کی سیٹ حاصل کرنے، کسی

مسلم ملک کا سفیر بننے، اعلیٰ تعلیم گاہوں میں پروفیسر کا عہدہ حاصل کرنے اور شیخ الجامعہ کی تقرری کے لیے پراگندہ ہو کر رہ گئیں۔ مسلم جذبات و احساسات اور مسلم کاز کو برادرانِ وطن کے سامنے پیش کرنے اور ان کو تقویت دینے میں عملاً کوئی کردار ادا نہ کر سکے۔ بلکہ حکمرانوں کے سامنے اور ہم وطنوں کی خدمت میں دفاعی اور معذرت خواہانہ انداز اختیار کیا۔ جدید تعلیمات سے آراستہ ہونے کے باعث وہ بہتر پوزیشن میں تھے کہ اسلام کی مذہبی رواداری، عدل و شرافت، توحید و رسالت اور پر امن سماجی زندگی گذارنے کے طریقوں سے انھیں آگاہ کرتے۔ نفرت و عداوت کی دیوار کو توڑ دیتے یا کم کرتے، دینی علماء، مسلم عوام اور برادرانِ وطن سے باہمی ربط رکھتے، مسلسل ملاقاتیں کرتے تو دونوں قوموں کے درمیان نفرت و عداوت اور گمراہی و غلط فہمی کی عظیم دیوار نہ کھڑی ہوتی۔

حقیقت یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسلم قیادت اور تمام مسلمانوں نے، اسلامی اخلاق، ہمدردی، عدل، خاکساری، شرافت اور مساوات کی تعلیمات ہم وطنوں تک پہنچانے میں کوتاہی برتی ہے اور آج بھی اس سے غفلت برت رہے ہیں۔

آندھی میں چراغ

(الف) ہمارے ہم وطن قوالی کی محفلوں، مزارات کی چادروں، محرم کے تعزیوں، ۱۲ ربیع الاول کے جلوسوں اور بسم اللہ و ختنہ کی رسومات کو اسلامی روایات سمجھتے ہیں اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کی یہ غلط فہمی دور کی جائیں۔ پڑوسیوں کے حقوق، صفائی، پاکیزگی، دوسرے مذاہب کا احترام اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والے اقوال و افعال سے خود اجتناب کریں اور دوسروں کو اسلام کی روشنی میں بتائیں۔

بابری مسجد کی شہادت کے بعد فسادات، خوں ریزی اور حیوانیت کے مظاہرے عام ہو گئے ہیں۔ انسانوں کے اندر چھپے ہوئے خونخوار درندے تہذیب و شرافت کی کوٹھریوں سے باہر نکل آئے ہیں۔ برادرانِ وطن میں مخصوص جماعتوں کے دل و دماغ سکڑ گئے ہیں۔ اب صرف اخبارات و رسائل میں چند بیانات دے کر گھروں میں بیٹھ جانا کافی

نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ اپنے تمام اختلافات ختم کر کے، یک جہتی و یکسوئی کے ساتھ ہم وطنوں سے ملاقاتیں کر کے رسومات بڑھا کر اور دعوتیں دے کر ان کے اخلاقی احساس کو جگائیں اور ان کے خیالات بدلنے کی کوشش کریں۔

(ب) بھارت میں مسلم آبادی ۱۵ فیصد اور نچلی ذات کے ہندوؤں کی آبادی ۲۰ فیصد ہے۔ موجودہ ماحول میں ضرورت ہے کہ ملت کے افراد ان کو اچھوت اور ناپاک نہ سمجھیں۔ اپنی اسلامی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے، ان سے تعاون کریں اور دوستانہ ماحول بنائیں۔ اس سے ان پر بہتر نفسیاتی اثرات مرتب ہوں گے اور ملک کے اندر اقلیت کے حق میں سیاسی، سماجی اور انصاف پر مبنی ماحول پیدا کرنے میں آسانی ہوگی۔

(ج) دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں نئے تقاضوں کے مطابق نظرثانی کی جائے۔ معلومات عامہ پی ایچ ای (جسمانی ورزش اور علم صحت) اور قومی زبان کو نمایاں جگہ دیئے جائیں۔

(د) مسلم علماء اور دانشوروں کو اس امر کا بخوبی اندازہ ہونا چاہئے کہ نئے حالات میں بھارت اور یہاں کے باشندوں کو مکمل فکری احاطہ کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کی تاریخ اور روایات کو ان ہی کی زبان میں مطالعہ کر کے، نئی بنیادوں اور نئی سمتوں کا تعین کر کے اپنی علمی و عملی قوتوں کو ان کی اصلاح کرنے میں لگائیں۔

(ھ) موجودہ ہندوستان میں انسانی قدروں کو ختم کرنے کے لئے خوفناک آندھیاں چل رہی ہیں۔ تنگ نظری اور تعصب کے دائرے وسیع ہو رہے ہیں مگر مسلمان مصائب و آلام کے وقت ناامید نہیں ہوتا، آندھی کی یورش میں آندھی کو برا بھلا نہیں کہتا —— بلکہ آندھیوں میں بھی حق و صداقت کے چراغ کو روشن رکھتا ہے —— اگر ہم نے ایسا نہ کیا، اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے خواب غفلت سے نہ جاگے اور مسلم عوام اور ہم وطنوں کی ڈوبتی کشتی کو سہارا نہ دیا تو آئندہ کی نسلیں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گی کہ ؎

دیوار پوچھتی ہے کہ سایہ کدھر گیا۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے

اغراض و مقاصد

۱ قرآن و سنت کی تعلیمات کو عام کرنا اور مسلمانوں کو اس کا پابند کرنا۔
۲ شرک بدعت، الحاد، مادہ پرستی اور غیر اسلامی اقدار کی بیخ کنی اور مسلک سلف کے مطابق توحید خالص اور سنت مطہرہ کی اشاعت۔
۳ کتاب و سنت کی بنیاد پر مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دعوت۔
۴ شریعت اسلامی (اسلامی قانون) کی بالادستی اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نظام کا قیام۔
۵ مدارس اسلامیہ کے فارغ التحصیل طلباء کو اعلیٰ عصری تعلیم کے لئے اجراء وظائف
۶ ہم خیال ملی تنظیموں سے رابطہ قائم کرنا۔
۷ تحریک اہلحدیث کے تبلیغی و اشاعتی پروگرام کو منظم اور فعال بنانا اور جماعت کی دینی تعلیمی سماجی اور دیگر مفادات کی نگہداشت۔
۸ غیر آباد مساجد کی آباد کاری اور دور افتادہ بستیوں میں مساجد کی تعمیر۔
۸ عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر اسلامی درس گاہوں کا قیام۔
۱ ناگہانی حوادث میں مظلوموں کی مالی و قانونی حمایت اور ہندوستان کے فرقہ وارانہ ماحول میں اسلام اور مسلمانوں کا دفاع

مجلس الدعوة الاسلامية

مختصر تعارف و کارکردگی

ملک تقسیم ہوا تو سب کچھ تقسیم ہوگیا ـــــ دل بھی، دماغ بھی اور ان میں ابھرنے والے خیالات بھی، احساسات بھی اور تصورات بھی ـــــ!

سرزمین ہند کی آغوش میں پلنے والی بڑھنے والی تمام تنظیمیں اور تحریکیں لہولہان ہوگئیں ـ مگر ان کے زخم بھرتے چلے گئے، اس لئے کہ انھیں تیماردار بھی ملتے رہے معالج بھی اور مرہم بھی ـــــ!

لیکن تحریک اہلحدیث ہند کے سینے پر جو خنجر لگا وہ گہرا ثابت ہوا، کاری بھی، اور بھاری بھی ـــــ اور یہ زخم آہستہ آہستہ جسم میں اترتا چلا گیا اسلئے کہ یہ زخم غیروں نے بھی دیا تھا اور اپنوں نے بھی، اور یہ دونوں کی دیرینہ دشمنی کا نتیجہ تھا ـ غیروں نے وار اس لئے کیا کہ اس تحریک کی پشت پر ایک تاریخ تھی ـــــ اخلاص کی تاریخ، جانبازی کی تاریخ اور آزادی کی تاریخ ـــــ

اپنوں نے غیروں کا ساتھ اس لئے دیا کہ وہ تحریک اہلحدیث کی پاکبازی، قربانی، تحفظ شریعت اور جذبۂ جہاد کی آنچ میں بہت دنوں سے جھلس رہے تھے مگر تحریک کے علمبرداروں نے اپنی بے حسی، بے علمی، سستی، کاہلی اور بے تدبیری سے اس زخم کو مندمل نہیں ہونے دیا ـــــ اور یہ زخم آہستہ آہستہ ناسور بنتا گیا۔

مگر وقت نے پھر کروٹ لی ہے، اسلام کو سسکتی، بلکتی اور کراہتی ہوئی انسانیت کا واحد علاج سمجھا جانے لگا ہے اور اسی لئے یہ صدی اسلام

کی صدی بن گئی ہے۔ اسلام کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش بھی اس سے پہلے اتنے بڑے پیمانے نہیں کی گئی اور نہ ہی اس سے قبل کبھی عالم اسلام کے پاس سے زیادہ ذرائع ووسائل موجود تھے۔

لیکن اسلام کی قدرو عظمت میں اضافہ ہوا تو اسی کے ساتھ تحریک اہلحدیث کی ذمہ داریاں بھی بڑھ گئیں، اس لئے کہ اسلام کو شرک وبدعت کی آندھیوں سے بچانا اور اسے دین خالص کی حیثیت سے پیش کرنا جاہلانہ رسم ورواج کی بندشوں کو توڑنا صرف اسی تحریک کی ذمہ داری ہے۔

مجلس الدعوۃ الإسلامیہ دہلی ایک رواں دواں اصلاحی اور دعوتی ادارہ ہے۔ جو مسلمانوں میں اصلاح عقیدہ، اصلاح کام کے لئے وجود میں آیا ہے۔ ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کے بے شمار ادارے دین وملت کی خدمت کیلئے اور دعوت وفکر وعمل کیلئے قائم ہیں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ان ہی جیسا ایک تحریکی ادارہ ہے جسے پوری جماعت کی سرپرستی وتعاون حاصل ہے۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے جو نوجوان سلفی علماء کی سعی پیہم اور جہد مسلسل ان کے صبر وشکیب ان کی دعوت واستقامت اور ان کے علمی پروگرام اور جدجہد سے عبارت ہے۔

ہمارے نزدیک حرکت زندگی ہے۔ اور جمود موت۔ حرکت کے لئے سب کچھ قربان کر دینا گوارہ ہے۔ کیونکہ وہ زندگی ہے۔ مگر ایک لمحہ کے لئے جمود کو گلے نہیں لگا سکتے۔ کیونکہ وہ موت ہے۔ ایمان کی موت۔ زندگی کی موت۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اپنی عمر کی نویں سال میں داخل ہے۔ اس مدت میں کتنے شب وروز بلکہ کتنے ماہ وسال کرب واضطراب میں گزرے ہیں۔ اور اسی طرح کتنے مواقع امید وبیم کے آئے ہیں۔ اس کے اظہار کی طاقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ ان تمام صبر آزماں حالات کا مقابلہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے صبر واستقامت سے کیا ہے۔ اس طرح

سے حالات کے اتار چڑھاؤ کے مقابلہ کی ہمت ہوئی اور حوصلہ بڑھا اب ہم باد صرصر کے جھونکوں سے نہ خوف زدہ ہوتے ہیں اور نہ ہی نامساعد حالات سے سمجھوتہ کرتے ہیں۔ بلکہ سنبھلنا گرنا۔ گر گر کر سنبھلنا حرکت وعمل کو گرم رکھنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ تحریک اہلحدیث کی نیم مردہ رگوں میں زندگی کا خون دوڑانے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے تاکہ یہ تحریک خود اٹھ کر پوری ملت اسلامیہ کو اٹھا سکے اور یہ ملت اس وقت تک نہیں اٹھ سکتی جب تک اس ملت کے علماء زندگی کے میدان میں رواں دواں نہ ہوں ___ اور اس کے لئے علم وفضل کے ساتھ ذوق عمل، اخلاق وکردار، جذبۂ ایثار اور اس کے ساتھ ساتھ معاشی بلندی اور اقتصادی توانائی کا ہونا لازم ہے۔

مجلس مذکور نوجوان سلفی علماء کا وہ خواب ہے جو مئی ۱۹۸۴ء بمطابق ۱۴۰۴ھ کو دیکھا گیا ___ اور اسی دن سے تعبیر کی تلاش شروع ہوئی۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ اس دن تک جاری رہے گی جب تک قافلۂ بہار منزل مراد پر نہ پہنچ جائے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

کے شعبہ جات ___ ہند ونیپال میں

۱۔ شعبۂ دعوت وتبلیغ (دعوتی مراکز ۶۔ دار المطالعہ ۸۔ مبلغین ۱۱)

۲۔ شعبۂ تعلیم وتربیت (مدارس ۵ (مدارس اعدادی ۳، مدرسہ تحفیظ القرآن ۱، جونیر ہائی اسکول ۱)

۳۔ شعبۂ مساجد (تعمیر شدہ ۲، مساجد زیر اہتمام ۳، خرید آراضی برائے مساجد ۸)

۴۔ شعبۂ نشر واشاعت ، ماہنامہ رسالہ ۱، مطبوعات مجلس ۱۶، مکتبہ ۱)

۵۔ شعبہ رفاہ عامہ وظائف برائے یتامیٰ دبیوگان وطلاب، اعانت وقرض حسنہ وغیرہ

شعبۂ دعوت و تبلیغ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے دعوتی و تبلیغی مراکز و طریق کار

یوپی کے شمالی مشرقی گوشے کا ضلع مہراج گنج اور نول پراسی نیپال کے علاقوں میں چھ مراکز دعوت و تبلیغ کے لئے بنائے گئے ہیں ہر مرکز سات سے بارہ گاؤں پر مشتمل ہے ہر ایک مرکز میں ایک ایک داعی مقرر کئے گئے ہیں۔ جو وہاں کے مسلمانوں کے اندر عقیدہ و عمل کی اصلاح کا کام کر رہے ہے۔ یہ حضرات انفرادی ملاقاتوں کے ذریعہ دعوت و اصلاح کا کام کرتے ہیں تمام مراکز کے داعیوں کا ایک اجتماعی پروگرام ہر ہفتہ ہوتا ہے اس پروگرام میں اسلام اور ارکان اسلام کا تعارف اسلام اور مسلمانوں کی خصوصیات فضائل اسلام بیان کئے جاتے ہیں۔ اور توحید کی دعوت دیجاتی ہے۔ پھر طریق عبادت، وضو اور نماز کے طریقے کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز اور دیگر اسلامی آداب سے روشناس کرایا جاتا ہے۔

آئینۂ شعبہ دعوت و تبلیغ

دعوت کے مراکز	۶
مراکز کے ماتحت کل گاؤں	۶۳
کوچنگ مراکز برائے دینیات	۶
دار المطالعہ	۸
داعیوں کی تعداد	۱۱

مراکز دعوت و تبلیغ

۱۔ مکھولی بلاک ــــــــ قیام ۱۹۹۲ء

بلاک میں شامل گاؤں

۱۱

داعی ۴
کوچنگ سینٹر برائے اسلامیات ۴
دارالمطالعہ (اقرا ریڈنگ سنٹر) ۱

۲۔ کھڑول بلاک ——— قیام ۱۹۹۲ء
بلاک میں شامل گاؤں کی تعداد ۱۵
داعی ۱
کوچنگ سینٹر برائے اسلامیات ۱
دارالمطالعہ (اقرا ریڈنگ سینٹر) ۱

۳۔ کولھوئی بلاک ——— قیام ۱۹۹۲ء
بلاک میں شامل گاؤں کی تعداد ۱۴
داعی ۳
کوچنگ سینٹر برائے دینیات ۴
دارالمطالعہ (اقرا ریڈنگ سینٹرس) ۲

۴۔ بھوجھوا بلاک ——— قیام ۱۹۹۲ء ——— نیپال
بلاک میں شامل گاؤں کی تعداد ۸
داعی ۱
کوچنگ سینٹر برائے دینیات ۱
دارالمطالعہ (اقرا ریڈنگ سینٹر) ۱

۵۔ پراسی بلاک ——— قیام ۱۹۹۲ء ——— نیپال
بلاک میں شامل گاؤں ۹
داعی کی تعداد ۱
کوچنگ سینٹر برائے دینیات ۱
دارالمطالعہ (اقرا ریڈنگ سینٹر) ۱

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے دار المطالعے (اقرا ریڈنگ سنٹرس)

دعوت وتبلیغ کا ایک احسن طریقہ اسلامی لائبریریوں کا قیام بھی ہے۔ مسلمانوں کو بالخصوص نوجوانوں کو پاک وصاف لٹریچر سے جوڑنے کا اور غلط وفحش لٹریچر سے بچانے کا ایک نہایت موثر طریقہ ہے۔ لائبریریاں تعلیم یافتہ یا کم خواندہ مسلمانوں کو قریب لانے اور ان میں اتحاد پیدا کرنے کا ایک کارآمد ذریعہ ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس مقصد سے فی الحال آٹھ دار المطالعے کا قیام (اقرا ریڈنگ سنٹرس) کے نام سے عمل میں آیا ہے الحمد للہ علی ذالک

۱۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	کولہوئی	قیام ۱۹۹۳ء	
۲۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	کھرول	قیام ۱۹۹۳ء	
۳۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	مگھولی	؍؍ ۱۹۹۲ء	
۴۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	آزادنگر	؍؍ ۱۹۹۲ء	
۵۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	کاشت خیرا	؍؍ ۱۹۹۲ء	
۶۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	بھوجھوا	؍؍ ۱۹۹۲ء	نیپال
۷۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	گھڑپالی	؍؍ ۱۹۹۲ء	نیپال
۸۔ اقرا ریڈنگ سنٹر	پرتاول	؍؍ ۱۹۹۳ء	

تعلیم وتربیت اور دعوۃ واصلاح کو موثر اور فعال بنانے کیلئے کیمپوں کا بھی اہتمام کیا جارہا ہے۔ مثلاً تربیت دعاۃ کیمپ۔ تدریب المعلمین کیمپ۔ تربیت ائمہ کیمپ وغیرہ علماء واساتذہ اور ائمہ حضرات کے اتحاد اور باہمی تعاون کے لئے علماء فنڈ بھی قائم کیا گیا ہے جس میں ہر ماہ کم سے کم دس روپیہ جمع کیا جاتا ہے یہ رقم انھیں کی فلاح وبہبود میں استعمال ہوتی ہے۔ یا ان کی مرضی سے کسی بھی مناسب دینی پروگرام میں خرچ کیجا سکتی ہے۔

شعبۂ تعلیم وتربیت

دعوت وتبلیغ کے ہر بلاک میں ایک تعلیم کمرز قائم ہے۔ جس میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تیار کردہ پرائمری سلفی نصاب کی روشنی میں تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ چونکہ انتہائی پسماندہ علاقوں میں یہ مدارس چل رہے ہیں۔ اس لئے تعلیم کو پرکشش بنانے میں ہمیں کافی دقت اور دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جس سے نمٹنے کے لئے وسائل درکار ہیں ضلعی سطح پر ایک جونیئر ہائی اسکول قائم کیا گیا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

تعلیم کو دلچسپ بنانے کے لئے ماہرین تعلیم کا تعاون اور ان کے گراں قدر مشورے اور خدمات بھی حاصل کرلی گئی ہیں۔

ان تمام تعلیمی اداروں کے جو دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس کا فائدہ ہر مسلمان کو پہونچ رہا ہے۔ عیسائیت اور ہندومت کی تعلیم سے جو اعتقادی فساد مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے وہ بحمد اللہ رفتہ رفتہ زائل ہو رہا ہے۔

مراکز تعلیم وتربیت

۱۔ مدرسہ دار القرآن والحدیث، لتحفیظ القرآن الکریم بھینی قیام سنہ ۱۹۹۲ء

۲۔ مدرسہ اقرا متوسطہ (جونیئر ہائی اسکول) آزاد نگر قیام سنہ ۱۹۹۲ء

۳۔ مدرسہ اقراء (پرائمری) مگھولی قیام سنہ ۱۹۹۱ء

۴۔ مدرسہ اسلامیہ (پرائمری) بھوجھوا، نیپال قیام سنہ ۱۹۸۹ء

۵۔ المعہد الاسلامی السلفی (اعدادیہ) گھوڑپالی نیپال قیام سنہ ۱۹۹۰ء

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا پرائمری نصاب تعلیم

پورے ملک میں جماعت کے اندر نصاب تعلیم بالخصوص ابتدائی نصاب تعلیم کی بے راہ روی سے جو مضرات پیدا ہوتے ہیں اس کے مہلک اثرات سے شاید کوئی فرد بچا ہو اتنا حساس معاملہ بھی برف خانہ میں پڑ گیا ہے۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اس امر کو بنیادی ترجیح دی اور ایک معقول نصاب مرتب کیا ہے جو پرائمری معیار تک ملک کے متعدد مدارس میں رائج ہے۔ نصاب کی کچھ ضروری کتابوں کی ترتیب واشاعت کی بھی تیاری جاری ہے۔

مدرسہ دار القرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھبنی

ہندو نیپال کو ملانے والی سب سے بڑی شاہراہ گورکھپور سنولی روڈ پر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد واقع ہے جن کی اکثریت اسلامی تعلیم وثقافت سے محروم ہے۔ چونکہ یہ علاقہ شمالی ہند کے صوبہ یوپی وبہار کے گوشہ میں نیپال کی سرحد پر واقع ہے اس لئے ان کی زندگی میں ہندو دیومالائی روایت نے کافی جگہ بنالی ہے۔ نیپال سرحد پر مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو قرآن وسنت سے جوڑنے کے لئے ہنوز کوئی ٹھوس اقدام نہیں عمل میں آسکا ہے۔

قیام کا پس منظر

اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے تعلیم گاہوں کا قیام بنیادی حیثیت کا حامل ہے لہٰذا مسلم نسل کی تعلیم وتربیت کے لئے مدارس کا قیام ضروری ہے چنانچہ اسلام کی بنیادی تعلیم لکھنے پڑھنے اور حساب وکتاب سکھانے کے

لئے ایک درس گاہ کا قیام ۴۰ برس قبل عمل میں آیا تھا مگر غریب مسلمان درس گاہ کی ضرورایات پوری کرنے سے قاصر تھے۔ جس کی وجہ سے ایک اہم دینی درس گاہ کا علمی و تبلیغی فیضان بند ہو گیا تھا پوری بستی کے بچے قرآن و سنت کی تعلیم سے دور بلکہ محروم ہو گئے اس عظیم ایمانی سرمایہ کے زیاں کا احساس تو تھا مگر تلافی کی کوئی احسن شکل نظر نہیں آ رہی تھی رب العالمین کے خاص فضل و کرم سے ادارہ کا احیا عمل میں آیا اور بچوں کی ٹھوس اسلامی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیم اسلامی کا فیضان عام ہوا پرائمری درجات کے ساتھ ساتھ قرآن پاک کے حفظ کا بھی بہتر طریقہ پر انتظام کیا گیا جو اس علاقہ کی بہت بڑی ضرورت تھی اب باقاعدہ ایک درس گاہ برائے تحفیظ القرآن الکریم کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔

تعلیم کے درجات

۱ پرائمری کے پانچ درجات

۲ حفظِ قرآن و تجوید

مدرسہ کی عمارتیں

۱ ہوسٹل دو منزلہ کمرے ۶ عدد

۲ درس گاہ (چار کمروں پر مشتمل)

ایک برآمدہ۔ کھپریل کی یہ عمارت کچی اینٹ کی دیواروں پر کھڑی ہے جو انتہائی بوسیدہ ہونے کی صورت میں بالکل مخدوش ہو گئی ہے اس عمارت کے پر خطر ہونے کی وجہ سے اس میں تعلیم بند کر دی گئی ہے کھلے آسمان کے نیچے بچوں کی تعلیم ہو رہی ہے۔

۳ زیر تعمیر درس گاہ چار کمروں کی صرف بنیادیں بھری جا چکی ہیں۔

۴ جائداد دادارے کی پراپرٹی) ۹ ۵ ڈسمل زمین برائے شجر کاری (یہ زمین کسی اور کاشت کے قابل نہیں ہے)

ضرورتیں

(۱) درس گاہ کی تعمیر و تکمیل۔
(۲) ہوسٹل کی تعمیر برائے طلباء و اساتذہ
(۳) وال باؤنڈری ہر چہار جانب سے۔
(۴) پانچ اساتذہ یا ان کے مشاہرہ جات۔
(۵) طلباء کے قیام و طعام اور کتب کا انتظام۔
(۶) مزروعہ زمین پر شجر کاری اور اس کی باونڈری کی تعمیر۔

مدرسۃ اقراء مکھولی، نچلول، مہراجگنج یوپی۔ سن قیام ۱۹۹۱ء

شمالی ہند میں نیپال سرحد کے متصل یوپی کے ضلع مہراج گنج کا ایک معروف گاؤں مکھولی ہے جو نیپال باڈر سے صرف ۳ رکلومیٹر کے فاصلہ پر اور جنگل کے حاشیہ پر واقع ہے۔ مسلمانوں کی آبادی ۲۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے اتنی بڑی تعداد کا ۹۵ فیصد حصہ بالکل ناخواندہ ہے جس کی سب سے بڑی وجہ غربت و افلاس اور تعلیمی وسائل کا فقدان ہے یہ علاقہ اسلامی تہذیب و ثقافت سے اتنا دور ہے کہ اس کی حالت زار پر رحم آجاتا ہے۔ مسلمان کلمۂ توحید اور ارکان اسلام سے بالکل ناواقف ہیں جو انتہائی افسوس ناک ہے۔

اس نازک صورتحال کو دیکھتے ہوئے ایک لمحہ کی بھی تاخیر کسی مجرمانہ غفلت سے کم درجہ نہیں رکھتی ہے۔ چنانچہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اس کرب کو شدت سے محسوس کیا۔ اور فوری طور پر یہاں ایک مسجد کی تعمیر کی جس میں جمعہ جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ اور پابندی سے ہر روز قرآن و حدیث کے درس کا صبح و شام اہتمام کیا گیا ان درسوں میں مسلمانوں کو اسلامی عقائد اور اعمال کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مسلم بچوں کی تعلیم کے لئے اسی مسجد میں ابتدائی اسلامی درس گاہ قائم کر دی گئی ہے۔ یہ ادارہ تعلیم و تربیت اور دعوت و

تبلیغ کا ایک اہم مرکز بن گیا ہے الحمد للہ علی ذلک

مدرسہ اقراء کی درسگاہ اور نصاب تعلیم

یہ مدرسہ مسجد بلال میں قائم ہے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا تیار کردہ نصاب دینی و عصری ہے۔ جگہ کی تنگی کی وجہ سے درس گاہ کے لئے کوئی مستقل جگہ نہیں ہے۔

مدرسہ اقراء مگھولی کی ضرورتیں

(۱) ایک مستقل درس گاہ
۲۔ درس گاہ کے لئے زمین کی فراہمی
۳۔ دو اساتذہ کے اعزازی مشاہرہ جات
۴۔ نادار بچوں کی تعلیم و تربیت کے مصارف
۵ دو اساتذہ کی ایک سال کی تنخواہ جو قرض لیکر ادا کی گئی ہے اس کی ادائیگی
۶۔ مسجد کی تکمیل جس کا ڈھانچہ تیار ہے صفائی و کھڑکی اور دروازے کی ضرورت ہے۔

مدرسہ اقراء متوسطہ آزاد نگر کولھوئی سن قیام ۱۹۹۲ء

ہند و نیپال کو ملانے والی سب سے بڑی شاہراہ گورکھپور سنولی روڈ پر کولہوی بازار ترائی خطہ کا مرکزی مقام ہے۔ یہ علاقہ نیپالی مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا اہم مرکز ہے اس خطہ پر دونوں ملکوں کی دیو مالائی تہذیب کا بول بالا ہے۔ اسلامی کلچر کو نہ برتری حاصل ہے اور نہ فروغ کے ذرائع نیپال سرحد پر واقع اس مقام کو کئی طرح کی خصوصیات حاصل ہیں مسلمان کاشت کاری کرتے ہیں۔ اور غیر مسلم تجارت و کاشت کاری کے علاوہ اسکول و کالج کو تجارتی بنیاد پر چلاتے ہیں اور غیر اسلامی اقدار و روایت کو معاشرہ میں

رواج دیتے ہیں۔ جبکہ مسلمانوں کی بڑی اکثریت غریب اور پسماندہ ہے لہذا ان کو اپنے تشخص کو باقی رکھنے کا حوصلہ نہیں مل پاتا۔

قیام اور اس کا پس منظر

اسلامی تعلیم و تربیت اور ثقافت سے محروم اس خطہ کو اسلامی اقدار اور اس کی روایتوں کو غیر اسلامی افکار و نظریات سے الگ رکھنے کے لئے اور مسلمانوں میں دینی شعور اور ان کے شعبہ ہائے زندگی میں خاطر خواہ رہنمائی کے لئے ایک ایسے تعلیمی و تربیتی ادارہ کی ضرورت تھی جو عصر حاضر کے تقاضوں کو بروئے کار لانے میں کارہائے نمایاں انجام دے سکے اس احساس کے تناظر میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے ضلعی سطح پر ایک جونیئر ہائی اسکول کے قیام کا انتظام کیا۔ اور ایک ایکڑ زمین کی خریداری کر کے تعلیم شروع کر دیا تاکہ اس درس گاہ سے ضلع کے مسلمان ہی مستفیض نہ ہوں بلکہ نیپال کی ترائی کا وہ بڑا خطہ بھی فیضیاب ہو جو ابھی ہر طرح کی تعلیمی و ثقافتی میراث سے محروم اور غربت و افلاس کا شکار ہے۔

علاقہ میں اس کے قیام کے جامع اثرات

اس درس گاہ کے قیام اور اس کی خصوصیات نے اس علاقہ میں درجن بھر نرسری و پرائمری اسکولوں کی جڑوں کو ہلا دیا ہے جن کی سرپرستی ہندو انتہا پسند تنظیموں اور عیسائی مشنریوں کو حاصل ہے۔

مدرسہ اقراء متوسطہ کی درسگاہیں

کلاسیں عاریت کے مکان میں لگائی جا رہی ہیں۔ روزانہ نرسری کی دو سالہ کلاسیں اور پرائمری اعدادیہ کی کلاسیں اسی میں لگتی ہیں۔ پرائمری سے اوپر کے درجات کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ ایک ایکڑ زمین برائے تعمیر سکول خریدی گئی ہے۔

مدرسہ اقراء متوسطہ کی ضرورتیں

ایک درسگاہ۔	بارہ کمروں پر مشتمل
ہوسٹل۔ دارالاقامہ	ا/ عدد
لائبریری	ا/ عدد
مسجد	ا/ عدد

پرائمری درس گاہ کی تعمیر۔
اسٹاف روم
مہمان خانہ و کیٹین وغیرہ
طلباء کی تعلیم و تربیت اور وظائف
بچوں کو اسکول لانے اور لے جانے کیلئے بس ا/عدد
۱۰/ اساتذہ کی تنخواہیں۔

مدرسہ اسلامیہ جھوجھوا نول پراسی نیپال سن قیام ۱۹۸۸ء

گاؤں کا محلِ وقوع

(نیپال کی ترائی اور کوہساروں کے دامن میں آباد مسلم اقلیت کا بڑا گاؤں ہے جس کی آبادی دو سو گھروں سے متجاوز ہے مسلمان عصری اور اسلامی دونوں تعلیم و ثقافت سے محروم ہیں۔ اس علاقہ میں دور دور تک مساجد و مدارس کا سراغ نہیں ملتا۔ نیپال دنیا کا واحد ہندو اسٹیٹ ہے جہاں مسلمانوں کو اسلامی زندگی سے دور رکھنے کی بھاری بندشیں تھیں ۱۹۹۰ء میں نیم جمہوری حکومت کی تشکیل سے مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کو اپنے مذہب پر کاربند رہنے اور اس کی تعلیم کی اجازت مل گئی ہے)

پس منظر

نیپال میں نیم جمہوری حکومت کے قیام کا سب سے زیادہ فائدہ عیسائی

مشنریاں اٹھا رہی ہیں۔ اپنے بھرپور وسائل کو استعمال کرکے معیاری درسگاہ کے قیام و رفاہی اداروں کے قیام اور شفاخانہ وغیرہ کے ذریعہ مملکت نیپال کے عوام کو عیسائیت کے اعتماد میں لینے کی بڑی پیمانے پر کوششیں جاری ہیں۔

جب کہ مسلمان دینی بے بضاعتی اور بے سروسامانی کی حالت میں کچھ مقامات میں نمازوں کے قیام کے لئے مساجد تعمیر کرکے اس میں جمعہ و جماعت اور درسوں کے علاوہ بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدارس کے قیام کی کوششیں کر رہے ہیں۔

موجودہ ماحول میں نیپال کے مسلمانوں کے لئے دینی جدوجہد کی اتنی اشد ضرورت ہے جتنی ایک جاں بلب شخص کو ایک گھونٹ پانی کی کیونکہ مسلمان اگر مسلمان ہوتے ہوئے بھی کافر و مشرک کی موت مرے تو یہ بہت بڑا حادثہ ہوگا اور عالم اسلام کے مسلم رفاہی اسلامی اداروں کیلئے باعث شرم ثابت ہوگا۔

قیام اور اس کے محرکات

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے مذکورہ بالا حالات کا بغور جائزہ لیا اور اس کی نزاکت کو گہرائی سے سمجھا اور نیپالی مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور دینی و دنیاوی امور میں ان کی رہنمائی کے لئے کچھ تاریک مقامات کو اپنے دعوتی و علمی منصوبہ میں لے لیا اور ہندوستان سے ملحقہ نیپال کے ضلع نول پراسی میں اپنی تبلیغی و تعلیمی سرگرمیاں جاری کیں۔

مدرسہ اسلامیہ بھوجھوا کی

درسگاہ اور درجات

درس گاہ:۔ کھپریل کی کڑے شدید آندھی اور برف باری کی وجہ سے ٹوٹ کر بکھر گئے۔ اور تعلیم ایک عاریت کے مکان میں جاری ہے۔

کلاسیں نرسری اور پرائمری تک رکھی گئی ہیں۔

مدرسہ کے پاس ایک قطعہ آراضی برائے تعمیر مدرسہ ہے جس کا رقبہ ۹۰۰ سو اسکوائر فٹ ہے

مدرسہ اسلامیہ بھوجپوا کی ضرورتیں

درس گاہ کی تعمیر

دو استاذ کی تنخواہ

مسجد کی تعمیر

نادار طلبہ کے لئے وظائف

دار المطالعہ کا قیام

المعہد الاسلامی السلفی پراسی نول پراسی نیپال سن قیام ۱۹۹۱ء

محل وقوع

ضلع نول پراسی نیپال کا سب سے زیادہ پسماندہ علاقہ ہے جس میں مسلم آبادی ایک بڑی اقلیت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس ضلع کا صدر مقام پراسی ہے پراسی میں ہندو اسکول کے علاوہ کوئی تعلیمی ادارہ نہیں ہے مسلم و غیر مسلم سب کی بڑی تعداد ناخواندہ ہے عیسائی مشنریاں کافی متحرک اور فعال ہیں المعہد الاسلامی ضلع کے ہیڈ کوارٹر سے متصل واقع ہے موقع و محل کے اعتبار سے یہ جگہ اور یہ ادارہ پورے ضلع کے مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کے بقا و تحفظ اور ان میں اسلامی اقدار و روایت کو رواج دینے میں راہبر کی حیثیت رکھتا ہے اسلامی تعلیم و تربیت کے لئے یہ ادارہ پورے ضلع بلکہ پورے ترائی علاقہ میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

قیام اور اس کے محرکات

پورا علاقہ جو جہالت کی تاریکی میں گھرا ہوا ہے میت کو بغیر جنازہ دفناتے دیکھ کر غیرت ایمانی نے مجبور کر دیا کہ یہاں اسلامی تعلیم و تربیت کا ادارہ

قائم ہو چنانچہ ۱۰ دھسمل زمین حاصل کر کے تعلیم جاری کردی گئی ہے اور اس ادارہ میں ایک دعوتی مرکز ایک لائبریری اور تحریری اور اعدادیہ کا انتظام کر دیا گیا ہے۔
والحمد للہ علی ذالک

المعہد الاسلامی کی درس گاہ اور پرائیمری تین کمروں پر مشتمل ہے اور ۶۰ ڈھسمل زمین مزروعہ ہے۔

المعہد الاسلامی السلفی کی ضرورتیں

۱۔ درس گاہ کی توسیع
۲۔ مسجد
۳۔ زمین کی چہار دیواری کی تعمیر
۴۔ ڈسپنسری
۵۔ دو اساتذہ کی تنخواہیں
۶۔ نادر طلباء کے لئے تعلیمی وظائف
۷۔ ہوسٹل
۸۔ لائبریری۔

بقیہ:۔ مسلم اقلیات

اور اگر مسلمان اپنے ملک میں دینی شعائر کو ادا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے اور اس کا دین عزت و آبرو، اور جان و مال محفوظ نہیں تو ایک پر امن ملک کی طرف ہجرت فرض ہے جہاں وہ اپنے دینی شعائر اور عبادت کو پوری آزادی سے ادا کر سکے جیسا کہ قرآن اور احادیث میں بیان کیا جا چکا ہے۔

شعبۂ مساجد

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کے لئے مسجدیں رابطہ ہوتی ہیں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پس ماندہ علاقوں میں اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ سے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر جہاں مسجدیں نہیں ہیں وہاں مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ پر تعمیر کے لئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپئے میں نہیں بلکہ کم سے کم لاگت میں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو جہالت اور گمراہی سے نجات دلاتے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ اور جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور فجر و عشا کی نماز کے بعد درسوں کا بھی خاص انتظام کیا گیا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا جاسکے۔ مساجد ہی کو مقامی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

آئینۂ مساجد

مساجد کا اہتمام	۲/ عدد
زیر تعمیر مگر قابل استعمال مساجد	۲/ عدد
تاسیس مسجد	۱/ عدد
تعمیر مساجد کے لئے زمین کی خریداری آٹھ مقامات پر	

مسجد محمدی چاہ رہٹ دہلی

۲۵۰ برس پرانی مسجد مغل عہد کی تعمیر شدہ ہے۔ جس کا ریکارڈ محکمہ آثار قدیمہ دہلی میں محفوظ ہے اس مسجد کی تمام جائداد پر تقسیم ملک کے دوران غیر مسلموں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ مسجد کا علاقہ مسلمانوں سے خالی تھا جس کی وجہ سے مسجد کا استعمال غیر مسجد کے طور پر ہوتا تھا اب الحمدللہ مسجد کے تین پڑوسی مسلمان ہیں۔ اس مسجد میں ملک کے گوشہ گوشہ سے علماء کرام و داعیان اسلام تشریف لاتے ہیں جن کی تواضع مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کرتی ہے۔

مسجد جامع بھینی، مہراج گنج

ادارہ اصلاح المساجد بھینی کی تعمیر کردہ عظیم الشان مسجد ہے۔ غریب بستی میں اتنی عظیم الشان مسجد کا اہتمام صحیح ڈھنگ سے نہیں ہو پا رہا تھا۔ گاؤں کے چند مسلمانوں کی پیش کش پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اپنے ناتواں کندھے پر اس کے اہتمام کی ذمہ داری قبول کرلی ہے۔

مسجد بلال مگھولی، مہراجگنج

سالہا سال سے اس گاؤں میں مسلمانوں آباد ہیں مگر ان کے پاس نماز ادا کرنے کی کوئی جگہ نہیں تھی کافی جدوجہد اور مشقت کے بعد ایک مسجد ۵ × ۲۴ فٹ کی تعمیر کی گئی ہے۔ کچے گارے سے دیوار کھڑی کرکے چھت ڈال دی گئی ہے جس سے جمعہ و جماعت کے لئے اور بچوں کی تعلیمی ضرورت ایک حد تک پوری ہو گئی ہے چونکہ کچی چنائی کی دیوار ہے۔ لہذا اس پر پلاسٹر کرنا بہت ضروری ہے۔ کھڑکیاں اور دروازے جیسی اہم ضروریات ابھی باقی ہیں۔

مسجد جامع کاشت خیرا، مہراج گنج

کثیر مسلم آبادی کا گاؤں ہے۔ گاؤں کی کئی ضرورتیں ہیں مثلاً مدرسہ

کی عمارت کی تعمیر عیدگاہ کی زمین کا تحفظ اور مسجد جامع کی تعمیر وغیرہ جو غریب بستی کے لئے تکلیف مالایطاق ہے مزید ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے مجلس الدعوۃ نے اس کی تعمیر میں دلچسپی لی ہے۔ دیوار مکمل ہے چھت ڈالنے کی تیاری ہے۔ نماز پنجگانہ اور جمعہ اس حال میں بھی اس میں قائم کر دیا گیا ہے۔

مسجد عمر بن الخطاب پتونا مہراج گنج

کچے اور پھوس کے مکانات میں برسوں سے آباد مسلمان جہالت اور پستی میں انتہا کو پہونچے ہوئے ہیں۔ جن کے حوصلے اور توقعات مسجد کے تصور سے خالی تھے۔ الحمد للہ مسجد کی جگہ حاصل کر کے مسجد کے سنگ بنیاد کا انتظام کر لیا گیا ہے۔ باقی تعمیر اور تکمیل کا کام اہل خیر حضرات پر منحصر ہے۔

محل وقوع :۔ نیپال سرحد سے چار کلومیٹر جنگل کے حاشیہ پر واقع ہے

مسلم آبادی ۔ ۵ ۱ گھروں پر مشتمل ہے کل افراد کی تعداد ۹۰ ہے

مسلمانوں کی معاشی حالت ۔ مختصر کھیتی باڑی اور محنت مزدوری ہے

رہائشی مکانات ۔ کچے مکانات اور پھوس کے چھپّر

تعلیمی حالت ۔ ۹۹٪ ناخواندہ

مسجد کے لئے زمین حاصل کر لی گئی ہے ۔

ضرورتیں

مسجد کی تعمیر ۔ -/۱۲۰۰۰

درس گاہ کے لئے زمین کی خریداری اور تعمیر = -/۴۰۰۰

دو اساتذہ کی تنخواہ ۔ -/۲,۰۰۰

دیگر ۸ مساجد کے لئے آراضی حاصل کی جا چکی ہے۔

شعبۂ نشر و اشاعت مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ

کل مطبوعات	۱۱۷ عدد
ماہنامہ مجلہ	۱ عدد
مکتبہ	۱ عدد

ذرائع ابلاغ کے لئے رسائل وجرائد مؤثر رول ادا کرتے ہیں۔ مگر جب ان رسائل وجرائد اور کتب اسلامیہ کا رخ اسلامی طرز فکر پر مبنی اور دعوتی ہو تو اسلام کا خاموش کردار ادا کرتے ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے اپنی مطبوعات اور ماہنامہ نوائے اسلام کا دائرہ ان حلقوں تک پہونچایا ہے جہاں اسلامی اور رسالوں کی پہونچ بہت کم ہے ماہنامہ نوائے اسلام کا دائرہ ہوا ہے اور ان تمام جگہوں پر ہندوستان اور ہندوستان کے باہر اسلام اور مسلمانوں کی حالت کے بارے میں باخبر کرنا ہے الحمدللہ علی ھذا۔

۱ الجمال والکمال (تفسیر سورہ یوسف) علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصورپوری سن اشاعت ۱۹۸۶ء ۲۰۰۰

۲ شان رحمت رعالم (منتخب احادیث نبویہ کا ترجمہ) عبدالرزاق جانگڑا سن اشاعت ۱۹۸۶ء تعداد ۲۰۰۰

۳ الجواب الباھر فی زوار المقابر (امام ابن تیمیہؒ) 〃 ۱۹۸۶ء تعداد ۲۰۰۰

۴ شیخ ابن باز کا پیغام مسلمانان عالم کے نام (شیخ ابن باز) ۱۹۸۶ء ۳۰۰۰

۵ ممنوع ومشروع حلالہ شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی سن اشاعت ۱۹۸۶ء تعداد ۲۰۰۰

۶ استقامت علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصوری پوری اشاعت ۱۹۸۹ء ۲۰۰۰

۷ ماہ محرم اور موجودہ مسلمان حافظ صلاح الدین یوسف ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۱ء ۱۰۰۰۰

۸ احادیث ھدایہ فنی وتحقیقی حیثیت ارشاد الحق اثری اشاعت ۱۹۹۱ء ۲۰۰۰

۹ معرکہ بدر محمد اسماعیل اثری اشاعت ۱۹۹۱ء ۲۰۰۰

۱۰ بابری مسجد اردو عبدالمبین " ۱۹۸۹ء ۴۰۰۰

۱۱ بھارت کی اصل سمسیا بابری مسجد رام جنم بھومی (عبدالمبین) " ۱۹۸۹ء ۲۰۰۰

۱۲ تحریک اہل حدیث کا مدوجزر شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی ۱۹۹۲ء ۱۰۰۰

۱۳ تحیۃ المسجد شیخ الحدیث محمد علی جانباز ۱۹۹۲ء ۱۰۰۰

۱۴ سلفی پرائمری سکول کا نصاب ڈاکٹر ابوالحیات اشرف ۱۹۹۲ء ۴۰۰۰

۱۵ تقویۃ الایمان شاہ اسماعیل رح ۱۹۹۲ء ۱۱۰۰

۱۶ دعوت واصلاح کے چند اہم اصول حافظ نعیم الحق نعیم ۱۹۹۲ء ۱۱۰۰

ماہنامہ نوائے اسلام سن اجراء ۱۹۸۴ء

مکتبہ نوائے اسلام سن قیام ۱۹۸۴ء

دیگر مطبوعات

مجلس الدعوۃ الاسلام کی ۱۶ مطبوعات کے علاوہ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ جموں وکشمیر کی ۴۰ مطبوعات جس کی ترتیب وطباعت کا اہتمام مکتبہ کے ذریعہ عمل میں آیا۔

ان کے علاوہ قرآنیات اور حدیث شریف اور دیگر اسلامی موضوعات پر کئی اہم کتابیں زیر طبع ہیں

شعبۂ رفاہ عامّہ

- ۔۔۔۔۔ تعلیمی وظائف
- ۔۔۔۔۔ وظائف بیوگان
- ۔۔۔۔۔ اعیانت معذدرین و مستحقین
- ۔۔۔۔۔ تعاون بروقت ناگہانی
- ۔۔۔۔۔ قرض حسنہ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے جہاں تعلیمی و تبلیغی اور نشر و اشاعت کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دیا ہے وہیں رفاہ عامہ و خدمت خلق میں بھی قابل قدر خدمات پیش کی ہیں۔ رفاہی خدمات سے اسلام کی عملی رواداری اور اس کے انسانیت نواز ہمہ گیر وصول اور بلند اخلاق اور اس کے اعلیٰ قدروں کا اظہار ہوتا ہے۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا دائرۂ رفاہ عامہ مسلمانوں کو تعلیمی و ثقافتی میراث کا تحفظ اور مسلمانوں کی معاشی و اقتصادی زندگی میں تعاون اور ان کے علمی و فکری اور عملی زندگی میں رہنمائی وغیرہ شامل ہے۔

ادارہ اپنی بساط کی حد تک غریب مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی امور میں بھرپور دلچسپی لیتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی اقتصادی اور معاشی اور ثقافتی شناخت برقرار رکھ سکیں اس کے لئے انھیں مادی وسائل کی سخت ضرورت ہے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اس مقصد کے متلاشی اور حاجت مند مسلمانوں کو بے دریغ مالی تعاون دیتی ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی فلاحی خدمات کے آئینہ میں

۱۔ تعلیمی وظائف۔ (نادار یتیم و بے کس و مجبور طلبہ) تعداد ۲۱
۲۔ وظائف بیوگان۔ ماہانہ ۲
۳۔ تعاون برائے تجارت ۱۰
۴۔ اسلامی درسگاہوں کے ساتھ تعاون ۲

۵ علاج و معالجہ۔ کمزور و ناتواں مسلمانوں کو علاج و معالجہ میں تعاون
۶ تعمیر مکانات کیلئے امداد ۱۶
۷ مسافرین کو تعاون۔ متعدد مسافروں کے ساتھ مالی تعاون و کرایہ فراہمی
۸ مسکین و یتیم بچیوں کی شادیاں ۶
۹ مدارس اور دیگر مسلم اداروں کو کتابوں اور رسالہ و دیگر اسلامی لیٹریچر کے ساتھ تعاون کیا گیا۔
۱۰ علماء و اساتذہ کی عزت نفس کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کو ملازمت اور مالی تعاون فراہم کیا گیا۔
۱۱ ہینڈ پائپ اور معاشرہ میں آئے دن واقع ہونے والی دیگر ضرورتوں میں تعاون کیا گیا۔

●

حفیظ اللہ العمری

جدّہ کانفرنس
ایک امید افزا پیش رفت

مشہور جریدہ " اکنامسٹ " نے عالم اسلام کے موجودہ حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ کل تک عیسائیت کمیونزم کے ساتھ نبرد آزما تھی جس میں کمیونزم کو شکست فاش ہوئی اور عیسائیت جیت گئی، اور آج عیسائیت نے اسلام کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ " گذشتہ چند سالوں میں عالمی سطح پر ابھرنے والے حادثات اور واقعات کا بہ نظر غائر جائزہ لینے والے یقیناً اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ لبنان کی خانہ جنگی سے لیکر الجزائر، صومالیہ، عراق اور پھر بوسنیا کے حالات اس مہذب قوم کے ماتھے پر نہ ختم ہونے والا داغ بنکر ابھرے ہیں، جس میں سرب کا وحشی صدر روم کے نیرو کی طرح خون اور لاشوں کا دلدادہ دکھائی دے رہا ہے۔ اس جنگ میں عیسائی دنیا نے اقوام متحدہ کے سہارے بوسنیا کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے اور زندہ بچ جانے والوں کو نفسیاتی طور پر مردوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہونے کی سازشیں تیار کی ہیں۔ آج ان حالات کو صرف اسلامی میڈیا ہی نہیں بلکہ مغربی ذرائع ابلاغ بھی ننگ انسانیت قرار دے رہے ہیں۔ یہ وحشتناک حالات اپنی ابتدا ہی میں انجام کو پہنچ جاتے اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن یو این او کا جنرل سکریٹری بطروس غالی بوسنیائی مسلمانوں کے لئے ہتھیار کی فراہمی پر پابندی نہ لگاتا۔ اس پابندی کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہزاروں بوسنیائی دوشیزائیں جبری عصمت دری کے نتیجہ میں سیکڑوں ناجائز بچوں کو جنم دیں گی۔ جو بطروس غالی کے منہ پر انسانیت کا سب سے بڑا طمانچہ ہوگا۔ مگر غلو کی حد تک اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کرنے والا یہ شخص ابھی تک بوسنیا میں جاری قتل و خون کو مذاکرات کے تاخیری حربوں کے ذریعہ طول دینے کی کوشش میں مصروف

ہے۔ ان تمام کے باوصف حالات ابھی تک امت مسلمہ کے قابو میں ہیں۔ موقع ہے کہ امت سخت سے سخت اقدام کرے، ورنہ حالات قابو سے باہر ہونے کی شکل میں بوسنیا صرف گلی سڑی لاشوں اور عصمت دریدہ ماؤں اور بہنوں کا ملک بن جائے گا۔

اس ضمن میں سعودی عرب کا کردار باقی تمام اسلامی ممالک سے منفرد رہا ہے۔ گذشتہ ماہ جدہ میں بوسنیا کے حالات کا جائزہ لینے اور موثر اقدام کرنے کی غرض سے مسلم ورزائے خارجہ کی کانفرنس بلاکر سعودی عرب نے بوسنیا کی ٹوٹتی ہوئی سانسوں کی ڈور کو زندگی کی نئی امید عطا کی ہے۔

گھٹا ٹوپ تاریکی میں یہ ایک ایسی کرن ہے جس سے شاید اندھیرا ختم تو نہ ہو مگر اس میں کمی ضرور آئے گی۔ ٹوٹتے ہوئے حوصلوں کو جلا بخشنے اور امت مسلمہ کو نیست ونابود کرنے کی غرض سے بڑھتے ہوئے وحشی قدموں کی رفتار کو دھیما کرنے میں اس سے مدد مل سکتی ہے۔

درحقیقت ان حالات میں اس کانفرنس کے انعقاد سے سعودی عرب نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ آج بھی عالم اسلام کی قیادت کر سکتا ہے۔ اور امت مسلمہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے اغیار کو آئینہ دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ اعداء اسلام کے لئے امت کا صرف ایک پلیٹ فارم پر آجانا ہی خطرے کی گھنٹی بن جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے۔ حالات سے باخبر حضرات واقف ہیں کہ گذشتہ دو ہفتوں کے دوران بوسنیا کے معاملے پر اقوام عالم کی سوچ میں نمایاں تبدیلی آئی ہے۔ سربی وحشی اب مذاکرات پر آمادہ نظر آرہے ہیں۔ مسلم دشمن غالی بھی کسی طور پر اس معاملے کو ختم کرنے کی کوشش میں ہے۔ ادھر امریکہ کے بش سمیت برطانوی وزیر خارجہ نے کئی موقعوں پر اپنے بیانات میں سربیا کے خلاف فوجی کارروائی کی دھمکی دی ہے۔ حالات کی یہ تبدیلی ہماری رائے میں اس جدہ کانفرنس کا نتیجہ ہے۔ جدہ کانفرنس میں امت کے نمائندوں نے اقوام عالم خصوصاً سربیا کو کھلے الفاظ میں وارننگ دی کہ آئندہ ایک ماہ میں اگر یہ خون خرابہ بند نہ کیا گیا تو امت مسلمہ خود اقدام کرے گی۔

اس کانفرنس کی اہمیت اس وقت دوچند ہوگئی جب شاہ فہد بن العزیز نے بہ نفس نفیس

(باقی صـ۹۰ پر)

ندوۃ المجاہدین کیرالہ کی چوتھی کانفرنس
چند جھلکیاں چند مشاہدات

مولانا عبدالوہاب جامعی

تعارف ندوۃ المجاہدین کیرالہ

بحیرۂ عرب پر واقع جنوبی ہندوستان کی ریاست کیرالہ اپنی مختلف خصوصیات و امتیازات کی بنا پر زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ بالخصوص اپنے قدرتی حسین مناظر کے ساتھ ساتھ پورے ملک میں تعلیمی لحاظ سے یہ ریاست نمایاں مقام رکھتی ہے۔ یہاں کے احباب بڑے روادار دلدار، سادہ لباس، سادہ مزاج اور ظاہری تصنعات سے پاک صاف بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں۔

اس ریاست میں مسلمانوں کی بہت سی دینی تنظیمیں ہیں جو اپنے طرز فکر کے تحت کام کرتی ہیں۔ ان سب میں مشہور تنظیم "ندوۃ المجاہدین کیرالہ ہے۔ جس میں نوجوانوں کی تنظیم بنام "اتحاد شبان المجاہدین" اور علماء کی تنظیم "جمعیۃ علماء السلفیین" طلبا کی تنظیم "جمعیۃ حرکۃ الطلبۃ المجاہدین" اور خواتین کی تنظیم "جمعیۃ سیدات المسلمات" ہے۔ یہ ساری تنظیمیں ندوۃ المجاہدین کی نگرانی میں تعلیمی، تبلیغی، دعوتی، اصلاحی، دینی بیداری اور اسلامی شعور پیدا کرنے کے لئے مسلموں وغیر مسلموں، طلبا وطالبات میں شب و روز بڑی محنت وجد وجہد کرتی ہیں۔ ریاست کیرالہ کے علاوہ جنوبی ہند کی دیگر ریاستوں میں تعمیر مساجد و امور خیر کی انجام دہی کے لئے مختلف کمیٹیاں ندوۃ المجاہدین کی زیر سرپرستی قائم ہیں عالم عرب میں بھی ندوۃ المجاہدین کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔

ندوۃ المجاہدین کی ذیلی تنظیموں کے مقامی وضلعی ہفت روزہ، ماہانہ وسالانہ اجتماعات پابندی کے ساتھ منظم طریقے سے ہوا کرتے ہیں۔ جس میں ہزاروں مرد و خواتین شریک ہو کر اجلاس کے ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور ہر پانچ سال پر ان سب تنظیموں کے اتحاد سے ریاستی کانفرنس بڑے اہتمام سے ریاست کے مختلف مقامات پر منعقد کی جاتی ہے۔ یہ کانفرنس یوں تو ریاستی سطح کے نام پر ہوتی ہے،

لیکن در حقیقت اس کے وسیع انتظامات اور مہینوں پہلے سے اس کی تیاریوں اور ملک و بیرون ملک کے مختلف وفود کی شرکت پر نظر ڈالیں تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ ریاستی نہیں بلکہ بین الاقوامی کانفرنس کہے جانے کے قابل ہے۔ اسی طرح کی ایک کانفرنس مورخہ ۲۴ دسمبر تا ۲۶ دسمبر ۱۹۹۲ء بمقام قلعہ میدان پال گھاٹ منعقد ہوئی۔

راقم الحروف نے پہلی بار ۱۹۸۶ء کو کوئی پورم کانفرنس میں شرکت کی تھی اور یہیں سے تنظیم کے اصول اور کام کا جذبہ حاصل کیا تھا۔ اس کانفرنس نے مجھ پر کتنا گہرا اثر چھوڑا تھا اس کو تحریر میں لانا میرے لئے ناممکن ہے، ویسے انصاف کی بات تو یہ ہے کہ اس کانفرنس نے مجھ اکیلے کو ہی نہیں بلکہ جنوبی ہند کے سلفی علما کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

۶ دسمبر ۹۲ء کو بابری مسجد کے انہدام کے بعد ملک کے حالات اتنے ابتر اور غیر یقینی ہو گئے تھے کہ ندوۃ المجاہدین کی چوتھی کانفرنس خطرے میں پڑ گئی تھی۔ سب کو یہ تشویش تھی کہ کانفرنس کا کیا ہوگا۔ جبکہ کانفرنس کے انتظامات تقریباً مکمل ہو گئے تھے۔ آخر ندوۃ المجاہدین کے پرعزم، حوصلہ مند اور غیر متزلزل ارادوں کے مالک اراکین کی جان توڑ کوششوں سے وزیر اعظم ہند سے ملاقات کے بعد اس کانفرنس کے انعقاد کی اجازت مل گئی۔ فللہ الحمد۔

کانفرنس کے انتظامات

کانفرنس کے لئے اجازت کی تاریخ انعقاد سے کوئی چار دن پہلے ملنے کے باوجود کانفرنس کی کامیابی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ کانفرنس میں مرد و خواتین پر مشتمل ۵۰ ہزار شرکا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ملک کے موجودہ حالات کے پیش نظر اس بار ہندوستان کی دیگر ریاستوں اور عالم اسلام سے متوقع افراد شرکت نہ کر سکے۔ پھر بھی یمن، سوڈان و امریکہ کے وفود شریک رہے۔ اجتماع گاہ میں داخلہ سے پہلے ہر ایک کو مشینی جانچ سے گزرنا پڑتا تھا جس کی وجہ سے داخلہ کے منتظر افراد کو ایک کلومیٹر لمبی قطار میں سکون و وقار کے ساتھ کھڑے دیکھا گیا۔

شاندار باب الداخلہ قلعہ نما معلوم ہوتا تھا۔ اسی سے متصل دفتر استقبالیہ خصوصی مہمانوں اور عام شرکاء کی راحت رسانی میں ہمہ تن مصروف نظر آیا۔ دفتر استقبالیہ کے بعد سلسلہ وار ہزاروں کتب

کے بھرے کتب خانے زبان ملیالم میں، تفسیر وحدیث، تاریخ وفقہ، معاشیات واقتصادیات، نحو وصرف علمی وادبی کتابوں پر مشتمل تھے۔

جلسہ گاہ (آڈیٹوریم) میں ہزاروں سامعین کی سہولت کے لئے کئی ٹی وی سٹ لگائے گئے تھے۔ کانفرنس میں زبان ملیالم کے علاوہ دیگر اہلِ زبان کے شرکاء کا خیال کرتے ہوئے ایسے جدید آلات نصب کئے گئے تھے جو ملیالم تقاریر کو فی الفور زبانِ اردو میں ترجمہ کر سکتے تھے۔ پورے اجتماع گاہ میں اتنی روشنی کی گئی تھی کہ رات میں دن کا سماں لگتا تھا۔ دواخانے، فائر انجن کے علاوہ پورے جلسہ گاہ کے اطراف سینکڑوں پولیس ڈیوٹی پر متعین تھی۔ ملک کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر پورے شہر میں اعلیٰ پولیس افسران اپنے عملہ کے ہزاروں افراد کے ساتھ چاق وچوبند کھڑے تھے۔ اس کے علاوہ ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ ندوۃ المجاہدین نے اپنے خفیہ محکمہ کے ایک ہزار رضاکار پورے شہر میں پھیلا دیئے تھے جو شہری صورتِ حال پر گہری نظر رکھے لحظہ بہ لحظہ کی خبر ذمہ دارانِ ندوہ کو پہنچا رہے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ خواتین کے پنڈال میں پردے کے انتظام کے ساتھ جھولیاں بھی بنائی گئی تھیں تاکہ بچوں کی نیند آرام سے پوری ہوسکے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

پروگرام کی تفصیل

۲۴ر دسمبر ۹۲ء کانفرنس کا پہلا دن تھا۔ جس میں تعارفی وتنظیمی امور کے علاوہ ہندوستانی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات جیسے مضامین زیرِ بحث آئے۔

۲۵ر دسمبر بعد نماز فجر درسِ قرآن رہا۔ اور خطبہ جمعہ مولانا شیخ عمر ملیباری نے دیا۔ جس میں آپ نے تمام مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات واسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی تعلیم دی اور کہا کہ مسلمانوں کو متحد ہو کر صالح زندگی گذارنی چاہئے اور کسی بھی وقت فساد، فسق وفجور کی راہ ہرگز اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ پھر آپ نے ملک کے موجودہ حالات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

"ایک زمانہ تھا کہ یہاں کے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرتے، انھیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے، اپنی بہن وبیٹیوں سے نکاح کرواتے، اپنے جھگڑوں میں ان کو حَکَم مانتے تھے۔

لیکن آج یہ اسلام اور مسلمانوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی اس پر غور کیا؟ وجہ صرف ایک ہے' وہ صرف ہماری بد اعمالی ہے جسے ہم نے اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اختیار کر رکھا ہے۔ آج سے ہم اگر یہ عہد کریں کہ قرآنی تعلیمات و اسوۂ رسولؐ پر عمل کریں گے' تو انشاء اللہ وہ دور پھر واپس آسکتا ہے۔ موصوف کا خطبۂ جمعہ بڑا جامع و رقت انگیز تھا۔

شام کا اجلاسِ عام جو مذاہب سے متعلق تھا' اس میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی اور ہندو مذہب کے سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے بھی حصہ لیا۔

۲۶ دسمبر یوم شلنبہ درسِ قرآن کے بعد صبح کا اجلاس' اصلاح عقائد' تعلیم وتربیت پر مشتمل تھا جس میں مروجہ بدعات وخرافات' شرکیہ عقائد کی نشاندہی اور تعلیم وتربیت کی راہ میں حائل مشکلات کے سدباب کی تلاش جیسے مسائل زیر بحث آئے۔

امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کا خصوصی خطاب

صبح ۱۰ بجے سلفی علمائے کرام کے خصوصی اجلاس سے امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی حفظہ اللہ نے خطاب فرمایا۔ جس میں ملکی وغیر ملکی مشہور ومعروف علمائے کرام شریک تھے جن میں مولانا کے پی محمد بن احمد سکریٹری ندوۃ المجاہدین کیرالہ' مولانا حسین مڈور صدر اتحاد شبان المسلمین' کے این محمد ابراہیم صدر جمعیۃ العلماء' مولانا ٹی کے محی الدین عمری نائب امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند مشہور خطیب ومفسر قرآن مولانا عمر اللہ ملیباری' مولانا کمال الدین مدنی صدر جمعیۃ اہل القرآن و لحدیث الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ نمائندہ جمعیۃ الحکمۃ الیمانیۃ الخیریۃ یمن' الشیخ احمد المدنی' الشیخ عبدالقادر شبانہ قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ کیرالہ کے مختلف اخبارات کے مدیران بھی امیر محترم کے خطاب میں شریک تھے۔ امیر محترم نے اس خصوصی اجلاس سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند' ندوۃ المجاہدین کیرالہ کو اس کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتی ہے اور مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند ندوۃ المجاہدین کو دراصل جمعیۃ اہل حدیث کی شاخ تصور کرتی ہے۔ اس لئے مرکزی جمعیۃ نے ندوۃ المجاہدین سے گہرے روابط قائم کئے ہوئے ہیں اس وقت

ق کے محی الدین صاحب عمری کو جو مجاہدین کے ایک فرد ہیں مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے نائب امیر بنائے گئے تھے۔ اس کے بعد علمائے کرام کو ان کی ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ خصوصاً اہل کیرالہ سے ہر چھوٹی بڑی سنتِ نبوی پر عمل کرنے اور تقویٰ و الالباس اختیار کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ امیر محترم کے خطاب کو سارے علمائے کرام نے توجہ سے سنا اور آپ کے مفید مشوروں اور پر مغز نصیحتوں پر عمل کرنے کا وعدہ بھی کیا اس اجلاس سے یمنی و سوڈانی علماء نے بھی خطاب کیا۔

بعد نمازِ عصر کی مجلس جو تاریخ اسلام سے متعلق تھی اس میں افتتاحی خطاب ہندوستان کے مشہور مفکر و داعیِ اسلام حضرت مولانا مختار احمد صاحب ندوی امیر مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند نائب صدر مسلم پرسنل لا بورڈ نے فرمایا۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد آپ نے فرمایا:

میرے سلفی بھائیو! ہمیں اللہ کا شکر بجالانا چاہیئے کہ اس نے ہمیں اپنی سب سے بڑی نعمت دینِ اسلام کی نعمت سے نوازا۔ ہمیں عزت ملی ہے تو اسلام کی بدولت، ہمیں مرتبہ و مقام ملا ہے تو دینِ اسلام کی برکت سے ملا ہے۔ اس سرزمینِ ہند پر انصاف وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ یہاں انسانی برادری میں اونچ نیچ کی تفریق چھوت چھات اور بھید بھاؤ تھا۔ نکاحِ بیوگان کو برا سمجھا جاتا تھا اور بیوہ اپنے شوہر کی چتا کے ساتھ زندہ جلادی جاتی تھی لیکن اسلام نے یہاں کے باشندوں کو اچھا عقیدہ، اچھا اصول، اچھا کلچر دیا۔ جس کے نور سے آج پورا ہندوستان روشن ہے۔ جس کی تعلیمات اتنی اونچی ہیں کہ انسانی برادری کی تفریق کو ختم کر دیا۔ سارے انسانوں کو ایک برادری میں جوڑ دیا۔ حسنِ سلوک و انصاف کے مقابلہ میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ ظلم و زبردستی کا خاتمہ کر دیا۔ توحید کا تصور عام کیا اور شرک کے نقصانات سے آگاہ کیا۔ مذہبی آزادی کو برقرار رکھا۔ یہ وہ خوبیاں ہیں جسے اس ملک کے باشندوں نے اپنایا اور ملک کی ترقی کے لئے انکو جامع اصول بنایا۔ اسلام کے ان احسانات کے بغیر ہندوستان کی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔

پھر آپ نے فرمایا: آج مسلمانوں میں اسلام کی بنیادی تعلیم و رسالت و آخرت کا صحیح تصور تک مفقود ہے، ایک شخص اس وقت تک اپنے آپ کو مسلم و مومن نہیں سمجھتا جب تک کسی عالم و فقیہ کی تقلید کا طوق اپنے گلے میں نہ ڈالے۔ جبکہ دینِ اسلام کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل کرنے کا نام ہے دینِ اسلام

نبی کریمؐ کے زمانہ ہی میں مکمل ہو گیا مسلمان قول رسول کے مقابلہ کسی بھی شخص کے قول کو ترجیح نہ دے۔ خواہ وہ بڑے سے بڑے امام و مجتہد کا قول کیوں نہ ہو۔ یہی دعوت سلفی دعوت، دعوتِ اہلحدیث و دعوت ندوۃ المجاہدین ہے۔"

آپ نے کہا "انصاف، امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری ہم پر ہے۔ کیوں کہ ہمارے پاس نبی کریمؐ کی بہترین تعلیمات موجود ہیں۔ یہاں کے ہر بگاڑ کو ختم کرنا ہم اپنا دینی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ اس ملک کی فضا کو ہموار کرنے میں ہم غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ دوش بدوش چلیں گے۔ اور ہم اس کو سنوارنے میں عام ہندوستانی بھائیوں کے ساتھ برابر شریک ہو کر کام کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ ہم غیر مسلم بھائیوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اسلام کا مطالعہ کھلے دل سے کریں۔ یہ دینِ اسلام صرف مسلمانوں ہی کا دین نہیں بلکہ تمام انسانوں کے خالق و مالک کا بھیجا ہوا رحمت و انصاف اور امن و سکون کا دین ہے جو سب کے لئے بھیجا گیا ہے۔ آپ کا خطاب بڑا جامع، دلپذیر و پر اثر تھا جس سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔

امیر محترم نے اس خطاب عام کے علاوہ آندھرا کرناٹک، تامل ناڈو سے آئے ہوئے شرکار سے ملاقات کی اور انھیں بھی خطاب کیا۔

مغرب بعد کا اجلاس غیر اسلامی، سیاسی و دینی تحریکوں سے متعلق تھا۔

۲۷ر دسمبر ۹۲ء کا اجلاس طلبا و نوجوانوں اور خصوصاً خواتین کے پروگراموں پر مشتمل تھا۔ رات کے اجلاس میں قرار دادیں و توصیات پیش کئے گئے جو صیہونی و مغربی مادہ پرستی کے خطرات سے آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ ملکی مسائل پر توجہ دے گی۔ جس میں خصوصیت کے ساتھ حکومت کی جانب سے بابری مسجد کی تعمیر کے اعلان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مسجد کو بہت جلد اس کے مقام پر تعمیر کر کے اپنے وعدے کو پورا کرے تاکہ دستورِ ہند کی حفاظت ہو سکے اور ہندوستان میں امن و سکون قائم ہو سکے، اس کے بغیر امن کی تلاش خواب ہے، حقیقت نہیں۔ ●

اخبارِ عالم

ترتیب وپیشکش :- افضل کی منروی

رابطۃ العالم الاسلامی کی میٹنگ

مکۃ المکرمہ :- ١٦ ررجب المرجب ١٤١٣ھ کو مکہ مکرمہ میں عضو تاسیسی رابطہ عالم اسلامی کی میٹنگ بلائی گئی۔ جس میں دنیا بھر سے ٦٠ ممبر وں نے نمائندگی کی۔ میٹنگ کی صدارت عالم اسلام کے مشہور عالم دین عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز حفظہ اللہ کی صدارت میں ہوئی۔ رابطہ کا سالانہ بجٹ ایک کروڑ ریال ہوتا ہے جس کی سرپرستی سعودی گورنمنٹ کرتی ہے۔ اس میٹنگ میں جو خاص روداد سامنے آئی وہ یہ تھی کہ رابطہ کی کارکردگی اور نشاطات کو دیکھتے ہوئے خادم الحرمین الشریفین نے اس کے بجٹ میں ٤٠ فیصد کا اضافہ کردیا ہے۔

آسٹریلیا میں مسلم اساتذہ کی کانفرنس

سڈنی : آسٹریلیا کے مسلمانوں نے سڈنی شہر میں اساتذہ کی ایک کانفرنس بلائی۔ جس میں اسلامی جلسے وغیرہ قائم کرنے پر زور دیا گیا۔ اور مسلمانوں کو اسلام کا تعارف اور اس کی خدمت کی تلقین کی گئی۔

انڈونیشیا میں اسلامی بنک کا قیام

انڈونیشیا میں ایک اسلامی بنک کا افتتاح عمل میں آیا ہے جس کا نام بنک معاملات انڈونیشیا" رکھا گیا ہے۔ ابتدا میں اس بنک کا بجٹ ٤٢,٥ ملین ڈالر ہے۔ اس بنک کو قائم کرنے میں جہاں ٢٣، اہم شخصیتوں نے حصہ لیا اسمیں سے ایک وہاں کے صدر جناب سوہارتو بھی تھے۔ اس بنک سے ٨٠ فیصد مسلمان استفادہ کریں گے۔

متعدد اسلامی تحریکوں کو ٢ لاکھ ریال کا تعاون

مکہ : رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی امانت عامہ نے اس سال متعدد اسلامی تحریکوں کو ٢ لاکھ سعودی ریال کا تعاون دیا ہے۔ جس میں اکثر تحریکیں افریقہ میں پائی جاتی ہیں جو عیسائی مشینریوں سے برسرِ پیکار ہیں۔ اور متعدد مسجدوں اور دارالایتام کے قیام کے لیے تنزانیا، الجیریا، کاملرن، موریشش کے مسلمانوں کو بھی تعاون دیا گیا۔

چند مسلم ممالک کا اقتصادی بلاک

کوئٹہ (پاکستان) : پاکستان کے کوئٹہ شہر میں متعدد مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ایران، افغانستان، ترکی، تاجکستان سب سے پہلے اپنے نقل و حمل کے راستوں کو آسان بنائیں۔ پھر بعد میں اقتصادی پالیسی کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ سب لوگوں نے متفقہ طور پر یہ کہا کہ ہم ایک دوسرے کو تعاون دیں گے جو اخوت اسلامی پر منحصر ہوگی۔

افغان مجاہدین کو سعودی عرب کی پیشکش

ریاض، سعودی عرب کے فرماں رواخادم الحرمین الشریفین نے افغانستان میں آپسی خانہ جنگی کو تشویشناک بتایا۔ اور وہاں کے سربراہان سے اپیل کی کہ آپ حضرات مل جل کر ایک جگہ بیٹھ کر اپنے اختلافات کو دور کریں۔ اگر آپ حضرات ہمارے ملک کی راجدھانی ریاض میں بیٹھ کر اپنے مسائل حل کریں تو ہم کو بیحد خوشی ہوگی۔ واضح رہے کہ اس سے قبل سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل نے افغانستان کا دورہ بھی کیا تھا۔

شارجہ میں دعوتِ اجلاسِ عام

۷ ادسمبر ۱۹۹۲ء کو شارجہ کی جامع مسجد میں مرکزی جمعیت اہل حدیث متحدہ عرب امارات کی طرف سے ایک اجلاس عام ہوا جو دسویں سالانہ سیرت النبی کانفرس کی تمہید کے طور پر تھا۔

اس اجلاس میں مولانا سرور عالم بستوی مدنی نے اخلاص و اتقاء کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ پھر مرکزی امیر مولانا محمد ابراہیم میرپوری نے فکر آخرت کے موضوع پر ایک موثر اور ایک رقت آمیز خطاب فرمایا۔

مولانا غلام مصطفےٰ فاروق نائب ناظم اعلیٰ نے جمعیۃ کے زیر اہتمام چلنے والے تمام ادارہ اور مکاتب کا تعارف کرایا۔ آخر میں امارات میں جمعیۃ کے مونسس و ناظم اعلیٰ مولانا منیر قمر نے بدعات اور مبتدعین خطرناک حملوں اور سازشوں سے آگاہ کیا جملہ مقررین نے کتاب و سنت کی بالادستی کو زندگی کے تمام شعبوں میں رواج دینے پر زور دیا۔

مولانا عبدالوہاب خلجی کو صدمہ

مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے ناظم اعلیٰ مولانا عبدالوہاب خلجی کی والدہ محترمہ ۲۹ جنوری کو اچانک اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ادارہ مجلس الدعوۃ مرحومہ کی رحلت کو اپنا ذاتی غم سمجھتا ہے اور ان کیلئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے جملہ پسماندگان خصوصاً ناظم اعلیٰ کے غم میں برابر کا شریک ہے اور صبر وشکیب کے لئے دعاگو ہے۔ (ادارہ مجلس الدعوہ الاسلامیہ)

مولانا اقبال احمد کو صدمہ

مجلس الدعوہ الاسلامیہ کے ایک کارکن برادرم مولوی اقبال احمد خانصاحب کے والد جناب محمد سلیم خاں کچھ ماہ کی علالت وکمزوری کے بعد ۳ جنوری ۹۲ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم منصف مزاج، حق گو اور دینی جذبہ وحوصلہ کے حامل تھے۔ بہت کم لوگ ان کی مثالی زندگی گذار سکتے ہیں۔ محلہ اور قرب وجوار کے لوگوں نے ان کے انتقال پر گہرے دکھ اور تکلیف کا اظہار کیا ہے۔

ارکان مجلس الدعوہ الاسلامیہ اللہ تعالیٰ سے مرحوم کے حق میں رحمت ومغفرت کے لئے دعاگو ہیں اور ان کے پسماندگان خصوصاً جناب شہاب الدین خاں ہیڈ کانسٹبل اور مولوی اقبال احمد خاں سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ اور صبر واستقامت کے لئے دعاگو ہیں۔ (ادارہ)

ایک شمع اور بجھ گئی مشہور درسگاہ ندوۃ کے جید اور معروف سلفی عالم وصحافی جناب مولانا عبدالنور ندوی صاحب گردے کی تکلیف کی وجہ سے انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ادارہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے، اور ان کے پسماندگان کے غم میں شریک ہے۔ (ادارہ)

سرزمین نیپال میں ایک نیا چراغ

نیپال میں خالص قرآن وسنت کی ٹھوس تعلیم کا رواج دینے اور صحیح راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کی اصلاح وسدھار کے لئے صوبہ لمبنی کے صدر مقام بھیرہوا میں ایک اسلامی درسگاہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یکم اکتوبر ۹۲ء سے تعلیم کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس کا نیا تعلیمی سال شوال المکرم ہوگا شعبہ حفظ اور عربی رابعہ تک کے طلباء کے داخلہ کیلئے حسب ذیل پتے پر درخواست بھیج کر اپنا اپنا داخلہ منظور کرالیں:

الجامعۃ المحمدیہ' غلہ منڈی وارڈ ۶ سدھارتھ نگر بھیرہوا ضلع روپندیہی نیپال

ہم ہندونیپال کے تمام دین پسند اہل خیر حضرات سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ نیپال جیسے پسماندہ ملک کے اس ادارہ کے فروغ وترقی کے لئے اپنا مالی تعاون پیش فرما کر اسلام کی روشنی کو ملک کے کونے کونے میں عام کرنے کے لئے ہمارا ہاتھ بٹائیں۔ واجرکم عنداللہ اپیل کنندہ: شفیق الرحمٰن السلفی ناظم الجامعۃ المحمدیہ

جامعہ ابن تیمیہ مدینۃ الاسلام

چندن بارا (بہار) ۸۴۵۳۱۲

اولیٰ متوسطہ سے لے کر ثالثہ کلیہ تک کی جماعتوں میں داخلہ کے لئے درخواستیں ۱۰ ررمضان المبارک تک بھیج کر اپنا نام رجسٹرڈ کرالیں۔ جامعہ ایک مثالی درس گاہ ہے جس میں ماہر اور محنتی اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں بورڈنگ اور کلاس روم کی سہولتیں فراہم ہیں

جامعۃ التوحید - بجوا - پکڑی کپل وستو نیپال

حفظ قرآن اور متوسطہ تک عربی آفاقی درسگاہ ... داخلہ ...

طلبہ اپنے داخلہ کے لئے ۱۵ رمضان تک درخواستیں بھیج دیں۔

ضرورت مدرس - تین اساتذہ ایک حافظ وقاری، ایک پرائمری استاذ اور ایک داعی کی ضرورت ہے۔ ۲۰ شعبان تک ناظم جامعۃ التوحید سے ملیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث بمبئی عظمیٰ کی نئی آفس :۔ صوبائی جمعیت اہلحدیث بمبئی عظمیٰ ۱۹۸ آشیانہ بلڈنگ اے ونگ .T - لال بہادر شاستری مارگ کرلا ویسٹ بمبئی ۴۰۰۰۷۰

سابقہ بیتہ جامعۃ الرشاد غفور خاں اسٹیٹ کرلا پر خط وکتابت نہ کریں۔

جامعۃ المعارف الاسلامیہ کی رفتار ترقی

مدرسہ عربیہ دار التعلیم مبارکپور کی دعوتی و تعلیمی سرگرمیوں کی توسیع و ترقی کے پروگرام کے تحت، مورخہ ۳ جمادی الاول ۱۴۱۳ھ موافق ۳۰ اکتوبر ۱۹۹۲ء کو بعد نماز جمعہ شارح مشکوٰۃ المصابیح محدث کبیر بقیۃ السلف علامہ عبید اللہ رحمانی صاحب متعنا اللہ بطول بقائہ کے دست مبارک سے مولانا کاکا سعید احمد صاحب عمری ناظم جامعہ دار السلام عمر آباد، مولانا عبد اللہ مدنی ایڈیٹر ماہنامہ "نور توحید" نیپال، مولانا رفیق غالب ایڈیٹر ماہنامہ التوعیہ دہلی و دیگر علمائے کرام و اعیان کی موجودگی میں قصبہ مبارکپور سے متصل محلہ اسلام پورہ میں "جامعۃ المعارف الاسلامیہ" کے نام سے حاصل کردہ قطعہ آراضی پر ۸۰ × ۶۵ فٹ کی مسجد اور اس کے ساتھ ہی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا جاچکا تھا اور مسجد تعمیر کے بیشتر مراحل سے گذر چکی ہے۔

اور مورخہ ۲۳ رجب ۱۴۱۳ھ موافق ۱۰ جنوری ۱۹۹۳ء کو ۲۵۰ فٹ لمبے پلاٹ پر دار الاقامہ کا سنگ بنیاد بھی محترم سرپرست جامعہ ہی کے دست مبارک سے رکھا جاچکا ہے اور حسب گنجائش اسکی بھی تعمیر کا سلسلہ جاری ہے، نیز جامعہ ہی سے متعلق ایک رفاہی ادارہ میٹرنیٹی ہسپتال کے لئے بھی زمین حاصل کی جاچکی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مدرسہ کے تعلیمی و دعوتی کام کے مصارف کے ساتھ ہی مذکور الصدر تعمیری کام بھی محض اہل خیر حضرات کے تعاون سے انجام پارہا ہے۔ اہل خیر حضرات سے اس صدقۂ جاریہ میں تعاون کی پرزور اپیل ہے۔

واللہ لا یضیع اجر المحسنین

چیک یا ڈرافٹ: JAMIATUL-MARIF-AL-ISLAMIA

A/C S B NO. 14022 UBI MUBARAKPUR

اور براہ راست تعاون درج ذیل پر ارسال فرمائیں: عبد الرحمان رحمانی ناظم جامعۃ المعارف الاسلامیہ
مبارکپور، ضلع اعظمگڈھ (یو پی)

طالبان علوم نبوت کو مژدۂ جانفزا

شائقین علوم عربیہ وطالبان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، جوکہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تاہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جارہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ آئندہ سال ماہ شوال ۱۴۱۳ھ سے شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ وقاری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔

لہٰذا ملتحقین طلباء شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کرلیں اور ۱۰/شوال کو مدرسہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ وعالمیت کے طلباء کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انھیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط وکتابت کا پتہ

محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا، بدلپور، ضلع گونڈہ

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کے تعلیمی اداروں کیلئے اساتذہ کی ضرورت

۱۔ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھبنی کیلئے ــــ ۲ تجربہ کار حافظ و مجود ایک استاذ برائے عصری علوم

۲۔ مدرسۃ اقرا دمتھولی کے لئے ــــ ایک مجود حافظ قرآن اور ایک استاذ برائے عصری علوم

۳۔ مدرسۃ اقرا متوسطہ آزاد نگر کیلئے ــــ ۵ اساتذہ برائے عصری علوم اور دو اساتذہ برائے دینیات

۴۔ مدرسۃ اسلامیہ بھوجوا نیپال کیلئے ــــ ایک استاذ برائے عصری علوم

۵۔ المعہد الاسلامی السلفی پراسی نیپال کے لئے ــــ ایک تجربہ کار حافظ و مجود ایک استاذ برائے عصری علوم

مکمل درخواست (تفصیلی قابلیت و تجربہ کی تشریح کے ساتھ) مدیر تعلیم مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ دہلی ۶ کے پتے پر ۱۵ مارچ تک درخواستیں مطلوب ہیں۔

اعلان داخلہ

مدرسہ دارالقران والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھبنی میں صرف حفظ و تجوید کے لئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ درخواست کی وصولیابی کی آخری تاریخ ۲۵ رمضان المبارک ہے۔ فارم جاری نہیں ہوگا۔ درخواستِ داخلہ "مدیر تعلیم مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی ۶" یا مینجر دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم، بھبنی پوسٹ کوہوی ضلع مہراجگنج کے پتہ پر بھیجی جاسکتی ہے۔

ادارت مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کیلئے مالی تعاون کی اپیل

ہندوستان کے پرآشوب اور کربناک ماحول میں تبلیغ دین اور تعلیم اسلام کا کام کتنا مشکل اور کتنا نازک اور کتنا صبر آزما ہے، اس کا اندازہ ہر صاحب دل حساس اور دینی جذبہ سے سرشار شخص کو بخوبی ہوگا۔ انھیں نازک حالات میں اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تمام ادارے آپ کی مالی و اخلاقی تعاون کے منتظر ہیں۔ اساتذہ کی تنخواہوں، مبلغین کی تنخواہوں، طلبا کے وظائف، مساجد کی تعمیر یا درسگاہوں کی تعمیر میں جزئی یا پورا تعاون فرمائیں۔ ــــ اراکین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۱
شمارہ ۴

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية دهلي الهند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اپریل ۱۹۹۳ء بمطابق شوال ۱۴۱۳ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی نائب مدیر:- عبدالواحد فیضی

زر تعاون

سالانہ:- چالیس روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد
لائف ممبری:- ایک ہزار روپے

پاکستان سے

سالانہ:- ایک سو روپے
لائف ممبری:- دو ہزار روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴-۱ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶
Phone 3265935 فون

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

نقشِ آغاز

افضل ندوی

مسلمانو! اس ملک کو چھوڑ کر چلے جاؤ یا قومی دھارے میں شامل ہو جاؤ۔ بھارت میں رہنا ہوگا تو وندے ماترم کہنا ہوگا۔ اجودھیا تو پہلی جھانکی ہے، متھرا کاشی باقی ہیں ——— یہ ہیں ان نام نہاد دیش بھکتوں کے نعرے جو قانون و عدلیہ کی سطح سے بالا ہو کر آج بات کر رہے ہیں، اور بہت حد تک انکی بات سنی بھی جا رہی ہے اور اس پر عمل بھی ہو رہا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا سارے مذاہب کے لوگوں نے ملکر ہندوستان کو آزاد نہیں کرایا تھا ——؟ جنگ آزادی کے لئے اگر ہندو طبقہ کی سرکردہ شخصیتیں میٹنگوں اور بیرون ملک کانفرنسوں کو زینت بخش رہی تھیں تو کیا اس مشن کیلئے بے شمار مسلمانوں نے اپنی جانوں کو جوکھم میں ڈالکر قید و بند کی زندگیاں نہیں گذاری ہیں ——؟ اگر جواب "ہاں" میں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج ملک کو آزاد ہوئے نصف صدی گذرنے کو ہے لیکن مسلمانوں کو سرکاری ملازمتوں، تعلیم گاہوں میں نظر انداز کیا گیا اور کیا جا رہا ہے۔

اور یہ سب اس حکومت کے زمانے میں ہوئے اور ہو رہے ہیں جو اپنے آپ کو سیکولرزم کا داعی، اقلیتوں کا محافظ کہتی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر کانگریس پارٹی اپنے مذکورہ دعوؤں میں مخلص ہے تو پھر کیا سیکولرزم اور ملکی آئین یہی ہے کہ کسی اقلیتی فرقہ کی عبادتگاہ کو اکثریتی فرقہ کے لوگ ناپاک اور اسکی حرمت کو پامال کر دیں یہانتک کہ قانون و عدلیہ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے

اس کو ملیامیٹ کر دیں۔ کیا یہی وہ حکومت نہیں ہے جس کے زمانے میں تاریخی بابری مسجد کے اندر بت رکھے گئے ـــــ؟ اور اسی کے زمانہ میں اکثریتی فرقہ کے لئے تالا کھولا گیا؟ ـــــ اور اسی جگہ سے ۱۹۸۵ء میں اس وقت کے وزیر اعظم نے اپنا انتخابی دورہ "رام راجیہ" کے نعرے سے نہیں شروع کیا؟ اور کیا پوری دنیا نے یہ نہیں دیکھا کہ کانگریس کی پروردہ فسطائی تنظیموں کے ہاتھوں وہ تاریخی بابری مسجد شہید کر دی گئی؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ اسی پارٹی کے دورِ اقتدار میں شاہ بانو کیس کا مسئلہ اٹھا ـــــ یہی وہ پارٹی ہے جو مسلمانوں پر یکساں سول کوڈ" کو تھوپنے کی انتھک کوشش کرتی رہی۔ کیا یہی وہ حکومت نہیں ہے جس نے U.P.S.C. سے عربی و فارسی زبان کو نکالنے کا پلان بنایا ـــــ لیکن افسوس صد افسوس خیر امت کی مردہ قیادت پر کہ یہ سب کچھ ہوتا رہا اور اس کے قائد ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے اور قوم کو لوٹتے اور لٹاتے رہے اور اپنے عہدوں و منصبوں کی خاطر حکومت کی زبان بولتے رہے۔ یہاں تک کہ چند ملت فروش اور جھوٹے قائدوں نے حکومت کے دھبوں کو دھونے کے لئے اسلامی ممالک کا سفر بھی کیا۔

لیکن نہیں! ایسے وقت میں اب بھی ایک قیادت باقی ہے۔ جس کا شاہ بانو کیس میں نمایاں کردار رہا ہے کہ اس نے اپنے فیصلوں کے آگے حکومت کو جھکایا ہے جس کو ہم مسلم پرسنل لا بورڈ کے نام سے جانتے ہیں۔ مسلمانوں کی یہ واحد تنظیم ہے جس کو تمام مکاتب فکر کے لوگ اپنی نمائندگی سے زینت بخشتے ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ بورڈ کے روحِ رواں اور اسکے قائدین صحافت کی زبان بولنے کے بجائے میدانِ عمل میں اتریں کیونکہ عمل و حرکت میں ہی زندگی ہے اور جمود میں موت ہے، اور اتحاد باہمی پیدا کرنیکے لئے سیاسی اصطلاحوں سے کام لینے کے بجائے قرآن و سنت کی اصطلاح اپنائیں آج مسلمانوں کی چھوٹی سے چھوٹی تنظیموں کے پاس افراد بھی ہیں اور وسائل بھی، لیکن بیس کروڑ مسلمانوں کے بورڈ کے پاس آج افراد کیوں نہیں ہیں؟ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کمی کو پورا کیا جائے اور اگر ضرورت پڑے تو اسمیں

باصلاحیت ، اور صالح نوجوانوں کو بھی نمائندگی دی جائے۔ اور ملک کا کوئی گوشہ ایسا باقی نہ رہے جہاں اس بورڈ کی شاخیں نہ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ بورڈ کے قائدین اور اس کے ذمہ داروں کو اس بات کا بھی احساس ہونا چاہئے کہ بورڈ کے پاس متعدد شعبے ہوں جو مسلمانوں کی اخلاقی، تعلیمی، ثقافتی اور معاشرتی زندگی میں راہنما اصول متعین کریں۔ اور مسلمانوں کیخلاف کی جانے والی سازشوں سے نمٹنے کے لئے تیار رہیں۔ آج ملت کا ہر فرد اپنی دزدیدہ نگاہوں سے صرف مسلم پرسنل لا بورڈ کو ہی دیکھ رہا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر امید کی کوئی کرن نظر آتی ہے تو وہ صرف اور صرف مسلم پرسنل لا بورڈ ہے جو مسلمانوں کو حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر انکی رہنمائی کر سکتا ہے۔

آج پورا عالم اسلام یہودیوں کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسا ہوا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر کوئی اپنے ملک میں رہتے ہوئے بھی امریکہ اور اسرائیل کی خفیہ ایجنسیوں سے ڈر رہا ہے اور ساتھ ہی ساتھ انفرادی طور پر مدتوں سے اس جال سے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس میں نہ کسی سربراہِ مملکت کو آج تک کامیابی ملی اور نہ مل سکتی ہے۔ کیونکہ اگر ان میں سے ایک ملک انکی غلامی سے آزاد ہونا چاہتا ہے تو انھیں میں سے انھیں کی زبان بولنے والا ایک ہی دین کا اپنے آپ کو پیروکار ثابت کرنے والا صحراؤں ریگستانوں میں نمازیں پڑھنے والا اپنے بھائی کا دشمن بنکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر ان میں سے ایک "اقوام متحدہ" اور اس کی ذیلی کمیٹی "مجلس امن" کی نظر میں ظالم قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یوروپی برادری اور امریکہ انسانی ہمدردی کا جھوٹا پروپیگنڈہ کرکے اپنا اسلحوں کی تجارت کو گرمانے میں لگ جاتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان سب کا انسانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ آج بھی ویت نام کی سرزمین امریکہ کے ظلم و بربریت کی گواہ

ہے۔ اور دربدر فلسطینی بھائیوں کی آہ وبکا، بوسنیا وہرزیگوونیا کے مسلم ماؤں کی چیخ وپکار اس بات کی گواہ ہیں کہ اقوام متحدہ اور اس کا نگراں امریکہ کا تعلق انسانیت سے تانکے برابر ہے۔

ایسے نازک وقت میں عالم اسلام کے سربراہوں کو غور وفکر اور اسلامی فہم و تدبر سے کام لیتے ہوئے اقوام متحدہ سے کنارہ کش ہو جانا چاہئے۔ اور انکو چاہیئے کہ کتاب وسنت پر مبنی اپنے ایک الگ محاذ بنائیں۔ یا تو پھر عرب لیگ کو متحرک وفعال بنائیں۔ اور اس کی آفس دوسرے ملکوں کے بجائے مکہ یا مدینہ میں بنائیں۔ اور اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو قیامت کے دن فلسطین کے لاکھوں فرزندانِ توحید جو آج دردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، بوسنیا وہرسک کی مائیں جنکی عصمت وعفت کو لوٹا جا رہا ہے ان کے پارۂ دل کو چیرا جارہا ہے یاس و ناامیدی کے ایام میں ان کے کام آنے والے فرزندوں کو شہید کرکے ان کے سروں کو سامانِ تفریح بنایا جارہا ہے تو ان کے سوالوں کا جواب کیا ہوگا؟ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے وجود کی اہمیت کو سمجھیں اور خیر امت کے مثالی سربراہ بنکر اپنے رعایا و بھائیوں کی مدد و اعانت کریں۔ اللہ ہمیں توفیق دے۔ (آمین)

کمال الدین ندوی آشی گوالموی

لمواے قرآن

قرآن اور عبادت گاہوں کی حفاظت

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی مدافعت نہ کرتا اور بعض کے ذریعہ بعض کو نہ ہٹادیتا تو صوامع اور بیع اور مساجد جن میں اللہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے ضرور گرادی جاتیں۔ اور اللہ تو اس کی ضرور مدد کرتا ہے جو اللہ کے مقاصد کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تو قوت والا اور غلبہ والا ہے۔ (قرآن حج ع ۶)

صوامع صومعہ کی جمع ہے۔ لغت میں اس عمارت کو کہتے ہیں جو اوپر سے پتلی ہوتی جائے۔ درویشانی قوم تریسا کے خلوت خانے اسی شکل کے ہوتے تھے۔ ہندوؤں کے مندروں کی شکل بھی یہی ہے اور اس نام سے معروف ہیں۔

صلوٰۃ۔ عبرانی صلوۃ کا معرب ہے۔ عبادت گاہِ یہودان۔

بیعٌ۔ بیعۃ کی جمع۔ عیسائیوں کا گرجا

مساجد۔ جمع مسجد کی۔ نماز کے لئے متعین شدہ قطعۂ زمین

آیتِ بالا واضح کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لئے دی گئی کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو برقرار رکھیں۔ بدامنی دور کریں۔ پارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادتگاہوں کو اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص نہ گراسکے۔

جب مسلمانوں کی جنگیں اصول بالا کے لئے ہوں گی تب ان کو منجانب اللہ نصرت عطا کی جائے گی۔ اور اس قوم کے مقابلہ میں جو کسی دوسرے مذہب کے معابد کو تباہ کرنے والی ہے۔ ضرور مظفر و منصور ہوں گے۔

جب بھی ایسے حالات پیدا ہوئے ———— اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اٹھایا اور

اور انھیں کے دوش پر معابدِ عالم کی حفاظت کا بار رکھا۔ اور انھوں نے اس بار کو خوشگوار فرض کے طور پر اٹھایا۔

قرآن کے اسی کلام کی صداقت کا اثر اور معجزہ تھا کہ خلافت صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور ذوالنورینؓ میں اسلامی لشکر کو کسی ایک جگہ بھی شکست نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر ایک جگہ اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اللہ ہی کا لشکر غالب آئے گا۔) کا نظارہ نظر آتا رہا۔ اس کامیابی نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی جنگیں ٹھیک اسی اصول (حفاظت و احترام معابد مذاہب عالم) پر تھیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات (جنگیں) اسی قوم اور خاندان کے ساتھ ہوئے جس میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ ہی کی قوم نے اسلام کی عداوت میں سارا زور لگا دیا اور ان سے مدافعانہ لڑائیاں بھی ہوئیں۔ یہ لڑائیاں نہ اپنی تعلیم کی اشاعت کے لئے تھیں نہ دوسرے مذاہب کے لئے موجبِ اکراہ تھیں۔

جب آپ کو عمرہ کرنے سے روکا گیا، خدا کے گھر کو بدامنی و تخریب کاری کا مرکز بنالیا گیا اور مدینہ کے امن و سکون کو غارت کرنے کے لئے فوج کشی کی گئی تو آپ نے مدافعانہ حملے کا جواب دیا۔ جو اسلام کی پہلی جنگ تھی۔ جو اصولِ بالا کے تحت لڑی گئی۔ جس میں کثرت کے مقابلہ میں حق و صداقت کی فتح ہوئی۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

بقیہ:۔ جہاد افغانستان کی کہانی

متمول نوجوان دنیا سے کیسا بے نیاز اور جنت کا کیسا طلب گار ہے۔ اس کا ایمان اور شوق جہاد تو بدر و احد کے مناظر کی یاد دلاتا ہے۔ ماں سینے میں حسرتوں کا طوفان لئے واپس لوٹ گئی، اور یہ نوجوان پھر میدانِ جہاد میں جا پہنچا جہاں سے کچھ دنوں بعد اس کے جنت میں پہنچ جانے کی خبر ملی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نوائے حدیث

علم اور احترامِ علم

فضل اللہ انصاری سلفی

علم اللہ کا نور اور اس کی بیش بہا نعمت ہے۔ علم ربانی عطیہ اور گراں قدر تحفہ ہے۔ علم ایک انمول موتی اور قیمتی گوہر ہے۔ علم وہ روشنی ہے کہ جس سے انسان منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔ علم وہ زیور ہے جس سے آراستہ و پیراستہ ہو کر آدمی صحیح راستہ پر چلتا ہے۔ علم وہ دولت ہے جس کا انفاق نقص نہیں برکت پیدا کرتا ہے۔ علم ایک ایسی فصیل ہے جو انسان کو حیوان سے جدا کرتی ہے اور ایک ایسی تمیز ہے، جو عام لوگوں سے صاحب علم کو ممتاز بناتی ہے۔ علم سے انسان ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہوتا ہے۔ علم سے انسان سیادت و قیادت اور امارت و امامت کرتا ہے۔ علم سے انسان مہذب و با اخلاق اور متواضع و خاکسار ہوتا ہے۔ علم سے انسان صحیح و غلط کا فرق اور تمیز خار و گل جانتا ہے۔ علم سے ربانی معرفت حاصل ہوتی ہے اور خالقِ دو جہاں کے مقام و مرتبہ سے آشنا ہوتا ہے۔ علم سے ہی انسان دین و دنیا حاصل کرتا ہے اور دولت و عزت بھی۔ علم سے ہی آدمی اپنی جداگانہ شناخت قائم کرتا ہے اور منفرد علامت و پہچان بھی۔ علم سے ہی انسان سیرِ افلاک کرتا ہے اور تعمیرِ حیات بھی۔

علم کیا نہیں؟ علم سب کچھ، مگر تب جب کہ اس کی قدر کی جائے اور اس کی قدر یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ علم، جس کی بے شمار خصوصیات و افادات ہیں۔ اس وقت وہ ہر چیز جب کہ اس کی حفاظت و صیانت کی جائے۔ مگر یہ کتنی افسوسناک و المناک حقیقت ہے کہ وہ جو صاحبِ علم ہیں، انھوں نے ہی علم کی ناقدری کی۔ سب سے زیادہ انھوں نے ہی اس کی تذلیل و توہین کی۔ انھوں نے ہی اس کے رُخِ الور پہ کالک پوت دی اور انھوں نے ہی اسے رسوائے زماں کیا۔ علم اللہ کے نور سے وہ دور ہوئے۔ تاریکی میں پہنچے اور گم گشتہ راہ ہو گئے۔ علم کی افادیت کو اگر مختصر الفاظ میں محصور کیا

چاہئے تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ صاحبِ علم کو خوددار، متقی و پرہیزگار اور باوضع وخاکسار بناتا ہے لیکن وائے حسرت ہائے افسوس کہ وہ نہ خوددار ہے متقی و پرہیزگار اور نہ ہی باوضع وخاکسار معمولی سی دولت اور سیم وزر کے عوض صاحبِ علم نے خودداری، عزتِ نفس اور ضمیر و ایمان سب کچھ بیچ دیا۔ وہ خود ذلیل ورسوا ہوئے اور "علم" بھی بدنام ہوا۔ علم تو وہ شئے ہے جس نے وقت کے حاکم وسلطان اور خلیفہ وبادشاہ کو اپنے سامنے سرنگوں کر دیا اور دولت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا مگر وہ خود نہیں جھکا۔ کیا وجہ ہے کہ آج صاحبِ علم کا وہ رعب و دبدبہ نہیں جو کل تھا اور آج ان کی وہ عزت نہیں جو کل تھی۔ اس کا سیدھا سادا جواب یہی ہے کہ جس نے علم کی خود قدر نہیں کی تو اس کی قدر دوسرے سے کیا ہوگی۔ کاغذی مدارس کے لئے نقلی رسیدیں چھپا کر جعلی کام کرنے والے لوگ کون ہیں؟ کذب اور جھوٹ کے ذریعہ فریب اور دھوکا کے سہارے صدقہ وخیرات کی رقم اپنی جیب میں بھرنے والے لوگ کون ہیں؟ غریب ومسکین اور بیوہ ویتیم کے نام پر اہلِ خیر حضرات سے روپئے اینٹھ کر دوسروں کے حق مارنے والے آج کون ہیں؟ کیا علم کی یہی شان اور اس کی یہی پہچان ہے؟ الکل نہیں۔ یہ تو اس کی ناقدری اور صاحبِ علم کی ضمیر فروشی خود فروشی اور خدافراموشی ہے۔ علامہ اقبال نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ

خودی کی موت سے پیرِ حرم ہوا مجبور
کہ بیچ کھائے مسلمانوں کا جامۂ احرام

ایسی بات نہیں کہ سب صاحبِ علم ایسے ہی ہوتے ہیں۔ علم کے قدرداں اور خدا کے نیک بندے بہت ایسے بھی ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ؎

خودی کو نہ دے سیم وزر کے عوض
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض

اپنی ہیچ ذاتی منفعت کے لئے وہ اہلِ ثروت کے حاشیہ بردار نہیں ہوتے۔ ہاں میں ہاں اور نا میں نا نہیں کرتے اور جو حق ہوتا وہ منہ پر کہہ دیتے "ایتونی بشیئ من کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ" (میرے پاس کتاب و سنت سے کوئی دلیل لاؤ، تب میں کچھ مانوں گا) کے مصداق وہ احمد بن حنبل جیسی جسارت واستقامت کے پیکر ہوتے اور کہتے ہیں ؎

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

وہ مصلحت کوش ہوتے اور نہ ہی ضمیر فروش، وہ حاشیہ بردار ہوتے اور نہ ہی دولت والوں کے علمبردار۔ وہ خود دار، بے لوث و بے باک، ہر غرض سے پاک اور احترام علم کے پاسدار ہوتے ہیں۔ "اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ" (اللہ سے اس کے عالم بندے ہی کما حقہ ڈرتے ہیں) کے پیشِ نظر اگر کوئی صاحب علم ہونے کے بعد بھی بے دین ضال و مضل، گمراہ و گمراہ کن، بداخلاق و بدکردار ہو تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ علم کے فیض سے وہ محروم ہے، وہ نورِ الٰہی سے دور ہے اور وہ علم کی توہین و تذلیل کرتا ہے۔ اگر کوئی صاحب علم کسی جماعت و معاشرہ میں افتراق و انشقاق پیدا کرتا ہے، ایک دوسرے کے درمیان نفرت و عداوت، بغض و عناد اور کینہ کپٹ پیدا کرتا ہے۔ ایک سماج میں اتفاق و اتحاد سے رہنے والے افراد کو آپس میں ورغلاتا ہے اور انھیں ٹوٹ پھوٹ پر اکساتا ہے تو اسے بھلا کون صاحب علم کہے گا اور ایسی حرکات کا ارتکاب تقویٰ کا نتیجہ کیسے قرار پائے گا۔ تقویٰ کی صفت سے اگر کوئی صاحب علم محروم ہے تو وہ اور لوگوں کے مقابلے میں سب سے بڑا مجرم ہے کہ اس نے دین کی بھی مخالفت کی اور نفس علم کی بھی تذلیل کی۔ اللہ کے رسول ایسے ہی علم سے پناہ مانگتے اور دعا کرتے تھے کہ اللّٰھمّ انی اعوذبک من علمٍ لاینفع (اے اللہ! میں اس علم سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو فائدہ نہ دے) اسی طرح اگر کوئی صاحب علم ہونے کے باوجود مغرور و متکبّر اور خودسر ہے تو پھر وہ اس جاہل سے بہرحال بدترین ہے جو متواضع و خاکسار ہے۔ کہنے دیا جائے کہ علم کی سب سے بڑی شان اور پہچان یہ ہے کہ وہ صاحب علم کو متواضع و خاکسار بناتا ہے۔ "ہم چوں من دیگرے نیست" کے مصداق اگر کوئی چند کتابیں پڑھ لینے کے بعد خود کو ہی وقت کا ابن تیمیہ و ابن قیّم اور غزالی سمجھ بیٹھے، اپنے آگے کسی کو کچھ اہمیت نہ دے، عوام تو عوام خواص کو بھی وہ خاطر میں نہ لائے، ہر کسی کو ہیچ نظر سے دیکھے اور اپنے عالم و فاضل ہونے کا ہر جگہ مظاہرہ کرے تو بلاشبہ نہ صرف یہ کہ وہ جاہل ہے بلکہ بدترین انسان بھی۔ کیونکہ "وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا" یعنی لوگوں سے اپنے منہ نہ پھیرو اور نہ ہی زمین پر اترا کے

چاہئے کے پیشِ نظر قرآنی تعلیم وہدایت کا بھی وہ مخالف ہے اور اس طرح سے ناقدریٔ علم کا مجرم بھی جس علم سے انسان کے ساتھ ایسا سلوک ہو، اس سے بھلا کیا فائدہ ؟ اللہ کے سبھی بندے برابر ہیں۔ اگر کوئی ارفع واعلیٰ اور مکرم وعزت مآب ہو سکتا ہے تو محض تقویٰ کی بنا پر اور بس اسی سے لوگوں میں اپنا مقام بلند کرنے کا اس سے بہتر ذریعہ کوئی نہیں کہ انسان متواضع اور خاکسار ہو، اس کے اندر خدا کے واسطے عجز اور انکسار ہو، ہر ایک سے وہ ٹوٹ کے ملتا ہو اور کہیں بھی وہ اپنی فکر ودانش اور علم وادب کی برتری نہ پیش کرتا ہو۔ وہ نہایت ہی باوضع خلیق و ملنسار، خندہ رو اور بردبار ہو۔ پس چاہئے کہ صاحب علم اپنے علم کی قدر کریں اور وہ خود دار، متقی وپرہیزگار اور متواضع وخاکسار ہوں۔ ●

بقیہ ۲ وادِ ابراہیم کی ہمہ گیری

کے موقع پر حاجیوں کی جو کیفیت ہوتی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ سے مسلمانوں کا کیا دلی لگاؤ ہے ؟

حج پر کسی قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہئے اور اس راستہ میں کوئی بھی رکاوٹ پیدا کرنا درست اور جائز نہیں۔ بلکہ اس کے بجائے زیادہ سے زیادہ سہولتیں مہیا کرنا چاہئے۔

بقیہ : حیات اور کارنامے

مکتبہ حافظ صاحب کا اپنا ذاتی ایک عظیم الشان اور قیمتی کتب خانہ بھی تھا جس میں حدیث، فقہ، تاریخ اور تراجم وغیرہ کی بہت سی اہم و نادر کتابیں تھیں۔ یہ کتب خانہ ۱۹۷۰ء میں مولانا سیف بنارسی اور مولانا عبدالرحمان صاحب بقا غازی پوریؒ کے کتب خانوں کے ساتھ مرکزی دارالعلوم بنارس میں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں آج تشنگانِ علوم نبویہ سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔ ●

کرسی سے انٹرویو

اور دانائی ہے نہ کہ جلوس اور ریاترائیں۔

س:۔ محترمہ! ہم آپ کے مشکور ہیں کہ آپ نے ہمیں انٹرویو لینے کا موقع دیا۔ اب رخصت کی اجازت مطلوب ہے ؟

ج:۔ شکریہ ●

حج بیت اللہ اور
آوازِ ابراہیمؑ کے اثرات کی ہمہ گیری

مولانا محمد اسماعیل السلفی کا ایک جامع خطاب

مرتب:۔ عبد الواحد

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَ
طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ۝ وَ
أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ
مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ
فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۝ (سورہ حج آیت ۲۶ تا ۲۸)

ترجمہ:۔ اور جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو خانۂ کعبہ کی جگہ بتا دی اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف، قیام اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھنا اور اعلان کرو لوگوں میں حج کا۔ لوگ تمہارے پاس آئیں گے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر دور دراز راستوں سے تاکہ ان کے لئے جو فائدے ہیں وہ دیکھیں اور مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو ان کو اس نے بخشے ہیں خود بھی کھائیں اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔

جیساکہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت اللہ کی تعمیر اور اس کی شرک وبت پرستی اور گندگی سے پاک رکھنے کا حکم دیا۔ ظاہری اور باطنی، حسی اور معنوی تمام نجاستوں سے محفوظ رکھنے کی تاکید کی۔ تاکہ طواف، رکوع، قیام، سجود کرنے والے اس میں یکسوئی

کے ساتھ عبادت کر سکیں۔

"للطائفین" کعبہ کو پاک رکھنا طواف کرنے والوں کے لئے۔ طواف ایک ایسی عبادت ہے جو صرف خانہ کعبہ کے لئے مخصوص ہے۔ کسی دوسری مسجد یا عمارت کا طواف کرنا بھی جائز نہیں۔ جس کی فضیلت بے حد و حساب ہے۔ مسجد قبا کو بھی یہ حق نہیں جس کے متعلق کہا ہے کہ "اُسِّسَ بُنْیَانُہٗ عَلَی التَّقْوٰی"۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پابندی سے ہفتہ میں ایک مرتبہ قبا میں ضرور جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اس مسجد کا بھی طواف نہیں کیا جا سکتا اب آپ خود غور کریں کہ دوسری عمارتیں اور مقابر چاہے وہ کتنے بڑے اولیاء کے ہی کیوں نہ ہوں، ان کا طواف کیسے روا ہو سکتا ہے۔

عبادت کی باقی تین صورتیں عام ہیں جو ہر مسجد میں جائز ہیں۔ قیام، رکوع اور سجود، بلکہ رہائشی جگہوں پر نفل نماز ادا کرنا بہتر ہے۔ حدیث میں ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بنا دینا یعنی ان میں نفل نمازیں پڑھنا چاہیئے۔

"وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ" ــــــ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تعمیر کعبہ کے بعد حج کے اعلان کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً عرض کیا کہ میری آواز ساری دنیا میں کیسے پہنچ سکتی ہے تھوڑی دور جا کر ختم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آپ اعلان کریں آواز کو پہنچانا ہمارا کام ہے" چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اعلان کیا اور اس اعلان کو اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میں پہونچا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز دریاؤں، جنگلوں اور سمندروں کو چیرتی ہوئی دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ گئی۔ اسی آواز کا کرشمہ ہے کہ ہر سال لاکھوں کی تعداد میں لوگ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ کروڑوں وہاں پہنچنے کے لئے تڑپتے رہتے ہیں۔

خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کی متعدد بار کوشش کی گئی۔ لیکن خانہ کعبہ کی رونق میں کبھی فرق نہیں پڑا۔ یہ سب اسی "اَذِّنْ فِی النَّاسِ" کے اثر کی بنا پر ہے۔ خانہ کعبہ کو تباہ کرنے کی پہلی کوشش رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے قریبی زمانہ میں ہوئی تھی وہ سال عام الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ یمن کے بادشاہ ابرہہ نے مکہ پر فوج کشی کی تھی۔ ان ایام میں خانہ کعبہ کا غلاف سال میں دو مرتبہ یمن سے آتا تھا۔ ابرہہ کے زمانہ میں بھی غلاف آتا رہا۔ لیکن اس وجہ سے ابرہہ جس تعریف و توصیف کی توقع رکھتا تھا وہ قریش نے

.نہ کی اس سے اس کو خیال ہوا کہ یمن میں ہی خانہ کعبہ بنایا جائے اور غلاف مکہ روانہ کرنے کے بجائے یہیں چڑھایا جائے۔ چنانچہ ایک عمارت بنائی گئی اور غلاف بھی چڑھایا گیا لیکن حج کے لئے کوئی نہیں نہیں آیا۔ اس پر غضب یہ ہوا کہ مکہ کا ایک قریشی اس عمارت میں پاخانہ کر گیا۔ یہ گویا جلتی پر تیل ڈالنا تھا۔ اس نے سوچا کہ جب تک کعبہ کو زمین بوس نہیں کر دیا جائے گا اس سے لوگوں کی توجہ دور ہونا ممکن نہیں۔ اس ارادہ سے وہ ایک لشکرِ جرار لیکر مکہ پر حملہ آور ہوا۔ اس لشکر کے ساتھ ہاتھیوں کی بھی ایک فوج تھی۔ مکہ بالکل خالی ہو گیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کی اور ابابیل جیسے حقیر جانوروں سے پوری فوج کو تہس نہس کرا دیا۔ سورۂ فیل میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

اسی طرح شیعوں کے ایک فرقہ (باطنی) نے بھی کعبہ پر حملہ کیا تھا اور حجرِ اسود اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ کئی سال تک حجرِ اسود کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں پڑا رہا لیکن کعبہ کی رونق میں کوئی کمی نہ ہوئی حج جاری رہا چنانچہ وہ دوبارہ لاکر نصب کر گئے۔ یہ واقعہ ۳۱۹ھ میں ہوا اور واپسی ۳۳۹ھ میں ہوئی۔ (شفاء الغرام)

اس کے بعد بھی فتنہ و فساد کے کئی دور آئے۔ لیکن خانۂ خدا ہمیشہ آباد رہا۔ اور "اَذِّنْ فِی النَّاسِ" کا اثر پورے طور پر قائم رہا۔

ماضی قریب میں جب شریف حسین مکہ اور سلطان عبدالعزیز بن سعود میں جنگ ہوئی تھی تو ۱۹۲۶ء میں ہندوستان کے لوگوں کا ایک طبقہ لوگوں کو حج سے روکنے کے لئے بندرگاہوں پر کوشش کرتا رہا۔ لیکن لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا اس اَذِّنْ فِی النَّاس کا اثر دیکھئے کہ یہ طبقہ خود ہی آخری جہاز میں سوار ہو کر مکہ کے لئے روانہ ہو گیا۔

يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ط
پیدل بھی آئیں گے اور سوار بھی ایسے جو بے سرو سامان ہوں گے۔ ان لوگوں کو سامان کی کچھ پروا نہیں ہے۔ ان اونٹنی سواروں سے موٹروں اور گاڑیوں تک اور اس کے بعد ہوائی جہاز تک لوگ آمدورفت کے ذرائع اختیار کر کے حج کے لئے ہر سال جا رہے ہیں۔

بیت اللہ کی عمارت دنیا کی اعلیٰ ترین عمارت ہے مسلمانوں کو جو قلبی تعلق بیت اللہ سے ہے اس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا۔ حج سے فراغت کے بعد مکہ معظمہ سے واپسی کا

(بقیہ صفحہ پر)

سلفی دعوت ایک تعارف

تحریر: فضیلۃ الشیخ محمد ناصر الدین البانی — ترجمہ:۔ شریف احمد حافظ لندن

چونکہ اکثر لوگ سلفی دعوت سے ناآشنا ہیں اور وہ صرف اس لئے کہ بے شمار کینہ پرور اور حاسدین اس کی تصویر کھینچ کر مسخ کرنے اور جھوٹی تہمتیں لگانے و غلط باتیں منسوب کرنے میں دن رات مشغول رہتے ہیں، جیسے کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سلفی دعوت صرف ظاہری اور غیر اہم باتوں پر ہی توجہ دیتی ہے۔ اس سے ان کی مراد حدیث نبوی ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دعوت صرف ایسی پرانی باتوں پر ہی زور دیتی ہے جو زمانے کی نذر ہو گئے، اس سے ان کی مراد توحید و عقیدہ ہوتا ہے۔ ان باتوں نے اس دعوت کے صحیح رخ کو پیش کرنے پر ہمیں مجبور کیا، تاکہ لوگ اس حقیقت سے آشنا ہو جائیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس دعوت کے ذریعے جو کہ انبیاء و رسل اور سلف صالحین کی دعوت ہے لوگوں کو ہدایت دے۔ (آمین)

سلفی دعوت سے کیا مراد ہے؟

سلفی دعوت کا جب اطلاق ہوتا ہے تو اس سے مراد سلف کی طرف نسبت ہوتی ہے۔ اور سلف کے لغوی معنی "گزرے ہوئے لوگ" ہیں۔ لیکن اصطلاحی طور پر اس سے مراد پہلی تینوں صدی ہجری کے وہ بہترین لوگ ہیں جن کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول سے مدح فرمائی ہے:

'بہترین لوگ میری صدی کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو جھوٹی شرافت کا دم بھریں گے'، اور گواہی طلب کئے جانے سے پہلے گواہی دیں گے۔ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہترین

لوگ ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی ہدایتیں بہترین، ان کے طریقے قابل پیروی اور ان کے راستے قرآن وسنت کی طرف لے جاتے ہیں۔

سلف کا برعکس خلف ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ان مذکورہ صدیوں کے بعد آئے ہم یہی سے اکثر جانتے ہیں کہ بہت ساری باتوں اور مسائل میں ان لوگوں نے سلف سے ہٹ کر راستہ اپنایا تیسری صدی ہجری کے بعد کچھ ایسی باتیں سامنے آئیں جو پہلے نہ تھیں، اس کا سب سے بڑا سبب مسلمانوں کا دوسری قوموں کے ساتھ اختلاط اور ان قوموں کی تہذیب وثقافت کا اپنالینا ہے۔ مثال کے طور پر مسلم فتوحات کے بعد عیسائی و یہود، ایران و یونان اور ہندوستان کے وہ لوگ جو اسلام میں داخل ہوئے وہ اپنے ساتھ اپنی تہذیب وثقافت بھی ساتھ لائے جس سے عام مسلمانوں اور خاص طور پر وہ لوگ جن کے دلوں میں اسلام پوری طرح جاگزیں نہیں ہوا تھا اس کی چمک دمک سے خوب متاثر ہوئے اور اس کو اپنانے لگے۔ اسلامی تعلیمات سے نابلد امرا و حکام نے بھی ان کی ہمت افزائی کی اور اپنانے لگے۔ اور معاملہ کی سنگینی کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں کیا بلکہ ان غیر اسلامی قوموں کی کتابوں کے مترجمین کو بھاری انعامات اور کرامات سے نوازا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطرات کی پیش بینی کر دی تھی اور وارننگ بھی دی تھی۔ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی حدیث ہے کہ ایک مرتبہ انھوں نے تورات سے کچھ حصے لکھ لئے تھے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا۔ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کا ایک یہودی دوست ہے اور اس سے توراۃ کے بعض حصے لکھے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غضبناک ہوئے اور فرمایا "کیا تم بھی یہود ونصاریٰ کی طرح شک وشبہ کا شکار ہو گئے ہو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر موسیٰ بن عمران بھی زندہ ہوتے تو انھیں میری اتباع کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ذریعہ خبردار کیا کہ اپنے رب کی طرف سے جو ہدایت لائی ہے اس کے سوا کوئی ہدایت نہیں، اور یہ کہ کوئی "قدوۃ اور متبع" نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس سے ہدایت طلب کی جا سکتی ہے سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اس کی اجازت نہیں کہ وہ دوسری قوموں سے اپنا دین اور ہدایت تلاش کریں یا اخلاق

نصائح طلب کریں اور نہ ہی اس کی اجازت ہے کہ وہ ان کے افکار و خیالات اور تصورات کو اپنا آئیڈیل بنائیں۔ اس کی بالکل سیدھی سادی وجہ ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ہم مسلمانوں کے پاس ہدایت کو کامل شکل میں نازل فرمایا ہے اور اس فضل سے صرف ہم مسلمانوں کو ہی شرف بخشا ہے اس طرح یہ نہ دوسری قوموں کی رہنمائی کے یا کسی دوسری ہدایت کے محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی بتادی ہے کہ اس نے اپنے دین کو مسلمانوں کے لئے مکمل فرمادیا ہے اور اپنی نعمت و نوازش بھی اس کے ذریعہ پوری کردی ہے اور اسلام کو مسلمانوں کے لئے دین کے طور پر پسند فرمالیا جیسا قرآن میں اس نے فرمایا ہے:

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور اپنی نعمت میں تم پہ پوری کردی ہیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا ہے۔"

یقینی طور پر یہ فرمانِ الٰہی دنیوی امور کو شامل نہیں تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اسلام عقلوں پر بندش لگاتا ہے اور افکار کو پابند کرتا ہے کیونکہ گوناگوں دنیوی علوم سے نہ ہی ہم بے نیاز رہ سکتے ہیں اور نہ ہی کسی زمانہ میں مختلف تمدنی اور سائنسی ترقیات سے آنکھ چرا سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں ان علوم کے حصول سے باز رہنے کیلئے بھی نہیں کہا ہے لیکن اس کے لئے بہر حال ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ ان میں سے کوئی بھی علم یا ایجادات اسلامی نقطۂ نظر سے متصادم نہ ہو، مثال کے طور پر انسانی ارتقاء کے متعلق ڈارون کا نظریہ۔

اس لئے کہ اسلام دینِ حق ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے اور یہ سارے علوم جو انسانی دماغ کی پیداوار ہیں، گمان پر مبنی ہیں۔ اور اگر کوئی صحیح اور قطعی نص کسی سائنسی نظریہ اور فکر سے متصادم ہو جائے تو ہمیں نص کو ہی مقدم کرنا چاہیے۔

میرے خیال میں اس شرط کے ساتھ ان علوم کو اپنانے میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں اور اس سلسلہ میں سب سے بڑی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ واقعہ ہے جو ہجرت کے بعد پیش آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ کھجور کے درختوں میں پیوندکاری کرتے ہیں تو آپؐ نے پوچھا: یہ تم لوگ کیا کرتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا "ایسا ہم لوگ کرتے آئے ہیں" تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "شاید تم لوگ ایسا نہ کرو تو بہتر ہے" لوگوں نے کرنا چھوڑ دیا نتیجہ

کے طور پر اگلی فصل میں پیداوار کم ہوگئی۔ لوگوں نے اس کا ذکر آپ سے کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا میں ایک انسان ہوں۔ اگر تمہارے دین کے متعلق کسی بات کا حکم دوں تو تم اس کی پیروی کرو لیکن اگر کسی دنیوی امور میں اپنی کسی رائے کا اظہار کرتا ہوں تو میں صرف ایک انسان ہوں' بعض روایات میں یہ اس طرح آیا ہے "تم اپنے دنیوی امور کے متعلق زیادہ جانکار ہو"۔

کیا سلفی دعوت کوئی نئی تحریک ہے ؟

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سلفی دعوت ایک نئی اور وقتی دعوت ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے' ایسا سوچنا غلط ہے۔ بلکہ سلفی دعوت اسلام کی صحیح دعوت ہے یہ کتاب و سنت کی دعوت ہے یہ اصطلاح پہلے اس لئے استعمال نہیں ہوئی کہ پہلے کے مسلمان صحیح اسلام پر تھے لہٰذا اس وقت سلفی اسلام یا سلفی دعوت کہنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اس کو سمجھنے کے لئے ہم عربی زبان کی مثال دیتے ہیں۔ پہلے لوگ عربی زبان بغیر کسی لحن یا غلطی کے بولتے تھے اس لئے نحو و صرف اور بلاغت کے قواعد و ضوابط وضع کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن جب اجنبی افکار و خیالات مسلمانوں کو متاثر کرنے لگے اور زبان کی غلطیاں کثرت سے واقع ہونے لگیں تو علماء اور زبان دانوں کو اس کی فکر ہوئی کہ وہ ان غلطیوں کی نشاندہی کریں۔

اس دعوت کے سب سے ممتاز عالم احمد بن حنبلؒ تھے جنھوں نے پوری وضاحت کے ساتھ اس کو پیش کیا' اور جس وقت فتنۂ خلقِ قرآن آپ کے زمانے میں ظاہر ہوا اور لوگوں کو اس فکر کے قبول کرنے اور اپنانے پر مجبور کیا جانے لگا تو آپ اس وقت پوری طرح ڈٹ کر مقابلہ میں کھڑے ہوگئے۔ اس وقت آپ کا موقف قابلِ دید تھا۔ اس سے دو واضح اتجاہات سامنے آئے۔ ایک اتجاہ اصحاب الرائی کی تھی جنھوں نے عقل کو نقل پر فوقیت دی اور کتاب و سنت و سلف صالح کی راہ سے اعراض کیا۔ جبکہ دوسری اتجاہ ان لوگوں کی تھی جنھوں نے ہر معاملہ کی اساس کتاب و سنت اور سلف صالح کی صحیح راہ کو بنائی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے وقت معاملہ نے گمبھیر شکل اختیار کر لی تھی اور اجنبی تہذیب و

ثقافت کا غلبہ ہر طرف ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ ان مسلمانوں کی تعداد نہایت ہی کم رہ گئی تھی جو کتاب وسنت کے پابند اور سلف صالح کی راہ کے راہرو تھے، یہ لوگ خود اپنی ہی سوسائٹی میں اجنبی بن کر رہ گئے تھے۔ اس وقت اس دعوت کو اجاگر کرنے کیلئے اور لوگوں میں اس کا احساس پیدا کرنے کی سخت ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس وقت ابن تیمیہ کی وہ شاندار تحریریں سامنے آئیں جن کے ذریعہ انھوں نے اسلام کی اس صحیح شکل کو پیش کیا تھا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ تھے۔ آپ کی یہ تحریری ہدایت حق کے متلاشیوں کے لئے منارۂ نور اور حق وباطل کے درمیان حدِ فاصل۔ آپ نے مخالفوں پر کتابوں، مناظروں، رسل ورسائل اور دوسرے طریقوں کو کام میں لاتے ہوئے حجت قائم کر دی۔ اور مخالفین کی ساری دلیلیں بے وزن ثابت کر دیں۔ اس کے بعد سلف، دعوتِ سلف اور طریقۂ سنت کی اصطلاحیں ظاہر ہوئیں۔ اگرچہ کہ یہ الفاظ میرے خیال میں پہلے استعمال ہوتے رہے ہیں، جیسے کہ اس مشہور شعر میں ؎

وکل خیر فی اتباع من سلف
وکل شر فی ابتداع من خلف

سلف کی پیروی کرنے میں خیر ہی خیر ہے اور خلف کی بدعتوں میں شر ہی شر۔

ابن تیمیہؒ کے بعد اس دعوت کو آگے بڑھانے اور پیش کرنے میں متعدد علماء سامنے آئے۔ جیسے ابن قیم اور ابن کثیر وغیرہم۔ انھیں اس سلسلہ میں قید وبند، ظلم وستم اور مصائب جھیلنے پڑے یہانتک کہ ان میں سے بعض جیلوں میں قید، انتقال کر گئے۔

اگرچہ ہر زمانے میں مخالفین کو مادی طور پر غلبہ حاصل رہا ہے لیکن معنوی فوقیت ہمیشہ ہی دلیل وبرہان کو رہی ہے، اور اہلِ سنت ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق رہے ہیں کہ "میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہوگا۔ کسی کی ذلت ومخالفت انھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے، اور وہ لوگوں پر فتحیاب ہوں۔"

پھر اس دعوت سلف کے مجدد شیخ محمد بن عبدالوہاب نجد میں پیدا ہوئے، اس وقت نجد گمراہی کی گھنگھور تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا اور اصنام پرست ہر طرف چھائے ہوئے تھے۔ آپ نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں کو پڑھا۔ اور پھر خود کو صحیح اسلام کی تبلیغ

کے لئے وقف کر دیا۔ لیکن بدلے میں آپ کو صرف اذیتیں اور تکلیفیں ہی ملیں۔

اس کے بعد ہم سلفی دعوت کی حقیقت اور اس کے اصول کی طرف چلتے ہیں۔ ویسے تو اس دعوت کے متعدد اصول ہیں، لیکن ہم یہاں صرف تین بنیادی اصول کے ذکر پر ہی اکتفا کریں گے۔

پہلی اصل ــــــ توحید

توحید کے باب میں اکثر مسلمان غلطی کا شکار ہوئے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ توحید جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں دیا ہے وہ صرف اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ اس کائنات کا ایک رازق ہے جو مدبر ہے حکیم ہے اور صفات کمال سے متصف ہے۔ باوجودیکہ یہ حقیقت دل و دماغ میں مرکوز ہوتی ہے اور اس کو ثابت کرنے کے لئے محنت کی کوئی ضرورت بھی نہیں، جیسے کہ اللہ کا فرمان ہے:

"فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ

یہ فطرت الٰہی ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔"

اور ــــــ

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

اے پیغمبر! اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انھیں کس نے پیدا کیا تو یقینی طور پر یہ کہیں گے کہ اللہ نے، پھر کہاں بھٹک رہے ہیں۔

اگر کوئی شخص غور کرے تو دیکھے گا کہ ہر آدمی ایک معبود کے وجود پر جو خالق ہے، رازق ہے، اور مدبر ہے، ایمان رکھتا ہے سوائے ان چند ملحدوں کے جو ماضی میں دہریہ کہلاتے تھے اور اب ملحد، زندیق یا کمیونسٹ کہلاتے ہیں۔

یہاں اس بات کا اشارہ ضروری ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ روس، چین اور دوسرے کمیونسٹ ممالک کے باشندے یا تو عیسائی ہیں، یا یہودی یا مشرکین، ان کے عبادت خانے بھی ہیں اور عبادت کے طور طریقے بھی۔ بلکہ کمیونسٹ تو صرف پارٹی کے ممبران ہیں جو کہ اس ملک کی آبادی کا انتہائی ہی قلیل تناسب ہے۔

جہاں تک سلفی دعوت کا تعلق ہے تو وہ توحید کو سمجھنے اور جاننے کے لوگ زیادہ ضرورتمند ہیں اور توحید کو اس کے صحیح اور مکمل مفہوم میں پیش کرنے کا اہتمام کرتی ہے اس مفہوم کا خلاصہ یہ بہت سارے علمائے حق نے بیان کیا ہے مثال کے طور پر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے:

ان کی تحقیق کے مطابق توحید کی تین اقسام ہیں، پہلی قسم تو وہی ہے جو اوپر ذکر کی جا چکی ہے یعنی توحید ربوبیت "اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کائنات کا ایک ہی خالق اور رازق ہے جو تمام صفات کمال سے متصف ہے۔

دوسری قسم توحید کی "توحید الوہیت ہے اور اس کے معنیٰ ہر قسم کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر دینے کے ہیں۔ توحید کی یہ قسم توحید کی سب سے خاص خصائص میں سے ہے اور اسی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا تھا۔ جب ہم "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ وَحدَهٗ لَا شَرِیکَ لَـهٗ" کہتے ہیں تو توحید کی یہی قسم مراد ہوتی ہے۔ اور اسی کلمہ کے ذریعہ ایک شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور یہی وہ کلمہ طیبہ ہے جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اخلاص سے لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اس کلمہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے۔ صرف زبان سے ہی یہ الفاظ ادا کر دینا کافی نہیں بلکہ اس کو سمجھنا، اس کا اعتقاد رکھنا اور اس کو عملی جامہ پہنانا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی کے لئے "عبادت کو خاص کر دینے کے یہ معنیٰ نہیں ہیں جیسا کہ بہت سارے مسلمان سمجھتے ہیں کہ اس کے لئے صرف نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہی کی عبادت خاص ہے۔ بلکہ عبادت کے معنیٰ اس سے بھی زیادہ وسعت و شمولیت رکھتے ہیں کیونکہ عبادت ہر وہ چیز ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے۔ اس میں ہر وہ تعظیم جو اللہ ہی کے لئے ہوسکتی ہے، شامل ہے۔ جیسے دعا، توکل، خشیت و انابت، خوف و رجاء، محبت، مدد طلب کرنا اور ذبح وغیرہ۔ یہ تمام عبادات ہی کی اقسام ہیں اور یہ صرف اللہ ہی کا حق ہے۔ اس سلسلہ میں اتنے سارے نصوص وارد ہیں کہ یہاں ذکر بھی مشکل ہے۔

توحید کی دوسری قسم سے اکثر مسلمان سخت نفرت وجہالت کا شکار ہیں اور سلفی دعوت کا سارا زور اسی توحید کی وضاحت پر ہوتا ہے کیونکہ اس میں غلطی کر دینے سے یا اس کے خلاف اعتقاد رکھنے سے کسی شخص کے مشرک ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور ایسا آدمی اگر توبہ نہ کرے تو جہنم میں ہمیشہ رہے گا۔

توحید کی تیسری قسم "توحید صفات" ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء پر اس طور پر ایمان لائیں کہ جو بغیر کسی تحریف وتاویل کے اس کے لائق ہو۔

مثال کے طور پر علم غیب ایک ایسی صفت ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے جیساکہ قرآن میں ارشاد ہے:

"قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا هُوَ"

"آپ کہہ دیں کہ زمین وآسمان میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا غیب نہیں جانتا ہے۔"

اب اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کوئی انسان علم غیب جانتا ہے جیساکہ بعض صوفیوں کا ان کے اپنے شیوخ کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ انھیں کشف ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں کی بات اور ان کے احوال جانتے ہیں چاہے وہ زمین کے کسی حصہ میں بھی رہتے ہوں تو یہ صریح شرک فی الصفات ہے۔ اسی طرح ان کے شیوخ کے بارے میں یا بعض انبیا ورسل کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہیں یا وہ صرف "کن" کہکر چیزوں کو وجود بخش دیتے ہیں جیسے کہ ان کی بعض کتابوں میں مذکور ہے تو ایسا کرنا سراسر شرک ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص صفات ہیں۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں متاخرین مسلمانوں میں اور خاص طور پر نعت گو شعرا میں کثرت سے پائی جاتی ہیں جن کے نعت واشعار کو جلسوں اور محافل میلاد کی تقریبوں میں پڑھا جاتا ہے۔ ان میں ان صفات کو کثرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار اس سے تنبیہ فرمائی ہے اور اپنی مدح میں مبالغہ آرائی سے منع کیا ہے۔ اس سے شرک میں واقع ہونے کا شبہ بڑھ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: "عیسائیوں نے جس طرح عیسیٰ بن مریم کے بارے میں مبالغہ آرائی کی تم میرے ساتھ ایسا نہ کرنا میں تو صرف

اللہ کا بندہ ہوں۔ تم لوگ صرف یہ کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔"

بعض لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ ہمارے سیّد ہیں اور ہمارے سیّد کے بیٹے ہیں تو آپؐ نے فرمایا:

قولوا بقولکم او بعض قولکم الا یستجرمنکم الشیطان

آپؐ نے لفظ "سیدنا" اور "ابن سیدنا" میں مبالغہ آرائی پائی۔ اس لئے کہ "ابن سیدنا" کہہ دینے سے لازم آتا ہے کہ آپ کے والد بھی ان کے لئے سردار ہیں جب کہ وہ شرک کی حالت میں وفات پائے تھے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض لڑکیوں کو یہ گاتے سنا کہ:
"وفینا نبیٌ یعلم مافی غد" (ہم میں سے ایک ایسا نبی ہے جو کل کی خبر رکھتا ہے) تو آپ نے منع فرمادیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کل کی خبر کوئی نہیں جانتا ہے۔"

ان ساری تنبیہوں اور وارننگ کے باوجود لوگوں نے خلاف ورزی کی یہاں تک کہنے والے نے قصیدہ بردہ میں کہہ دیا کہ:

عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں جو کہا تم اسے مت کہو، لیکن اس کے علاوہ تم جو بھی چاہو آپ کی مدح میں کہہ سکتے ہو۔" یعنی آنحضرت کو اللہ کا بیٹا نہ کہہ کر جو چاہے کہو۔ اس شعر کے بعد شاعر کہتا ہے:

"اے مخلوق میں سب سے کریم شخص تمھارے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی مصائب ومشکلات میں پناہ لی جاسکے۔"

یہ جملہ مسائل انتہائی خطرناک ہیں اس لئے سلفی دعوت لوگوں کو اس گمراہی سے بچانے اور دور رکھنے کے لئے خاص اہتمام اور توجہ کرتی ہے۔ (صراط مستقیم، لندن)

بنی اسرائیل عروج وزوال اور انعام وعذاب نیز عارضی اقتدار کا جائزہ

قسط ۱

تحریر: مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

ایک بار قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے میری نظر سے سورۂ اعراف کی یہ آیت گذری:

وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا‌ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰى عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ۙ بِمَا صَبَرُوۡا‌ؕ وَدَمَّرۡنَا مَا كَانَ يَصۡنَعُ فِرۡعَوۡنُ وَقَوۡمُهٗ وَمَا كَانُوۡا يَعۡرِشُوۡنَ۔ (اعراف ۱۳۷)

یعنی جس قوم کو طرح طرح کی تدبیروں سے ضعیف اور کمزور کیا جاتا تھا ہم نے اسے بڑی بابرکت زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنایا۔ اور چونکہ بنی اسرائیل نے تکلیفوں اور اذیتوں پر صبر کیا تھا اس لئے خدا کے نیک حکم ان کے حق میں پورے ہوئے اور جو کچھ فرعون اور اس کی قوم والے کیا کرتے تھے اور عمارتیں بناتے تھے ہم نے اسے برباد کر دیا۔

اس آیت کریمہ کے پڑھنے کے ساتھ مجھے یہ خیال آیا کہ بنی اسرائیل تو ایک معذب قوم تھی، اور آج کل یہی معذب قوم اسرائیل کہلاتی ہے اس کی سلطنت بھی اب قائم ہو چکی ہے سطوت وشوکت بھی اسے حاصل ہے، تو یہ قوم معذب کب رہی؟ اور ان مختلف آیات کریمہ میں تطبیق کی کیا صورت ہے۔ کس دور میں اس پر انعامات خداوندی تھی اور عذابات کس دور میں کس نوعیت کے آئے اور آج ان کو اقتدار کس طرح حاصل ہے؟

جملہ باتوں پر غور کرنے کے لئے ہم تفسیروں کو دیکھنے اور قرآن شریف کی متعدد آیات کو جمع کرنے اور ان سے نتائج اخذ کرنے کے لئے جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان صاحب فیضی کو مامور کیا۔ مولانا نے تکلیف اٹھا کر انعامات والی اور عذاب والی دونوں قسم کی آیات کریمہ کو جمع کیا۔ اور

تفسیر ابن کثیر سے اور علامہ صابونی کی تفسیر سے کچھ خلاصہ بھی پیش کیا، تو میں نے ان آیات و افادات پر نظر ڈالی۔ مناسب حذف و اضافہ کیا اور موقع و محل کی آیات کو منتخب کیا اور بنی اسرائیل کا نعمتِ خداوندی کا مستحق ہونا مختلف انعامات سے سرفراز کیا جانا بھی ثابت کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ جب یہ قوم کفرانِ نعمت، ظلم و عدوان، بغاوت و سرکشی پر اتر آئی تو خدا نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ جس طرح پہلے مسلمان قوم یعنی امتِ محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و انعامات ہوتی رہی پھر اپنے اعمالِ بد کے تحت زبوں حالی میں مبتلا ہے۔

یہ خدا کا ازلی دستور ہے کہ جو قومیں انعاماتِ خداوندی کو پاکر ناشکری کرتی ہیں، اطاعت و فرمانبرداری کے بجائے نافرمانی، سرکشی، ظلم و عدوان اور فساد فی الارض میں مبتلا ہو جاتی ہیں تو خدا انھیں ایک مدت تک مہلت دیتا ہے پھر انھیں معاف نہیں فرماتا بلکہ ان کے حق میں عذاب کا فیصلہ صادر فرمادیتا ہے اور وہ قومیں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں کما قال تعالیٰ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ۔ (الاعراف ۱۸۲-۱۸۳)

یعنی جو لوگ ہمارے حکموں کے منکر ہیں ان کو ہم بتدریج ایسے راستے سے گھسیٹیں گے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں، میرا داؤ بڑا ہی مضبوط ہے۔

یہی حشر قوم بنی اسرائیل کا ہوا انھیں خداوند عالم نے اپنی طرح طرح کی نعمتوں سے شروع شروع میں نوازا تھا جب یہ قوم کفرانِ نعمت اور ظلم و فساد پر آمادہ ہو گئی تو خدا نے اپنی ساری نعمتوں کو چھین لیا اور اپنا سخت عذاب ان پر مسلّط کر دیا جس کی تاریخ دیگر معذب قوموں میں نہیں ملتی۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ۔

اکثر مفسرین کے نزدیک بابرکت زمین سے مراد ملک شام ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مصر مراد لیا ہے۔

اس مضمون کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک حصہ بنی اسرائیل اور انعاماتِ خداوندی پر مشتمل ہے اور دوسرے حصہ میں ان کی سرکشی کے سبب عذاباتِ الٰہیہ کے نزول کا ذکر ہے، قارئین کے افادہ کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

بنی اسرائیل اور انعاماتِ خداوندی

عبرانی زبان میں اسرا کے معنیٰ عبد اور ایل کے معنیٰ خدا کے ہیں۔ اس اعتبار سے اسرائیل بمعنی عبداللہ ہوا "اللہ کا بندہ"۔ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم یعقوب علیہ السلام کے بارہ لڑکے تھے انھیں سے جو نسل چلی انھیں کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی قوم تھی جس پر اللہ تعالےٰ نے اپنے بیشمار انعامات و احسانات کی بارش کی تھی۔ قرآن کریم میں ان کے انعامات کی ایک لمبی فہرست موجود ہے۔

جب یہ صحیح معنیٰ میں اللہ کے بندے تھے، ان کے اندر صالحیت اور اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں عروج و اقتدار سے سرفراز فرمایا ان پر طرح طرح کے انعامات کیئے

(۱) پہلا انعام :- (فرعون کے تخت و تاج کا انھیں وارث بنایا)

فرعون جیسے جابر و قاہر بادشاہ کے تخت و تاج کا انھیں وارث بنایا جیساکہ آیات بالا میں ذکر گذر چکا ہے۔

(۲) دوسرا انعام : (ان میں ائمۂ کرام برابر تواتر کے ساتھ آتے رہے۔)

جیساکہ ارشاد باری ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ حم سجدہ ص۴۶۲)

ترجمہ :- اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توراۃ عطا کیا تو اس کتاب کو موسیٰ علیہ السلام کے ملنے میں ہرگز شک نہ کرو اور ہم نے اس کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت نامہ بنایا۔ اور جب بنی اسرائیل نے تکلیفات شدیدہ پر صبر کیا تو ہم نے ان میں کئی ایک امام بنائے، جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور خود بھی ہمارے احکام پر یقین رکھتے تھے۔

صبر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر صبر کرتے رہے اور اس کے اوامر پر عمل کرتے رہے اور اس کے منہیات، زنا، چوری، شراب نوشی وغیرہ سے اپنے نفس کو روکتے رہے اور

انبیاء کی تصدیق کرتے رہے اور ان کے لائے ہوئے فرامین پر عمل کرتے رہے، اور ان میں امام پیدا ہوتے رہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتے تھے اور حق کی ہدایت کرتے تھے اور منکر سے روکتے تھے پھر جب تحریف و تاویل کرنے لگے تو اس بلند مرتبہ سے محروم کر دئے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر الم سجدہ)

(۳) تیسرا انعام: (ان میں نبوت کا سلسلہ قائم کیا)

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں بہت سے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ جب کسی نبی کا انتقال ہو جاتا تو فوراً دوسرا نبی آجاتا۔ انبیائے کرام انھیں اللہ کی وحدانیت کی طرف بلاتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ پر ختم ہوا۔

(۴) چوتھا انعام: (ان میں بادشاہ بنایا)

بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے ایک کثیر تعداد میں لوگوں کو بادشاہ بھی بنایا۔ اس عظیم نعمت کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمھارے اوپر کیا ہے اور تمھارے اندر نبیوں کو بنایا ہے اور تم کو بادشاہی سے نوازا ہے اور تم کو وہ تمام نعمتیں دیں جو دنیا کے کسی شخص کو نہیں عطا کیا۔

(۵) پانچواں انعام: (انھیں زمانہ کے تمام لوگوں پر فضیلت و برتری بخشی)

ارشاد باری ہے: يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ وَ أَنْجَيْنَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ (تفسیر جلالین بقرہ)

ترجمہ: یعنی اے بنی اسرائیل تم ہماری اس نعمت کو یاد کرو جس کو ہم نے تم پر کیا ہے بلاشبہ ہم نے تمھارے زمانہ کے تمام دنیا والوں پر تم کو فضیلت دی ہے اور ہم نے تم کو فرعون سے نجات دی، وہ تمھیں بڑے عذاب سے دوچار کر رہا تھا، تمھارے بچوں کو ذبح کر دیا کرتا تھا اور تمھاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس واقعہ میں تمھارے رب کی جانب سے

عظیم آزمائش تھی۔

(۶) چھٹا انعام (دریا کا انشقاق)

وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (البقرہ)

اور جب ہم نے تمھارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تو ہم نے تم کو نجات دی اور فرعونیوں کو تمھارے ہی سامنے غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔

فرعون اور اس کے خاندان والے بنی اسرائیل پر مختلف قسم کے مظالم ڈھاتے تھے۔ ان سے مشکل مشکل اور رذیل کام لیتے تھے، جیسے جھاڑو لگوانا، گندگی صاف کرانا ظلم کی حد یہ ہوگئی تھی کہ فرعون بنی اسرائیل کی نرینہ اولاد کو قتل کرا دیتا تھا اور ان کی بچیوں کو زندہ رکھتا تھا۔ اس ظلم کی وجہ سے بنی اسرائیل سخت آزمائش میں مبتلا تھے۔

(۷) ساتواں انعام (اللہ نے انھیں فرعون کی غلامی اور عذاب سے نجات دلایا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآئَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآئَكُمْ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (اعراف ۱۴۱)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کی قوم سے نجات دی، جو تم کو بڑی تکلیف پہونچاتے تھے تمھارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمھاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔ اور اس میں تمھارے رب کی جانب سے بہت بری آزمائش تھی۔

فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان کو مختلف صعوبات و مشقتوں میں ڈال دیا تھا اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دینا چاہتا تھا۔ ● (جاری)

دنیا اور آخرت کی حقیقت

ڈاکٹر ڈی. ایم احمد عمری موڈبدری

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر شئی فنا ہونے والی ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے جسکو فنا نہیں ہے "کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ" جتنی مخلوق اس زمین پر ہے سب فنا ہوجائے گی، اور تمہارے پرودگار کی ذات باجلال و باعزت باقی رہے گی۔ (الرحمٰن۔ ترجمہ ثنائی)

اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس قرآن میں دوسری جگہ یوں بیان فرمایا ہے: "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ کی ذات کے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک بہت سے اللہ کے رسول، پیغمبر، نبی اور صالحین آئے مگر کوئی بھی اس دنیا میں زندہ و باقی نہیں رہا۔ سب اپنی حیاتِ مستعار کے دن ختم ہوتے ہی اس دارِ فانی سے کوچ کرگئے۔ یہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ جوش نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

زندگی کہتی ہے غافل میں فنا کا باب ہوں
چھیڑتے ہیں سازِ غم جس سے میں وہ مضراب ہوں
عافیت سے دور رکھتی ہوں اذیت سے قریب
منتشر بادل کا سایہ ہوں پریشاں خواب ہوں

ہم دنیا کے مسافر ہیں اور ہماری منزلِ مقصود آخرت ہے مومن کی نگاہ میں دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس کی نگاہ تو ہمیشہ آخرت پر رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا، وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى" مگر تم لوگ دنیا کی

زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور دائم رہنے والی ہے۔ (الاعلیٰ ترجمہ ثنائی)
یہی وجہ ہے کہ مومن پائیدار زندگی کو فانی زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن آخرت کو دنیا پر اس لئے ترجیح دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخدا دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ جیسے کوئی شخص اپنی انگلی کو دریا میں ڈبو کر دیکھے کہ انگلی دریا سے کیا لیکر لوٹی۔ (مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام سے گذرے وہاں ایک بکری کا کان کٹا بچہ مردہ پڑا تھا۔ آپؐ نے اس کو دیکھ کر پوچھا ایک درہم پر اس کو کون خریدنا پسند کرے گا؟ لوگوں نے کہا: کوئی نہیں! آپؐ نے فرمایا بخدا یہ مردار تمہارے نزدیک جس طرح ذلیل وخوار ہے' اللہ کے نزدیک دنیا اس سے کہیں زیادہ ذلیل وخوار ہے۔ (مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی دنیا کو پسند کیا اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس نے اپنی دنیا کو نقصان کیا۔ تو باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔ (مسند احمد)

قارئین کرام: اس فانی دنیا کی ظاہری زیب وزینت کے فریب میں نہ آؤ۔ آخرت کو بھول کر دنیا کے بندے نہ بن جاؤ بلکہ آخرت کے بندے بننے کی کوشش کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دنیا اور روپے کے غلام پر لعنت ہو۔ (ترمذی شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی ہمیشہ اپنے ذہنوں میں رکھیں کہ میت کے ساتھ قبر تک تین چیزیں جاتی ہیں' مال واحباب واپس آجاتے ہیں مگر اس کے اچھے اور برے اعمال اس کے ساتھ رہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دنیا کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو دنیا سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتا۔ (ترمذی شریف)

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچالے۔

(آمین)

جہاد افغانستان کی

ایک ایمان افروز کہانی

مولانا راحت گل کی زبانی

اس صدی کا سب سے اہم ترین واقعہ جہاد افغانستان ہے۔ جس میں لاکھوں شہیدوں نے اپنا خون دیکر اسلامی عزت اور عزیمت کی تاریخ رقم کی ہے۔ اس جہاد نے امتِ مسلمہ میں مجموعی طور پر ہوشربا جوش وخروش اور عزم وہمت کو ابھارا ہے وہیں اسی جہاد نے امت کی کہکشاں کے لاکھوں گمنام اور تاریک ستاروں کو ضیاء بخشی ہے۔ ہم ذیل میں سعودی عرب کے شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے ایک مسلم نوجوان کا ایمان افروز واقعہ نقل کر رہے ہیں جو واقعی امت کا چمکتا ستارہ بنکر ابھرا اور اپنی شہادت کے ذریعے لاکھوں دلوں کو ایمانی روشنی سے منور کر گیا۔

آج جہاد افغانستان فتح کے آخری مرحلے میں جن سازشوں اور مشکلوں سے گزر رہا ہے اس کے منفی اثرات اپنی جگہ، لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ۱۱ سالہ جہاد افغانستان نے جو تاریخ رقم کی ہے اس کی کوئی نظیر ہم عصر دنیا تو کجا ماضی میں صدیوں دور تک نہیں ملتی۔ اس جہاد کے دوران افغانستان کی سرزمین پر ایسے ہزاروں کردار ابھرے جنھوں نے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کردی۔ ایسا ہی ایک واقعہ مولانا راحت گل کی زبانی سنیئے:

جہادِ افغانستان عروج پر تھا میں بیرونی سفر سے واپسی پر کراچی میں پشاور جانے والے طیارے میں سوار ہوا، اپنی نشست پر بیٹھے اور طیارے کو روانہ ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ پچھلی

نشست پر ایک عورت اور ایک مرد کے درمیان عربی زبان میں گفتگو ہوتے سنی انھیں یہ اندازہ نہ تھا کہ سامنے بیٹھا ہوا مولوی عربی زبان بخوبی سمجھتا اور بولتا ہے۔ عام طور پر عرب دنیا سے پشاور آنے والے لوگ عربی لباس پہنتے ہیں لیکن میں نے ذرا گردن گھما کر دیکھا تو یہ صاحب بشرٹ اور پینٹ میں تھے گفتگو سے پتہ چلا کہ پردہ نشین عورت اپنے کسی بیٹے کی تلاش میں یہاں آئی ہے اور جو صاحب اس کے ساتھ ہیں وہ بھی یہاں پہلی بار آئے ہیں، مگر اسے تسلی تشفی دے رہے ہیں اور یہ یقین دلا رہے ہیں کہ انشاء اللہ تمہارا بیٹا ضرور مل جائے گا اور تم اس سے ملاقات کرسکوگی۔

ان دونوں کی گفتگو سننے اور ان کی اجنبیت کا حال معلوم ہونے کے بعد مجھے ان کی مدد کا خیال آیا اور میں نے مرد سے عربی میں پوچھا کہ تم پشاور میں کسی کو جانتے ہو؟ کسی تنظیم سے رابطہ ہے، کوئی عزیز، رشتہ دار، دوست یہاں موجود ہے؟ قیام کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ مرد نے ایک ہم زبان کو اپنے قریب پاکر مسرت آمیز حیرت کے ساتھ، بڑے سکون اور اطمینان کا اظہار کیا اور عورت کو بھی میں نے خدا کا شکر ادا کرتے سنا، مرد نے میرے تمام سوالات کا جواب نفی میں دیا اور کہا کہ بس ہم تو خدا پر بھروسہ کرکے یونہی چل پڑے ہیں، ہمارا کوئی واقف یہاں موجود نہیں میں نے انھیں اپنا مہمان بننے کی پیش کش کی جو انھوں نے خوش دلی سے قبول کرلی۔ گھر پہنچکر خاتون کو میں نے اپنی اہلیہ کے سپرد کیا۔

اور مرد سے یہاں آمد کے مقصد کی تفصیل پوچھی۔ اس نے بتایا کہ میرے ساتھ جو خاتون سفر کررہی ہیں وہ میری قریبی عزیزہ ہیں متمول سعودی گھرانے سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور شاہی خاندان سے بھی نسبت ہے۔ ان کا ایک جواں سال بیٹا، جس کا نام عادل ہے، اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ گیا تھا اور وہاں ایک دو سال گزار چکا تھا، اچانک وہ غائب ہوگیا اور تین ماہ سے اس کا کچھ اتہ پتہ نہیں، اب ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ جہاد میں شرکت کے لئے افغانستان گیا ہے، اس کی ماں سخت پریشان تھی، اب افغانستان میں اس کی موجودگی کا پتہ چلا تو مزید پریشان اور فکرمند ہوگئی اور اس ارادے کے ساتھ یہاں آئی ہے کہ بیٹے کو تلاش کرکے اپنے ساتھ لے جائے گی۔ میں نے یہ داستان سنی، مدد کا یقین دلایا اور مختلف تنظیموں سے رابطہ قائم کرنے کی مہم شروع کی، چند دن بعد ہی اس کا سراغ مل گیا۔ وہ کافی دور ایک اندرونی محاذ پر مصروف جہاد تھا۔ اسے تنظیم کے رہنماؤں کے ذریعے ماں کی آمد کی اطلاع دی گئی تو وہ کئی دن کے بعد پشاور پہنچا اور میرے گھر آیا۔ اسے دیکھ کر ماں کا جو حال ہوا وہ ناقابل بیان

ہے۔ امامتا کی تڑپ کو کچھ قرار آیا تو ماں بیٹے کے درمیان گفتگو شروع ہوئی۔ ماں نے واپس چلنے کی خواہش کا اظہار کیا تو بیٹے نے معذرت کی اور ترک جہاد سے انکار کر دیا ہیں نے ماں کے جذبات کو دیکھتے ہوئے اس کی مدد کی اور بیٹے سے کہا کہ ماں کا حکم ماننا تم پر فرض ہے اس کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ بیٹے نے فوراً جواب دیا کہ جو چیز ان کے قدموں کے نیچے ہے وہ تو اس وقت میری نظروں کے سامنے ہے۔ اور پھر اس ماں کا حوالہ دیا جس نے مدینہ منورہ میں اپنے کئی بیٹے جہاد میں شہید ہو جانے کے بعد خدا کا شکر ادا کیا تھا۔ مولانا راحت گل نے اس موقع پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنی مولویت کا بڑا زعم تھا جو دھرے کا دھرا رہ گیا مگر مولوی ہی کیا جو ہار مان لے میں نے پلٹ کر ایک حدیث کا سہارا لیا اور کہا کہ جب ایک نوجوان نے جہاد میں شرکت پر اصرار کیا تو حضور نے پوچھا تمہاری ماں موجود ہے اس نے اثبات میں جواب دیا، تو آپ نے فرمایا جا اپنی ماں کی خدمت کر تیرے لئے اسی میں جہاد کا ثواب ہے۔ یہ سنکر وہ نوجوان ماں کی خدمت کے لئے گھر لوٹ گیا۔ اب عادل بیٹے! اس حدیث کی روشنی میں تم بھی ماں کے ساتھ جاؤ اور اس کی خدمت کرو اسی میں تمہارے لئے جہاد کا ثواب ہوگا میں نے اپنے طور پر بڑی کارگر تدبیر اختیار کی تھی مگر اس کا جواب سنا تو ہکا بکا رہ گیا اور میری ساری مولویت دھری رہ گئی۔ اس نے کہا کہ مولانا آپ جس ماں کا حوالہ دے رہے ہیں اس کا ایک ہی بیٹا تھا اور وہ بیوہ تھی۔ میری ماں کے تین بیٹے ہیں، اور مجھ سے بڑے ہیں۔

وہ میری خدمت کی محتاج نہیں، ماشاء اللہ تینوں بھائی اس کی خوب خدمت کرتے ہیں۔ اس پر ماں بڑی مضطرب ہوئی اور بیٹے کو سمجھانے کے انداز میں بولی کہ میں تو اپنی ایک ذمہ داری پوری کرنا چاہتی ہوں، میرے ساتھ چلو میں تمہاری شادی کر دوں گی، جو مجھ پر فرض ہے۔ بیٹے نے ماں کے لئے پورے آداب و احترام کا لحاظ رکھتے ہوئے کہا کہ میں ضرور آؤں گا، شادی بھی کروں گا، مگر دو شرطوں کے ساتھ، آؤں گا عید کے بعد اور پورے رمضان یہیں جہاد میں گزاروں گا۔ پھر شادی کے فوراً بعد اپنی بیوی کو بھی یہیں لاؤں گا تاکہ میں جہاد میں شریک رہوں اور وہ مجاہدین کے لئے روٹی پکائے، کھانا تیار کرے اور ان کی مختلف خدمات انجام دے۔ یہ سن کر ماں تو دوبارہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور میں اندر ہی اندر سوچتا رہا کہ یا اللہ شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والا یہ

(باقی ص پر)

حافظ عبداللہ مئوی غازیپوری

حیات اور کارنامے

اجمل حامد فیضی

ہندوستان کی سرزمین کو جن نفوسِ قدسیہ نے اپنے علم وعمل کی روشنی سے منور کیا اور کتاب وسنت کی تعلیم عام کرنے کے لئے اپنے تن من دھن کی بازی لگادی، ان میں استاذ الاساتذہ رئیس العلماء حافظ عبداللہ مئوی غازیپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اقدس امتیازی شان واعلیٰ مقام رکھتی ہے۔ مرحوم کی شخصیت اپنے تبحر علمی، علمی کمالات اور زہد وورع کی جامعیت کے لحاظ سے اپنے دور میں منفرد تھی۔ آپ علم حدیث پر محدثانہ بصیرت اور فقہ وفتاویٰ میں مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ تقویٰ وپرہیزگاری، صبر وتوکل اور ریاضت ومجاہدت میں احمد بن حنبل وسعید بن جبیرؒ کی طرح ؎

"حاملِ خلق عظیم صاحب صدق ویقین" تھے۔

نام ونسب:۔ عبداللہ بن عبدالرحیم بن دانیال۔ لقب "استاذ الاساتذہ" اور حافظ صاحب کے نام سے مشہور رہوئے۔

پیدائش:۔ صوبہ یو۔پی۔ کا ایک مشہور ومردم خیز صنعتی شہر مئو ناتھ بھنجن آپ کی جائے پیدائش ہے جو آج اپنی خاص صنعت وحرفت کے ساتھ علم وادب کے میدان میں بھی بہت آگے ہے، وہیں آپ باختلاف روایت ۱۲۶۰ھ یا ۱۲۶۱ھ میں ایک دیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔

انتقال وطن اور تعلیم حافظ صاحب بچپن ہی سے نہایت تیز خاطر، ذہین اور فطین تھے۔ مگر معاشی حالت بہت خراب تھی لیکن فقر ومحتاجگی کے باوجود محنت ومشقت کر کے بارہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن سے فارغ ہوئے اور اپنے وطن ہی کے ایک جید عالم مولوی محمد قائم مئوی اور اپنے والد محترم مولوی عبدالرحیم صاحبان سے فارسی اور

عربی کی ابتدائی تعلیم شروع کی اسی درمیان ۱۸۵۷ء کا خونیں غدر برپا ہوگیا، جس میں مئو بری طرح پس گیا۔ یہاں کی مہذب ثقافتی زندگی انتہائی ابتر ہوگئی۔ اشرار اور مالداروں کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ اس نے آپ کے والدین شکستہ دل ہوگئے۔ اور آپ کو لے کر غازی پور ہجرت کر گئے، اور وہیں مستقل طور پر آباد ہوگئے۔ جب حالات معمول پر آئے تو آپ کے والد محترم نے آپ کو مدرسہ "چشمۂ رحمت" میں داخل کر دیا، وہاں آپ نے مولانا فاروق چریاکوٹی اور مولانا رحمت اللہ بانیٔ مدرسہ سے درسیات کی اکثر کتابیں پڑھیں، پھر وہاں سے جون پور کا رخ کیا اور مدرسہ "امام بخش" میں داخلہ لیکر مفتی محمد یوسف فرنگی محلی سے نصاب کی تکمیل فرمائی اور وہیں سے فراغت کی سند بھی حاصل کی۔

مسندِ درس اور جستجوئے حق

فراغت کے بعد آپ کو مدرسہ "چشمۂ رحمت" میں تعلیم و تدریس کے لئے طلب کیا گیا۔ آپ تشریف لائے اور پوری جانفشانی کے ساتھ فرائض کی انجام دہی کرنے لگے۔ آپ نے جلد ہی اپنی خداداد ذہانت و فطانت کی بدولت نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ چونکہ ان دنوں آپ فقہ حنفی کے متبع تھے اور اسی کا دور دورہ بھی تھا، اس لئے آپ اسی کی روشنی میں درس دیا کرتے تھے۔ مگر آپ کا دل اکثر مطمئن نہیں ہوتا۔ بالخصوص جب مولانا علی نعمت عظیم آبادی اور مولانا محمد سعید بنارسی و دیگر طالبانِ علمِ حدیث درس میں پہونچے اور مسائل پر کھل کر مدلل گفت گو ہونے لگی تو آپ کو تحقیق کا جذبہ پیدا ہوا، اور حدیث کی جانب میلان بڑھا۔ آپ خود کہتے ہیں:

> جب مولانا عظیم آبادی اور بنارسی وغیرہ فقہ حنفی پر مناقشات کرتے، اور تحقیق کے پہلو کے متلاشی ہوتے تو میں ان کو ہر ایک اصول کا جواب دیتا۔ اگرچہ وہ تحقیق سے کرا ہی کیوں نہ ہو، پھر میں نے سوچا جو بات تحقیق سے عاری ہو اس کی تائید کرنا عقل و نقل دونوں سے بعید ہے، اور احادیث کے متعلق یہ کہہ دینا کہ یہ شوافع کے موافق ہے اور یہ احناف کے غلط ہے۔ بس اسی خیال کی وجہ سے تقلید سے کنارہ کشی اور علمِ حدیث کی طرف توجہ ہوتی گئی۔

جوں جوں آپ تحقیق کرتے جاتے صحیح مسائل سامنے آتے جاتے، اور اسے قبول کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ چند ہی دنوں میں نظریاتی دنیا بدل گئی، اور قرآن و حدیث کی صحیح اور غیر مقلدانہ راہ اپنانے کا عزم مصمم کرلیا۔ اور بالآخر ایک روز مغرب کی نماز میں بلند آواز سے "آمین" کہا۔ اس غیر متوقع تبدیلی سے لوگ حیران ہو گئے اور بلاکسی جھجک آپ کے پیچھے سے ہٹ گئے اور بہت سخت سست کہنے لگے۔ مگر آپ نے بڑے اطمینان سے نماز ادا کی اور پھر معرکہ آرائی شروع ہو گئی۔

میاں صاحبؒ کی خدمت میں

اس انقلاب عظیم کے بعد آپ کی علمی تشنگی مزید بڑھی۔ بالخصوص علم حدیث کے مزید حصول کا بڑا جذبہ ہوا۔ اس لئے غازی پور چھوڑ کر دہلی کا رخت سفر باندھا، ان دنوں دہلی میں شیخ الکل فی الکل میاں سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات مبارکہ مرجع خلائق بنی ہوئی تھی، جن کے تلامذہ کی تعداد ایک لاکھ ساٹھ ہزار تک بتائی جاتی ہے۔ اور تاریخ ان کا مثیل و نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ بھی اس بحر بیکراں سے استفادہ کے لئے حاضری کا شرف دیتے ہیں اور صرف ۶ ماہ کی قلیل مدت میں آپ سے اکتساب فیض کرتے ہیں مگر اس مدت میں اتنی شہرت حاصل کی کہ میاں صاحب کو بھی آپ پر اعتماد کامل ہو گیا تھا۔ فرماتے ہیں؛

> میرے درس میں دو عبداللہ آئے ہیں۔ ایک عبداللہ غزنوی، دوسرے عبداللہ غازی پوری۔

میاں صاحب سے سند حاصل کرنے کے بعد ۱۲۹۰ھ میں آپ عازم حرمین شریفین ہوئے۔ حجاز مقدس میں علامہ شوکانیؒ کے تلمیذ رشید شیخ عباسی یمنی کے درس میں حاضری دی اور ان سے بھی حدیث کی سند اور اجازت حاصل کی۔ حج سے واپسی کے بعد پھر مدرسہ "چشمۂ رحمت" غازی پور میں آئے۔ اور اب مدرس اعلیٰ کے منصب جلیل پر فائز ہوئے اور تقریباً سات سال تک مسلسل یہاں تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ چونکہ غازی پور میں اس وقت تک تقلیدی عینک تقریباً سب آنکھوں پر تھا۔ اور قصر تقلید کے سردار شمس العلماء مولانا ابوالخیر صاحب کے

والد مولوی شاہ امانت اللہ اس علمی مسلک کے روح رواں تھے جو جادۂ سنت کے طریق میں رولے اٹکانا اپنی خوش نصیبی سمجھتے تھے، اس بنیاد پر حافظ صاحب کو بہت مصائب جھیلنے پڑے اور بڑی پریشانیاں برداشت کرنی پڑیں مگر آپ صبر واستقامت کے پہاڑ بن کر سب کچھ جھیلتے رہے۔

مدرسہ احمدیہ آرہ میں

جب غازی پور میں آپ کا عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تو آپ مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی اور مولانا محمد ابراہیم صاحب آروی کے اصرار پر ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) میں "مدرسہ احمدیہ آرہ" تشریف لے گئے۔ یہ چشمۂ علم و کمال وہاں بیس۲۰ سال تک جاری رہا اور تشنگانِ علوم کو سیراب کرتا رہا۔ بالآخر بانیِ مدرسہ مولانا آروی صاحب کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

بحرِ علم و فضل دہلی میں

۱۳۲۷ھ (۱۹۰۶ء) میں مدرسہ احمدیہ آرہ سے علیحدگی کے بعد حافظ صاحب نے دہلی کو شرف بخشا، اور مسلسل آٹھ برس تک یہاں بھی درس و افادہ کی مجلسیں سجائیں اور طلبہ کو اپنے علمی فیوض و برکات سے بہرہ ور کیا۔ دہلی کے زمانۂ قیام میں آپ حوض والی مسجد (نئی سڑک)، مدرسہ ریاض العلوم مدرسہ علیجان (متصل گھنٹہ گھر) میں درسِ قرآن کے علاوہ بقیہ درسِ نظامیہ کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ مگر اس آٹھ سال کی مدت میں درسِ قرآن پر آپ کی خصوصی توجہ رہی، اور لوگ دور دور سے آکر شریک ہوتے تھے۔

لکھنؤ کی علمی محفلیں

دہلی میں آپ بڑے صبر و سکون سے درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے تھے کہ اسی دوران لکھنؤ میں آپ کے عزیز خان بہادر ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ یہ ناگہانی خبر آپ کے لئے بجلی بن کر گری، اب آپ ان

یتیموں کی نگہداشت کے لیئے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے اور یہاں خانگی امور نے اس طرح جکڑا کہ آپ پھر یہیں کے ہو کر رہ گیئے۔ ادھر دہلی کے تشنگان علوم نبویہ ہمیشہ کے لیئے اس میٹھے چشمے سے محروم ہو گیئے۔ مگر لکھنؤ کو یہ سعادت پوری طرح تاحیات حاصل رہی۔ آپ کے پاس ندوۃ العلماء کے جید طلباء جس میں شامی طلاب بھی شامل ہوتے رہے اور فیضیاب ہوتے۔ آپ نے متعدد مقام پر مسند درس بچھا کر کتاب و سنت کی بے پناہ تعلیمی خدمات انجام دیں۔ حافظ مقصود احمد صاحب رشیدی لکھتے ہیں:

"دوسرا گروہ علمائے راسخین کا تھا۔ جو انتہائی سکون، دلجمعی، اخلاص، ایثار اور نہایت خاموشی سے مختلف مقامات پر تدریس و تعلیم میں مصروف ہو گیا۔ اس گروہ کے سالار قافلہ شیخ الکل فی الکل مجدد الملت حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جنھوں مسندِ درس پر بیٹھ کر پورے ساٹھ سال بخاری شریف اور صحاحِ ستہ کا درس دیا۔"

آگے چل کر شیخ کے بیس تلامذہ کی ایک مختصر فہرست میں حافظ صاحب کا نام بھی ذکر کیا ہے۔ اور پھر یوں رقم طراز ہیں:

"(یہ حضرات) مسندِ تدریس بچھا کر بیٹھ گیئے اور چند ہی سالوں میں اپنے اخلاص و ایثار کے بدولت ہندوستان میں نہ صرف مسلک اہلِ حدیث کو متعارف کیا بلکہ پورا برصغیر قال اللہ وقال الرسول" کی دل نواز صداؤں سے گونج اٹھا آپ جانتے ہیں یہ وہ بزرگ ہیں جو خود اپنی ذات میں ایک انجمن ایک چلتا پھرتا ادارہ اور ایک جامع حیثیات شخصیتیں تھیں۔ جن کی ساری مساعیِ حسنہ کی بدولت مسلمانان ہند معارفِ کتاب وسنت سے روشناس ہوئے۔"

حافظ صاحب کا حلقۂ درس بتدریج اتنا وسیع ہوتا چلا گیا کہ آج آپ سے استفادہ کرنیوالوں کا احصار ناممکن ہو گیا ہے۔ سید سلیمان ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

جناب میاں صاحبؒ کی درسگاہ کے تیسرے نامور حافظ عبداللہ غازیپوری

ہیں جنھوں نے درس و تدریس کے ذریعہ خدمت کی۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ مولانا سید نذیر احمد صاحب کے بعد درس کا اتنا بڑا حلقہ اور شاگردوں کا مجمع ان کے سوا کسی اور کو ان کے تلامذہ میں نہیں ملا۔"

عربی ادب میں مہارت

کسی بھی علم میں کمال و امتیاز اور خاص کر فن منطق کی کتب کے لئے جس ذہانت و فطانت اور دقت نظر کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اہل علم اور صاحب خرد سے مخفی نہیں ہے حافظ صاحب کو فہم و ادراک کا وافر حصہ ملا تھا۔ اس لئے پیچیدہ در پیچیدہ عبارت کو دیکھتے ہی حل کر دیتے تھے اور اسے عمدہ اسلوب اور سادے طرز تفہیم میں ذہن نشین کرا دیتے تھے۔ مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی فرماتے ہیں،

"میرے کتب خانہ میں منطق کی ایک بہت پرانی کتاب تھی، جس میں عبارت کی پیچیدگی اور مسائل منطقیہ کا بیان کچھ اس نہج پر تھا کہ بظاہر کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اتفاق سے حافظ صاحب (غازیپوری) ڈیانواں تشریف لائے اور میں نے ان کو کتاب دکھا کر کہا کہ یہ تو چیستاں معلوم ہوتی ہے۔ مگر انھوں نے چند اوراق الٹنے کے بعد بتایا مسائل وہی ہیں، عبارت ذرا پیچیدہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے بعض مضامین کا مطلب عام فہم الفاظ میں بیان فرمایا۔"

آپ علوم و فنون کے بحر بیکراں تھے۔ اور ہر ایک فن میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ فن حدیث کے ساتھ ساتھ منطق و فلسفہ بھی موم کی طرح نرم ہوتا۔ صدرا، قاضی مبارک اور ھدایہ جیسی اہم و مشکل العبارۃ کتابوں کو کم سے کم چالیس مرتبہ پڑھایا ہے اور بڑے عام فہم اور سادہ انداز میں پڑھایا ہے۔

ملی و جماعتی تفوق

حافظ صاحب اپنے علم و فضل اور علمی و جماعتی خدمات کی بنا پر بلاتفریق مسلک و

جماعت ہر ایک کی نگاہ میں محبوب تھے اور معاشرہ میں بڑی قدر و منزلت، عزت و حشمت اور کلیدی حیثیت کے حامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) میں دارالعلوم مدرسہ فیض عام مئو (جو آج کل ایک جامعہ کی حیثیت رکھتا ہے، اور جامعہ سلفیہ بنارس کے قیام سے پہلے ہندوستان میں مرکزی سلفی ادارہ کی سطح پر تعلیمی خدمات انجام دے رہا تھا) کی تاسیس ہوئی تو تعلیمی افتتاح کے لئے باتفاقِ جماعت آپ کا انتخاب کیا گیا۔ اسی طرح جب مناظر اسلام مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر القرآن بکلام الرحمان" جیسی اچھوتے طرز تحریر کی تفسیر تصنیف فرمائی تو خاندانِ غزنویہ اور آپ کے مابین چند اختلافی مسائل میں نزاع پیدا ہوا تو جماعتی پیمانہ پر اسے ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور ۱۹۰۵ء میں آرہ میں مذاکرۂ علمیہ کے موقع پر تین افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ جس کے ایک اہم اور عظیم المرتبت رکن حافظ صاحب مرحوم بھی تھے اور آپ حضرات نے بڑی حسن و خوبی سے اسے ختم کیا۔

اور دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ ہی میں دوبارہ مذاکرۂ علمیہ کا انعقاد ہوا۔ اس میں انجمن اہلحدیث کانفرنس کے نام کی آخری شکل دی گئی اور آپ کو باتفاق صدر منتخب کیا گیا۔ یہ اور اس طرح کی اور سرخروئی آپ کے حصہ میں آئی۔ جو اس پر دال ہے کہ آپ ہر دلعزیز تھے اور تمام خورد و کلاں آپ کی عزت کرتے تھے۔

سیاسی سرگرمیاں

حافظ صاحب کی ہمہ جہت شخصیت، تحریک اہلحدیث، آزادیٔ وطن اور مجاہدینِ وطن سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ تحریک آزادیٔ وطن اور تحریک اہلحدیث کے لئے آپ بےچین رہتے تھے۔ اور آپ کے دل میں شدید تڑپ تھی۔ ملک میں جذبۂ جہاد و حریت پیدا کرنے اور غازیوں کیلئے سامانِ جہاد کی تیاری میں بہت سرگرم رہتے تھے اور دورے کے لئے ہر وقت رختِ سفر تیار رکھتے تھے۔ "سرگذشتِ مجاہدین" میں مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

> "صوفی صاحب کے بیان کے مطابق مندرجہ ذیل حضرات جماعتِ مجاهدین کی امداد و استعانت کے ستون تھے۔"

اس کے بعد تبلیغی مجاہدین ملت اور فدا کاران وطن کی ایک فہرست دی ہے۔ جس میں حافظ صاحب کا نام نامی نمایاں طور سے دکھائی پڑتا ہے۔

حافظ صاحب کو مجاہدین سے بڑی الفت تھی اور جہاد کا بہت شوق تھا فن سپہ گری کے ساتھ بنوٹ وغیرہ بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ اور حلقۂ یاراں کی ممتاز شخصیت مولانا رحیم آبادی کے ساتھ موزوں جوانوں کو منتخب کر کے ان کے لئے سپاہیانہ تعلیم کے سیکھنے کا انتظام فرمایا کرتے تھے سیاسی تحریکات اور عملی جہاد میں جہاں بہت سے علمائے اہلحدیث کی خدمات تاریخی صفحات پر نظر آرہی ہیں، وہیں حافظ صاحب کی خدمات جلیلہ بڑی آن بان سے دکھائی پڑتی ہیں۔ مولانا نذیر احمد صاحب محدث املوی اپنی کتاب "اہل حدیث اور سیاست" میں فرماتے ہیں:

"۱۸۵۷ء کے بعد سے ۱۹۴۷ء تک ملک کی کوئی بھی سیاسی تحریک ایسی نہیں ہے جس میں اہلحدیث افراد نے حصہ نہ لیا ہو۔ کانگریس، تحریک خلافت، تحریک احرار، مسلم لیگ (جب اس نے انگریزی کی مخالفت کا نعرہ بلند کیا) جمعیۃ علمائے ہند، جمعیۃ علمائے اسلام ان تمام تحریکوں اور جمعیتوں میں اہلحدیث شریک رہے۔"

بعد میں مولانا مرحوم نے مجاہدین اسلام کے ایک قافلہ کا ذکر خیر فرمایا ہے جس میں حافظ صاحب کو بہت ہی نمایاں مقام دیا ہے۔ مگر چونکہ اس سلسلہ کا ہر کام انتہائی خاموشی سے کیا جاتا تھا، اس لئے آج ان کی تفصیلات کا پتہ لگانا محال تو نہیں مگر ناممکن ضرور ہے۔

تلامذہ حافظ صاحب نے پوری زندگی درس و تدریس اور تعلیم و تربیت میں صرف کی ہے اس لئے آپ سے استفادہ کرنے والوں اور فیض یافتگان کی تعداد لامحدود ہے سعی بسیار کے بعد راقم کو جن اہم شخصیات کا پتہ چل سکا ہے وہ یہ ہیں:

"مولانا علی نعمت بہاری، شاہ عین الحق بہاری، مولانا حافظ محمد صدیق بہاری، مولانا محمد اصغر بہاری، مولانا محمد سعید بہاری، مولانا محمد اسماعیل جون پوری، مولانا ابو بکر محمد شیث جونپوری، مولانا عبد الرحمان وفاؔ، مولانا عبد المنان بقاؔ، مولانا عبد النور مظفر پوری، مولانا عبد الوہاب پیغمبر پوری، مولانا عبد الستار، سید مصباح الطرابلسی الشامی (مؤلف مصباح اللغات

مولانا تلطف حسین عظیم آبادی، مولانا ظہیر احسن (مؤلف آثار السنن) مولانا رحیم بخش آروی، مولانا عصمت اللہ آروی، مولانا اسحاق آروی، مولانا حکیم محمد علی ابو المکارم مئوی، مولانا محمد احمد صاحب مئوی (بڑے مولوی صاحب) مولانا عبد اللہ شائق مئوی، مولانا عبد المجید مولانا پیر وارث حسن شاہ جہان آبادی حنفی، مولانا عبد السلام مبارکپوری (مؤلف سیرۃ البخاری) مولانا عبد الرحمان بخاری (صاحب تحفۃ الاحوذی) سید داؤد بن امام صاحب، مولانا عبد الجبار غزنوی امرتسری، مولانا ابو الطاہر مدرس دار الحدیث رحمانیہ (دہلی) مولانا محمد الدین جونپوری، مولانا فضل الرحمان پروفیسر مدرسہ عالیہ کلکتہ، وغیرہ۔

تالیف حافظ صاحب کی پہلو دار شخصیت سیاسی، جماعتی اور تبلیغی خدمات کی شدید مصروفیات میں گھری دکھائی پڑتی ہے مگر اس کے باوجود تصنیف و تالیف میں بھی آپ کا اشہب قلم رواں دواں رہتا جن سے کئی ایک نادر کتابیں وجود میں آئیں۔ ان میں چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

"ابراء اہل الحدیث والقرآن، اردو منطق، فصول احمدی، النحو، مقدمہ صحیح مسلم، تسہیل الفرائض، کتاب الزکوٰۃ، نکاح صغیرہ، النکاح البناہ، رکعات تراویح"

وفات دستورِ الٰہی "کل من علیہا فان" کے تحت یہ منبع رشد و ہدایت اور مخزنِ علم و فن ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ (۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء) بروز سہ شنبہ بمقام لکھنؤ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ "اللھم اغفر لہ وارحمہ" جنازہ شیخ محمد بن حسین بن محسن یمنی نے پڑھائی۔ اور عیش باغ میں ابدی عیش فرما ہوئے۔ مادہ تاریخ وفات یہ ہے:

اصاب الغریب وفاز الغریب

۱۳۳۷ھ ۱۳۳۷ھ

بالخصوص جمعیۃ اہلحدیث آپ کی وفات پر بہت مغموم ہوئی اور ہر چہار جانب نوحہ و ماتم بپا ہو گیا، مولانا امرتسری ان پر درد الفاظ میں تعزیت کرتے ہیں:

"آہ! عبد اللہ میری آنکھوں نے تم جیسا کامل عالم نہیں دیکھا۔ سننے میں بہت آئے۔ آہ! شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

(باقی ص۵۰ پر)

کرسی سے ایک انٹرویو

انصار زبیر محمدی جمعیۃ اہلحدیث کھیونڈی

س:۔ محترمہ کیا آپ اپنا تعارف کرانے کی زحمت گوارا فرمائیں گی؟

ج:۔ جناب! مجھے کرسی کہتے ہیں!

س:۔ میڈم! آپ کی پیدائش اور پرورش کہاں ہوئی؟

ج:۔ میری پیدائش و پرورش شاہوں کے محلوں میں پارلیمنٹ و جمعیتوں کے دفاتر میں مدارس کی آفسوں میں تحریکوں اور تنظیموں کی انتخابی محافل میں، جمہوری الیکشنوں میں اور کالجز و یونیورسٹیوں میں ہوئی ہے۔

س:۔ محترمہ کیا یہ حقیقت ہے کہ مذکورہ مقامات ہی آپ کی پرورش و پرداخت و بود و باش کی جگہیں ہیں؟

ج:۔ "دریں چہ شک" اس میں ذرہ برابر کوئی شک نہیں۔

س:۔ مس کرسی صاحبہ! انسانی معاشرہ میں کس حد تک آپ کی رسائی و پذیرائی ہے؟

ج:۔ جناب عالی! میری ترقی کی معراج کا اب کیا پوچھنا' بس یوں سمجھ لیجئے کہ میرے لئے ایک محاورہ تیار ہو چکا ہے "کرسی کے لئے آیۃ الکرسی بیچنا"

س:۔ ذرا اس محاورہ کی وضاحت کریں تو عین نوازش ہو گی؟

ج:۔ کیا آپ ملت فروشوں اور ضمیر فروشوں کو نہیں جانتے جو کرسی حاصل کرنے کے لئے اپنے مذہب اور اپنی خودی کا سودا کر لیتے ہیں۔

س:۔ کس قسم کے لوگ ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔

ج:۔ معاشرہ میں کوئی فرد ایسا نہیں ہے جسے کرسی کی پیاس اور بھوک نہ ہو۔ یہانتک کہ میرے حصول

کے لیے قتل و خونریزی ایک عام بات بن گئی ہے۔ اب تو عربی و دینی مدارس میں بھی میرے لیے جنگ ہوتی ہے، دینی تحریکوں اور جماعتوں کا حال تو انتہائی سنگین ہے، میرے حصول کے لیے یہ لوگ اعلیٰ کونشن کے ذریعہ اپنا تعارف کراتے ہیں اور اب تو حال یہ ہو گیا ہے کہ بندوق کی نوک پر امارت اور صدارت حاصل کی جاتی ہے۔

س:۔ میڈم! اور کس قسم کے لوگ آپ کے شیدائی ہیں؟

ج:۔ محترم اس کی تفصیل تو اتنی طویل ہے کہ آپ سنتے سنتے گھبرا جائیں گے۔ بس یوں سمجھئے کہ لوگ بوڑھے ہو جاتے ہیں اور اتنے بوڑھے کہ خود کو نہیں سنبھال پاتے مگر میرے عشق سے نجات نہیں پاتے جیسا کہ اس وقت ملک کی اعلیٰ کرسیوں پر براجمان اشخاص کو آپ دیکھ رہے ہیں غور کیجیے، جو شخص اپنا بدن نہ سنبھال پائے وہ پورا ملک کیا سنبھالے گا۔

س:۔ میڈم کرسی صاحبہ! اگر چند ایک کا تذکرہ کریں تو ممنون ہوں گا؟

ج:۔ محترم! کیا آپ سیاسی پارٹیوں کی شب و روز کی گردش ان کے اجلاس و اعلانات نہیں دیکھتے، یہاں تک کہ بی جے پی نے تو میرے حصول کے لئے اپنے رام کا سودا کر لیا ہے، کانگریس اور بی جے پی ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں ایک کھلا ہے تو دوسری خاموشی سے۔

س:۔ محترمہ کرسی صاحبہ! کانگریس میں تو اہل علم و دانش بھی ہیں، مدینہ کی طرف یا خاندان نبیؐ کی طرف منسوب علما بھی ہیں تو کیا ان کا بھی یہی حال ہے؟

ج:۔ جناب! وہی تو اصل مکار اور فریب کار ہیں درحقیقت مسلم قوم کو جتنا نقصان آر ایس ایس شیو سینا اور دیگر فرقہ پرست تنظیموں سے پہنچا ہے اس سے کہیں زیادہ نقصان نام نہاد مسلم لیڈروں سے پہنچا ہے۔ لیکن ؎

غیروں کی بے رخی پہ آنسو ہی کچھ بہے
اپنوں نے جو کیا اسے ہم کس طرح کہیں

دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اور حقیقت میں یہی کرسی کے بدلے آیۃ الکرسی بیچتے ہیں۔

س:۔ مس کرسی صاحبہ! آخر یہ صورتِ حال کیوں ہے ؟

ج:۔ اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ لیڈروں کو کرسی عزیز ہے ملت کا وقار نہیں۔ بقول ؎

قوم و ملت کا ہمدرد کوئی نہیں
گم ہیں سب اپنے مفادات میں! (منظر بھوپالی)

یہاں تک کہ ان لیڈروں کا حال اب تو یوں ہے ؎

ان لیڈروں کا حال حسینوں سے کم نہیں
بولنگ کسی کے ساتھ تو بیٹنگ کسی کے ساتھ (پاگل عادل آبادی)

س:۔ میڈم! یہ تو آپ کے عروج کی داستانیں ہیں۔ کیا آپ نے کبھی زوال بھی دیکھا ہے ؟

ج:۔ یوں تو میری مقبولیت ہمیشہ رہی ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ اسلامی خلفاء جیسے ابوبکرؓ و عمرؓ کے دور میں میری اتنی پذیرائی نہیں تھی جتنی آج ہے۔ اس لئے کہ اسلامی خلفاء کو ملت کا مفاد اور وقار عزیز تھا کرسی نہیں۔ وہ بغیر کرسی کے بھی کام کرتے تھے مگر آج یہ صورت نظر نہیں آتی جبکہ موجودہ حکمراں اور سیاسی لیڈران میرے حصول کے لئے الیکشن کے وقت عوام سے اس جگہ بھی پل بنوانے کا وعدہ کرلیتے ہیں جہاں پانی نہیں رہتا۔ خصوصاً ہندستان کی موجودہ سیاست و قیادت کی باگ ڈور تو بے ضمیر و بے عزت لوگوں کے قبضہ میں ہے۔

س:۔ مس کرسی صاحبہ! آپ کی نظر میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے ؟

ج:۔ جناب آج تو مسائل کے حل کے لئے یاتراؤں کا سہارا لیا جاتا ہے۔ کبھی ایکتا یاترا تو کبھی ہندو بھاونا یاترا، رتھ یاترا اور امن یاترا وغیرہ۔ دراصل یہ سب لیڈروں کی مکاریاں ہیں جبکہ ؎

جھوٹے دعوؤں سے کچھ نہیں ہوگا
ہاتھ پاؤں سے کچھ نہیں ہوگا
بیٹھ کر مسئلے کا حل سوچو۔!
یاتراؤں سے کچھ نہیں ہوگا (راحت اندوری)

ہمارے خیال میں مسائل کا واحد حل باہمی گفت و شنید، افہام و تفہیم، سنجیدگی، دوراندیشی

(باقی ص۱۳ پر)

محسنین کرام کے نام

جناب عالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید کہ آپ جملہ قارئین نوائے اسلام اور معاونین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ بخیر و عافیت ہوں گے!
ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اپنے دین کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنے تمام معاونین و محسنین کرام کے بھی بیحد شکر گزار ہیں۔ خصوصاً بمبئی، احمد آباد کانپور اور دیگر فساد زدہ علاقوں کے معاونین کرام کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنے شدید جانی و مالی نقصانات کے باوجود ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ اور اس کے تمام شعبہ جات کی خدمات کو سراہا اور اپنی استطاعت کے مطابق اپنے گرانقدر تعاون سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین

والسلام

اپ کا دینی بھائی

عبد الواحد فیضی

و جملہ اراکین مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ

طالبان علوم نبوت کو مژدہ جانفزا

شائقین علوم عربیہ و طالبان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا' جو کہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تاہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جا رہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ آئندہ سال ماہ شوال ۱۴۱۳ھ سے شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کر لیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ و قاری کی خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔

لہٰذا ملتمقین طلباء شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کر لیں اور ۱۰ر شوال کو مدرسہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جا سکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ و عالمیت کے طلباء کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انھیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط و کتابت کا پتہ

محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا' بدلپور' ضلع گونڈہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۰
شمارہ ۵

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية اسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الاسلامية وعلى الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

ذی قعدہ ۱۴۱۳ھ

مئی ۱۹۹۳

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی

زر تعاون

سالانہ :- چالیس روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے

پاکستان سے

سالانہ :- ایک سو روپے
لائف ممبری :- دو ہزار روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶-۱۱۰۰۰۶
فون Phone 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ نوائے اسلام ۴۶۱۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶...۱۱ سے شائع کیا۔

اداریہ

نوائے اسلام

مدیر

مدارس اسلامیہ کے نئے تعلیمی سال کے آغاز پر ہم اپنی طرف سے اور جملہ احباب مجلس الدعوۃ الاسلامیہ و کارکنان نوائے اسلام کی طرف سے اہل مدارس (طلبہ، اساتذہ اور انتظامیہ) کے لئے خلوص دل سے نیک خواہشیں اور تمنائیں پیش کرتے ہیں اور اللہ رب العالمین سے انکے نیک مقاصد اور بلند عزائم میں صد فیصد کامیابی و کامرانی کے لئے دعا گو ہیں۔ اور اس سلسلے میں چند معروضات برادرانہ خلوص کے ساتھ پیش کرنا بھی اپنا حق سمجھتے ہیں:

نئی نسلیں جو ہمارا اعظیم ملی سرمایہ ہیں ان کی تعمیر و ترقی اور ان کے شعبہ ہائے زندگی میں برابر اور صحیح رہنمائی معماران قوم کا اولین فریضہ ہے لیکن ہمیں بہت دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ملت کے نونہالوں کی تعمیر و ترقی اور ان کی فلاح و بہبود کیلئے، جو رسمی طریقے اپنائے گئے ہیں اس سے نئی نسلیں انتہائی مایوسی کا شکار اور حوصلہ زیست سے محروم نظر آرہی ہیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نئی نسلوں کی تعمیر میں سب سے زیادہ دخل مدارس اسلامیہ کو حاصل ہے مگر بدقسمتی سے آج مدارس اسلامیہ میں تعمیر ہونے والی نسل سب سے زیادہ محرومی اور ناکامی کا شکار ہوئی ہے۔

وجہ کچھ بھی ہو مگر چند ایک کے علاوہ مدارس اسلامیہ اس الزام سے اپنے آپکو بچا نہیں سکتے۔

سوال یہ ہے کہ اتنی عظیم ذمہ داری میں اتنی بڑی کوتاہی کیوں ہو رہی ہے اسکا جواب تمام ذمہ داران مدارس کے پاس ہے، یہ اور بات ہے کہ وہ اس کوتاہی سے بلیغنہ طور پر چشم پوشی کرتے ہیں۔

نوائے اسلام دہلی

ذمہ داران مدارس کو چاہیے کہ وہ اپنے فکر و نظر کے زاویہ کو بدلیں اور درسگاہوں کے قیام کا جو بنیادی مقصد ہے اس کو بروئے کار لائیں۔ مدارس کو تجارت بنا کر بظاہر دین کا کام تو کیا جاسکتا ہے مگر ان کے نتائج کبھی بھی بابرکت نہیں ہو سکتے۔

نئے تعلیمی سال کے آغاز پر اقامتی درسگاہوں میں داخلہ لینے والے طلبہ کی کثرت دیکھ کر ایک طرف تو خوشی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی نئی نسلوں میں دینی تعلیم کی بیداری عمل میں آچکی ہے اور ان کے شوق کا لاوا پھوٹ پڑا ہے۔ مگر بیشتر مدارس کے ذمہ داران حضرات کے انتظام و انصرام کو دیکھ کر سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ ان نونہالان اسلام نے کیا جرم کیا ہے کہ ان کے وجود کو سڑا کر کھوکھلا کیا جارہا ہے۔

دوسری طرف ان حضرات کے مدارس اور جامعات پر بھی نظر پڑتی ہے جو آمدنی کے اعتبار سے بڑے سے بڑے مدرسہ کی صف میں کھڑے ہیں مگر ان کا سارا وجود صاحب مدرسہ کی جیب میں ہے یا ان کے گھر کے اندر۔

دین کے نام پر اس طرح کا دھندہ کرنیوالوں کی کمی نہیں ہے مگر عجیب بات ہے کہ ان تمام حقائق کو جاننے کے باوجود بھی اسکو معاشرہ کا خطرناک جرم تصور نہیں کیا جاتا دین کے نام پر دنیا کمانے کی روایت آج سے نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے قبولیت اسلام کا واقعہ اس حقیقت کے اظہار کے لئے کافی ہے' آج بھی اگر ایسا ہو رہا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے مگر تعجب یہ ہے کہ کیا موت نہیں آتی ہے' حساب و کتاب نہیں ہوگا؟ اگر ان سب پر ایمان ہے تو پھر اللہ سے خوف کھانے کی ضرورت ہے اور اپنے کئے پر شرمندہ ہونے اور توبہ و استغفار کی ضرورت ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں اگر علماء ہدایت کی شاہراہ سے ہٹ جائیں اور ضلالت و گمراہی کے کھڈ میں گر جائیں تو ملت اسلامیہ کی تباہی کا سارا خون انھیں کے گردن پر ہوگا۔ علمائے کرام' داعیان دین و مبعوثین و موظفین حضرات سے بھی ہماری مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ حق کی حمایت میں کسی طرح کی غفلت نہ برتیں اور ہندوستان میں مسلمانوں کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے کوئی لمحہ فروگذاشت نہ رکھیں۔

●

نوائے قرآن

مولانا کمال الدین ندوی سلفی

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَّاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (النمل ۱۸)

چیونٹیوں کی رانی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنی آرامگاہوں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں تمکو سلیمانؑ اور اس کے لشکر ریزہ ریزہ نہ کردیں، اور ان کو اس چیز کی خبر بھی نہ ہو۔ (نمل ۱۸)

صاحب رحمۃ للعالمین نے آیت بالا سے چند نتائج اخذ کئے ہیں:

۱:۔ پہلا سبق اتحاد و اتفاق ہے اور اپنے سردار اور امیر کی رائے پر جملہ افراد جماعت قائم و عامل ہوں۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی کسی حالت میں نہ کریں۔ امیر کے حکم کے خلاف ورزی کے نتائج جنگ احد میں (سامنے) شکست کے طور پر سامنے آئے۔ اور فرماں برداری کے نتائج بدر وغیرہ میں دیکھنے کو ملے۔

۲:۔ دوسرا سبق، ذاتی حفاظت کا سامان ہر وقت تیار رکھنا چاہیئے۔ چونٹیوں کے پاس ایسے مسکن موجود ہیں جب وہ ان میں داخل ہو جائیں تو حضرت سلیمانؑ کا لشکر انھیں نقصان نہ پہنچا سکے۔

۔ جب اللہ کی ایک بہت معمولی مخلوق اپنی حفاظت کا مکمل سامان تیار رکھتی ہے تو اشرف المخلوقات انسان کو اپنی ہر طرح کی حفاظت کا سامان ہمہ وقت تیار رکھنا چاہیئے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ۔

۳:۔ تیسرا سبق کسی بالاتر طاقت کے ساتھ مقابلہ آرائی کا نہ کرنا ہے۔

۱۴۔ چوتھا سبق نقصان رسیدہ ہونے کے باوجود اس شخص کو الزام نہ دینا ہے جسکی نیت اور علم میں نقصان رسانی شامل نہ ہو۔

۱۵۔ پانچواں سبق جب مسلمانوں کی اجتماعی حالت چیونٹیوں جیسی ہو جائے تو ان کو قرآن کی حفاظت میں داخل ہو جانا چاہیئے۔

۱۶۔ چھٹا سبق' آنے والے خطرات سے آگاہ کرنا امیر قوم کا فرض ہے۔

صحیحین میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے: مدینہ میں ایک رات غل سا ہوا۔ لوگ سمجھے چھاپہ آپڑا۔ سب لوگ مل کر آبادی سے باہر اس شور کے تعاقب میں نکلے' آگے چلے تو انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوتے ہوئے ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے اور تلوار حمائل کیئے ہوئے تھے۔ یعنی آواز سنکر سب سے پہلے اور تن تنہا تشریف لے گئے تھے۔ اور ہم سے فرماتے تھے کوئی خطرہ نہیں ہے' ڈرو اور گھبراؤ نہیں۔ واپس چلو۔

جنگ حنین میں مسلمانوں کی بارہ ہزار فوج منہ موڑ کر واپس چلدی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی ڈٹے رہے اور خطرات کا مقابلہ کرتے رہے اور مسلمانوں کو خطرات سے بچاتے رہے۔ اور آگاہ کرتے رہے۔

۱۷۔ ساتواں سبق: چیونٹی کے مانند ضعیف ترین جنس بھی زندہ رہ سکتی ہے۔ اگر وہ بقائے حیات کا عزم رکھتی ہے۔ اس لئے کسی قوم کا ضعف اس کے فنا کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ ●

بقیہ نوائے حدیث

کر سکتے خواہ یہ تعاون دینی یا اخلاقی ہو یا مالی و جسمانی جہاں جیسی ضرورت ہو، ہمیں وہاں ویسا ہی تعاون پیش کرنا چاہیئے۔ اس کے بغیر ہماری عمومی پریشانی دور ہو سکتی ہے اور نہ ہم اسلامی شناخت باقی رکھ سکتے ہیں۔ ہماری اسلامی شناخت یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے لئے ہیں۔ ہم میں اسلامی اعتبار سے کوئی فرق نہیں اور ہم ایک اللہ، ایک رسول اور ایک قرآن و حرم کے ماننے والے بہرحال ہیں۔ اور یہ شناخت ہم سے تقاضہ کرتی ہے کہ اسلامی اخوت کی بنیاد پر ہم باہم دیگر تعاون کا ثبوت دیں اور اپنے مظلوم و پریشان حال مسلمان بھائی کے کام آنے کی کوشش کریں۔ ●

تعاون باہم دیگر

نوائے حدیث

فضل اللہ انصاری سلفی مدھوبنی

عن ابی موسی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا ثم شبک بین اصابعہ (بخاری ومسلم)

ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کے لئے ایسا ہوتا ہے جیسے دیوار کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بنا دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے (مثال کی وضاحت کرتے ہوئے) اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملایا۔

ایک مسلم معاشرہ کی عمدہ تشکیل کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ نماز روزہ جیسی عبادات ادا کرلی جائیں پھر بس۔ صلوٰۃ وزکوٰۃ اور صیام وقیام کے علاوہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں، جو مسلم معاشرہ کی عمدہ تشکیل کے لئے بہت ضروری ہیں اور اسلام نے ان کی تعلیم بھی دی ہے۔ بات اگر صلوٰۃ وزکوٰۃ کی ہی ہوتی تو اسلام ان امور کی طرف نشان دہی کرتا اور نہ ہی ان کی تاکید کرتا۔ اخوت ومحبت، ہمدردی وبہی خواہی، اتفاق واتحاد اور باہم دیگر تعاون اسلام کی وہ تعلیمات ہیں جن پر کما حقہ عمل پیرا ہونے کے بعد وہ مسلم معاشرہ وجود میں آتا ہے جو اسلام چاہتا ہے اور ایک مسلمان دوسرے کے لئے اس طرح ثابت ہوتا ہے، جس طرح اللہ کے رسولؐ نے مذکورہ حدیث میں بیان کیا ہے۔ مظلوم، آفت رسیدہ، پریشان حال اور ضرورت مند مسلمان کے کام آنا، ان کی مدد کرنا اور ان کی حاجت روائی کرنا اسلام کی موکد تعلیم ہے۔ اپنی ضروریات پوری کر لینے کے بعد ہم یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ کوئی اور ہمارے علاوہ ضرورت مند نہیں اور نہ ہی ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے ضرورت مند

مسلمان بھائی کی مدد کریں، ان کو اپنا تعاون دیں اور ان کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں باہم دیگر تعاون کا جذبہ ہمارے اندر تب ہی پیدا ہوگا جب کہ ہم دوسرے کی پریشانی کو اپنی پریشانی اور اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھیں۔ پھر سمجھنا بھی پڑیگا کہ ہماری یہی شان اور پہچان ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: تری المومنین فی تراحمہم وتوادّہم وتعاطفہم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوتداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمّٰی، یعنی، تم دیکھوگے کہ اہل ایمان ایک دوسرے پر رحم کھانے، محبت کرنے اور شفقت وملاطفت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں کہ جسم کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا بدن بے خوابی اور بخار سے اس کا ساتھ دیتا ہے۔ آپس کا یہ عمیق رابطہ اور گہرا تعلق ہمیں اس بات کا ہی درس دیتا ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں، اپنے اندر "باہم دیگر تعاون" کا جذبہ پیدا کریں اور اس طرح سے آپسی زندگی گذاریں کہ ہمارے درمیان کوئی فرق نہ ہو۔ اللہ کے رسولؐ باہم دیگر تعاون اور اپنے ضرورت مند بھائی کی حاجت روائی کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ومن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللہ فی حاجتہ ومن فرج عن مسلم کربۃ فرج اللہ عنہ کربۃ من کربات یوم القیامۃ ومن سترمسلماً سترہ اللہ یوم القیامۃ (بخاری ومسلم) یعنی: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے (ظلم سہنے کے لئے) بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے اور جو اپنے بھائی کی حاجت براری کرے گا اللہ اس کی حاجت براری کرے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی تکلیفوں کو دور کرے گا تو اللہ قیامت کے دن کی پریشانی کو اس سے دور کریگا اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرے گا اللہ آخرت میں اس کی عیب پوشی کرے گا۔ پریشان حال مسلمان بھائی اور ضرورتمند دینی بھائی کے کام آئے گا کہ اس سے بڑا مقام کیا ہوگا کہ اس کے بدلے اللہ قیامت کے دن ہماری پریشانیوں میں کام آئے گا اور ہم سے ہماری آفت و مصیبت کو ٹالے گا۔ آج عالمی سطح پر مسلمانوں کی جو ناگفتہ بہ حالت ہے! اس کے پیش نظر ہم باہم دیگر تعاون کا مظاہرہ کئے بغیر اسلامی اخوت و محبت کا نمونہ نہیں پیش

(باقی صـ۲۶ پر)

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ایک رہنما آیت

رفیق احمد سلفی علیگڈھ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (النساء: ۵۹)

اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوا الامر کی، پس اگر کسی امر میں اختلاف رائے واقع ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی طریقہ بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔

قرآن مجید کی اصولی ہدایات اگر مرتب کی جائیں تو زیر مطالعہ آیت کریمہ سر فہرست ہوگی۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو اعتدال و استحکام اسلام کو مطلوب ہے، اس آیت کے ایک ایک حصہ پر عمل کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ شخصی اور گروہی ترجیحات اور تحفظات سے اوپر اٹھ کر اگر غور کیا جائے تو آیت کا مفہوم انتہائی سادہ اور آسان ہے۔ اس میں نہ کسی طرح کی پیچیدگی ہے اور نہ ابہام ہے۔ آیت کریمہ میں جو ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے اگر اس کی حکمتیں سامنے آجائیں تو امت کا فکری توازن درست ہو سکتا ہے۔ آیت پر مسلسل غور و فکر اور کتب تفاسیر کے مطالعہ سے جو باتیں سامنے آئی ہیں، ان کو ایک ترتیب سے پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(۱) آیت میں خطاب اہل ایمان سے ہے۔ براہ راست خطاب خطبہ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ نیز مخاطب کی خصوصی توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ چونکہ اساسیات اسلام آیت میں زیر بحث آئی ہے اس لئے اہتمام تخاطب کا یہ انداز اپنایا گیا ہے۔ مطالعہ قرآن کے وقت اگر یہ بات پیش نظر ہے تو ان باتوں کی بآسانی نشاندہی کی جا سکتی ہے جن کو اسلام میں خصوصی

اہمیت حاصل ہے۔

(۲) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اطاعت کا لفظ دوبار استعمال کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں اطاعتیں مستقل حیثیت رکھتی ہیں۔ قرآن اور احادیث صحیحہ ان اطاعتوں کا محل ہیں۔ ترتیب یہ رکھی گئی ہے کہ پیش آمدہ مسئلہ میں پہلے قرآن کو دیکھا جائے اگر وہاں سے مقصود حاصل نہ ہو تو احادیث صحیحہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر مسئلہ کا جواب ان دونوں سے مل جاتا ہے تو پھر تیسری اطاعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن اور احادیث کی تفہیم میں جو زمانی تقسیم امت کے اندر موجود ہے۔ اس کے لئے کوئی وجہ جواز موجود نہیں ہے الا یہ کہ بات صرف استفادہ تک محدود رہے۔ زمانی تقسیم عمل میں آجانے کے بعد جو گروہ بندیاں ہوئی ہیں۔ ان سے امت کا عمومی رشتہ اسلام کے بنیادی سرچشموں سے مضبوط ہونے کے بجائے کمزور ہوا ہے۔ اسلام کے اصولی اور فروعی احکام کی حد بندی قائم کئے بغیر جن جن مسائل سے متعلق قرآن و حدیث کی رہنمائی موجود ہے۔ ان میں کامل اطاعت ہی ایمان کا تقاضا ہے۔

(۳) اولوالامر کی اطاعت کے لئے الگ سے لفظ "اطیعوا" استعمال نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے اسے جوڑا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالامر کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کے تحت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کے کاموں میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی احادیث نے اس مسئلہ کو بہت واضح کر دیا ہے کہ اطاعت صرف معروف میں جائز ہے۔ اس سلبی پہلو کے علاوہ اس کا ایجابی پہلو خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ لیکن اس پر غور کرنے سے پہلے اولوالامر کی تعیین کر لی جائے تو بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ مفسرین کی تشریحات کے مطابق اولوالامر سے مراد اسلامی حکومت کے ارباب حل و عقد ہیں۔ اسلامی حکومت کی غیر موجودگی میں دینی جماعتوں کے سربراہ اور مسلمانوں کے اجتماعی معاملات کے ذمہ دار حضرات اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ ان کی بھی اطاعت کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے معاً بعد ان کی اطاعت کا ذکر معنی خیز ہے۔ اسی سے ان کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ البتہ

ایک سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ جب زندگی کے مسائل کی تفصیلات کتاب وسنت میں بیان کردی گئی ہیں تو پھر اولوالامر کی اطاعت کی ضرورت کیوں ہے ؟ جواب میں ہم دو باتیں کہہ سکتے ہیں ایک یہ کہ زمانہ تغیر پذیر ہے کتاب وسنت میں اصولی اور بعض تفصیلی ہدایات اگرچہ موجود ہیں لیکن بعض نئے پیش آمدہ مسائل میں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے اس طرح کے اجتہادی مسائل میں اگر امت کے ہر فرد کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو بڑی دشواری ہوگی اور معاشرہ فکری انتشار کا شکار ہوجائے گا اس لئے ایسے موقع پر اولوالامر سر جوڑ کر بیٹھیں اور اوفق بالکتاب والسنہ جوبات ہو اسے امت کے سامنے واضح کردیں۔ اسی لئے اولوالامر کے لئے یہ صفت لازمی ہے کہ ان کے اندر اجتہادی بصیرت موجود ہو۔ اسی سورہ کی آیت ۸۳ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔ اس پہلو سے غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ امت کے ارباب حل وعقد صرف انھیں لوگوں کو بنانا چاہیئے جو اپنے اندر یہ صلاحیت رکھتے ہوں۔ موجودہ دور میں یہی وہ بات ہے جس کے لئے امت خود کو آمادہ نہیں کرپاتی ہے۔ اجتہادی بصیرت اور فکری اصابت کے بجائے وہ مال ودولت اور خاندان وبرادری کو اولوالامر کے انتخاب میں اولیت دیتی ہے۔ انجام سامنے ہے کہ ملت اسلامیہ ہند کی ۲۰ کروڑ تعداد بابری مسجد کی شہادت اور اس کے بعد خونی فسادات کے تئیں ابھی تک اپنا لائحۂ عمل تیار نہیں کرسکی ہے اولوالامر کے سلسلے میں ایک غلط فہمی یہ راہ پاگئی ہے کہ ان سے مراد وفات یافتہ ائمہ وفقہاء ہیں۔ حالانکہ آیت میں "منکم" سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان سے مراد معاشرہ اور حکومت اسلامی کے زندہ اور موجود لوگ ہیں۔ اولوالامر میں اگر وفات یافتہ حضرات بھی شامل کرلیئے جائیں تو یہ فہرست اتنی طویل ہوگی کہ امت صرف ان کا نام یاد رکھنے میں مصروف رہے گی اور گردوپیش کی دنیا میں تاریکی چھاتی چلی جائے گی۔

اولوالامر کی اطاعت کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کے جواب میں دوسری بات یہ بھی جاسکتی ہے کہ کتاب وسنت کی تنفید اور ان پر عمل کرانے کے لئے اجتماعی قوت ضروری ہے۔ یہ اجتماعی قوت شمشیر کی بھی ہوسکتی ہے اور اخلاقی دباؤ کی بھی۔ اس کیلئے

معاشرہ کے تمام افراد کا ان اولوالامر سے رشتہ ضروری ہے جو اس اہم کام پر مامور ہیں۔ کتاب و سنت کو عملی زندگی میں اتارنے کے لئے جولائحہ عمل وہ مرتب کریں بشرط صحت اس کو ماننا اور اس سلسلے میں ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ اس ضابطہ کے بغیر نافرمانوں کو معاشرہ میں سر اٹھانے سے روکا نہیں جاسکتا ہے۔ اور اگر ان کو روکا نہیں گیا تو معاشرہ کے عام افراد اپنا امن وسکون کھو دیں گے۔ جس کے بعد دنیا کے کسی بھی قانون پر ان کو چلانا آسان نہیں ہوگا۔

اس سے ایک دوسری حقیقت کا پتہ چلتا ہے اور وہ یہ کہ معاشرہ کی ترقی و توانائی اور صلاح و فلاح کے لئے اولوالامر کی موجودگی ضروری ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کا ذکر خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ معاشرہ کو کوشش کرنی چاہئے کہ ان کی فراہمی کے لئے وہ اپنے تمام ممکنہ وسائل استعمال کرے تاکہ کسی بھی نازک موقع پر یہ اس کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔ اسلامی زندگی کا خاکہ ان کے بغیر ناممکن ہے۔ افراد امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا مزاج اس طرح بنائیں کہ وہ اپنے ہی میں سے معاملہ فہم حضرات کو اپنی دینی واجتماعی ذمہ داری سونپ کر ان کی اطاعت کرسکیں۔ اسی حقیقت کی طرف وہ احادیث اشارہ کرتی ہیں جن میں امیر کے بغیر سفر کی ممانعت کی گئی ہے اور جماعت کو لازم پکڑنے کی تلقین کی گئی ہے۔ آیت کریمہ کے اس پہلو پر ہماری نگاہ عام طور پر نہیں پہنچ پاتی ہے جس کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں وہ ہم آہنگی اور استحکام پیدا نہیں ہو پاتا جو اسلام کو مطلوب ہے۔

"اگر کسی امر میں تمہارے درمیان اختلاف رائے ہوجائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔" آیت کے اس حصہ میں انسانی فطرت کی ایک کمزوری کا بڑا مؤثر علاج تجویز کیا گیا ہے۔ انسانی ذہن اپنی کیفیت و کمیت کے اعتبار سے ایک دوسرے سے مختلف واقع ہوا ہے۔ کسی مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ایسا بارہا محسوس ہوتا ہے کہ کسی کا ذہن کسی ایک پہلو کو اہمیت دیتا ہے اور دوسرے کا ذہن دوسرے پہلو کو اہمیت دیتا ہے۔ اس لئے آزادانہ غور و فکر میں اختلاف رائے ناگزیر ہے۔ امت کی اجتماعی زندگی کو مستحکم رکھنے کے لئے ہدایت یہ کی گئی ہے کہ اختلاف رائے کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔

امت میں موجود مختلف فیہ مسائل پر جن حضرات کی گہری نظر ہے وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ ان کی بنیادیں شخصیات کے اقوال اور ان کی بیان کردہ حکمتیں ہیں۔ حالانکہ کتاب وسنت کی نصوص کے مقابلے میں ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ فقہی مسائل میں اختلاف بڑی حد تک کم ہوجائیں گے اگر اس قرآنی ہدایت پر عمل کیا جائے۔

نص کی موجودگی میں کتاب وسنت کی طرف لوٹنے کا مفہوم واضح ہے لیکن اگر نص موجود نہیں ہے تو کتاب وسنت کی طرف لوٹنے کا کیا معنیٰ ہے آیئے اس اہم مسئلہ پر غور کریں،

روح شریعت اور مزاج شریعت سے آشنا اولوالامر کا اجتماعی فیصلہ کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں جس کے سلسلے میں نص موجود نہیں ہے، عام مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہوگا۔ اسی کو فقہ کی اصطلاح میں ہم اجماع کہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر اولوالامر کسی ایک بات پر اتفاق نہ کرسکیں تو پھر مسلمانوں کو آزادی ہوگی کہ وہ دونوں پہلوؤں میں سے جس پہلو کو چاہیں اختیار کریں۔ بشرطیکہ شریعت کے عام مصالح سے اس کا ٹکراؤ نہ ہو رہا ہو۔

کتاب وسنت کی طرف لوٹنے کی بات اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم کے بعد کہی گئی ہے۔ جس سے یہ نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ جذبہ پیدا ہی اس وقت ہوگا جب انسان کے اندر کتاب وسنت کی اتباع مکمل طور پر پائی جاتی ہو۔ صحابہ کرام کی زندگی کے بے شمار واقعات میں ہم دیکھتے ہیں کہ انھیں کسی مسئلہ میں تردد ہوا فوراً کسی صحابی کے ذریعہ حدیث ملی جس سے نہ صرف ان کا تردد دور ہوگیا بلکہ اپنے سابق قول سے انھوں نے رجوع بھی کر لیا۔ یہ کیفیت بعد کی صدیوں میں خال خال نظر آتی ہے اور دور جدید میں تو مشکل ہی سے کوئی اللہ کا بندہ ایسا نظر آتا ہے جو محض اس لئے اپنے سابق قول سے رجوع کرلیتا ہے کہ اسے کتاب وسنت سے کوئی واضح دلیل مل گئی ہے۔ کتاب وسنت سے مسئلہ واضح ہو جانے کے بعد سابق قول سے رجوع نہ کرنے کا لازمی مطلب یہی ہے کہ ہمارا اتباع کتاب وسنت کا دعویٰ کمزور ہے۔ اس آیت کریمہ کی یہ اصولی ہدایات عوام الناس کے سامنے علمائے کرام خود نہیں لاتے ہیں جس کی وجہ سے عوام میں دوری پیدا ہورہی ہے اور لوگ

ایک دوسرے کے ایمان وعقیدہ پر شک کرتے ہیں۔ نماز جیسی اہم عبادت کے سلسلے میں عوام کے اندر جو غلط فہمیاں ہیں ان کو بہ آسانی دور کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ علمائے احناف اپنے عوام کو یہ بتا دیں کہ آمین بالجہر، سورۂ فاتحہ کی جہری نماز میں سری قرأت، سینہ پر ہاتھ باندھنا رفع یدین کرنا، آٹھ رکعات تراویح، عیدین میں بارہ تکبیرات زوائد، نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ کی قرأت وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ دانستہ طور پر یہ مسائل عوام سے چھپائے جاتے ہیں یا ان کی عجیب وغریب تاویل کی جاتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ کوئی حنفی المسلک نمازی اتفاق سے کسی اہلحدیث مسجد میں نماز کے وقت پہنچ گیا اور وہاں وہ نماز میں شامل ہوا تو موذن کی تکبیر کو اس نے شبہ کی نظر سے دیکھا بلکہ بعض سیدھے سادے لوگ تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ آپ تکبیر بھول گئے۔ یہ نوبت ہرگز نہیں آتی اگر عوام کو یہ بتا دیا جاتا کہ فرادیٰ اور مثنیٰ تکبیر دونوں احادیث سے ثابت ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک پڑھی جا سکتی ہے۔ ایک سفر کے دوران تبلیغی جماعت کے چند بزرگوں سے ملاقات ہوئی اور دینی مسائل زیر بحث آئے تو جب میں نے بتایا کہ فرادیٰ تکبیر احادیث سے ثابت ہے اور دیوبند کے ایک استاد حدیث جو ہمسفر تھے انھوں نے تصدیق کی تو بزرگ تبلیغی حضرات نے فرمایا کہ ہمیں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ تکبیر بھی حدیث سے ثابت ہے۔ قصور عام مسلمانوں کا نہیں خواص اور علماء کا ہے کہ انھوں نے اپنے فرقہ میں اپنی ساکھ مضبوط رکھنے کے لیے مسائل کو چھپا کر رکھا ہے۔ جرأت وجسارت کی انتہا یہ ہے کہ بیس رکعات تراویح کو حکم فاروقی تبلاتے ہیں اور موطا امام مالک کھول کر بھی نہیں دیکھتے کہ حکم فاروقی کیا ہے۔ میرے ایک متشدد حنفی دوست نے ایک روز ایسے ہی مجھ سے سوال کر ڈالا کہ کیوں بھائی! آپ لوگ خلفائے راشدین کو بھی نہیں مانتے؟ میں نے کہا بات کیا ہے؟ ہمارے کس مسئلہ سے آپ کو دھوکہ ہوا ہے؟ انھوں نے فرمایا تراویح کے مسئلہ میں آپ لوگ حضرت عمر فاروق کا حکم نہیں مانتے۔ میں نے کہا: کوئی ثبوت ہے آپ کے پاس کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بیس رکعات تراویح کا حکم دیا تھا وہ بیچارے ثبوت کیا دیتے۔ دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں۔ اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ میں نے کہا ذرا مؤطا امام مالک لائیے۔ میں نے متعلقہ باب کھول کر حدیث نکالی تو وہ یہ

دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داریؓ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا بے چارے خاموش ہو گئے۔ طنز کا جواب جس انداز سے ان کے سامنے آیا پھر اس کے بعد کسی مسئلہ میں انھوں نے گفتگو نہیں کی۔

عدم واقفیت کی وجہ سے غلط فہمیاں راہ پاتی ہیں۔ اگر ہم عوام کو تعلیم کے ذریعہ مسائل سے واقف کرانے کی ایک مہم چلائیں تو مختلف فرقوں میں جو دوریاں پائی جاتی ہیں، وہ ختم ہو جائیں گی اور پھر ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے میں انھیں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

(۵) مذکورہ بالا ہدایات پر عمل کرنے کی درخواست کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ انداز اپنایا ہے کہ ان ہدایات پر عمل کرو اگر تمھارا یہ دعویٰ ہے کہ تم اللہ پر اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہو۔ اللہ پر ایمان رکھنا اور آخرت پر یقین رکھنا کوئی جامد چیز نہیں ہے بلکہ اس کے اندر حرکت ہے اور اس کے کچھ تقاضے ہیں۔ اگر یہ تقاضے پورے نہیں کرتا تو دعویٰ محض دعویٰ ہے۔ اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول کی اطاعت پھر اولوالامر کی اطاعت اور اختلاف رائے کی صورت میں کتاب وسنت کی طرف رجوع تقاضا ہے ایمان باللہ اور ایمان بیوم الآخرۃ کا۔

(۶) ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا" کہہ کر یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے کہ یہی ایمانی کوشش ہے اور انجام کے لحاظ سے یہی طریقہ اچھا ہے۔ اب جس مسلمان کی خواہش ہو کہ دنیا میں اس کا طریقہ قرآن کا بتایا ہوا طریقہ ہو اور آخرت میں اس کا انجام بہتر ہو اسے لازمی طور پر ان ہدایات پر عمل کرنا پڑے گا جن کی نشاندہی آیت کے اندر کی گئی ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا اور اپنی ترجیحات دوسری متعین کرتا ہے تو اس آیت کی روشنی میں اسے اپنے بارے میں خود اپنے ضمیر سے فتویٰ لینا چاہیے۔ ●

قربانی اور اسکی اہمیت

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ گوجرانوالہ

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۔ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۔ (سورۃ حج آیت ۲۷-۲۸)

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے (اے ابراہیم) لوگ تیرے پاس پیادہ اور دبلے پتلے اونٹوں پر دور دراز کی تمام راہوں سے آجائیں گے تاکہ وہ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں ان پالتو چوپایوں پر جو اس نے انہیں دیئے ہیں پس کھاؤ اس سے آپ بھی اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔

ان آیات میں حج کا ذکر فرمایا ہے مستطیع کے لیے یہ گراں قدر نعمت ہے حج کی وجہ سے ذوالحج کو بھی رمضان کی طرح بہت فضیلت حاصل ہو گئی ہے ان مہینوں کی عبادت کا بہت بڑا اجر ملتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا شهرا عيد لا ينقصان۔ آپ حج کے مہینہ میں روزوں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے علی العموم عرفہ کے دن کا ناغہ نہیں فرماتے تھے۔ اس روزہ کے متعلق مروی ہے کہ سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تاہم صیام رمضان کی طرح یہ فرض نہیں۔

قربانی بھی عبادت ہے عربوں کی عادت تھی آٹھویں روز اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے گھاٹ پر لے جاتے تو اس دن کا دودھ تقسیم کر دیتے۔ رجب اور شوال میں بھی عتیرہ جیسے ناموں سے جانوروں کو ذبح کیا جاتا تھا یہ رسمیں شرک کی آمیزش ۔

نہ تھیں۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قبل از نبوت اپنی چالیس سالہ زندگی میں کبھی کسی سے تعرض نہیں فرمایا بلکہ خود آپ طاہر، بلند اخلاق اور امین تھے اس دور میں آپ نے جو کچھ کیا بلحاظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا نہ بلحاظ پیغمبر رسالت کے بعد آپ کی تیرہ سالہ زندگی میں جو بات فرض ہوئی وہ صرف توحید اور نماز تھی اس سے نماز کی وقعت کا پتہ چلتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو کفر اور اسلام کے درمیان فارق بتایا ہے جب آپ مدینہ طیبہ میں ہجرت فرما ہوئے تو حج، قربانی اور دیگر احکام اترنے شروع ہوئے اور سابقہ غلط باتیں اور مشرکانہ رسوم منسوخ ہونے لگیں آپ نے ایک ہی حج فرمایا سنہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع آپ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ ۹ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق کی امارت میں مسلمانوں نے حج کیا۔ لیکن قربانی کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سال ثابت ہے اس کے لیے ہمیشہ اچھا جانور منتخب کرتے کوئی عمرہ کو جاتا تو اس کے ہاتھ بھی جانور بھیج دیتے۔ جب حج کو تشریف لے گئے تو سو اونٹ قربان کیا ساٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے چھری چلاتے وقت آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ جاری ہوتے۔

(۱) اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا
مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

بے شک میں نے متوجہ کر دیا چہرہ اپنا اس کے لیے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا یکطرفہ ہوکر اور نہیں میں مشرکین میں سے۔ میری نماز، میری عبادتیں، میری زندگی، اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے جہانوں کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ملا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں

(۲) بسم اللہ واللہ اکبر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہمیشہ قربانی کی صحابہ کرام نے بھی اپنے اپنے مقام پر رہ کر قربانیاں کیں۔ تابعین نے بھی کیں۔ یہ عمل اب تک مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے اس میں کبھی کسی نے رخنہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی اب ایک سستی

حضرت کا پرستار گروہ پیدا ہو گیا ہے روز مرونت نئے شگوفے چھوڑ کر دین سے بے خبر لوگوں کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لینا اس کا محبوب شیوہ ہے وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قربانی حج کے سوا ثابت ہی نہیں۔ کتنی بڑی جہالت ہے۔

کہا جاتا ہے۔ قربانی اگر دینی کام ہوتا تو اس کا ذکر قرآن مجید میں ضرور ملتا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ قرآن کو ماننے کا جو ثبوت ہمارے پاس موجود ہے وہ تواتر امت ہی تو ہے یہی تواتر مسئلہ قربانی میں پایا جاتا ہے اگر قربانی کے تسلسل اور تواتر سے طبیعت مکدر ہوتی جاتی ہے تو کل آپ قرآن کو بھی مشکوک ٹھہرائیں گے کیونکہ اس میں بھی اسی قسم کا تواتر پایا جاتا ہے بے جا نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ مسئلہ قربانی میں تواتر قرآن کے تواتر سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ اس میں قول کے ساتھ عملی تواتر کا بھی اضافہ ہے۔ معلوم ہونا چاہیے قرآن فقہ کی کتاب نہیں ہے جس میں ہر مسئلہ مذکور ہو۔ حدیث پیغمبر اس کی تفصیل موجود ہے اس پر ایمان لانا چاہیے اسے ماننے بغیر قرآن پر ایمان ناممکن ہے جیسے قرآن میں نماز کا حکم تو ہے لیکن اس میں ادائیگی ارکان کی ترتیب کا کہیں ذکر نہیں نہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکوع و سجود اور قیام و قعدہ کا کیا طریق ہے؟

کچھ کفایت شعار یہ بھی کہتے ہیں کہ اتنی بے تحاشا قربانیوں سے گوشت ضائع ہو جاتا ہے اور یہ اسراف ہے عام دنوں کے مقابلہ میں بے شک عید کے ایام میں گوشت کی کثرت ہوتی ہے لیکن اسے اسراف کہنا زیادتی ہے جس طرح ایک غریب کا اسراف امیر کا بخل ہوتا ہے اسی طرح دیگر ایام میں ذبح عام کر دیا جائے تو ہم اسے ناجائز کہہ سکتے ہیں لیکن اس پر قیاس کر کے سنت ابراہیمی کے احیاء کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ ایام قربانی کے سوا ہم کب کس کو گوشت بانٹتے ہیں یہ دو چار روز محتاج بھی کھالیں تو کسی کو کیا اعتراض ہے؟ اگر غریب کے لقمہ کو ضائع ہونے کا نام دیا جاتا ہے تو پھر میں اس کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ مکہ مکرمہ میں (جہاں سب سے زیادہ قربانیاں کی جاتی ہیں) بھی گوشت ضائع نہیں ہونے دیا جاتا۔ لوگ سال بھر کے لیے سکھا لیتے ہیں بے احتیاطی کی وجہ سے ممکن ہے گوشت باسی ہو جاتا ہے لیکن یہ کشادگی اور فراخی کی علامت ہے ایسا تو

شادی بیاہ کے موقع پر بھی [illegible]۔

یہ لوگ سنت ابراہیمی کو مٹانا چاہتے ہیں وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنے [illegible] کر کے رہے گا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ ہاں اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے قربانی نہ کرے تو دوسری بات ہے کیونکہ یہ بہرحال فرض تو ہے نہیں لیکن یہ کہنا کہ قربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں یا اس سے گوشت ضائع چلا جاتا ہے عیاری ہے بعض صحابہؓ نے توفیق ہوتے ہوئے قربانی نہیں کی سمجھتے تھے فرض نہیں ہے عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اس لیے قربانی نہ دیتے تھے کہ انہیں لوگوں کی نمائش پسند نہ تھی کیونکہ انہوں نے چار چار جانور ذبح کرنے شروع کر دیے تھے ان کا قربانی نہ دینا قربانی کے خلاف نہیں بلکہ نمائش کے خلاف تھا یا عدم فرضیت کی بنا پر تھا وہ قربانی کی مسنونیت اور فضیلت کے منکر نہ تھے۔

لفظ بھیمۃ الانعام میں صراحت ہے کہ قربانی کا چوپایہ جانور ہونا چاہیے یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی تھا مرغی یا انڈے کی قربانی قربانی نہیں۔ جمعہ میں حاضری کے متعلق جو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص پہلے آئے اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے پھر گائے، بھیڑ، مرغ اور انڈے کا علی الترتیب۔ اس سے مراد شریعت کی اصطلاحی قربانی نہیں بلکہ صدقہ اور عرفاً قربانی مراد ہے۔

فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ صرف سوالی کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کو غرباء کے گھروں تک پہنچانے کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے دوسرے مقام پر فرمایا فَکُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ اس سے خود بھی کھاؤ اور نہ مانگنے والے مسکین اور سوالی کو بھی کھلاؤ ــــــ قربانی ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ سنت ہے جسے آپ نے کبھی ترک نہیں فرمایا بلکہ فضیلت اور تاکید فرمائی ہے استطاعت ہو تو اس میں سستی نہیں دکھانا چاہیے۔

دورِ رسالت کے معرکے

مولانا عزیز الحق عمری ایم، اے، علیگ

اسلام ایک پائیدار صداقت ہے جسے باطل نے کبھی برداشت نہیں کیا۔ اور اسے طاقت وسازش اور سودے بازی سے ناکام بنانے کی کوشش کی۔

سرزمین مکہ کے جبل نور سے جب آفتاب رسالت جلوہ افروز ہوا اور محمد رسول اللہ صلعم نے جب دعوت و توحید کا آغاز کیا تو اہل مکہ نے یہ سوچا کہ یہ نوخیز یتیم کی ایک بے معنی کوشش ہے اور چند روز بعد خود یہ مایوس ناکام ہوکر بیٹھ جائے گا

ابتداء میں انھوں نے اس دعوت کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ لیکن جب اسلام کی صداقت دلوں کو روشن کرنے لگی تو انھیں سخت الجھن ہوئی۔ پھر بھی ان کا خیال تھا کہ اس دعوت کو دھمکیوں یا پھر سودے بازی سے بہ آسانی روکا جاسکتا ہے لیکن ان سب منصوبوں میں ناکام ہونے کے بعد قریش نے ایک روز بہ اتفاق یہ فیصلہ کیا کہ معاذاللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو ہی مٹا دیا جائے۔

باطل کے اس پر تشدد فیصلے کے بعد اسلام کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے ہمراہ رات کے اندھیروں میں مکہ سے نکل گئے اور غارِ ثور کو اپنا ملجا بنایا۔ اور یہاں تین روز قیام کے بعد جب اہل مکہ آپ سے مایوس ہو گئے تو آپؐ مدینہ کے عام راستے کو چھوڑ کر مدینہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

آپ کا یہ سفر مدینہ بڑا خفیہ اور رازدارانہ تھا۔ اس لئے کہ قریش نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص آپ کو جس حالت میں قریش تک لائے گا اسے سو اونٹ انعام دئے جائیں گے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چھوٹے سے کارواں کے ساتھ جس میں آپ کے یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق اور ان کا غلام عامر بن فہیرہ اور قبا سے حضرت علی آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ عبدیالیل کی رہنمائی میں مدینہ میں فروکش ہوا تو آپ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی اور مدینے کے قبائل کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں مدد کریں گے۔ اس لئے کہ آپ کو یہ یقین تھا کہ قریش اپنی عداوت سے باز نہیں آئیں گے۔ اور مدینے میں اسلام کو پرامن فضا میں برداشت نہیں کریں گے۔ چنانچہ آپ اس معاہدے میں ینبوع کے قبائل بنو ضمرہ، بنو مدلج وغیرہ کو اس معاہدے میں شامل کرلیا۔ یہ وہی علاقے ہیں جن سے قریش کے کارواں گذرا کرتے تھے اور اہل مکہ کو شام یا مصر وعراق کا سفر کرنے کے لئے انھیں راہوں سے گذرنا پڑتا تھا۔

آپ کے یہ معاہدات گویا اشارہ تھے کہ اب اسلام معرکہ آرائیوں کے دور میں داخل ہونے جارہا ہے اور آپ ان معاہدات کے ذریعہ مدینے پر قریش کے امکانی حملے سے نبرد آزما ہونے کی تدبیر فرما رہے تھے۔

قریش کی نیت کے بارے میں آپ کا یہ اندازہ درست ثابت ہوا کیونکہ قریش نے اپنی دولت وثروت کے اثر سے کام لیتے ہوئے اہلِ مدینہ کو یہ انتباہ دیا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال دیں۔

چنانچہ قریش نے معرکۂ بدر سے پہلے راس المنافقین عبداللہ بن ابی کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آپ سے نبرد آزما ہونے کے لئے آیا۔ لیکن آپ نے بڑے تدبر اور سیاست سے کام لیا اور فرمایا کہ تم پر قریش کی دھمکیوں کا اتنا اثر ہو گیا کہ تم اپنے بیٹے اور بھائیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ تم اپنے خلاف جو سازش کر رہے ہو یہ قریش کی سازش سے بدتر ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن اُبَی کے ہمنوا واپس ہو گئے۔ اس کے بعد قریش مدینہ پر براہِ راست حملہ کرنے کے لئے تیاری کرنے لگے اور ایک کاروانِ تجارت شام روانہ کیا۔ تاکہ اس سے جو فائدہ ہو اسے مسلمانوں پر حملے کی تیاریوں میں صرف کیا جائے۔

قتال کا حکم

مسلمانوں پر قریش کے حملے کے منصوبے کے تحت یہ ضروری ہو گیا کہ مسلمانوں کو کسی امکانی حملے سے نبرد آزما ہونے کے لئے قتال کی اجازت دی جائے چنانچہ ماہ صفر ۲ھ میں یہ آیت نازل ہوئی:

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (سورہ حج)

جو قتال کر رہے ہیں انھیں اس کی اجازت ہے۔ اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اللہ کی طرف سے قتال کی اجازت کے بعد آپ نے مدینے کے آس پاس کے قبائل سے معاہدات کا عمل تیز کر دیا اور اسی کے ساتھ قریش پر رعب ڈالنے اور ان کے وسائل معاش کو درہم برہم کرنے کے لئے مختلف مہمات روانہ فرمائیں تاکہ ہاتھ اٹھانے سے پہلے ہی دشمن کی طاقت توڑ دی جائے۔ آپ کے معرکہ بدر سے پہلے کی مہمات میں لشکر امیر حمزہ سریہ عبیدہ، سریہ سعد، غزوہ ودان، غزوہ بواط، غزوہ صفوان اور غزوہ عشیرہ شامل ہیں۔ ان مہمات سے قریش اور ان حلیف قبائل پر مسلمانوں کی طاقت کا اثر ہوا اور اس کی وجہ سے بہت سے قبائل سے معاہدہ کرنے کا موقع فراہم ہوا۔

قتال کے لئے ضروری تیاریاں

اجازت قتال کے بعد معر کے کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لئے بہت سی باتوں کا حکم دیا گیا۔

قتال میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اللہ نے پہلے ہی مسلمانوں کی مدد کا وعدہ فرمایا لیکن ان میں نفسیاتی طور پر ہمت پیدا کرنے کے لئے کئی آیتیں نازل فرمائیں۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ موت اپنے وقت پر ہی آتی ہے

وَ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ ط
تم جس جگہ رہو موت تمہیں پا جائے گی اگرچہ کسی مضبوط قلعے میں رہو۔

اور یہ کہ فی سبیل اللہ قتال سے ڈرنا نفاق کا ثبوت ہے۔ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے:

"فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ مُّحْکَمَۃٌ وَّذُکِرَ فِیْھَا الْقِتَالُ۔ رَاَیْتَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ نَظَرَ الْمَغْشِیِّ عَلَیْہِ مِنَ الْمَوْتِ" (سورۃ محمد)

اور جب کوئی محکم سورہ نازل ہوتی ہے جس قتال کا ذکر کیا گیا ہو تو آپ انھیں دیکھتے ہیں جن کے دلوں میں نفاق ہے کہ آپ کی طرف ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے ان پر موت کی بے ہوشی چھا رہی ہو،

مسلمانوں کے دلوں میں اس عقیدے کو بٹھانے کے بعد کہ موت اللہ کے حکم سے اور اپنے وقت سے آتی ہے۔ مسلمانوں کو معرکہ آرائی کی تیاریوں کا حکم دیا گیا۔ اور اس کے لئے سب سے پہلے انفاق فی سبیل اللہ پر زور دیا گیا۔

انفاق فی سبیل اللہ

دشمن کے حملوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے ضروری ہے کہ ایک ایسا فنڈ تیار کیا جائے جس سے ساز و سامان فراہم کیا جائے اور وقت ضرورت مجاہدین کے اہل و عیال پر صرف کیا جائے۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ط۔

اور اللہ کی راہ میں مال لگاؤ اور اپنے ہاتھوں کو تباہی کی طرف مت بڑھاؤ۔ یعنی قتال فی سبیل اللہ کیلئے مال نہ دینا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کے پیش نظر ہی اسلام نے اسے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں شامل کیا ہے اگرچہ علماء نے فی سبیل اللہ کو بڑی وسعت دی ہے لیکن اس کا اصل معنی جہاد ہی ہے۔ اس آیت کے شان نزول کے بارے میں ابو ایوبؓ انصاری فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب ہم نے اللہ کے نبی کی مدد کر دیا اور اسلام غالب ہو گیا تو ہم نے سوچا

کہ اب اپنا مال و جائداد درست کریں گے اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور ہمارا تباہی میں ہاتھ ڈالنا یہ تھا کہ ہم نے سوچا کہ اب اپنا مال و جائداد درست کریں گے اور ہم نے جہاد کا خیال چھوڑ دیا

اس آیت کے شان نزول سے یہ ثابت ہوتا ہے قتال فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا اور فنڈ فراہم کرنا ضروری ہے۔

اعداد قوت

قتال کی ذمہ داریاں پوری کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ وقت کے لحاظ سے سازوسامان تیار کیا جائے۔ بغیر تدبر اور کوشش کے محض اللہ کی مدد اور نصرت کی امید خود فریبی ہے۔ اللہ رب العٰلمین نے جب قتال کا حکم دیا تو اسی کے ساتھ طاقت بنانے اور دوسری تیاریوں کی بھی ہدایت فرمائی۔

چنانچہ اس کا ارشاد ہے وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ۔

اور ان کیلئے جس قدر ممکن ہو طاقت اور سرحد کی حفاظت کے لئے گھوڑے تیار رکھو تاکہ ان سے اپنے دشمنوں اور اللہ کے دشمنوں کو ڈراؤ۔ اور اعداد قوت میں وہ تمام تیاری شامل ہیں جو دشمن سے لڑنے اور اپنی حفاظت کرنے کیلئے ضروری ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ:

الا القوۃ الرمی، الا القوۃ الرمی، الا القوۃ الرمی۔

سن لو! قوت تیر اندازی ہے۔ سن لو! قوت تیر اندازی ہے۔ سن لو! قوت تیر اندازی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد بروایت عقبہ بن عامرؓ)

چونکہ تیر اس زمانے میں دشمن پر دور سے وار کرنے کے لئے سب سے مؤثر تھی اس لئے آپ نے فن تیر اندازی کو قوت قرار دیا اور صحابہ کرام کو تیر اندازی کے لئے آمادہ کیا۔ چنانچہ احادیث نبوی سے یہ ثابت ہوتا ہے آپ صحابہ کرام کو تیر اندازی کی تربیت کرتے دیکھ کر ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے تاکہ ان کا حوصلہ بلند ہو۔ لیکن اس جدید دور میں قوت ہر وہ سامان ہے جس سے دشمن پر دور سے نشانہ لگایا جاسکتا

ہو۔ اور وہ سبھی اس وقت میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ تیز رفتاری سے حملہ کرنے کیلئے اپنی سواریوں کی ضرورت ہوتی ہے جس سے دشمن پر موثر حملہ کیا جا سکتا ہو۔ پہلے زمانے میں اس کے لئے گھوڑوں کا استعمال ہوتا تھا لیکن اس زمانہ میں اس کی جگہ ہوائی جہازوں، بکتر بند گاڑیوں اور اسکوٹروں وغیرہ نے لے رکھی ہے۔

نوجوانوں کی تربیت اور ورزش

اللہ تعالیٰ کے حکم کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے رکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ اور کبھی کبھی گھوڑ دوڑ کراتے تھے، اس کے علاوہ صحابہ کرام میں دوڑ کراتے تھے اور اسکے بارے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک سفر میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوڑ لگائی تو وہ آپ کو پیچھے چھوڑ دیا لیکن اسکے بعد جب موٹاپا آگیا اور آپؐ کے ساتھ دوڑ کی تو آپ مجھ سے بڑھ گئے اور اسوقت آپ نے مجھے دلاسا دیا کہ یہ پہلے کے بدلہ میں ہے۔ یعنی ہم دونوں برابر ہو گئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ عید کے روز مسجد نبوی کے صحن میں حبش کے مسلمان صحابہ کرام نیزہ کھیل رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے کے اوپر سے تماشا دیکھ رہے تھے اور میں آپکے پیچھے سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی اور میرا آپ پردہ کر رہے تھے اور جب تک میں نہ اکتا جاتی آپ ہٹتے نہیں تھے۔

ان احادیث کی طرف اشارہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محض سامان تیار رکھنا ہی ضروری نہیں بلکہ اسکی بہترین تربیت حاصل بھی ضروری ہے اور اسی کے ساتھ ایک مسلمان کو اپنی صحت پر بھی دھیان رکھنا چاہیے۔ رسول اکرم کا ارشاد ہے۔

المومن القوی احب الی اللہ من المومن الضعیف

یعنی طاقتور مومن اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ پیارا ہے۔

اور اسکی وجہ ظاہر ہے کہ ایک طاقتور مسلمان اسلام کے احکام و فرائض

ادا کر سکتا ہے ۔

بہترین ترتیب یافتہ نوجوانوں اور اچھے سازوسامان کے باوجود معرکہ آرائی کی تدبیر اور کچھ دیگر اہم باتوں کو بروئے کار لانا ضروری ہوتا ہے جن میں توریہ محکمہ جاسوسی، رازداری، افواہوں پر پابندی، شعائر کا استعمال اور شورائی فیصلہ اہمیت کے حامل ہیں ۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بہترین اسوئے چھوڑے ہیں جو آپ کی حسن سیاست کا ثبوت اور امت کیلئے رہنما ہیں ۔ اور یہی وجہ ہے کہ نپولین جیسے دنیا کے نامور کمانڈروں نے آپ کی معرکہ آرائی کی اس سنت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا کمانڈر قرار دیا ہے ۔

توریہ

یعنی دشمن کو اپنی کارروائیوں سے غفلت میں رکھنا تاکہ اسے علم نہ ہو سکے کہ اس کے خلاف کوئی کارروائی ہو گی ۔

توریہ یعنی اپنے حملے کی سمت کو خود اپنے فوجیوں اور اپنے اہل وطن سے پوشیدہ رکھنا ۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سوا ہر غزوے میں توریہ کیا یعنی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ آپ کو کس سمت میں جانا ہے بلکہ عموماً مدینہ سے لشکر دوسری سمت میں روانہ ہوتا تھا ۔ لیکن کچھ دور جانے کے بعد آپ لشکر کا اصل سمت کی طرف پھیر دیا کرتے تھے اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دشمن کو علم نہ ہو سکے اور وہ غفلت میں رہیں اور اگر دشمن کا کوئی جاسوس ہو یا کوئی بھی نفاق کی وجہ سے اسے باخبر کرنا چاہے تو اسکو اسکا موقع نہ مل سکے ۔ چنانچہ جب آپ نے اہل خیبر پر ان معاہدہ شکنی کی پاداش میں حملہ کیا تو وہ آپ کی مہم سے اس قدر غافل تھے کہ سویرے اٹھ کر اپنے کھیت اور باغات میں کام کرنے نکل رہے تھے کہ انھیں یکایک مسلمانوں کے حملے کا سامنا کرنا پڑا اور وہ پکارنے لگے "محمدٌ والخمیس" یعنی محمد لشکر کے ساتھ آگئے ، جب آپ نے یہ سنا تو فرمایا کہ اللہ اکبر خَرِبَتْ خَیْبَرُ ۔ یعنی خیبر ویران ہو گیا ایسے ہی جب اہل مکہ نے معاہدہ شکنی کی تو آپ نے مکہ پر حملہ کی تیاریاں اتنے رازدارانہ اور خفیہ طور پر فرمائی

(باقی ص۳۹ پر)

بنی اسرائیل عروج وزوال اور انعام وعذاب، نیز عارضی اقتدار کا جائزہ

قسط ۲۱

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا اور ان کو مختلف صعوبات ومشقتوں میں ڈال دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دینا چاہتا تھا ——— اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ رات کے وقت بنی اسرائیل کو لیکر نکل جاؤ۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر رات کے وقت روانہ ہو گئے۔ جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا، فرعون اپنے لشکروں کو ہمراہ لیکر بنی اسرائیل کے قریب پہونچ گیا۔ ایسے عالم میں بنی اسرائیل ڈرے کہ اب تو ہم پکڑ لئے جائیں گے کیونکہ سامنے تاحد نظر دریائے نیل ہے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر ہے، اگر آگے بڑھتے ہیں تو دریا میں ڈوب جائیں گے۔ اور پیچھے مڑتے ہیں تو فرعون ہمیں پکڑ لے گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن کثیر میں سورۂ شعراء ۳۳۶ پر منقول ہے۔

قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون قال کلا ان معی ربی سیھدین ۝ فاوحینا الیٰ موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم ۝ (تفسیر ابن کثیر سورہ شعراء پ ۱۹ ص ۳۳۶)

اسی گھبراہٹ کے عالم میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی بحر قلزم پر مارو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے لاٹھی مارنے سے دریا کے اندر راستہ بن گیا اور اللہ کے حکم سے پانی پھٹ گیا اور ہر طرف کا پانی پہاڑ کی طرح رک گیا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ

فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۞

جس طرح دو بلند پہاڑوں کے درمیان کوئی راستہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی اس نے پانی کی تہہ تک کی زمین کو خشک کر دیا نہ اس میں کیچڑ تھا نہ اس میں پاؤں دھنسنے کی کوئی شکل تھی بالکل خشک راستہ تھا جیسا کہ ارشاد باری ہے فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا (طٰہٰ) ترجمہ یعنی تو دریا پر اپنی لاٹھی مار ان کے لئے خشک راستہ دریا میں تیار ہو جائے گا۔

راستے کے دونوں کنارے پانی کی دیواریں کھڑی تھیں اسی میں روشندان اور کھڑکیاں بھی فٹ تھیں تاکہ ایک خاندان دوسرے خاندان کو دیکھ سکے۔ اور سب کو اطمینان وسکون حاصل رہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ شعراء ص۳۳۶)

قافلہ حق ان آبی دروں سے اطمینان سے گذر گیا مگر ان کے دشمن نہ گذر سکے کیوں کہ ان کے گذرتے وقت پانی برابر ہو گیا اور مصری تمام تر سطوت شاہی دریائے نیل میں اس طرح غرق ہوئی کہ پھر کبھی نہ ابھری۔ فرعون اپنی فوج سمیت ڈوب گیا۔ (قصص القرآن جلد اول ص۵۵)

فرعون کی لاش عبرت ونصیحت کے لئے اب تک مصر کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ صدر سادات نے اسے دیکھنے اور اس کا فوٹو لینے کی اپنے وقت میں اجازت دے دی تھی (جاری)

قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ آیۃ (سورہ یونس ۹۲)

ترجمہ۔ پس آج کے دن ہم تیرے جسم کو (دریا سے) نجات دیں گے تاکہ وہ تیرے بعد آنے والوں کے لئے خدا کا نشان رہے۔

اور محمد احمد عدوی کی کتاب "دعوۃ الرسل الی اللہ" میں لکھتے ہیں کہ اس نعش کی ناک کے سامنے کا حصہ ندارد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حیوان کا کھایا ہوا ہے غالباً دریائی مچھلی نے خراب کیا ہے اور پھر اس کی نعش خدائی فیصلہ کے مطابق کنارے پر پھینک دی گئی (قصص القرآن جلد اول ص۲۶)

(۸) آٹھواں انعام (ان کو پیاس کے وقت پانی پلایا)

بنی اسرائیل کو وادی تیہ میں پیاس لگی انہوں نے کہا اے موسیٰ ہمیں پانی پلاؤ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا پتھر پر ماری۔ معجزانہ طریقے سے پتھر سے بارہ چشمے ان کے خاندان کی تعداد کے مطابق جاری ہو گئے۔

کما قال تعالیٰ واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا قد علم کل اناس مشربہم (سورۃ بقرہ ۔ ۶۰)

(۹) نواں انعام (من وسلویٰ کا نزول ہوا)

اللہ تعالیٰ نے ان کے کھانے کیلئے بہترین ولذیذ کھانا من (شہد کے مثل) وسلویٰ (بٹیر) نازل کیا جس کے لئے انہیں صرف کھانے کی زحمت اٹھانی پڑتی تھی۔

(۱۰) دسواں انعام (انھیں میدان تیہہ میں بدلی کا سایہ ملا)

میدان تیہہ میں جہاں حیران و پریشان تھے انہیں دھوپ لگی تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے سایہ کرنے کیلئے بادل کا ایک ٹکڑا بھیج دیا جو انہیں سایہ کر رہا تھا ارشاد باری ہے۔

وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلویٰ (ترجمہ) اور ہم نے ان پر بدلی کا سایہ کیا اور ہم نے ان پر من وسلویٰ نازل کیا (قصص القرآن جلد اول ص۴۷۵)

ان انعامات خداوندی کا تذکرہ سورہ بقرہ میں آیت نمبر ۴۷ سے آیت نمبر ۱۴۱ تک موجود ہے جس کی ابتدا اس آیت سے ہے۔

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین (البقرہ ۴۷)

ترجمہ ۔ اے بنی اسرائیل میرے احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے اور یہ کہ میں نے سب جہاں کے لوگوں پر تم کو فضیلت بخشی۔

کفران نعمت وسرکشی کے سبب مختلف عذابوں کا نزول۔

(۱) پہلا عذاب ان کی صورتوں کو مسخ کر کے ذلیل بندر بنا دیا۔

جب بنی اسرائیل نے خدا کی ناشکری کی اور عصیان وطغیان کا راستہ اختیار کیا تو یہ قوم مختلف قسم کے عذاب میں ماخوذ بھی ہوئی۔ ارشاد الٰہی ہے۔ ولقد علمتم الذین اعتدوا منکم فی السبت فقلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین (سورہ بقرہ ۶۵) ترجمہ ۔ یعنی یقینا تم ان لوگوں کو جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتہ کے حکم میں سرکشی کی پس ہم نے ان کو حکم دیا کہ تم پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔

سنیچر کے دن اللہ تعالیٰ نے اصحاب ایلہ کے لئے مچھلی کا شکار حرام کر دیا تھا یہ قوم

[illegible] سمندر پر [illegible] امتحان لیا [illegible] ہفتہ کے دن مچھلیاں سطح
آب پر ظاہر ہو جاتیں [illegible] اوپر آجاتیں اور باقی دنوں میں غائب
ہو جاتیں [illegible] دیکھتے آخر کار یہ صبر نہ کر سکے اور شیطان
کے دھوکے میں آگئے شیطان نے انہیں ایک حیلہ بتایا کہ تم سمندر کے کنارے ایک چھوٹی
نہر کھود لو سمندر سے جب موج اٹھے گی تو اسی موج کے ساتھ ساتھ مچھلیاں بھی نہر کے
اندر آجائیں گی جب سمندر کے پانی میں کمی ہوگی تو مچھلیاں اسی نہر میں رہ جائیں گی پانی کی
کمی کے باعث سمندر میں نہیں جا سکیں گی اس طرح ان مچھلیوں کو تم اتوار کے دن پکڑ لینا
تمہارا یہ شکار اتوار کے دن ہوگا اور تم حرام سے بچ جاؤ گے پھر لوگوں نے شیطان کے اس
حیلہ پر عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کھلی ہوئی اعتدا اور سرکشی کے سبب سور اور بندر
بنا کر ہلاک و برباد کر دیا یہ ان کی بدمعاشیوں اور شرارتوں کا نتیجہ تھا کیا خوب فرمایا ہے
مولانا مسلم صاحب نے سے

بنی رسولوں سے جب اگلی امتوں نے سرکشی ○ ہو گیا لنگور کوئی کوئی بندر ہو گیا

معلوم ہوا کہ حیلہ سے حرام چیز حلال نہیں ہوتی وہ حرام ہی رہے گی اس امت محمدیہ
میں جو لوگ بھی حیلہ کے ذریعہ حرام کو حلال کرنے کی سعی کرتے ہیں وہ صریح گمراہی میں ہیں
امام بخاریؒ نے ایسے لوگوں کی تردید کے لئے ایک مستقل باب "کتاب الحیل" کے نام
سے قائم کر کے ان کی گمراہیوں کو اجاگر کیا ہے ان تمام کھلے ہوئے معجزات کو دیکھنے کے
بعد بھی ان کے دل نہیں پسیجے اور نہ ان کے قلوب میں کچھ نرمی پیدا ہوئی بلکہ اس کا الٹا اثر
ہوا کہ ان کے دل پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہو گئے، وعظ و تذکیر، رشد و ہدایت کی باتیں
ان میں قطعاً موثر نہیں ہوتی تھیں۔

(۲) بنی اسرائیل کی دوسری سرکشی کہ وہ سود خوری کرتے تھے۔

بنی اسرائیل سود خوری کے ذریعہ بھی خدا کی نافرمانی کرتے تھے جس کی بنی اسرائیل
میں ممانعت کی گئی تھی لیکن یہ لوگ سود خوری میں مبتلا تھے قرآن کریم میں ارشاد ہے
واخذھم الربٰوا وقد نھوا عنہ واکلھم اموال الناس بالباطل واعتدنا

للکافرین منھم عذابا الیما (نساء ۱۶۱)

ترجمہ۔ اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ ان کو اس کی ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کے لیے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے۔

(۳) بنی اسرائیل کی تیسری سرکشی کہ یہ لوگ جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور توریت کے آیات میں تحریف کرتے ہیں اور سود خوری کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں سمّاعون للکذب واکّٰلون للسحت سے ان کی سرکشی بیان کی گئی ہے کہ جھوٹی باتیں سننے کے عادی اور حرام خوری کے خوگر ہیں (مائدہ ۴۲)

(۴) (بنی اسرائیل کی چوتھی سرکشی کہ وہ منکرات اور معاصی پر اصرار کرتے تھے)

یہ بنی اسرائیل جب کسی معصیت کا کام کرتے تھے اور ان کو اس سے روکا جاتا تھا اور نصیحت کی جاتی تھی تو اپنے سرکشی پر برابر اصرار کرتے تھے ارشاد ہے۔

کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون (مائدہ ۷۰)

وہ جس برائی کے خود مرتکب ہوئے اس سے لوگوں کو بھی نہیں روکتے تھے بہت ہی برا کرتے تھے اور رشد و ہدایت کے راستہ سے اعراض اور گمراہی و نافرمانی کے راستہ میں پیش قدم تھے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے وان یروا سبیل الرشد لایتخذوہ سبیلا وان یروا سبیل الغیّ یتخذوہ سبیلا ذالک بانھم کذبوا بآیاتنا وکانوا عنھا غافلون (اعراف ۱۴۶)

ترجمہ۔ اگر ہدایت کی راہ دیکھیں گے تو اس پر نہ چلیں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ پائیں گے تو اس کو اپنی راہ بنالیں گے کیوں کہ وہ ہمارے حکموں سے انکار و بے پرواہ ہوگئے تھے

(۵) بنی اسرائیل کی پانچویں سرکشی کہ وہ گوسالہ پرستی کرتے تھے

اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے اور گوسالہ پوجنے کی عادت سے ناراض ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ ان الذین اتخذوا العجل

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

سب سے پہلے اتحاد باہمی پیدا کرو

عبد العظیم عالیاوی بجہاسدھا رتھ نگر

موجودہ پُر آشوب دور میں عموماً مسلمانان عالم کے حالات نہایت ابتر اور ناگفتہ بہ ہوتے جا رہے ہیں خصوصاً مسلمانانِ ہند ۶ دسمبر ۹۲ء کو طاغوتی تحریکوں اور اسلام دشمن شرپسندوں کے ہاتھوں تاریخی بابری مسجد مسمار کیئے جانے کے بعد جن نازک و سنگین حالات سے دوچار ہیں، وہ محتاج بیان نہیں۔

ایک طرف اگر بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کو تہہ تیغ کر کے ان کے سروں اور کھوپڑیوں سے فٹبال کھیلا جا رہا ہے اور انھیں پتہ چبانے، گھاس کھا کر زندگی گذارنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تو دوسری جانب اسرائیلی بھیڑیے فلسطینی مسلمانوں کو جلا وطن کر کے لبنان کی سرحدی سنگلاخ اور برفیلی تودوں پر اس موسم سرما میں کڑاکے کی سردی برداشت کرنے کی سزائیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دینے پر آمادہ ہیں۔

خود ہمارے نام نہاد سیکولر جمہوری ملک ہندوستان میں بھی اکثریتی طبقہ مسلمانوں کیساتھ ناروا سلوک کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہا بلکہ دوسرے ممالک سے بازی لے گیا۔ آخر ایسا کیوں؟ ہم اگر اس کا جواب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیگی کہ ہم مسلمانوں میں آپسی شکر رنجی، انشقاق و اختلاف فرقہ بندی و چپقلش کا ماحول ہے۔ اتفاق و اتحاد کا فقدان ہے، تعصب و تنگ نظری کا رنگ غالب ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ہم میں عنقا ہے۔ ولا تنازعوا فتفشلوا و تذہب ریحکم اور انما المومنون اخوۃ جیسی نصیحت آمیز آیات نسیاً منسیا ہو چکی ہیں۔ کہیں اہلِ حدیث کو وہابی و کافر کے القاب سے نوازا

جاتا ہے تو کہیں حنفی و بریلوی ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے، تو کہیں دیوبندی و شافعی میں معرکہ آرائیاں ہیں۔ ہم نے اپنی طاقت کو اپنوں پر صرف کرنے اور انھیں زیر کرنے میں لگا رکھی ہے، یہی وجہ ہے کہ زمین ہمارے لیے تنگ کر دی گئی اور ظالم و جابر حکمرانوں کے خونی جبڑے ہمارے لئے کھول دیے گئے۔

کانپور ہو یا بنارس، میرٹھ ہو یا ملیانہ، بھوپال ہو یا سورت، کلکتہ ہو یا بمبئی یا دیگر دوسرے شہر اور قصبے مسلمانوں کے ہی خرمنِ حیات کو خاکستر کیا گیا، یہ ہولناک بادل مسلمانوں پر اٹھے اور انھیں پر برسے، حفاظتی دستہ پی اے سی کے جوانوں نے رہزنوں، ڈاکوؤں اور قاتلوں جیسا سلوک کیا۔ ماؤں بہنوں کی عصمت دری کی گئی، شیر خوار بچوں کو ماؤں کی گود سے بے رحمی سے کھینچ کر زمین پر پٹخ دیا گیا۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھنے والے نوجوانوں کے سینوں میں رائفل کی گولیاں اتار دی گئیں۔ وہ چیختے رہے چلاتے رہے کوئی فریاد رسی کرنے والا نہیں، زخم سے تڑپتے رہے ان کے زخموں پر کوئی مرہم پٹی کرنے والا نہیں اور پھر انھیں کو حوالہ زنداں بھی کیا گیا ؎

دنیا میں کہیں ایسی تمثیل نہیں ملتی
قاتل ہی محافظ ہے قاتل ہی سپاہی ہے

ماضی قریب کا یہ ایسا المناک واقعہ ہے جس کی نظیر ہندوستان کی تاریخ میں ملنی دشوار ہے۔

ہندوستانی پارلیمان کا معاملہ بایں جا رسید کہ عدل و انصاف کا پیمانہ بدل گیا۔ طاقتور کا ہر فعلِ بد انصاف کا پیمانہ قرار پایا۔ اقلیت کو نظر انداز کر دیا گیا، اس کے حقوق بالائے طاق رکھ دیئے گئے۔ دھینگا مشتی اور دست و گریباں کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کی پالیسی اختیار کی جانے لگی۔ آئین اور قانون کو پیروں سے ٹھکرایا جانے لگا۔ مرکزی کابینہ فرقہ پرستوں کے سامنے بھیگی بلی بن گئی اور اپنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ پارلیمنٹ میں ہمارا اپنا ایسا کوئی رہنما نہیں جسے دینی غیرت و حمیت کا پاس و لحاظ ہو اور مسلمانوں کے بقا و تحفظ کی فکر اسے دامنگیر ہو۔ اگر یکّا دکّا ہیں بھی تو ایسے کہ ان کا اثر و رسوخ قائم نہیں، ان کی سریلی آوازیں کائیں کائیں اور ٹیں ٹیں کرنے والوں کے بیچ دب کر رہ جاتی ہیں۔

نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے ـــ؟

ایسے ظلمت زار ماحول میں مسلمان اتفاق و اتحاد اور ایک مرکز پر گامزن رہ کر ہی اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ اور اسی کے ذریعہ اپنی تمام تر دشواریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں کیونکہ اتفاق و اتحاد ایک ایسی شے ہے جو قوموں اور تنظیموں کو قعر مذلت سے نکال کر تخت ارتقا پر بٹھلاتی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی باشعور انسان اس کی افادیت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور اس کے بغیر کوئی بھی قوم زندہ نہیں رہ سکتی۔ جن قوموں نے اتفاق و اتحاد کو اپنایا ان کا ستارۂ اقبال بلندی پر چمکا اور دنیا کی تمام تر خوبیاں اس کے قدم بوس ہوئیں۔

تاریخ کے اوراق ہماری عظمت رفتہ کے گواہ ہیں کہ ہمارے اسلاف اتفاق و اتحاد کی راہ پر چل کر ایک عظیم طاقت کی شکل میں نمودار ہوئے جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بھی طاقت نہ کر سکی جس نے پنجہ آزمائی کی، کلائیاں مروڑ اٹھیں۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ انکی اجتماعیت نے قلیل مدت میں ایران و روم جیسی بارعب سلطنتوں کے پرخچے اڑا دئے۔ قیصر و کسریٰ جیسے مغرور بادشاہوں کا تاج اپنے پیروں سے روند دیا۔ فتح و ظفر نے ان کی قدمبوسی کی۔ عزت و اقبال نے پیشوائی کی۔ جس طرف نگاہیں اٹھیں، جماعتوں اور تحریکوں کی تقدیریں بدل دیں۔ جس سرزمین پر اپنا پاکباز قدم رکھا علم و حکمت، دولت و ثروت کے خزانوں کی کنجیاں ان کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ سب ثمرہ تھا ان کے ایمان و یقین اور باہمی اتحاد و اتفاق کا۔

آؤ ذرا ہم اپنے اسلاف کو تاریخ کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھیں کہ ان کے اندر کس طرح کا باہمی اتحاد و اتفاق تھا۔ اور وہ افتراق و انشقاق سے کس قدر دور تھے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جس زمانہ میں خلیفۂ چہارم حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے مابین اختلاف عروج پر تھے۔ موقعہ سے فائدہ اٹھانے کے لئے دشمنِ اسلام قسطنطنیہ کے عیسائی حکمران نے اپنے ذہن و فکر کو اسی طرف مبذول کیا کیونکہ اسے اسلامی سلطنت پر حملہ کرنے کا ایک سنہرا موقع ہاتھ لگا تھا۔ حملہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ ایران کے شمالی صوبوں پر جہاں حضرت علیؓ کی حکمرانی تھی ایک کثیر فوج جمع ہو گئی۔ اسے کامل یقین تھا کہ امیر معاویہؓ اپنے حریف کو کمزور ہوتا دیکھ کر خوش ہوں گے۔ مگر امیر معاویہؓ ایک ذی بصیرت، عالی دماغ انسان تھے۔ انھیں صحابی

رسول ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ واقعہ کی خبر ملتے ہی آپ نے قسطنطنیہ کے عیسائی حکمران کے نام درج ذیل مضمون پر مشتمل ایک نامہ قلمبند کیا۔

" اے رومی کتے! اگر تو ہمارے آپسی اختلافات کی وجہ سے اسلامی خلافت پر حملہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت علیؓ کی قیادت میں جو جنگی عسکر تیرے مقابلے کے لئے روانہ ہوگا' معاویہ اس لشکر کا ادنیٰ سپاہی ہوگا۔"

خط ملتے ہی عیسائی حکمراں خوف وہراس سے لرزہ براندام ہوگیا۔ اور اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ یہ ہیں ہمارے اسلاف کے ستودہ صفات' جسکے نتیجہ میں ان کا رعب غالب رہتا اور وہ خطرات سے محفوظ رہتے۔ کسی دشمن کو قریب پھٹکنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔

مسلمانو! کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق عمل پیرا ہو کر آپس کی نااتفاقی سے دور ہوجاؤ۔ اور حبل اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ فرقہ بندی کی قیود سے آزاد ہوجاؤ' اپنے تشخص عزت وآبرو کے بچانے کی فکر کرو۔ آج کے حالات ہمیں پکار پکار کر کہہ رہے ہیں ؎

چاہتے ہو گر زمانہ میں وقارِ دائمی
سب سے پہلے اتحادِ باہمی پیدا کرو

●

بقیہ:۔ بنی اسرائیل عروج وزوال

سینالہم غضب من ربہم وذلۃ فی الحیوۃ الدنیا وکذالک نجزی المفترین (اعراف ۱۵۳) ترجمہ: جن لوگوں نے بچھڑا بنایا تھا ان کو خدا کے یہاں سے غضب اور ذلت کی مار دنیا میں پہونچے گی۔ افترا کرنے والوں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

(۶) چھٹی سرکشی توریت کے اندر تحریف کرڈالی۔

اسی قساوت قلبی نے ان کو تورات کے اندر تحریف جیسے جرم عظیم پر آمادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کمی بیشی کرنے کی جسارت کی۔ خلاصہ یہ کہ قدم قدم پر ناشکری نافرمانی، تمرد وسرکشی ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اللہ ورسول کا استحقاق وتوہین ان کا شیوہ ہوچکا تھا۔ (جاری)

●

السَّلامُ عَلَیکُم

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری راگھونگر بھوارہ مدھوبنی

ہر قوم وملت کے لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اپنے روایتی اور مذہبی انداز میں ملتے ہیں اور ان موقعوں پر کچھ الفاظ یا جملوں میں ایک دوسرے کو خیر اور خوبی، امن وسلامتی کی دعائیں دیتے ہیں۔ عیسائی مذہب کے لوگ ایک دوسرے کو ملاقات کے وقت گڈ مارننگ، گڈ آفٹر نون، گڈ ایوننگ یا گڈ نائٹ جیسے الفاظ سے خطاب کرتے ہیں، ہندو دھرم کے لوگ جب ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو نمستے پرنام کرتے ہیں۔ بسا اوقات اگر دو بڑے اور چھوٹے ملتے ہیں تو چھوٹا بڑے کے پیر جھک کر ادب اور احترام کا اظہار کرتا اور بڑا اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتا ہے۔ اسی طرح سکھ لوگ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت "جے سری ستیہ اکال" کہہ کر خطاب کرتے ہیں۔ یہ طریقۂ ملاقات اور ملاقات کے وقت کچھ دعائیں ایک دوسرے کو دینا گویا ہر مذہب میں حکم دیا گیا ہے۔ اتنا ہی نہیں دنیا کی قدیم قوموں کی تاریخ کے مطالعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ ان کا اپنا کوئی مخصوص مذہب یا فلسفہ نہ تھا یا وہ وحشی اور جانوروں کی زندگی ہی گذارا کرتے تھے مگر ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے اپنے ایک مخصوص روایتی انداز اور الفاظ سے خطاب کرتے تھے۔ جیساکہ زمانہ جاہلیت کی بابت ابو داؤد کی ایک حدیث میں مروی ہے۔ عمران بن حصین ؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کو ملاقات کے وقت اَنْعَمَ اللّٰہُ بِکَ عَیْنًا وَاَنْعِمْ صَبَاحًا (اللہ تم کو اپنی نعمت سے نوازے، صبح بخیر ہو) کہہ کر خطاب کرتے تھے، لیکن جب اسلام کا زمانہ آیا تو ہمیں اس طرح

کہنے سے منع کر دیا گیا"۔ آج بھی ہندوستان یا افریقہ وغیرہ کے جنگلات میں جو وحشی قومیں اور قبائل رہتی ہیں ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ان میں سے لوگ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں تو کوئی زبان نکال کر ادب واحترام کا اظہار کرتا یا دعا دیتا ہے، کوئی زور سے ہنس کر اس کا اظہار کرتا ہے اور کوئی کمر کی اونچائی تک اپنا سر جھکاتا ہے وغیرہ ......۔

اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کو ملاقات کے وقت ہر چھوٹے بڑے کو یہ تعلیم دی کہ وہ السّلام علیکم کہا کریں۔ یہ ایک جامع اور مانع تعلیم ہے۔ یہاں تعلیم ہے کہ ہر چھوٹا بڑا، بادشاہ وگدا، امیر وغریب ایک دوسرے کو بلا کسی امتیاز کے سلام کرے اور ایک جامع دعا دے "السلام علیکم"، یعنی تم پر امن وسلامتی ہو۔ کسی ایک خاص وقت اور لمحہ تک نہیں بلکہ ہمیشہ اور ہر وقت۔ اس میں اگر کوئی مزید دعا دینا چاہے تو اس کا بھی حکم ہے اور بلکہ ثواب بھی ہے جیسا کہ ترمذی، ابوداؤد کی حدیث ہے حضرت عمران بن حصین رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا السلام علیکم۔ آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا دس۔ پھر دوسرا آدمی آیا اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ اور آپؐ نے جواب دیا اور فرمایا بیس۔ پھر تیسرا آدمی آیا اور کہا السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ اور آپ نے جواب دیا اور فرمایا تیس"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان الفاظ میں اتنی زیادتی بھی ہو سکتی ہے اور اس میں ثواب بھی ہے"۔ تسلیم کے سلسلے میں ایک چیز یہاں اس ضمن میں جان لینا ضروری ہے کہ ایک مسلمان کو ملاقات کے وقت یا پھر خط وکتابت میں السلام علیکم یا اس میں حدیث کے مطابق کچھ زیادتی کے ساتھ انہی الفاظ کو ادا کرنا چاہیے۔ آج کل اس کی جگہ میں آداب، اور نیاز وتسلیم وغیرہ کہے جاتے ہیں یہ سب درست نہیں ہیں۔ حضرت عمران بن حصینؓ کی پہلی مذکورہ حدیث سے یہ چیز واضح ہے۔ کیونکہ باوجودیکہ زمانہ جاہلیت کا طریقہ تسلیم بھی بظاہر اچھا ہی تھا اور پھر جب اسلام نے السلام علیکم کہنے کی تعلیم دے دی تو ایسی صورت میں اس کے علاوہ کچھ اور کہنا کبھی درست نہیں ہے اس لئے آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو بھی منع کیا۔

تسلیم کو اسلام نے بڑی اہمیت دی ہے اور اسی لحاظ سے اس کی فضیلت بھی بتائی

ہے۔ تسلیم کو اسلام میں محبت کی کنجی کہا گیا اور اس میں پہل کرنے والوں کو تکبر اور گھمنڈ سے پاک بتایا گیا ہے۔ مشہور حدیث ہے آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم لوگ ایمان نہیں لاؤ گے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ میں بتاتا ہوں محبت کیسے پیدا ہوگی سب کو سلام کیا کرو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ان چیزوں کا بہت خیال کرتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ آپؐ تو ہر چھوٹے، بڑے، عورت، مرد، آشنا نا آشنا سبھی کو سلام کرتے تھے۔ صحابہ کرام بھی اس میں کم پیچھے نہیں تھے۔ بیہقی وغیرہ کی روایت ہے طفیل بن ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وہ عبداللہ بن عمرؓ کے پاس جایا کرتے تھے اور ان کے ساتھ وہ بازار جاتے تھے۔ طفیل کہتے ہیں کہ جب ہم بازار پہنچتے تو عبداللہ بن عمرؓ کسی بھی کباڑی یا دوکاندار یا مسکین یا کسی بھی آدمی کے پاس سے گذرتے تو اس کو سلام کرتے ان کا بیان ہے کہ میں ایک دن عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا تو مجھ سے بازار چلنے کے لئے کہا۔ میں نے کہا آپ بازار جاکر کیا کریں گے؟ جب کہ آپ نہ کسی بیوپاری کے پاس کھڑے ہوتے ہیں، نہ کسی سے سودے کی بابت پوچھتے ہیں نہ اس کا بھاؤ کرتے ہیں نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ یہیں گھر پر بیٹھے بات چیت کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے (از راہ مذاق) کہا موٹو (طفیل بھاری پیٹ کے آدمی تھے) ہم تو صرف اس غرض سے بازار جاتے ہیں کہ ملنے والوں کو سلام کریں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ صحابہ بازار جاتے ہی اس لئے تھے تاکہ لوگوں سے سلام کریں۔ اور ایسے بھی بازار چونکہ عام ضرورتوں کے تکمیل کی جگہ ہے، وہاں جانا ہی پڑتا ہے۔ وہاں راستوں میں کہیں بیٹھنا ہی پڑتا ہے۔ ان راستوں پر بیٹھیے لیکن ان راستوں کے بھی حقوق ہیں اور وہ السلام علیکم ہی کہنا ہے۔ ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ راستوں پر مت بیٹھو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں تو اس سے کسی طرح چارہ ہی نہیں ہے! ہم راستوں ہی میں باتیں کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا آنکھیں نیچی رکھو، کسی کو تکلیف نہ دو، سلام کا جواب دو، اچھی باتیں بتاؤ اور بری باتوں سے روکو (بخاری، مسلم) مختصر یہ کہ تسلیم کی چونکہ اہمیت تھی اس لئے آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو اس کی کثرت سے اور تاکید کیساتھ اسکی تعلیم دی

اس ضمن میں کچھ ایسی ضروری باتیں ہیں جو عوام الناس کو جاننے کی ضرورت ہے
پہلی چیز یہ کہ جب ایک دوسرے سے ملاقات ہو تو تسلیم میں اقدام کرنا کس کی ذمہ داری ہے حدیث میں اسکی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے۔ گذرنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے، تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ اگر کوئی سوار ہے تو پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور کوئی پیدل ہے تو بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے۔

۔ان لوگوں کو سلام کرنے میں بہر حال اقدام کرنا چاہیئے لیکن اگر دوسرا اقدام کر دے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ قابل غور ہے کہ تسلیم کے وقت لوگ اشارہ اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا کرتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ حدیث میں کہا گیا ہے کہ اشارہ سے سلام مت کیا کرو کیونکہ وہ یہود و نصاریٰ کے سلام کرنے کا طریقہ ہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ ہم جس ملک میں رہتے ہیں وہاں غیر مسلموں سے ہمارا واسطہ زیادہ ہوتا ہے کبھی ہم کو انہیں یا وہ ہمیں سلام و آداب کرنا پڑتا ہے۔ اس سے متعلق ہم کو حکم دیا گیا کہ غیر مسلم سے سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب وہ راہ میں مل جائیں تو انکو کنارہ سے نکل جانے پر مجبور کرو۔ اسی طرح اگر وہ سلام کر دیں تو تم اس کا جواب صرف "وعلیکم" کہہ کر دیا کرو.....!

بقیہ صفحہ ۲۶ کا

اور راستے کی بندش کا اتنا زبردست اہتمام کیا کہ قریش کو اسوقت تک خبر نہ ہو سکی جب تک کہ مکے کے پہاڑوں کے عین نیچے پڑاؤ نہ لگ گیا۔

رازداری اپنے منصوبوں اور تیاریوں کو دشمن سے پوشیدہ رکھنا سیرت نبوی کا اہم ترین حصہ تھا اور تو یہ اسی رازداری کے دائرے میں آتا ہے۔

دشمن کو اپنے ارادوں اور منصوبوں کو جاننے کا موقع دینا اپنی شکست کو دعوت دینا ہے اور ایسے رازوں کو ظاہر کرنا یا دشمن تک پہنچانا نفاق ہے۔

قنوتِ نازلہ کی
تاریخی و شرعی حیثیت

انصار زبیر محمدی جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اسلامی تاریخ میں ۴ھ کا ماہ صفر انتہائی دلدوز، پر آزمائش اور غموں کا مجسمہ ثابت ہوا، اس سال اسلام اور مسلمانوں کو زبردست قسم کا فریب دیا گیا اور واقعہ رجیع اور بیر معونہ اسی سال کی پیداوار ہیں، ذیل کی سطروں میں ہم قنوت نازلہ کی تاریخی و شرعی حیثیت کی وضاحت کے ضمن واقعہ بیر معونہ کا تذکرہ احادیث و تاریخ کی روشنی میں پیش کر رہے ہیں۔

ابو برا، عامر بن مالک جو ملاعب الاسنہ (نیزوں سے کھیلنے والا) کے لقب سے مشہور تھا مدینہ آکر خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، اس موقعہ پر آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی مگر اس نے اسلام قبول نہیں کیا، لیکن اسلام سے دوری بھی اختیار نہیں کی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ اپنے اصحاب کو تبلیغ دین کے لئے اہل نجد کے پاس بھیجیں تو مجھے قوی امید ہیکہ وہ لوگ آپ کی دعوت قبول کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے اپنے صحابہ کے متعلق خطرہ معلوم ہو رہا ہے، ابو برا نے کہا کہ وہ ہماری پناہ میں ہوں گے اور ہم حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ یہ سنکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر ابن عمرو کی سربراہی میں ستر صحابہ کرام جو کہ فضلاء، قراء، اور سادات اور اختیار صحابہ تھے روانہ کر دیا، یہ لوگ دن میں لکڑیاں کاٹتے اور اسکے عوض اہل صفہ کیلئے غلہ خریدتے اور قران پڑھتے پڑھاتے اور رات اللہ کی عبادت اور مناجات میں گزارتے اس

طرح وہ سفر طے کرتے ہوئے بیئر معونہ (معونہ کے کنویں) پر پہونچ گئے۔ یہ کنواں بنی عامر اور حرہ بنی سلیم کے درمیان ایک زمین میں واقع تھا۔ وہاں پڑاؤ ڈالنے کے بعد صحابہ کرام نے ام سلیم رضؓ کے بھائی حرام بن ملحان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکر دشمن خدا عامر بن طفیل کے پاس روانہ کیا۔ اس نے خط کو پڑھا تک نہیں بلکہ ایک آدمی کو اشارہ کیا جس نے حرام بن ملحان کو شہید کر دیا، جب ان پر نیزہ بازی سے حملہ کیا گیا تو خون دیکھکر انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

اسکے بعد دشمن خدا عامر نے صحابہ کرام پر عام حملہ کا اعلان کر دیا اور پہلے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو آواز دی جس پر انھوں نے کہا کہ ہم ابو البراء کے ذمہ کو ملکا نہیں کرنا چاہتے اور انہوں نے توجہ نہیں دی اسکے بعد اس نے بنو سلیم کے قبائل رعل، ذکوان، عصیہ، اور بنی لحیان میں اعلان کیا، انھوں نے اس پر فوراً لبیک کہا اور فوراً آکر ان صحابہ کرام پر حملہ کیا، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ ہم تو اسلام کی تبلیغ کیلئے بھیجے گئے ہیں قتال ہمارا مقصد نہیں، کفار نے ایک نہ سنی، صحابہ کرام نے کچھ مدافعت بھی کی مگر تمام کو شہید کر دیا گیا، صرف کعب بن زید رضؓ جو کہ سخت زخمی تھے مگر شہدا کے درمیان سے زخمی حالت میں اٹھا لایا گیا تھا اور یہ خندق تک باحیات رہے، ان کے علاوہ دو صحابہ کرام عمرو بن امیہ ضمری اور منذر بن عقبہ بن عامر رضؓ اونٹ چرا رہے تھے، انھوں نے اس مقام کو پرندوں کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا تو کچھ شبہ ہوا اور فوراً اس جگہ پہنچ گئے پھر منذر تو لڑکر شہید ہو گئے مگر عمرو بن امیہ ضمری رضؓ کو قید کر لیا گیا لیکن جب عامر کو معلوم ہوا کہ یہ مضر سے ہیں عامر نے ان کی پیشانی کے بال کٹوا کر اپنی ماں کیطرف سے آزاد کر دیا، جس پر ایک گردن آزاد کرنے کی نذر تھی۔

عمرو بن امیہ ضمری رضؓ ستر فضلاء و قراء صحابہ کرام کی دردناک شہادت کی خبر لیکر روانہ ہوئے، اس شہادت نے احد کا زخم ہرا کر دیا شہدائے احد

تو کمل جنگ میں جانبازی و شجاعت میں مارے گئے تھے مگر یہ صحابہ کرام تو بے ترتیب اور شرمناک عذر و بے وفائی میں قتل کر دیئے گئے۔ بہر حال عمرو بن امیہ ضمری جب واپسی میں وادی قناۃ کے سلسلے پر مقام قرقرہ پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں قیام فرما کر آرام کرنے لگے، اتفاق سے اسی جگہ بنو کلاب کے دو آدمی بھی اتر پڑے اور جب وہ دونوں بے خبر سو گئے تو عمرو بن امیہ ضمری نے ان دونوں کا صفایا کر دیا وہ اپنے گمان کے مطابق اپنے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لے رہے تھے۔ حالانکہ ان دونوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد تھا جسے حضرت عمرو نہیں جانتے تھے، جب مدینہ اگر اپنی کارکردگی کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا تم نے ایسے دو آدمیوں کو قتل کیا ہے جس کی دیت مجھے ادا کرنی، ضروری ہے۔ اس کے بعد آپ مسلمان اور انکے حلفاء یہود سے دیت جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، اور آگے چل کر یہی معاملہ غزوہ بنی نضیر کا سبب بھی بنا۔

بخاری فی المغازی

چونکہ بئر معونہ کا واقعہ آپ کے لیے انتہائی تکلیف دہ رہا جس کا ہمیشہ آپ کو احساس رہا اور صحابہ کرام کے قتل میں شریک ہونے والوں کے حق میں بددعا فرماتے رہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیکہ جن لوگوں نے آپ کے صحابہ کرام کو بئر معونہ پر قتل کیا تھا۔ آپ نے ان پر تیس روز تک بد دعا کی اور نماز فجر میں رعل، ذکوان، لحیان، اور عصیہ پر بد دعا کرتے تھے، جسے ہم قنوت نازلہ کے نام سے جانتے ہیں اسکا آغاز اسی موقع سے ہوا۔

صحیح بخاری و مسلم اور سیر و تاریخ کی دیگر کتب میں قنوت نازلہ کا ذکر ہے جسے ہم آج کے ان حالات میں فجر میں اور بعض جگہ مغرب میں بھی پڑھتے ہیں، رکوع سے اٹھنے کے بعد یہ دعا امام پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں، اسی دعا کے پڑھتے وقت مقتدی یا امام ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ چھوڑ کر دعا مانگ سکتے ہیں ایسے ہی آمین زور سے کہیں یا آہستہ دونوں صورتیں درست ہیں اور یہ مسائل باہمی بحث

کا باعث نہیں بننے چاہتے۔ ذیل میں اس دعا کو مع ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَائَكَ۔ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ۔

ترجمہ:- اے اللہ تو مومن مرد مومنہ عورتیں، مسلم مرد اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا کر دے، اور ان میں صلح کرا دے اور اپنے اور ان کے دشمنوں پر ان کی مدد فرما۔ اے اللہ تو ان کافروں پر لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے ہیں اور تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور تیرے دوستوں کو قتل کرتے ہیں۔ اے اللہ کافروں کے درمیان پھوٹ ڈال دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب نازل فرما جسکو تو مجرموں سے نہیں لوٹاتا۔ اے اللہ ہم تجھکو ان سے مقابلہ میں کرتے ہیں اور ان کے شر اور فتنہ سے تیری پناہ، چاہتے ہیں۔

ہمیں چاہیے کہ اس نازک موقع پر خاص طور سے اس دعا کا اہتمام کریں۔

●

مدارس اہلحدیث ہند کے ذمہ داران سے خصوصی اپیل

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ کے فیصلے کے مطابق ملک بھر کے مکاتب، مدارس، معاہد اور جامعات اہل حدیث کے نئے اعداد و شمار اور سروے کے لئے فارم تیار ہو گیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ سروے کا آغاز کیا جارہا ہے بنابریں:۔

جملہ مدارس، جامعات، مکاتب اور معاہد اہل حدیث کے ذمہ داران اور مسئولین کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ وہ یکم مارچ سے آخر مئی ۱۹۹۳ء تک بذریعہ ڈاک یا مرکزی جمعیت کے دفتر سے دستی حاصل کریں، اور جلد از جلد خانہ پری کے بعد، شعبہ احصائیات کے نام روانہ کریں: فارم بھیجنے کی آخری تاریخ ۱۳ر مئی ۹۳ء ہے۔

سروے رپورٹ میں مندرجہ مدارس اہل حدیث کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لئے مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کی جانب سے ایک منصوبہ تیار کیا جائے گا۔

آئندہ ایک سال کے اندر، ان مدارس کے مختصر تعارف اور متعلقہ ذمہ داران کے ناموں پر مشتمل ڈائرکٹری شائع کی جائے گی۔

اصحاب خیر حضرات کو ان مدارس کے تعاون کی طرف توجہ دلائی جائے گی اور اہلحدیث کے مجلات وجرائد میں صرف ان ہی مدارس کا اعلان شائع کیا جائے گا۔

اس ڈائرکٹری کو ملک و بیرون ملک کی لائبریریوں تک پہونچایا جائے گا۔ نیز مرکزی جمعیت کی جانب سے توصیات اور سفارشی خطوط کے اجراء کے لئے اس مکتب مدرسہ معہد جامعہ کا نام ڈائرکٹری میں مندرج ہونا ضروری ہوگا۔

جملہ ذمہ داران مدارس اہل حدیث اور مسئولین کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور مقامی، ضلعی، صوبائی ذمہ داران اپنے اپنے علاقہ کے ذمہ داران کو اس جانب توجہ دلائیں اور اس کام کی فوری تکمیل کے لئے تعاون کریں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دفتر کا تیار کردہ فارم ہی قابل قبول ہوگا۔

مخلص عبدالوہاب خلجی ناظم اعلیٰ

جامعہ سراج العلوم السلفیہ، مدرسہ عائشہ صدیقہ جھنڈانگر نیپال

ایک دعوت ______ ایک تحریک

برادران اسلام! نیپال ایک نہایت پسماندہ ملک ہے جسمیں جہالت وناخواندگی عام ہے۔ مسلمان احکام اسلام سے غافل ہیں۔ اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں یہ جامعہ نہایت تندہی سے وسیع پیمانے پر تعلیم وتربیت اور دعوت وتبلیغ نیز سماجی فلاحی امور انجام دے رہا ہے یہ جامعہ صرف ایک تعلیمی ادارہ نہیں ہے بلکہ دینی تعلیم کا ایک مرکز اور تبلیغ اسلام کی ایک اہم تحریک ہے۔ اس کی خدمت اور معاونت براہ راست اسلام کی خدمت ہے اس کی سرگرمیاں اور مختلف اقسام مختصراً حسب ذیل ہیں۔

شعبۂ تعلیم: جسمیں ۴سو بچے دوسو بچیاں زیر تعلیم ہیں۔

شاخیں: ۴۳ تعلیم گاہوں پر مشتمل ہیں۔

دعوت وتبلیغ توحید وعقائد پر ۴ کتابیں طبع ہو چکی ہیں اور متعدد دعاۃ دعوتی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

ہیئۃ الاغاثۃ الاسلامیہ: جس کے ذریعہ مستحقین کو وظائف اور مالی امداد دیا جاتا ہے۔

مطبخ: دونوں مدرسوں کے طلبہ وطالبات کے لئے مطبخ کا انتظام کیا گیا ہے۔

مذکورہ تمام شعبوں کے لئے لاکھوں روپیہ کا صرفہ آتا ہے۔

اپیل: ہم جملہ احباب کرام وبہی خواہان ملت سے التماس کرتے ہیں کہ وہ اس ادارہ کے ساتھ بھرپور معاونت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ تاکہ نیپال کے طلبہ وطالبات میں کتاب وسنت کی روشنی پھیلے اور مسلمان بالعموم توحید وسنت کے تقاضوں پر عمل درآمد کریں۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

پتہ: (مولانا) عبدالرؤف خاں رحمانی ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر نیپال
(کیراف) پوسٹ برھنی ضلع سدھارتھ نگر یوپی انڈیا ۲۷۲۲۰۱

اخبار

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

پرائمری کا تعلیمی بورڈ

ضلع مہراج گنج یوپی ونول پراسی

نیپال میں پرائمری تعلیمی بورڈ کی میٹنگ ۱۴ اپریل کو اقرأ نرسری اسکول آزادنگر میں ہوئی جس میں درسی کتابوں کا تعین اور نصاب کا کورس مقرر ہوا۔

اس اجلاس میں ضلع کے تمام مدارس کے اساتذہ نے شرکت کی۔ اس کا اہتمام مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے کیا تھا۔

مدرسہ اقرأ متوسطہ، اقرأ جونیر ہائی اسکول کی تعمیر

آزادنگر کولہوئی میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی خرید کردہ ایک ایکڑ اراضی پر جونیر ہائی اسکول کی درسگاہوں کی تعمیر بعون اللہ شروع کردی گئی ہے جو تعمیر کے آخری مرحلے میں ہے۔ اس درسگاہ کی بنیاد میں علاقہ کے تمام علماء اور اساتذہ نیز عوام الناس ومقتدر ہستیوں نے اپنے ہاتھوں سے ایک ایک اینٹ رکھ کر درسگاہ سے تعلق ومحبت کا مظاہرہ کیا۔

مدرسہ تحفیظ القرآن الکریم، بھجنی

مدرسہ دارالقرآن والحدیث بھجنی میں ایک مستقل شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کا قائم کردیا گیا ہے تعلیم وتدریس کے لئے تین اساتذہ کرام کی خدمات حاصل ہیں۔ مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھجنی کی وال باؤنڈری کا بھی کام شروع ہوچکا ہے جس کے لئے ۱۴ ہزار اینٹیں منگالی گئی ہیں۔

دفتر رابطہ کا قیام

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کا دفتر رابطہ برائے ضلع مہراج گنج گورکھپور و دیوریا ونول پراسی نیپال، کولہوئی میں کرایہ کے مکان میں قائم ہوگیا ہے۔ اسی دفتر سے ضلعی جمعیۃ اہلحدیث کا کام بھی ہوتا ہے۔ جماعتی رابطہ کے لئے اسی دفتر سے رجوع کریں۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی ایک نئی تعلیمی شاخ

کھیرتوا ضلع نول پراسی میں کئی گاؤں کے

بچوں کی تعلیمی ضرورت پوری کرنے کے لیے ایک درسگاہ قائم کر دی گئی ہے۔

جامع مسجد گوڑپالی پراسی نیپال

مسجد مسلم معاشرے کا ایک لازمی جزو ہے۔ اللہ کے فضل سے گوڑپالی میں مسجد کی بنیاد رکھ دی گئی ہے۔ دیوار کی تعمیر کا کام عنقریب شروع ہوگا۔ اللہ سے مسجد کے اہتمام کی توفیق کے لیے دعا کریں۔

معہد الاسلامی السلفی سے اس سال ۱۲ بچوں کو مدرسہ ریاض العلوم السلفیہ ترکلوا میں داخلہ دلایا گیا ہے۔ اللہ ان بچوں کو عالم دین و خادم دین بنائے۔ آمین

جامع مسجد کاشت خیرا

الحمدللہ اللہ کی توفیق سے جامع مسجد کاشت خیرا چھت کے مرحلے سے گذر گئی۔ اب دروازے، کھڑکیاں اور صفائی کا کام باقی ہے۔ اللہ اپنے بندوں کے ذریعہ اس نیک کام کو تکمیل تک پہنچا دے۔ آمین

دعائے صحت کی اپیل

ماہنامہ نوائے اسلام کے سرپرست اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث ہند کے نائب ناظم مولانا عطاء اللہ خاں امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی اعصابی تکلیف کے شکار ہو گئے ہیں۔ اب بحمداللہ تیزی کے ساتھ روبہ صحت ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے احباب ان کے لیے دعائے صحت کرتے ہیں اور قارئین نوائے اسلام سے صحت عاجلہ کے لیے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

ادارہ

اسباب زوال امت

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی ایک نئی پیشکش

علامہ رشید رضا مصری کے نام مکتوب ایک خط کا جواب جسے مجاہد اعظم علامہ امیر شکیب ارسلان نے نہایت مجاہدانہ شان سے لکھا ہے اس کتاب کا مطالعہ آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت بن گئی ہے۔ ۲۰×۳۰/۱۶ کے ۱۰۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۰ روپے میں طلب فرمائیں۔ پانچ سے زیادہ کتابوں پر خصوصی رعایت مکتبہ نوائے اسلام سے طلب فرمائیں

طالبان علوم نبوت کو مژدۂ جانفزا

شائقین علوم عربیہ وطالبان علوم دینیہ کو خوشخبری دی جارہی ہے کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا' جو کہ ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے۔ اور جہاں تاہنوز درجات پرائمری کے علاوہ عربی جماعت خامسہ تک کی تعلیم دی جارہی تھی۔ بحمد اللہ تعالیٰ آئندہ سال ماہ شوال ۱۴۱۳ھ سے شعبۂ حفظ اور عالمیت تک کی تعلیم کا مزید معقول انتظام اور بندوبست کرلیا گیا ہے۔ اور اس کے لئے موجودہ اٹھارہ اساتذہ کرام کے علاوہ مزید ایک اور باصلاحیت مستند عالم دین اور ایک خوش الحان حافظ وقاری کی خدمات حاصل کرلی گئی ہیں۔

لہٰذا ملتحقین طلبار شوال سے قبل ہی ماہ رمضان میں اپنی اپنی درخواستیں ادارہ کو بھیج کر داخلہ فارم حاصل کرلیں اور ۱۰ شوال کو مدرسہ پہنچ جائیں تاکہ علی الوقت داخلہ کیا جاسکے۔

واضح رہے کہ حفاظ کے ماہانہ تشجیعی وظائف کے ساتھ ساتھ شعبۂ عربی میں بھی ثانویہ وعالمیت کے طلبار کو خصوصی مراعات دی جائیں گی۔ اور انھیں سند ثانویہ اور عالمیت سے نوازا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

خط وکتابت کا پتہ

محمد عمر سلفی (صدر مدرس)

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلرہا بدلپور ضلع گونڈہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۱۱

شمارہ ۶

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلة شهرية إسلامية تصدر عن مجلس الدعوة الإسلامية دهلي الهند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خان ایم اے بی ایڈ - امیر جمعیت اہلحدیث بھیونڈی

جون ۱۹۹۳ء بمطابق ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی نائب مدیر :- عبدالوہاب حجازی

زر تعاون	پاکستان سے
سالانہ :- چالیس روپے	سالانہ :- ایک سو روپے
خصوصی :- ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :- دو ہزار روپے
لائف ممبری :- ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

بنگلہ دیش اور نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون Phone 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے الیس الیس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ نوائے اسلام ۱۱۶ - ۱ے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا۔

نقش آغاز

افضل ندوی

ہندوستانی مسلمانوں کے زخم ابھی مندمل بھی نہ ہونے پائے تھے، ابھی ان کے سامنے بمبئی، کانپور، سورت، کلکتہ کے بھیانک مسلم کش فسادات کے ہولناک مناظر رقص کر رہے تھے کہ اسی دوران ہندوستانی حکومت نے ان کے دل و دماغ پہ اسرائیل جیسی جابر و ظالم ملک کے سربراہوں کا دھونس جمانا شروع کر دیا ہے، چونکہ بابری مسجد کے المناک واقعہ کے بعد ہندوستان کی خارجہ پالیسی کی ساکھ کمزور پڑ گئی ہے خاص کر عالم اسلام میں تو اب اس کمی کو اسلام اور مسلم دشمن ممالک کی طرف دوستی کی لمبی پینگیں بڑھا کر پورا کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام بھولے نہیں ہوں گے کہ یوم جمہوریہ کے موقع پر برطانیہ کے وزیر اعظم جان میجر اور اس کے بعد وہاں کے وزیر دفاع اور وزیر خارجہ اور امریکہ کے سینیئر افسر پریسلر نے بھی ہندوستان کا دورہ کیا، اور ابھی حال ہی میں اسرائیل کے وزیر خارجہ شمعون پیریز نے بھی دورہ کیا اور انہوں نے اپنی پہلی تقریر میں ہندوستانی حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے ملک اسرائیل اور ہندوستان کو تقریباً ایک ہی جیسی دہشت گردی کا سامنا ہے غالباً ہندوستان میں ان کا اشارہ ان مظلوم حریت پسندوں کی طرف تھا جنہوں نے ابھی حال ہی میں سرپور جیسے روح فرسا واقعہ کو برداشت کیا اور اسرائیل میں ان بے گھر فلسطینیوں کی طرف تھا جنکو جائز حقوق اور اپنا وطن مانگنے کی پاداش میں کڑاکے کی سردیوں اور برفیلی چٹانوں میں موت و زیست کی زندگی گذارنی پڑی۔ جب کہ اسرائیلی حکومت خود دہشت گرد اور انسانی حقوق کی غاصب اور اپنے ظلم و بربریت کی بنا پر انسانیت کے نام پہ کلنک کا ٹیکہ ہے۔

اس دورہ میں ہندوستان اور اسرائیل کے مابین چند ایک معاہدہ بھی ہوئے جس میں ٹکنالوجی اور حالات بگڑنے میں دونوں ملکوں کا آپس میں صلاح و مشورہ وغیرہ شامل ہے، بہر حال ہندوستانی حکومت اسرائیل جیسے ملعون و مطعون ملک سے اپنے تعلقات مضبوط کر کے اسلام اور مسلم دشمنی کی بنیاد تو ڈال سکتی ہے اور اس سے ہندوستان کی خارجہ پالیسی کو مزید کمزور کر سکتی ہے جیسا کہ ابھی حال ہی

میں ہندوستانی وزیر خارجہ آر۔ایل۔ بھاٹیہ کے ساتھ متحدہ عرب امارات میں رونما ہوا ہے کیونکہ اسرائیل اپنی جارحیت، دہشت گردی اور ظلم و بربریت کی وجہ سے انسانی ہمدردی رکھنے والوں کی نظر میں گر چکا ہے وہ اسرائیل ہندوستان کا وفادار اور اس کا تجارتی معاملوں میں معاون و مددگار کیسے ثابت ہو سکتا ہے جس ملک کا وجود امریکہ کے اشاروں پہ ہوا ہو اور وقت آنے پہ وہ اس کو آنکھیں دکھا سکتا ہو۔

آج اسرائیل کے پاس موساد جیسی متحرک و فعال خفیہ تنظیم ہے جس کے سیاہ کارنامے لوگوں کی نظروں سے اوجھل نہیں، سی، آئی، اے، کے بدنام ہو جانے کے بعد آج موساد وہی کام انجام دے رہی ہے جو کام امریکہ کی سی، آئی، اے کرتی تھی اور کر رہی ہے اس لئے ہندوستانی حکومت کو سوچ سمجھ کر اور غور و فکر سے اسرائیل کی طرف دوستی کے قدم بڑھانے چاہیئے کیوں کہ اسرائیل کو تسلیم کرنے سے پہلے ہندوستان نے فلسطین کے وجود اور اس کے کاز کو سراہا و تسلیم کیا ہے کہیں یہ اسلام دشمنی کی بنیاد آنے والے دنوں میں ہمارے ملک کی موجودہ صورت حال سے بھی زیادہ ابتر نہ کر دے کیوں کہ اسرائیل خاموشی سے اپنے تجارتی اسلحہ اور ٹکنالوجی کا ہندوستان میں کھپانے کا اڈہ بنائے گا اور اپنی خفیہ تنظیم موساد سے ہندوستان بلکہ برصغیر کی سالمیت کو خطرہ میں ڈال دے گا اور ہندوستان و فلسطین کے سابقہ گہرے روابط کا بدلہ اسلام دشمنی کا سہارا لے کر دے گا۔

بقیہ صفحہ ۱۴ کا۔

اور جاہ "نوائے اسلام" اور اس کے زیر نگرانی میں چھپنے والی کتابوں کی تلاش میں میری ہوتی ہے۔ کیوں نہ ہو ماہ نامہ "نوائے اسلام" ان تمام تر خوبیوں کا حامل ہے۔ جو ایک اسلامی روح پرور جاہ ہوش اور باشعور ماہنامہ کے لئے لازمی ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ کرے آپ کی ادارت میں اس کے معیار اور بھی بلند اور اعلیٰ آئے تاکہ "نوائے اسلام کو" بقائے دوام مل جائے اور اس کے اوراق کے آئینے میں آپ درخشندہ کے مانند چمکتے ہوئے نظر آئیں

نوائے قرآن

فریضۂ مسلم

اشفاق احمد بھیونڈی

اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل جیسی نعمت سے نوازہ ہے۔ اور دوسری تمام مخلوقات پر ہمیں فضیلت بخشی ہے اس طرح اِس عظیم نعمت کے لحاظ سے ہمیں ایسی ہی عظیم ذمہ داری بھی تفویض کی ہے اور اب ہمارا فرض ہے کہ اس احسان کی قدر کرتے ہوئے حق کی معرفت حاصل کریں اور لوگوں کو اس کی طرف بلائیں۔

انا ارسلناک شاھداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ (الاحزاب۔ ۴۶) اے نبی! ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر واضح رہے کہ یہ ذمہ داری صرف نبی کریمؐ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ قیامت تک ہر اس شخص کو اس ذمہ داری متصف ہونا چاہیے جو ان کے اسوہ کو اختیار کر کے لوگوں کو دین کی دعوت دے۔

مسلمانو! اس پس ماندہ اور بچھڑی ہوئی قوم کو ترقی یافتہ بنانے اور اس کے مردہ جسم میں رُوح ڈالنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے — جس کی تعلیم انبیاء کرام اور رسول نے دی ہے یہ کل تین چیزیں ہیں۔

۱۔ لوگوں کو صحیح دین کی دعوت، اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا۔
۲۔ لوگوں کے اندر اس کے لئے خلوص پیدا کرنا اور اس کے مطابق ان کی تربیت کرنا
۳۔ اس کی بازیابی کے لئے ان کے ساتھ تعاون کرنا۔

فاعف عنھم واستغفر لھم وشاورھم فی الامر۔ (آل عمران۔ ۵۹)

ان کے قصور معاف کرو ان کے حق میں دُعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو شریک مشورہ رکھو۔

دعوت اسلامی کی یہ خصوصیت ہے کہ اتحاد کو پسند اور افتراق و انتشار کو ناپسند کرتی ہے۔ محبت کے بیج بوتی اور نفرت کی بیخ کنی کرتی ہے۔

ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذیً کثیراً وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور (آل عمران-۱۸۶)

اہل کتاب اور مشرکین تم سے بہت سی تکلیف دہ باتیں تو سنو گے اگر ان حالات میں تم صبر اور خدا ترسی پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ (آل عمران - ۱۰۴)

تم میں سے ایک گروہ ایسی ضرور ہونی چاہیئے جو نیکی کی طرف بلائے بھلائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکتی ہے۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

دین حرکت و عمل کا نام ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ طلبا کو اس حیثیت سے کرانا چاہیئے کہ ان کے اندر دین کی روح بیدار ہو سکے تاکہ ان کے اندر اس بات کا صحیح شعور پیدا ہو کہ دنیاوی معاملات میں کسے اختیار کیا جائے اور کسے چھوڑ دیا جائے اور اللہ اور رسول کی محبت ان کے دل میں بیٹھ جائے اس کے برعکس آج ہم دیکھتے ہیں کہ طالب علم امتحانات کو اوّل نمبر سے پاس کر لیتا ہے لیکن اس کے اندر دین علما، دین اور سارے دیندار حضرات سے نفرت موجود ہوتی ہے ۔۔ کیوں کہ انھوں نے اپنے وجود کی حقیقت کو صحیح طور سے سمجھائیں جو ایک جُرم ہے اور اسے ہم لوگوں کو ہی ختم کرنا ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۲۱ کا

ہیں یہ اور اس نعرۂ جنگ کے ساتھ ہی دشمنوں پر اس وقت تک تلوار چلاتے تھے جب تک اُن کے ہاتھ میں ہلنے کی طاقت باقی رہتی تھی۔ پھر جب وہ شہید ہو جاتے تھے تو اُن کے مُنہ سے نکلتا تھا، آج عید کا دن ہے لیکن آرزوئے شہادت کے باوجود اگر وہ شہید نہ ہو سکتے تو وہ اپنی قوم میں غم زدوں کی طرح واپس لوٹا کرتے تھے۔

نوائے حدیث

یاوہ گوئی

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

عام معاشرے کی ایک عام خرابی یہ ہے کہ ان میں فضول باتیں کرنے والے، بکواس کرنے والے اور یاوہ گو زیادہ ہوتے ہیں جہاں ایسے لوگ ایک سے دو یا دو سے تین بھلے ہوں پھر وہاں بے معنی اور لایعنی مباحث و موضوعات کا ایک سلسلہ چلتا ہے جس پر ایک طویل اور طول بحث ہوتی ہے سیاست پر اور ختم ہوتی ہے کھیل کے رموز و اسرار پر بات شروع ہوتی ہے گھر میں بنے کسی لذیذ اور مخصوص کھانے سے اور منتہی ہوتی ہے بس گاڑی یا ہوائی حادثے پر۔ یہی یاوہ گوئی، فضول باتیں اور بکواس کی باتیں ہیں جس کا نہ کوئی سر ہوتا ہے اور نہ پیر۔ جس میں نہ تو کوئی علمیت یا علمی فائدہ ہوتا ہے اور نہ ہی مادی یا روحانی فائدہ۔ ایسی باتوں کو صرف بات ہم نہیں کہہ سکتے بلکہ ان سب کو حماقت اور بیوقوفی کی باتیں کہنی زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔ حماقت اور بیوقوفی کیوں اور کیسے نہیں ہے؟ آپ خود فیصلہ کیجئے۔ وہ جس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ نہ معمولی نہ اہم، نہ مادی اور روحانی۔ بلکہ جس میں نقصان ہے اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے ایسی لایعنی اور بے معنی چیزیں کم از کم ایک مسلمان کے لئے زیبا نہیں دیتی اور نہ ہی یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ اسلام کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کو اس چیز کے کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس چیز سے منع کرتا ہے جو عبث اور لایعنی ہو مشہور حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ۔ یعنی آدمی کے اسلام کی اچھائیوں میں سے ایک اچھائی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو ترک کر دے جو بیکار اور لایعنی ہو۔ اور ظاہر

ہے کہ یاوہ گوئی ایک عبث اور بے معنی سی چیز ہے۔ اس پر بس نہیں ہے۔ احادیث کے اندر نفس یاوہ گوئی، بے معنی بکواس اور فضول باتوں کے کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک صحابیہؓ کا کوئی لڑکا کسی غزوہ میں شہید ہو گیا وہ اپنے بیٹے کے مردہ جسم میں مٹی کو جھاڑتی ہوئی کہتی ہے کہ خوش خبری ہو تیرے لئے اے میرے بیٹے کیوں کہ تو اللہ کے راستے میں شہید ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں موجود تھے۔ آپؐ اس صحابیہؓ کی بات سن کر فرماتے ہیں کہ اے عورت! تمہیں کیا پتہ کہ کہیں وہ فضول اور بیکار کی باتیں کرتا رہا ہو یا نقصان دہ چیزوں کو روک لیتا رہا ہو یعنی یہ وہ ایسی چیزیں ہیں جو بظاہر معمولی ہیں مگر قیامت کے دن اللہ اس پر سخت محاسبہ کریگا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک شہید کے بارے میں آپؐ نے یہ بیان فرمایا کہ اس کی بھی بیکار کی باتوں کے کرنے کی وجہ سے گرفت ہوگی پھر عام انسانوں کی کیا حیثیت ہے؟ ایک دوسری حدیث کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب ان ابعد الناس من اللہ تعالیٰ القلب القاسی (ترمذی)

سوائے ذکر الٰہی کے زیادہ باتیں مت کرو کیونکہ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ کلام کرنے پر دل سخت ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ دور رہنے والا وہ جس کا دل سخت ہو۔ ترمذی ہی کی دوسری حدیث کے اندر ہے آپؐ نے فرمایا:

کل کلام ابن آدم لا لہ الا امر بمعروف او نھی عن منکر او ذکر۔

یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر الٰہی کے علاوہ سب کلام انسان پر وبال بن جائے گا۔ ایک اور حدیث کے اندر محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اکثر الناس ذنوباً اکثرھم کلاماً فیما لایعنیہ۔ یعنی زیادہ فضول باتیں کرنے والا سب سے بڑا گنہگار ہے ان چند احادیث سے معلوم ہوا کہ یاوہ گوئی اور فضول و بیکار کی باتیں کرنے والوں کے لئے کیا وعید ہے۔ وہیں حدیث میں اس سے بچنے کا طریقہ

بقیہ صفحہ ۴۸ پر

ایمان کی حقیقت افروزیاں

تحریر: جناب حافظ محمد عباس انجم گوندلوی

ایمان کے لغوی معنی ابن اثیر فرماتے ہیں الایمان التصدیق۔ کہ ایمان تصدیق کو کہتے ہیں (ص ۶۹ ج ۱ مادہ امن و تفسیر بیضاوی ص ۱۹)

ایمان کو ایمان کہنے کی وجہ بیضاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں یہ لفظ ایمان، امن سے ماخوذ ہے کیونکہ تصدیق کنندہ تکذیب و مخالفت سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

کان المصدق من المصدق من التکذیب والمخالفة۔ (انتہی ص ۱۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایمان کے امن سے اشتقاق پر اتفاق نہیں فرمایا۔

فرماتے ہیں۔

وفیہ نظر لتباین مدلول الامن والتصدیق (فتح الباری ص ۴۶ ج ۱ کتاب الایمان)

امن اور تصدیق کے مدلول میں تباین اور اختلاف کی بنا پر ایمان امن سے مشتق تصور نہیں کیا جا سکتا۔ پھر فرماتے ہیں۔ ہاں مجازی معنی ملحوظ خاطر رکھ کر گنجائش ہے۔ کہ جب انسان تصدیق کر لیتا ہے تو اس کی تکذیب سے امن ہو جاتا ہے۔

اذا صدقہ ای امنہ التکذیب۔ انتہی (حوالہ مذکور)

ایمان کا شرعی مفہوم = حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شرعی ایمان یہ ہے کہ انسان رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جو لیکر آئے ہیں اس کی تصدیق کرے۔

وشرعاً تصدیق الرسول فیما جاء بہ عن ربہ (ص ۴۶ کتاب الایمان) (و تفسیر بیضاوی ص ۱۹)

• **ایمان اور اسلام کا نسبتی تعلق** = علماء کرام کی اس بارے میں مختلف آراء ہیں

کیا ایمان اور اسلام ایک چیز ہے یا کہ علیحدہ علیحدہ ہیں

حضرت امام بخاری رح کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام اور ایمان ایک ہی چیز ہے۔ (فتح الباری ص۱۱۵)

عن سؤال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام والاحسان

حافظ ابن حجر رح خطابی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں

والحق ان بینھما عموما وخصوصا فکل مومن مسلم ولیس کل مسلم مومنا (انتہی)

تحقیقی بات یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے درمیان عموم وخصوص مطلق ہے۔ ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں کے لغوی بھی اور شرعی معانی بھی ہیں جب یہ شرعی معانی میں استعمال ہوں گے اس وقت ایک دوسرے کے وجود کو متلازم ہوں گے اور اگر لغوی معنی میں جاری ہونگے تو پھر انفرادیت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ لغوی معنی میں ایمان تصدیق کا نام ہے اور اسلام انقیاد اور سر تسلیم خم کرنے کا نام ہے۔ اس صورت میں ایمان میں اخصیت ہو گی اور اسلام میں عمومیت پائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔

"اعرابی کہنے لگے ہم ایمان لائے فرمایا کہو تم نہیں ایمان لائے لیکن کہو، ہم اسلام لائے"

دیکھئے اس میں ایمان کو خاص مقام حاصل ہے۔ جبکہ اسلام کو عام مقام دیا گیا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام والی مشہور حدیث جو بخاری میں آتی ہے۔ (کتاب الایمان)

اس میں جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسلام اور ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا تو ان کی آپ نے منفرد طور وضاحت فرمائی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نسبت ایمان اور ایمان کی بہ نسبت احسان زیادہ خصوصیت رکھتا ہے۔

ایمان میں کمی وزیادتی کا مسئلہ = امام بخاری رح صحیح بخاری کتاب الایمان میں فرماتے ہیں وھو قول وفعل ویزید وینقص۔ ایمان قول فعل کا نام ہے اس میں اضافہ اور نقص پیدا ہوتا ہے۔ امام نووی رح فرماتے ہیں۔ اسلاف کے مذاہب اور علماء کے

متاخرین کے اقوال متظاھرۃ متطابقۃ علی کون الایمان یزید وینقص،
ایمان کے بڑھنے اور کم ہونے میں متفق اور مطابق ہیں۔ اس بارے میں بخاری شرح عقیدہ
واسطیہ ملاحظہ فرمائیں۔

ایمان اور مختلف فرقوں کے نظریات: احناف: ان کے نزدیک ایمان
بسیط (جو کہ اجزاء نہ رکھتا ہو) ہے مرکب نہیں یعنی کمی و بیشی قبول نہیں کرتا۔

مُرجیہ کہتے ہیں: ایمان فقط اعتقاد کا نام ہے زبانی اقرار اس میں شرط نہیں
یعنی عمل حقیقت ایمان سے خارج ہے نجات فقط تصدیق سے ہو جائے گی۔

کرامیہ: ان کے نزدیک ایمان میں فقط اقرارِ لسان ہی کافی ہے تصدیق
وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

ایمانِ کامل کی تعریف: ائمہ حدیث فرماتے ہیں ھو اعتقاد بالقلب، ونطق باللسان
وعمل بالارکان۔ (مرعاۃ المفاتیح ص۲۶ کتاب الایمان) ایمان دلی اعتقاد، اور زبانی اقرار
اور عمل اعضاء سے مرکب ہے۔

مسئلہ: معتزلہ اور خوارج کا خیال ہے کبیرہ گناہ کا مرتکب کافر ہے اور ابدی دوزخی
ہے۔ جبکہ ہمارے اسلاف عظام سے مروی ہے اعمال کی نفی سے ایمان بالکل معدوم
نہیں ہو جاتا۔ کتاب وسنت کے دلائل بھی اس موقف کی پرزور تائید کرتے ہیں کہ موحد
آخر دوزخ سے نجات پائے گا۔

منطق کی اصطلاح میں۔ ایمان کو کلی مُشکک کہہ سکتے ہیں یعنی ایسی کلی جس کے
تحت مختلف حقیقت کے افراد شامل ہوں۔

ایمان کی دو بنیادی قسمیں: شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں الایمان علی ضربین
ایمان دو قسم پر ہے

• الایمان الذی یدور علیہ احکام الدنیا من عصمۃ الدماء والاموال وضبطہ بامور
ظاھرۃ فی الانقیاد۔

ایک قسم ایمان کی یہ ہے جس پر احکام دنیا کا دار و مدار ہے خون و مال کی حفاظت

اس کو ظاہری انقیاد اور تسلیم خم کرنے والے معاملات کے ساتھ منضبط کیا ہے۔

- الایمان الذی یدور علیہ احکام الاخرۃ من النجاۃ والفوز بالدرجات وھو متناول لکل اعتقاد حق وعمل مرضی۔ (حجۃ اللہ البالغہ مترجم ج ۱ ص ۱۹۰)

وہ ایمان ہے جس پر آخرت کے احکام کا دارومدار ہے۔ نجات فوز و فلاح اس سے متعلق ہے یہ ایمان ہر حق عقیدہ اور پسندیدہ عمل کو شامل ہے

<u>ایمان کی پہچان ایک مثال کے ذریعہ!</u> ایمان کی شاخوں کو سمجھنے کے لئے ذہن نشین فرمائیں۔ ہر ایک درخت، تنا، شاخ اور پتوں وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے جب اسکی شاخیں کاٹ دی جائیں اس کے پتے جھاڑ دیئے جائیں اس کا تنا اکھاڑ دیا جائے تو درخت کا نام و نشان مٹ جائے گا بعینہٖ اس درخت کی مانند ایمان مختلف شاخیں رکھتا ہے ان کو نہ رہیں تو فقط ایمان کا وجود ختم ہو جائے گا۔ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء۔

<u>ایمان اور عمل صالح کی وابستگی!</u> جس طرح پھول اور خوشبو کا تعلق ہے ایسے ہی تعلق ایمان و عمل کا ہے۔ قرآن پاک نے بہت سے مقامات پر ایمان اور عمل صالح کا ذکر کیا ہے سورۃ العصر میں ہے کہ تمام انسان خسارے میں ہیں مگر الذین آمنوا وعملوا الصلحت جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے یعنی وہ خسارے سے محفوظ رہیں گے۔

سورۃ والتین میں ہے کہ انسان اپنی بداعمالیوں کی بنا پر اسفل سافلین میں لوٹ جاتا ہے۔ فرمایا۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت ...... الخ
مگر جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے یعنی یہ ذلیل نہیں ہوں گے۔

عمل صالح کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔

- خالص رضائے الٰہی کے لئے کئے جائیں گے اگر یہ نہ ہو سکا تو ریا کاری بن جائے گی جس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔
- کتاب و سنت کے مطابق عمل کیا جائے تو تب بارگاہ الٰہی میں قبول ہوگا ورنہ عمل بدعت بن جاتا ہے۔ ایمان و عمل کے گہرے رابطہ کی بنا پر تو ہم فرق مناله

سے اختلاف کرتے ہیں جو عمل کو اہمیت نہیں دیتے عمل ہی تو گلسین ہے جس سے گلشن ایمان کے درو بام کو زینت میسر ہے عمل ہی تو وہ آب زلال ہے جس سے شجر ایمان میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ عمل ہی وہ باد بہاری ہے جس کے دلنواز جھونکوں سے جسد ایمان میں سکون و اطمینان کی لہر دوڑتی ہے۔

بلیٰ من اسلم وجہہ للّٰہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥

کیوں نہیں جس شخص نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کیلئے جھکا دیا اور وہ محسن یعنی مخلص ہے پس اسکو اجر دیا جائے گا۔ اس کے رب کے نزدیک نہیں خوف ہوگا۔ اس پر اور نہیں وہ غم کھائیں گے (القرآن)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:۔

من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد (مشکوٰۃ)

جس شخص نے ہمارے معاملہ (یعنی دین میں) نئی چیز پیدا کی پس وہ مردود ہے۔

<u>ایمان بغیر تمام اعمال بیکار ہیں</u>:۔ ارشاد ربانی ہے

مثل الذین کفروا بربھم اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علیٰ شیئ ذالک ھو الضلل البعید ٥ (ابراہیم ۳)

جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے کاموں کی مثال راکھ کی ہے جس پر آندھی والے دن زور سے ہوا چلی وہ اپنے کاموں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا یہی سب سے بڑی گمراہی ہے۔

عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا۔ جس نے جاہلیت میں جو بہت سے نیک کام کئے تھے مگر باایں وہ مشرک تھا اس کی نسبت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے کیا ان کا ثواب اس کو ملے گا۔ فرمایا نہیں اے عائشہ رضی کیونکہ کسی دن اس نے نہیں کہا کہ بار الٰہی! میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے (سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس طرح سفر بدر میں ایک مشرک بہادر نے پیشکش کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو یہ کہہ کر رد فرما دیا کہ کسی مشرک سے میں مدد نہ لوں گا۔ جب نور اسلام سے اس نے سینہ منور کر لیا تو پھر غازی کی صف میں داخل ہوا۔ (حوالہ مذکور)

ایمان کے پانچ بنیادی اصول • اللہ پر ایمان کہ دنیا کا تنہا وہی خالق و مالک ہے

- فرشتوں پر ایمان۔
- اللہ کے رسولوں پر ایمان۔
- اللہ کی کتابوں پر ایمان۔
- اور اعمال کی جزا اور سزا کے دن پر ایمان لانا۔

جوہر ایمان کی تابناکیاں اس جہانِ آب و گل کی آفرینش کے آغاز سے تا ہنوز توحید، شرک، بدعت، سنت اور حق و باطل کی معرکہ آرائی بپا ہے شیطانی قوتیں، رحمانی قوتوں سے برسرپیکار رہی ہیں۔ مگر حرارت ایمان سے کفر و شرک کے فلک بوس ایوان قطرات آب بن کر بہہ گئے ہیں جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے! نمرودیت اپنے تمام لاؤ لشکر کو جمع کرتی ہے۔ آتش شعلہ بار اپنے جوبن پہ ہے اتنا بڑا الاؤ چشم فلک نے آج تک دیکھا نہیں وجہ کیا ہے یہی ہے کہ جوہر ایمان کی تابانی خاک میں ملا دی جائے۔

آزمائش دیکھیے! خلیل اللہ ہیں اور سامنے شرک و بدعات کی ہولناک آگ ہے آپ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا نعرہ مستانہ بلند کرتے ہوئے کود پڑتے ہیں آسمان سے صدا بلند ہوتی ہے۔

یانار کونی بردا وسلاماً علی ابراھیم۔

"اے آگ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خنکی والی اور سلامتی والی بن جا"

مال، جمال اور اقتدار اس عالم رنگ و بو میں اپنی خاص کشش رکھتے ہیں قریش کا نمائندہ آتا ہے اگر تین مطالبے نبی کائنات کے روبرو پیش کرتا ہے۔ اقتدار و اختیار چاہتے ہو تو ہم کلاہِ سلطانی آپ کے سر پر سجا دیتے ہیں۔ اگر عورت سے نکاح کے

تھاں ہو تو عرب کی حسین وجمیل عورت آپ کے عقد نکاح میں دے دیتے ہیں۔ مال مطمع نظر ہے تو دولت کے انبار آپ کے قدموں میں لگا دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی جلاب نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکی۔

ایک جنگ سے واپسی پر آپ ایک درخت کے سائے میں تلوار لٹکا کر آرام فرما ہوتے ہیں۔ ایک دشمن آیا تلوار اٹھاتا ہے اور آپ بیدار ہو کر دیکھتے ہیں ایک آدمی خون آشام تلوار سونتے ہوئے کھڑا ہے اور کہتا ہے۔

من یعصمک منی آپ کو مجھ سے کون بچائے گا آپ پُر اعتماد لہجہ میں آسمان کی طرف انگشت شہادت اٹھا کر فرماتے ہیں۔ اللہ! مجھے میرا اللہ بچائے گا۔ کافر کے ہاتھ تھرتھراتے ہیں اور تلوار زمین پر آگرتی ہے۔ آپ تلوار اٹھا کر فرماتے ہیں اب تو بتا کہنے لگا معاف کیجئے یہ معافی کا پروانہ لے کر روانہ ہوتا ہے۔

حضرت عثمان غنی ؓ کو ان کا چچا کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر نیچے دھواں دے کر ایمان کی آزمائش کرتا ہے۔ مصعب بن عمیر ؓ ناز ونعمت میں پلے ہوئے ماں کو علم ہوا ایمان لے آئے ہیں تو گھر سے نکال دیا۔ بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں کھال اس طرح ادھڑ گئی جس طرح سانپ کینچلی چھوڑتا ہے۔

آہ! ذرا حرارت ایمان کی جھلک مشاہدہ فرمائیں حضرت بلال ؓ، امیہ گلے میں رسی ڈال کر لڑکوں کو دے دیتا ہے ڈنڈے مارتا ہے جلجلاتی دھوپ میں بٹھاتا ہے دوپہر کی گرمی شباب پہ ہوتی ہے کنکروں پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھوا دیتا ہے۔ بلال ؓ اس حالت میں بھی احد احد پکار رہے ہیں۔ ہائے بعض صحابہ کرام کے متعلق یہ آتا ہے کہ مشرکین ان کو گائے کی کچی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دیتے۔ الغرض کفر و شرک کے علمبرداروں نے ہزاروں جتن کئے کہ ایمان کے نور کو ختم کیا جائے مگر یہ وہ نور تھا جس کی عالمتاب کرنوں نے چار دانگ عالم میں ضوافشانی کی اور لوگوں کو ہدایت سے ہمکنار کیا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون ٥

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

ایمان اور موجودہ مسلمان:- میں سوچتا ہوں ایمان کی حقیقت پہچان کے بعد ذرا ہم اپنے ایمان میں جھانکیں، آج مسلمان اس قیمتی سرمائے سے تہی دامن ہے کبھی شجر کو کبھی حجر کو کبھی دیوی کو کبھی دیوتا کو کبھی مزار کو کبھی قبر کو، اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مشکل کشا تصور کرتا ہے، کبھی یارسول اللہ مدد، یا علی مدد، یا غوث اعظم مدد، یا پیر مدد، پکارتا ہے انسان کی دو حالتیں ہیں۔ خوشی اور غمی، خوشی میں ہم عزیزوں کی نیاز دیتے ہیں۔ اور تنگی میں عزیزوں کی مدد پکارتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہمیں ضرورت کیا باقی رہ گئی۔

میں نے دیکھا ہے میرے اسلاف متاعِ ایمان کی حفاظت میں سر بکفن میدانوں میں اترے ہوئے ہیں۔ بدر وحنین، احد واحزاب کے خون ریز معرکے ایمان کی حفاظت میں مسلمان دشتوں میں گردش کر رہے۔ اور کبھی دریاں کی بپھری ہوئی موجوں پر تیر کر حفاظت ہو رہی ہے۔ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

جب عرش والے پہ ایمان تھا، تو فرش والے ہم سے خوفزدہ تھے، جب سے ایمان سے برگشتہ ہو کر رب کائنات کو ناراض کیا ہے۔ ہم دبکے پھرتے ہیں آج ملت کفر کے سامنے پیچھے جاتے ہیں۔ ہر سو ذلت وپستی چھائی ہوئی ہے لیکن جس طرح افق پہ چھائی تاریکی کے بعد سپیدۂ سحر یقینی طور رنمودار ہوتا ہے۔ خزاں کے بعد بہار آتی ہے مجھے اس گھٹا ٹوپ تاریکی میں بھی امید کا ستارہ چمکتا نظر آتا ہے کہ امت مسلمہ اپنی متاع گرانمایہ جوہر ایمان کی جستجو میں نکلے گی جو اپنی تابانیوں سے روح انسانی کو امن وآشتی کا گہوارہ بنادے گی ؎ ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی۔

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شئی قدیر۔

بشکریہ اہلحدیث پاک

جانی اور مالی جہاد سے پہلو تہی
زوالِ امت کا پہلا سبب

مسلمانان عالم کی حالت

علامہ امیر شکیب ارسلانؒ

مسلمانوں کا زوال اور کمزوری صرف جاوا اور ملایا کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے، وہ مشرقی ہوں یا مغربی ایک امر عام ہے اور اگر اس میں کچھ فرق ہے یعنی کہیں بہت زیادہ ہے اور کہیں بہت کم ہے کہیں سخت خطرناک ہے اور کہیں کم خطرناک ہے۔ مختصراً یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس صدی کے مسلمانوں کی حالت دینی اور دنیوی، مادی اور روحانی کسی رنگ میں بھی پسندیدہ نہیں ہے۔

ہم نے عام طور پر یہ دیکھا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم جہاں بھی مل کر آباد ہیں، مسلمان اغیار کے مقابلے میں ہر لحاظ سے پیچھے ہیں بلکہ میں اس زمانہ کے مسلمانوں میں سے کوئی قوم ایسی نہیں جانتا جو اغیار کے ساتھ ہو اور اغیار کے ہم پلہ ہو، سوائے بوسنہ کے مسلمانوں کے جو اپنے کیتھولک اور آرتھوڈکس عیسائی ہم وطنوں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہیں بلکہ دونوں سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح روس کے مسلمان جنگ عظیم سے پہلے وہاں کے عیسائیوں سے بہتر تھے اور اس میں بھی کچھ شک نہیں ہے کہ باوجودیکہ چینی قوم بہت پسماندہ ہے۔ تاہم وہاں کے مسلمانوں کی حالت بدھوں سے بہتر ہے، بشرطیکہ ان کی اب تک وہی حالت ہو، جو جنگ سے قبل تھی۔ اِن ملکوں کے علاوہ جہاں بھی دیکھو وہیں مسلمانوں کی حالت اپنے ہم وطنوں سے بدرجہا پست نظر آتی ہے۔

ہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنگاپور کے مسلمان وہاں کی دیگر اقوام سے حتیٰ کہ خود انگریزوں سے بھی زیادہ دولت مند ہیں۔ مجھے اس امر کا کافی علم نہیں ہے، تاہم اگر یہ سچ بھی ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ہمارے دعوی میں کوئی خاص فرق پیدا کر سکے۔

کچھ شک نہیں کہ آج کل عالمِ انسانی میں کئی مادی اور روحانی تحریکات رونما ہیں اور ہر جگہ ایک قابل قدر بیداری نظر آرہی ہے۔ یہ بیداری ایسی ہے جسے دنیائے فرنگ خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے بلکہ گھبرا رہی ہے اور اس کی یہ گھبراہٹ اہلِ یورپ کی تصانیف سے عیاں ہے لیکن اس تحریک بیداری نے ابھی تک مسلمانوں کو اس قابل نہیں بنایا کہ وہ یورپ امریکہ اور جاپان کے باشندوں کے برابر کہے جاسکیں۔

جب یہ حقیقت صاف ہو گئی اور ہم پر مسلمانانِ عالم کا زوالِ عام ثابت ہو گیا تو ہمیں اُن اسباب کو تلاش کرنا چاہیئے، جن کی موجودگی نے اسلام کو دُنیا میں ایک ہزار سال تک سرداری کرنے کا اہل بنادیا تھا اور جن کی عدم موجودگی نے مسلمانوں کو مشرق سے لے کر مغرب تک دُنیا کا واحد آقا بنا دینے کے بعد اب اِس قدر ذلیل وخوار کر دیا ہے کہ وہ تمام اقوامِ عالم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہاں ہم تنزل کے وجوہات کا ذکر کرنے سے پیشتر ترقی کا ایک بنیادی سبب بیان کرنا چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کے گزشتہ عروج کا بنیادی باعث

مُسلمانوں کی گزشتہ ترقیات کا باعث حقیقی جزیرۃ العرب میں اسلام کا ظاہر ہونا تھا جس نے عربوں کے مختلف فرقوں کو ایک قوم بنادیا۔ ان کی وحشیانہ زندگی کو متمدن زندگی سے بدل دیا، سخت دلوں کو نرم بنا دیا اور بُت پرستوں کو خدائے واحد کے سامنے جُھکا دیا۔ ان کی پہلی رُوحیں کھینچ لیں، اور بالکل نئی رُوحیں اُن کے جسموں میں داخل کر دیں اِس اندرونی تبدیلی ہی سے اُن میں اِس قدر طاقت پیدا ہو گئی کہ وہ عزت و شان علم وہنر اور دولت وثروت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ اور پچاس سال کے عرصے میں آدھی دنیا کو فتح کر لیا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخر میں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران میں نفاقِ باہمی کی تخم ریزی نہ ہوئی ہوتی تو مسلمان ضرور تمام دُنیا کو فتح کر لیتے۔

مسلمانوں کے پچاس یا ستر سالہ کارنامے جن کی تربیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خونریز خانہ جنگیوں اور بنی امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہلاکت خیز جنگوں نے سخت نقصان پہنچایا تھا، تمام دنیا کے مؤرخوں اور فاتحوں کی عقلوں کو خیرہ کر دینے کے لئے کافی ہیں - یورپ کا فاتح اعظم نپولین بوناپارٹ مسلمانوں کے اس عروج پر ہمیشہ حیران تھا اور کہا کرتا تھا "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو از سر نو پیدا کیا تھا اور انہیں ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار دے کر فرمایا تھا کہ جاؤ دنیا کو فتح کرو، حکومت کرو اور فائدے اٹھاؤ"

اسلام سے پہلے عربوں کی فتوحات اور اخلاق فاضلہ وغیرہ کے متعلق جو کچھ کتب تواریخ میں ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے آثار ابھی تک باقی ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عربوں کا تمدن دنیا میں اس قدر پرانا ہے کہ لکھنا پڑھنا بھی ان ہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا، تاہم اس امر میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان کا تمدن اور ان کے کارنامے صرف عرب اور نواحِ عرب تک محدود تھے - اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے کہ عربوں پر ایک ایسا زمانہ بھی گزر چکا ہے جب کہ اجنبی لوگ ان کے گھروں کے اندر ہی گھستے تھے اور ان پر اپنی حکومت قائم کر کے انھیں ذلیل کر ڈالا تھا۔ چنانچہ ایک زمانہ میں عجمیوں کا یمن، عمان، اور حیرہ پر حبشیوں کا یمن اور رومیوں کا نواحِ حجاز اور شام پر قبضہ موجود تھا اصل بات یہ ہے کہ اہل عرب کبھی بھی اسلام سے پہلے نہ تو صحیح معنوں میں خود مختار ہوئے، نہ دُور دراز ملکوں میں مشہور ہوئے اور نہ تاریخ عالم کی فاتح اقوام میں شمار کئے گئے - مگر اسلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل یہ سب کچھ ہو گیا اور دنیا نے بھی اسے تسلیم کیا -

آیئے! اب اُن وجوہات کی تلاش کریں جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہوئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ فاتحانہ اوصاف اب بھی مسلمانوں میں موجود ہیں یا نہیں؟

ہمارے درمیان کس چیز کا فقدان ہے؟

میں سائل سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ تھا کہ میں

مسلمانوں کو صرف زبان سے کہلانے کی باعث، بغیر عمل کرنے کی عزت دوں گا تو یقیناً نہیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مومنوں کی وہ عزت کہاں ہے جس کا خدا نے اعلان کیا تھا؟ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین - ترجمہ:- غلبہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں کے لئے ہے)۔

اگر خدا تعالیٰ کا وعدہ یہی تھا کہ میں زبان سے مسلمان کہلانے والوں کو عزت دوں گا - تو ہمیں مسلمانوں کی ذلت پر یقیناً تعجب ہونا چاہئے۔ لیکن حقیقت حال یہ نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ نہ خدا نے یہ وعدہ کیا ہے نہ خدا اپنے وعدہ سے منحرف ہوا -، نہ قرآن کریم کے احکام بدلے، بلکہ مسلمان خود بدل گئے اور اسی لئے ناکام ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی دن مسلمانوں کو یہ تنبیہہ فرمائی تھی؛

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ط

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا۔

اَب اگر اِس صاف اعلان کے باوجود بھی خدا مسلمانوں کو ذلیل نہ کرتا تو یہ موجب تعجب تھا اور خدا کے عدل وانصاف کے بھی خلاف تھا، میں پوچھتا ہوں کیا یہ اچھی بات ہوگی کہ خدا نااہل کو عزت دے اور ہل چلائے اور بیج بوئے بغیر فصلیں پکا دے؟ اور کوشش کئے بغیر کامیابی عطا فرمائے اور اعمال کے بغیر امداد دے؟ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگ سستی اور کاہلی پر فدا ہو جاتے، اپنے اپنے کاموں کو پھینک دیتے اور بستروں پر ڈٹ کر لیٹ جاتے۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ اس قانونِ قدرت کے جس پر خدا نے تمام کائنات کو قائم کیا ہے خلاف ہوتا اور اس کے بعد حق و باطل میں اور نفع اور نقصان میں کوئی فرق باقی نہ رہتا مگر یاد رکھئے کہ خدا اس قسم کے ظلم سے پاک ہے۔

اگر خدا کسی انسان کو بغیر کوشش اور محنت کے امداد دیتا تو اسے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائیاں کرنے کے بغیر فتح مند کر دیتا اور ظاہری سامان کے بغیر کامیابی عطا فرماتا۔ مگر تم جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہوا۔ خدا نے انھیں بھی پوری طرح آزمایا تھا اور پھر کامیابی عطا فرماتی تھی۔ لیکن اس کے خلاف تم اپنی حالت کو بھی دیکھو، تمہارے

پاس خدا کی نعمت ان کے سو حصے موجود ہوتے ہیں مگر تم سو میں سے ایک یا دو حصے بھی خدا کی راہ میں نہیں دیتے اور خواہش یہ رکھتے ہو کہ خدا تمہیں بھی وہی عزت اور وہی نصرت عطا کرے تمہارے ان باپ داداؤں کو حاصل ہوئی تھی جو سو میں سو، یا کم از کم ستر خدا کی راہ میں قربان کر دیتے تھے۔ یاد رکھو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، خدا کبھی ایسا نہیں کرتا۔ یہ اس کے عہد کے خلاف ہے۔ خدا نے مومنوں کے ساتھ کبھی یہ شرط نہیں کی تھی، خدا نے مسلمانوں کے ساتھ کبھی یہ سودا نہیں کیا تھا۔ خدا کا وعدہ جو کچھ بھی ہے صرف یہ ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں اور ان کا مال بھی اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو۔ وہ (کسی دنیوی مقصد راہ میں نہیں) بلکہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ یہ وعدہ اللہ کے ذمہ ہو چکا (یعنی اس نے ایسا ہی قانون ٹھہرا دیا) توریت، انجیل، قرآن (تینوں کتابوں) میں (یکساں طور پر) اس کا اعلان ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون ہے جو اپنا عہد پورا کرنے والا ہو؟ پس (مسلمانو) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا، خوشیاں مناؤ اور یہی ہے جو بڑ ے سے بڑی فیروز مندی ہے!

کیا مسلمان اس وصف میں پورے اترتے ہیں؟ کیا مسلمانوں میں صحابہ کرام رض کی قربانیاں موجود ہیں؟ وہ صحابہ رض جو میدان شہادت میں خود اپنی موت کو تلاش کیا کرتے تھے جب ان کے غازی کفار پر حملہ آور ہوتے تھے تو کہتے تھے وہ ہم جنت کی خوشبو کو سونگھ رہے

بقیہ صفحہ ۱۹ پر

فقدان قیادت ایک المیہ

محمد یونس سلفی

سن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا ÷ کہتی ہے تجھے خلق خدا غائبانہ کیا

آج جب کہ ہندوستان میں انسانیت کا صفحہ بڑی سختی، اور بے رحمی کے ساتھ الٹ دیا گیا ہے عبادت خانے سلگ رہے ہیں فرزندان اسلام کی لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی ہیں پورا ملک کوچہ قاتل بنا ہوا ہے کفر کی خون آشام تلوار خوفناک مستقبل کا پتہ دیتی ہے ایسے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی ہمیں یاد آتی ہے۔

(عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشك ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدہم عامرۃ وھی خراب من الھدی علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان) بحوالہ مشکوۃ شریف

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں صرف اسلام کا نام باقی رہیگا قرآن کی تلاوت رسم و رواج سمجھ کر کرینگے مسجدیں بظاہر آباد ہونگی اور ان میں ہدایت کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا اس وقت انکے علماء آسمان کے نیچے تمام مخلوق میں سب سے بدتر اور گمراہ کن ہونگے یہی فتنوں کا سرچشمہ و منبع ہوں گے۔

یعنی انہیں کے پیٹ سے سارے فتنے جنم لیں گے اور انہی میں سما جائیں گے۔

ہر فتنہ کہ می خیزد از کوئے تو می خیزد
دیوانگی و مستی از روئے تو می خیزد

اس حدیث کے تناظر میں ہم اپنے علماء کا جائزہ لیں تو سو فی صد یہ حدیث ان

نام نہاد قائدوں پر منطبق ہوتی ہے جس خونیں ماحول اور نازک موڑ سے ہم گذر رہے ہیں اس پر سنجیدہ نگاہ ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں امت مسلمہ کی تباہی و بربادی میں سب سے بڑا ہاتھ ہمارے ضمیر فروش لیڈروں اور بے غیرت دین کے سوداگروں کا ہے جنہوں نے امت مسلمہ کی عزت وآبرو کا سوداکر کے اسلام کی عظمت وجلال کو نیلام کیا ہے، امت مسلمہ کی مخلصانہ قیادت وسیادت کے بجائے ان کے ساتھ دجل وفراڈ اور کھلی ہوئی غداری کی ہے اور امت مسلمہ کے خون اور ہڈیوں پر اپنی دنیاداری ومفاد پرستی کا حسین شیش محل تعمیر کیا ہے۔

دھرم ومذہب کے تقدس کا سہارا لے کر
جو کیا ہے وہ غلط کام کیا ہے تو نے

گویا ہمارے قائدوں نے امت مسلمہ کا بیڑا غرق کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے اور اس سے بڑی حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ پوری امت اپنی آنکھوں سے بڑی بے غیرتی کے ساتھ یہ شرمناک ودل دوز منظر دیکھ رہی ہے ہر مسلک، ہر فرقہ، ہر مکتب فکر اس المناک حادثہ سے دوچار ہے ایک ایک مسلک میں نامعلوم کتنی جماعتیں وتنظیمیں وتحریکیں نت نئے دن جنم لیتی ہیں بھلا بتاؤ تو سہی آخر یہ دنیادارانہ گندگی ذہنیت کے انڈے بچے نہیں تو پھر کیا ہیں کیا ان حضرات نے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا یہی مطلب سمجھا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ امارت وصدارت، نظامت وصدارت کے لئے الکشن واحتجاج، خون وخرابہ، قتل وغارت گری بے دریغ عملاً مباح سمجھتے ہیں ان اقتدار پسندوں کا خدا خیر کرے ان کے گھناؤنے عزائم اور ہٹلر وچنگیزیت سے بڑی بڑی مساجد وجامعات اور اسلامی مراکز اور اوقاف اور یتیم خانے تک محفوظ نہیں ہیں۔

یہ میرے دین کے رہنمائے وطن
جدھر بھی گئے کربلا کر گئے
ماتم میرا بھی ہوتے ہیں کیا خود غرض قتیل
اپنے غموں کو روتے ہیں لیکر کسی کا نام

دین ومذہب کا مقدس لبادہ اوڑھ کر ہمارے یہ پیر ومرشد صرف اور صرف اپنا الو سیدھا کر رہے ہیں یا اپنا جہنم کا پیٹ بھرنے کے لئے ملت کی آبرو کو ہر جگہ پامال کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب) دنیا مردار لاشہ ہے اور اس کے طلب گار کتے ہیں۔

ہم نے اپنی آنکھوں سے بہت سے دنیادار کلاب دنیا کو کہ جب تک انہیں مال ودولت شہرت وناموری اقتدار وکرسی نہیں ملی تھی اپنی شعلہ بار دھواں دھار تقریروں سے لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی ہیجان برپا کرتے تھے پورے ہندوستان میں ملت کی خیر خواہی کی ڈفلی بجارہے تھے پرچم شعلہ سرخ آسماں بلند کئے ہوئے قیامت سر پر اٹھائے ہوئے تھے لیکن جب لوک سبھا یا راجیہ سبھا یا امامت وخطابت کی کوئی کرسی ہاتھ آگئی تو اب وہ بہروپئے ذلیل کتوں کی طرح دم ہلا رہے ہیں یا پھر گیدڑوں کی طرح بے پناہ بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

دھوپ ہے سیاست کی رہبروں کے چہروں پر
آگ کے جزیرے سے بچ کے اب نکلنا ہے (جمالی)

ہلاکت خیز مرض

حصول اقتدار کی مذمت میں بے شمار احادیث نبویہ موجود ہیں۔ ارشاد گرامی ہے۔

من ولی فقد ذبح بغیر سکین۔ جسے اقتدار سونپا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ اس پس منظر میں ہم اپنے قائدین پر نگاہ ڈالیں۔ بھلا ان اقتدار پسندوں ابن الوقتوں میں کوئی ہے جو قیادت کے منصب عظیم کا سزاوار اور اہل ہو۔ ذرا غور تو کرو ہمارے وہ لیڈر جنہوں نے قیادت کے حصول میں بے پناہ اکھاڑ پچھاڑ، تملق وچاپلوسی، تعصب وتحزب، توہین توڑی والزام تراشی سے کام لیا ہو وہ آپ کی قیادت کیوں کر سکتے ہیں یہی نہیں انانیت ورعونت دماغوں پر اس قدر سوار ہے کہ فرمان رسول کا کوئی پاس ولحاظ نہیں ہے عارضی امارت وقیادت صدارت ونظامت امامت وزعامت کو تخت طاؤس سمجھ کر ابھی تک اس پر کالے ناگوں کی طرح براجمان ہو کر پھنکار رہیں

مار رہے ہیں۔ (گویا)

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

فرزندان اسلام خون کے دھاروں میں آگ کے انگاروں میں شراروں میں جلتے رہیں امت مسلمہ پر غمال ہو جائے۔ اسپین کی تاریخ دہرائی جائے۔ ان گمشکسن لیڈروں کے کان پر جوں بھی نہیں رینگتے انہیں تو نذرانے، جھوٹی شہرت، پوسٹر بازی اور لفاظی سے فرصت ہی کب ہے کہ امت مسلمہ کا خونچکاں لہولہان لاشہ دیکھ سکیں ہمارے یہ بے غیرت مسلم نیتا، بے ضمیر قائدین، دنیادار علماء سوء پدرم سلطان بود کا نعرہ لگانے والے آئمہ وخطباء صرف جذباتی بیانات پر اکتفا کرنے والے سورماء کیا وہی مخلوق نہیں ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ؐ نے فرمایا تھا کہ وہ لوگ کتے اور سور سے بدتر ہونگے فتنے انہیں کے پیٹ سے پیدا ہوں گے اور انہیں میں سمٹ جائیں گے کیا ان کی دوغلی پالیسیاں متضاد بیانات اقتدار پرستی دین کی سوداگری اور اسلامی بے غیرتی اس بات کے ثبوت کے لئے کافی نہیں؟ کہ حدیث کے مصداق یہی لوگ ہیں ——— آج وقت آگیا ہے کہ امت کی فلاح وبہبود کیلئے خودساختہ قائدین نام نہاد رہنما ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر ایک آواز ہو جائیں۔

جیسا کہ اقبال نے کہا تھا:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر (اقبال ؒ)

ساری دنیا کے علماء کرام خاص کر ہندوستان کی سرکردہ شخصیتوں سے ہم بڑی دردمندی کے ساتھ اپیل کرتے ہیں کہ آپ حضرات آپسی اختلافات وانتشار کو ختم کر کے اپنے نجی مفادات کو قربان کر کے وحدت واجتماعیت کا پیکر بنیں تاکہ باطل کے لئے بنیان مرصوص اور ایک ناقابل تسخیر چٹان ہو سکیں۔ قابل مبارکباد ہیں وہ علماء دین وقائدین جنہوں نے اس سلسلہ میں پوری امت کو متحد ہونے کی دعوت دی ہے ہم ان مخلصین کے مشکور ہیں جنہوں نے اس میدان میں پہلے قدم رکھا

ہے دوسروں کو بھی ان سے عبرت ونصیحت اور سبق حاصل کرنا چاہیئے
اگر آپ حضرات امت کی آبرو کیلئے جاہ وجلال، مال ومتاع، عہدہ ومنصب کو قربان نہیں کریں گے فی الفور اتفاق واتحاد کے لئے کوئی مضبوط لائحہ عمل مرتب نہیں کریں گے اور یونہی بھانت بھانت کی آواز لگاتے رہے تو خدا کی قسم تاریخ شاہد ہے کہ جس طرح بغداد عروس البلاد بلاکو کے ہاتھوں خاک وخون میں تڑپا، اور اسپین، عیسائیوں کے ہاتھوں تاخت وتاراج ہوا ٹھیک اسی طرح ہندستان میں تمہارے شعائر وکلچر، تہذیب وثقافت کو ملیامیٹ کر کے تمہارا استیصال کر دیا جائے گا کیونکہ (سنت الٰہی یہی ہے) اور قہر خداوندی ایسی ہی بدکیرکٹر، بدکردار مخلوق پر نازل ہوتا ہے۔

نہ مانوگے تو مٹ جاؤگے اے ہندی مسلمانوں
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
ذرا کچھ فکر کر غافل مصیبت آنے والی ہے
تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں (علامہ اقبال)

چند رہنما خطوط ؟:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو، ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر ما بانفسھم، واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ، کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ، تتجافی جنوبھم عن المضاجع یؤدی ربھم خوفا وطمعا رھبان باللیل وفرسان بالنھار، اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔

کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑیں اور اختلاف نہ کریں اپنے کالے کرتوتوں سے توبہ کر کے نیک عمل کریں۔ اپنی صلاحیت وسکت کے مطابق طاقت وقوت فراہم کریں۔ نیز دقت ضرورت کثرت اور ہتھیار کا مقابلہ ایمان ویقین کے جذبے فراواں سے کریں اور دنیا کی محبت کو پیروں تلے روند کر اپنے سجدوں سے روح زمیں کو ہلا دیں اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر رہبان باللیل فرسان بالنھار کی سچی تصویر بن جائیں۔

حضرات! یہی وہ خطوط ہیں جو امت مسلمہ کے فروغ وازدہار کے لیے حقیقی،

سرمایہ ہیں۔ انہیں ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہمارے اسلاف نے بڑے بڑے طوفانوں کا رخ موڑ دیا تھا بہت سی جابر و ظالم سلطنتوں کے پرخچے اڑا دیئے تھے۔ بحرِ ناپیدا کنار کا سینہ چیر ڈالا تھا پہاڑوں کے سر پر غرور کو کچل ڈالا تھا۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدر فقرِ بوذر صدقِ سلمانی (اقبال)

اگر ہمارے علماء و قائدین ان حقیقتوں کو حرزِ جان بنا کر عملاً تیار ہو جائیں اور امت کی فلاح و بہبود کے لئے جسم و جان کی ساری توانائیوں کو نچوڑ دیں، عہدہ و منصب اگر حائل ہوں تو ٹھکرا کر کہہ دیں۔ غمِ حیات کی راہیں پکارتی ہیں مجھے تمہاری زلف کا سایہ میرا مقام نہیں (یونس قنوجی) جب قیادت کے اندر عقابی روح پیدا ہو جائے گی تو پوری ملت اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہو گی جس وقت یہ تاریخی قدم اٹھے گا تاریخ اپنا رخ پھیر دے گی، باطل تھرا جائے گا کفر و شرک کے قلعے زمیں بوس ہو جائیں گی، اور وہ قوم جو تینتیس ۳۳ کروڑ معبودوں کی غلام خود ہو تمہیں ہرگز غلام نہیں بنا پائے گی اور ساری دنیا میں سب سے بڑی ہندوستانی مسلم آبادی باطل پرستوں سے اپنا لوہا منوا کر بزبانِ حال یوں عرض پرداز ہو گی۔

ہمیں چراغ سمجھ کر بجھا نہ پاؤ گے
ہم اپنے گھر میں کئی آفتاب رکھتے ہیں

دے رہے ہو تم مجھے ترکِ وطن کی دھمکیاں
ہم جہاں جائیں گے اپنا گھر اٹھائے جائیں گے

انتباہ ۔ اگر ہمارے خود ساختہ قائدین نام نہاد لیڈران اس لہو رنگ ساعت کے صورِ اسرافیل سے بیدار نہیں ہوئے تو ہم انہیں پورے اسلامیانِ ہند کی طرف سے وارننگ دیتے ہیں کہ وہ وقت کچھ دور نہیں کہ فرزندانِ اسلام بڑی جرأت کے ساتھ تمہاری فریب کاریوں اور گندی سیاست کا بھانڈا پھوٹ کر تم جیسے دینی دماغی ڈاکوؤں کو سرِ بازار ننگا کر دیں گے۔

اللہ بے نیز تو تم نے کبھی سوچا کہ جب یہ ملت نہیں ہو گی تو تمہاری امامت قیادت کس پر ہو گی اور کس کے چندوں اور نذرانوں پر تمہارا گذر ہو گا اور اے حکومت کے زر خریدو! تم نے کبھی غور کیا کہ کن کے جذبات اور ووٹوں کے سہارے تمہیں دست غیب سے چمچماتی کاریں، خوشنما بنگلے جاگریں اور خطیر رقمیں ملیں گی۔

اے میر صادق اور میر جعفر کے جانشینو! تم نے کبھی سوچا کہ آنے والے مورخین تمہیں کن خیالوں میں شمار کریں گے؟ اور تمہاری ملت فروشی قیامت تک کیا رنگ لائے گی؟ سرفروشان امت کا پیمانہ صبر سے لبریز ہو گیا ہے۔ تمہاری کم نگاہی اور سرد مہری کے سبب ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ہے وہ کچھ کرنے کے موڈ میں ہیں اگر تم نے آپسی اختلافات ختم کر کے سچی رہنمائی نہیں کی اور اپنے فرائض منصبی کو ادا نہیں کیا تو سب سے پہلے تم جیسے بزدلوں کو راستے سے ہٹائیں گے اور تمہاری خود ساختہ قیادت کا جنازہ نکال کر امت مسلمہ کی ڈانواڈول کشتی کو تباہی و بربادی کے بے باک طوفانوں سے بچائیں گے کتاب و سنّت کو سینے سے لگائیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ توبہ کریں گے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی سربلندی کے لئے قربان ہو جائیں میری آخری آرزو و التماس یہ ہے ؎

ہے پتھروں سے بچنا تو پتھر تلاش کر
قاتل سے نمٹنا ہے تو خنجر تلاش کر
مشکل کا تیرے حل ہے مگر جستجو ہے شرط
اپنی کتاب اپنا پیمبر تلاش کر، (عمر قریشی)

بقیہ صفحہ ۸ کا

بتلا دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا لیغنم ویسکت عن شر فیسلم۔ جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے تو ثواب پائیگا اور بری اور بیکار باتوں سے خاموشی اختیار کرے تو وہ ہر مصیبت سے مامون و محفوظ رہے گا۔

وقت
بیش بہا قیمت

تحریر: شیخ فرزدق محمد العشیر ———— ترجمہ: ذکی احمد محمد ابوذر سلفی

یہ حقیقت ہے کہ وقت اس زمانے کا نام ہے جس کے اندر ہم زندگی بسر کرتے ہیں اور اس عمر کا نام ہے جو ہمیں ملتی ہے گویا کہ وقت ایک زندگی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جس کسی نے بھی اس وقت کی حقیقت کو جانا بیشک اس نے زندگی کی حقیقت پہچان لیا، اور جس نے اسے ضائع کیا بلاشبہ اس نے اپنی زندگی برباد کرلی۔

چنانچہ آج کل یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ وقت کے بیش بہا اور قیمتی ہونے کے باوجود تضییع اوقات ایک آسان مسئلہ بن گیا ہے، اور اس کا اظہار ایک حد تک آج کل بہت سے لوگوں کی زندگی سے ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج آپ بعض لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ بے فائدہ اور بے مقصد عمل کی مشاقی میں مصروف ہیں اور اس طرح سے وہ ضیاعِ وقت اور Time Killing بڑے فراخ دلی سے کر رہے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وقت ان کا ایک پرانا دشمن ہے جسے قتل کرنا ان کا انسانی فریضہ ہے۔ اسی مناسبت سے یحییٰ بن ہبیرہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

والوقت انفس ما عنیت بحفظہ ÷ واراہ اسہل ما علیک یضیع

(وقت کی حفاظت کا خیال جتنا ہی زیادہ کیا جائے گا اتنا ہی یہ نفیس اور قیمتی ہوگا، اور دوسری طرف میں یہ دیکھتا ہوں کہ وقت تمہارے لئے ضائع ہونے کے اعتبار سے زیادہ آسان ہے)

اسلام نے وقت کی اہمیت وعظمت بیان کرتے ہوئے اس سے انتفاع کا طریقہ بھی بتادیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت کی خاطر زمانے کی قسم کھائی

ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رات ودن، فجر وصبح، ضحی دھر اور غسق کی قسم کھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "واللیل اذا یغشی" (قسم ہے رات کی جب کہ وہ ڈھانک لے) "والنھار اذا تجلی" (قسم ہے دن کی جب کہ وہ روشن ہو) "واللیل اذا عسعس، والصبح اذا تنفس" (اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ پھیل جائے اور قسم ہے صبح کی جب کہ وہ دم بھرے) "والعصر ان الانسان لفی خسر" (اور قسم ہے زمانے کی بے شک انسان خسارے میں ہے)

سنت مطہرہ کے اندر بھی اس کی صراحت اور وضاحت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اسی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہی بہترین فرمان ہے "ما من یوم ینشق فجرہ الا وینادی یا ابن آدم انا خلق جدید وعلی عملك شھید فتزود منی فانی لا أعود الی یوم القیامة" (ہر دن فجر طلوع ہوتا ہے اور یہ آواز دیتا ہے کہ اے آدم کی اولاد میں ایک نئی مخلوق ہوں، اور میں تمہارے عمل کے اوپر گواہ ہوں، لہذا تم مجھ سے فائدہ اٹھاؤ اس لئے کہ میری واپسی قیامت تک نہ ہوگی)

یہی وجہ ہے کہ سلف صالح رضوان اللہ علیہم اجمعین زمانے اور وقت کی قیمت وافادیت کو سمجھتے ہوئے اپنے اعمال صالحہ اور دینی یا دنیوی فائدہ مند امور کے ذریعہ اس سے مستفید ہوئے، اور وقت سے استفادہ کی خاطر گھنٹوں اور منٹوں کو غنیمت شمار کیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز پر بھی اتنا نادم نہیں ہوتا جتنا کہ اس دن نادم ہوتا ہوں جس دن کہ سورج غروب ہو جائے اور مجھ میں کوئی نقص باقی رہ جائے اور میں اپنے عمل میں زیادتی نہ کر سکا۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول "ان اللیل والنھار یعملان فیك فاعمل فیھما" (یعنی کہ یہ دن ورات تمہارے اندر عمل کرتے رہتے ہیں لہذا تم بھی ان کے اندر عمل کرو) —— علماء کرام اور ائمہ اسلام نے وقت سے فائدہ اٹھانے اور اس کی حفاظت پر کافی زور دیا ہے اور کہا ہے کہ اپنے اوقات کو تعلیم و تعلّم، صحافت وکتابت، تصنیف وتالیف، اور ایجادات وانکشافات کے ذریعہ کام میں لانا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ ان

اسلاف نے ہمارے لئے درخشندہ تہذیب اور علم و معرفت کے میدان میں بہت سی مفید تالیفات چھوڑی ہیں، اگرچہ ان کے زمانے میں متوافر امکانات محدود تھے اس کے باوجود بھی وہ لوگ فخر اسلام بلکہ فخر انسانیت کہلائے، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اوقات کو ضائع نہیں کیا اور اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

بے شک انسان کا وقت اس کی عمر ہے جس کی سرعت مرور بادل سے بھی زیادہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ " وقت تلوار کے مانند ہے اگر تم اسے نہیں کاٹوگے تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گا" احمد شوقی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؂

دقات قلب المرأ قائلۃ لــہ ÷ ان الحیاۃ دقائق وثوانٌ

انسان کے دل کی دھڑکنیں اس سے یہ کہتی ہیں کہ زندگی تو منٹوں اور سکنڈوں کا نام ہے ـــــ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اوقات کو غنیمت جانیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، زندگی کے ایک لمحہ کو بھی بغیر فائدہ اٹھائے نہ گذرنے دیں۔ عقلمند انسان وہی ہے جو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کو غنیمت شمار کرتا ہے اور اچھے اعمال کرکے اپنی دنیا و آخرت سنوارتا ہے اور بذات خود اپنے معاشرے اور اپنی امت کیلئے سود مند ہوتا ہے۔

نیز ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے خالی اوقات کو بھی کسی مصرف میں ضرور لائیں خواہ وہ جسمانی فائدے کیلئے کھیلوں اور ورزشوں میں یا نفسی لذت کے لئے خارجی علمی مطالعہ میں، یا روحانی غذا کے لئے قرآن و حدیث کی تلاوت اور نفلی عبادات و طاعات میں ہیں

اگر کسی کا مقصد مذکورہ مقاصد کے علاوہ وقت کو لایعنی چیزوں میں ضائع کرنا ہے تو شریعت اسلامیہ میں اس کی اجازت نہیں ہے کیونکہ وقت زندگی ہے اور وقت کا قتل زندگی کا قتل ہے۔

بھائیو! اس کائنات کے اندر وقت سے زیادہ نفیس اور گراں قدر کوئی شئی نہیں ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم وقت کو غنیمت جانیں اور اس سے خوب فائدہ اٹھائیں اسلئے کہ مسائل زیادہ ہیں اور وقت تیزی سے اُچک لی جانے والی ایک شئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں مقبول عمل کی توفیق دے (آمین)

یورپی خواتین کا قبول اسلام

اسباب و محرکات

تحریر: شیخ موسٰی صالح شرف ——— ترجمہ:۔ ابوشمامہ نیاز احمد سراجی

اسلام مغرب و مشرق شمال و جنوب ہر چہار اطراف میں انتہائی سرعت سے پھیلتا جارہا ہے اور خاص طور سے یورپ میں اسلام اس قدر ابھر کر سامنے آگیا ہے کہ اب اس کا انکار قطعی محال ہے آج ہر کسی کی زبان پر دل کی گہرائی سے یہ بات آرہی ہے کہ اس دور کے مسائل کا حل صرف اسلام کے پاس موجود ہے۔ مستقبل اسلام کا ہے اسلام ہی انسانیت کو مصائب دھر، بلیات زمانہ اور ہلاکت و بربادی کے جال سے بچا سکتا ہے۔

آج جب کہ اکثر اہل یورپ کو اپنے اصول و عقائد اور نظام و تہذیب کی روحانی و اخلاقی دونوں قبیل سے افلاس و بیکاری کا یقین ہو گیا ہے تو آہستہ آہستہ اکثر لوگ اسلام کا رخ کرنے لگے ہیں اس امید میں کہ شاید یہاں ان کو کوئی ایسی قوت مل جائے جو ان کی روحانی خلا کو بھر سکے۔ اور انہیں اطمینان وسکون اور امن سلامتی سے ہمکنار کر سکے۔ اہل یورپ میں سے جو بھی مسلمان ہوا اس نے دیکھا کہ اسلام کا عقیدہ توحید ایسا عمدہ عقیدہ ہے جو عقل و فہم کی قدر کے ساتھ ساتھ معتدل و موزوں انسانی اخلاق و عادات کا جوہر بھی رکھتا ہے وہ آسانی کی طرف مائل ہے۔ اور معاشرہ اور معاشرے کے ہر فرد کی مصلحت و مفاد کو مد نظر رکھتا ہے وہ ایسا روحانی نظریہ ہے جو ہر انسان کے ساتھ اس کے آج کل رات دن اور عمل و عبادت میں سائے کی طرح چلتا رہتا ہے۔

پس اگر اس وقت اسلام پھیل رہا ہے اور وہ اس لئے کہ وہی سیدھا اور مامون راستہ ہے اور اس کے اصول و قواعد عدل و مساوات پر مبنی ہیں اس کا نظام بالکل یگانہ

اور کہتا ہے اس کے قوانین و ضوابط ہر نقص اور کمی سے پاک ہیں تو درحقیقت یہ ایسے ٹھوس حقائق و تجربات ہیں جن کا انکار ممکن نہیں۔

اور جب کہ غیر مسلمین پوری ہمت بھرپور شوق غایت دلچسپی اور انتہائی قناعت وصبر کے ساتھ اسلام میں والہانہ طور پر داخل ہو رہے ہیں۔ تو یقیناً یہ امر حد درجہ قابلِ احترام اور لائق تعریف ہے۔ اور فرض بھی یہی تھا کہ بصد اطمینان اور کھلے دل سے اسے قبول کر لیا جاتا مگر افسوس کہ یورپی برادری میں اسلام کی اس بے پناہ قوت تاثیر اور سرعت انتشار اور تیزی سے اس کی طرف اہل یورپ کے والہانہ اقدام کی بابت رنج و غم، قلق و اضطراب اور خوف و ہراس کے آثار و نتائج دیکھنے میں آرہے ہیں اور اسی خوف و خدشے کے پیش نظر انہوں نے اسلامی دعوت و تاثیر کے مقابلے کی ٹھان لی ہے یورپ میں اسلامی کاز کو بے اثر کرنے اس کے ابھرتے ہوئے وجود کو مٹانے اور پورے یورپ سے اس کا دیس نکالا کرنے کیلئے انہوں نے اکثر یورپی ممالک میں کثیر دولت اور خطیر رقمیں اکٹھا کیں۔ نصرانی مبلغین کی باقاعدہ تربیت یافتہ ٹیمیں تیار کیں۔ کانفرنسیں منعقد کیں۔ اپنی اسلام کے خلاف نفرت کی بیج بونے والی تحقیقات اور اسلام کی غلط تصویر پیش کرنے والی دسیسہ کاریوں کو بروئے کار لانے کے لئے خبر رسانی کے مختلف وسائل و ذرائع کا سہارا لیا۔

مگر یہ ساری کی ساری سازشیں اور بندشیں اس شخص کے لئے قطعی کوئی رکاوٹ نہ بن سکیں جس نے اسلام کے ذریعہ اپنی نفس کو پاک صاف کرنے اور اپنی روح کو عذاب و تکالیف سے نجات دلانے کی ٹھان لی۔ چنانچہ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگ اس عظیم مذہب اسلام کے سائے میں آگئے اور قابل دید بات تو یہ ہے کہ بہت ساری یورپی خواتین اور لڑکیوں نے گرجے و کنیسہ کو چھوڑ کر اسلام سے اپنا ربط و تعلق جوڑ لیا جس کا سبب مسلمانوں سے ان کے شادی جیسے مضبوط رشتے رہے یا مسلمان علماء و شیوخ کا اثر و وعظ رہا یا پھر قرآن کریم اور دیگر اسلامی کتابوں کا گہرائی و تعمق سے مطالعہ اس کا سبب بنا۔

ان نو مسلم خواتین میں ایک محترمہ "ھ۔ بول" ہیں۔ جنہوں نے مذاہب کا

سخت تجربہ کیا اور پھر مسلمان ہو گئیں اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ یورپی خواتین کے قبولیت اسلام کے اسباب وعلل سے متعلق ایک سرسری تحقیقاتی رپورٹ بھی تیار کی موجودہ تحقیق ایک اہم قضیئے کی حامل ہے اس تحقیق نے یورپ کی مسلم خواتین کی اسلام سے قبل اور بعد کی زندگی کے ایک پہلو کو اجاگر کیا ہے ان کی زندگی کی راہ میں آنے والی ان دشواریوں اور رکاوٹوں کا بھی تجزیہ کیا ہے جو سماجی تعلقات و روابط اخلاق و عادات، رسم و رواج، تہذیب و تربیت اور شادی و بیاہ اور گھریلو تعلقات کی شکل میں ہر نئے مسلمان کی زندگی میں انقلابی انداز میں پیدا ہوتی ہیں۔

اسلام سب سے تیز پھیلنے والا مذہب ہے:۔ برطانوی مسلم خاتون ہو۔ پول، اپنی تحقیق کے مقدمے میں کہتی ہیں کہ بیسوی صدی کے نصف اول میں کینسوں اور گرجوں سے برطانوی نوجوانوں کی دوری و جدائی کا جو عام سلسلہ شروع ہوا اس نے نصف آخر میں نوجوانوں کو بحث و تحقیق کی راہ پر لا کھڑا کیا اور روحانی خلا کے احساس تک پہونچا دیا تو ان وقت کے مارے متحیر و پریشان نوجوانوں نے مختلف ادیان و مذاہب اور عقائد و نظریات پر تجرباتی و تجسسانہ نگاہ ڈالی۔ اور پیہم تحقیق و تجربے کی راہ پر گامزن رہے اور بالآخر دیکھا یہی گیا کہ ان حقیقت کے متلاشیوں کے درمیان دیگر مذاہب و عقائد کے بالمقابل اسلام زیادہ مقبول اور اثر انداز ہو رہا ہے جب کہ حال یہ ہے کہ اس کے وجود پر چودہ صدیوں کا طویل وقفہ گذر چکا ہے مگر اس کی قوت و طاقت کو کبھی زیر نہیں کیا جا سکا ہے۔ اسی نام سے دنیا کے مختلف اطراف میں انقلابات آتے رہے ہیں اور مسلمان مرد اور عورتیں اجتماعی طور پر اس کے لئے قربانیاں پیش کرتے رہے ہیں ان حقائق کو دیکھتے ہوئے اہل مغرب باشندگان یورپ یہ استفسار کرنے لگے کہ آخر اسلام کے اندر وہ کون سی کشش اور قوت ہے جو ان لوگوں کو اپنی طرف کھینچے جا رہی ہے۔

اور ان سوالات و فضولیات کے برخلاف شاید کسی ایک نے بھی یورپ کے نئے مسلمانوں کے تجربات اور ان کے اسلام لانے کے محرکات کی تحقیق و تفتیش کی طرف

دھیان نہ دیا ہو۔

مذکورہ تحقیق کی مصنفہ محترمہ "ھ۔ بول" آگے کہتی ہیں کہ "برطانوی مسلمان" کا مقولہ اس وقت ایک اصلاح بن چکا ہے جس کا اطلاق عموماً ان مسلمانوں اور ان کی اولاد پر ہوتا ہے جو کسی ملک سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہوں اس سے وہ برطانوی شہری مراد نہیں ہوتے جنہوں نے نئے طور پر اسلام قبول کر لیا ہے جب کہ نئے دور میں اسلام لانے والے برطانوی شہریوں کی اہم وراثت اور طویل تاریخ ہے جس کا آغاز "محمد مارڈوک پکت ھل" نے کیا تھا جو اسلام لائے اور ازاں بعد ۱۹۱۹ء میں قرآن کریم کا ترجمہ شروع کیا اور اس وقت اسلام صرف چند ایسے پیش رو اشخاص پر محدود و منحصر تھا جنہوں نے علمی و تحقیقی سفر کا آغاز کیا تھا لیکن اس نئی روحانی تحقیق و جستجو اور برطانیہ کی طرف کثرت سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی موجودگی نے حیرتناک سرعت سے برطانوی نومسلموں کی تعداد میں اضافہ کیا ہے۔

صرف اسلام ہی کیوں؟:۔ یورپی خاتون محترمہ "ھ۔ بول" نے اپنی تحقیق پیش کرنے سے قبل برطانوی نومسلم خواتین کے درمیان ایک وضاحت طلب فارم تقسیم کیا جس کے ذریعہ ان سے چند سوالات کے جوابات طلب کئے گئے تھے ان سے سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ "آپ سبھی کے اسلام لانے کا محرک کیا ہے؟ اور اس سوال کے اکثر جوابات سے یہی نتیجہ آوٹ ہوتا تھا کہ مسلم افراد سے ذاتی روابط و تعلقات مثلاً نکاح و شادی یا مسلم علما و مبلغین کی دعوت کا اثر ان کے اسلام لانے کا باعث بنا۔

محترمہ "ھ۔ بول" کہتی ہیں کہ ۲۰ خواتین میں سے صرف ۵ ایسی ہیں کہ اسلام لانے سے قبل اسلام کے متعلق ان کا ذاتی مطالعہ ان کے اسلام لانے کا سبب بنا۔ ایک خاتون کے اسلام لانے کا سبب "الرسالہ" فلم دیکھنا ہوا۔

اور دو خاتون ایسی بھی ہیں جو قرآن کے گہرے مطالعہ کے سبب مسلمان ہوئیں اس سلسلے میں ایک خاتون کا کہنا ہے کہ "جب میں قرآن پڑھ رہی تھی تو پہلی مرتبہ ہی مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ جیسے اسے میں بہت پہلے سے جانتی ہوں سچ مچ میرا یہی احساس۔

میرے اسلام لانے کا اساسی سبب ہے اس وقت مجھے اس بات پر کامل یقین اور پختہ اعتقاد ہو چکا تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے۔

اور ایک خاتون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ پر ایک کتاب کا مطالعہ کیا اور ساتھ ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی رہا۔ تو ان کے بقول ان کے اسلام لانے کا براہ راست سبب اس بات کا علم اور ادراک تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نمونہ ہیں کہ مسلمان ان کی تقلید و اتباع ہی میں اپنی نجات کا یقین رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی اور مثالی شخصیت ان تمام صفات کی آئینہ دار ہے جن کی میں تعظیم کرتی ہوں اور جن کو محبوب رکھتی ہوں اور ابتدا میں میرا احساس ویسے ہی تھا جیسے کسی کو تالے کی کنجی حاصل ہو گئی ہو۔

ایک نو مسلم خاتون مسلم اور غیر مسلم خواتین کے درمیان انسانی تعلقات کی بابت کہتی ہیں کہ اللہ نے ان لوگوں کو بھیج کر میری بہت بڑی مدد فرمائی ہے اس طور پر کہ انہوں نے میری طرف توجہ کیا۔ اسلام حقیقت و واقعیت کا خوگر ہے جو عبادات کی قبیل سے انسانی سلوک و اطوار کی مکمل تہذیب کرتا ہے اسلام ایک عالمی مذہب ہے۔

مسلمان کے خصوصی اوصاف:۔ اور جب محترمہ " ھ، بول " نے نو مسلم برطانوی خاتون سے پوچھا کہ انہوں نے مسلمانوں کے اخلاق و عادات میں خاص طور سے کس چیز کو نمایاں طور پر دیکھا تو انہوں نے کہا کہ " دوسروں کی خطاؤں کو درگزر کر دینا، ساتھیوں اور ہم نشینوں کے ساتھ صداقت و محبت کا تعلق رکھنا، ایک دوسری خاتون نے چند دیگر خوبیوں کا تذکرہ کیا جس میں " ذکاوت "، رحم دلی، صبر و ثبات، اللہ کے حقوق اور اہل و عیال کے حقوق کی الگ الگ کلی طور پر پاسداری و رعایت ہے "۔ ایک خاتون نے کہا کہ تمام کے تمام مسلمان اس اعلیٰ معیار پر نہیں اترتے بلکہ ایک خاتون نے تو اس سے بھی آگے یہاں تک کہا کہ " افسوس کہ یہ خوبیاں اکثر و بیشتر مسلمانوں کے بجائے غیر مسلموں کے یہاں دیکھنے میں آتی ہیں "، اور بعض نے کہا کہ مسلمان غیروں کے بالمقابل زیادہ ہی محاسن و محامد کے حامل ہیں اور ایک خاتون نے کہا کہ " مسلمان مرد معزز و محترم ہیں، وہ اپنی ذمہ داریوں کو اچھی طرح سمجھتے اور ادا کرتے ہیں۔

قبل از اسلام فقط گراوٹ، ضیاع اور خلاء :! اور نومسلم خواتین سے اسلام سے قبل کے حالات اور ان کی نسبت سے وہ پہلے مطمئن نہیں تھیں اکثر نے کہا کہ ۔

• اسلام سے قبل میری زندگی کی راہ میں جو چیزیں غیر اطمنان بخش ہیں ان میں صحیح سمت اور اصلی مقصد سے لاعلمی اور عدم واقفیت بھی ہے ۔
• میں بالکل اکیلی تھی اور میرے جذبات و خیالات بالکل سطحی تھے
• نہ تو میرے دل میں کسی غرض و مقصد کا احساس تھا اور نہ ہی کسی صحیح سمت اور باریک پیمانوں کا شعور ۔
• میری زندگی ناپائیدار تھی نہ سامنے کوئی نہج و سلوک تھا اور نہ ہی کسی قسم کا یقین واعتماد اور نہ ہی کوئی واضح مقصد ۔
• صرف ضیاع و بربادی اور کھوکھلا پن ۔
• میری زندگی اصول و قوانین کے قیود اور پابندیوں سے آزاد تھی ۔
• میرا کوئی مذہب نہیں تھا ۔ اور میرے پاس سلوک کے پرکھنے اور آزمانے کا کوئی معیار نہیں تھا جو مصائب میں میرا ساتھ دیتا ۔
• میں وہ مقصد تلاش کر رہی تھی جس کے لئے میری زندگی کا وجود تھا ۔
• میرے دنیاوی مقاصد بالکل محدود تھے ۔ اللہ نے میری دعا سن لی تو مجھے اسلام لانے اور اپنی مشیت کے آگے جھک جانے کا طریقہ سکھا دیا اللہ کا بے حد شکر ہے ۔

اسلام کے بعد خوشی، سلامتی، اور سکون :۔ اور بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی نعمت سے نواز دیا اور اسلام کی طرف انکی ہدایت فرما کر اسے قبول کرنے کی توفیق بخشی ان مسلم خواتین کی کیا سوچ رہی؟ انکا جواب تھا کہ

• اسلام نے مجھے اس دولت سے مالا مال کیا جسے اب تک میں مفقود دیا

تھی۔اس لئے اس نے میرے سامنے میری زندگی کا اصل مقصد روشن کیا اور مجھے سکون واطمینان سے بہرہ ور کیا۔

- میں نے اسلام کے سائے میں بے پناہ زبردست روحانی قدروں کو محسوس کیا۔
- اسلام میں مجھے میرے سارے سوالات کے جوابات مل گئے میں اس وقت اسلام کی چہار دیواری میں بالکل سلامتی اور بے حد خوشیوں سے بھرپور زندگی گذار رہی ہوں۔ میں وہ روشنی دیکھ رہی ہوں جس نے میرا راستہ واضح کیا اللہ مجھے ایمان پر ثابت قدم رکھے اس کے علاوہ میں اور کچھ مزید نہیں چاہتی۔
- اب میں کافی حد تک صبر پر قدرت رکھ لیتی ہوں۔
- اسلام نے میرے سامنے صحیح اور سیدھے راستے کا وہ نقشہ رکھ دیا جسکے بغیر انسان گمراہ ہو کر منزل سے دور ہو جاتا ہے۔
- اسلام نے لوگوں کے ساتھ نمٹنے میں مجھے بھرپور اعتماد سے نوازا ہے۔
- اسلام نے مجھے الفت و محبت، احسان وکرم اور نرمی ومہربانی جیسی قدروں کا خوگر بنا دیا ہے۔
- میں مسلم مرد اور عورتوں کے مابین یہ احساس کرتی ہوں کہ میں ایک بڑے سے خاندان کی ایک رکن اور ممبر ہوں۔
- میں لوگوں کے ساتھ اسی قسم کا برتاؤ روا رکھتی ہوں جس کی خود اپنے لئے ان سے آزاد رکھتی ہوں یہ اسلام کا احسان ہے کہ میں دیگر لوگوں کی نسبت صرف مثبت نظریہ رکھتی ہوں۔
- اسلام روح کو صاف ستھرا بنا دیتا ہے۔اور ذاتی خواہشات سے پاک کر دیتا ہے۔
- اسلام کا اخلاقی مقصد و مطلب انتہائی اہم اور وزن دار ہے اگر ہر انسان اس مقصد کو اپنا لے تو آج کی دنیا دیکھتے ہی دیکھتے سدھر جائے۔

<u>عورت اسلام کے سائے میں:۔</u> اسلام میں عورتوں کے حقوق کے متعلق

یورپ کا عام نظریہ بے حد غلط اور گندا رہا ہے جس کا حقیقت سے ادنیٰ سا بھی تعلق نہیں رہا ہے۔ اور یہی حال یورپی خواتین کا بھی رہا ہے۔ اور جب برطانوی خواتین نے اسلام قبول کر لیا تو انہیں حقیقت کا علم ہوا اور تجربے سے پتہ لگا لیا کہ

—— عورت اور بچے اسلام کے سائے میں سب سے زیادہ امن و سکون سے زندگی گذارتے ہیں

—— اسلام عورت کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ مصائب میں الجھے بغیر اپنی زندگی کے خوشگوار راستے پر چل سکے۔

—— یہ نظریہ کہ عورت معاشرے میں محض تکمیل خواہشات کا سامان ہے اسلام میں اس کا وجود قطعاً نہیں ہے

—— عورت کسی خاص مقصد کے لئے کم استعمال ہوتی ہے۔ اور بحیثیت انسان اپنی فطری صلاحیتوں کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتی ہے۔ اسلام اس کے حقوق کی قدر کرتا ہے اور اسکی قوتوں اور صلاحیتوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

اور ایک خاتون نے عورت کے متعلق اسلام کے نظریے کے بارے میں اپنے خیال کو یوں تعبیر کیا ہے اور بصد خلوص کہا کہ اسلام کی تعلیم میں فطری حکمتوں کی بیشمار موتیاں پنہاں ہیں جنھیں میں نے آج کے ترقی یافتہ معاشرے کی ظلمتوں میں برسوں بھٹکنے کے بعد پہچانا ہے اور یہی موتیاں ہیں کہ جن کے سبب میں نے اسلام کو گلے سے لگا لیا ہے۔ اور وہ کردار جسے اسلام میں مرد و عورت یکساں طور پر نبھاتے ہیں اور جس سے ایک دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے۔ وہ مساوات سے آگے بڑھ کر توازن کا مسئلہ ہے۔

قرآن کریم نے قوانین و تشریعات اور اصول و قواعد کے تحت مردوں پر کچھ ٹھوس اور مخصوص ذمہ داریاں عائد کی ہے۔ اور عورت انہیں تشریعات کے سائے میں رہ کر ظلم و ہلاکت سے محفوظ رہتی ہے۔

شرعی لباس اور پردہ:- مسلمان عورتوں کا شرعی لباس وہ نہیں ہے جیسے غیر مسلم عورتیں زیب تن کرتی ہیں۔ بلکہ مسلمان عورت کے شرعی لباس کے کچھ حدود اور اوصاف ہیں۔ آج غیر مسلم عورتیں وہ لباس پہنتی ہیں جو کبھی تو اتنے تنگ ہوتے ہیں کہ اس کی فتنہ سامانیوں میں اور اضافہ ہوجاتا ہے۔ اور کچھ حد سے زیادہ چھوٹے ہوتے ہیں اور یہ چیز انکے یہاں قطعی عیب نہیں ہے۔ غیر مسلم خواتین نے جب ایک نئے مذہب اسلام کو قبول کیا جس کے کچھ خاص امتیازی حدود و قیود عادات و رسوم ہیں تو پھر ان کے اندر کیا تبدیلی آئی؟ کیا اسلام نے ان کے لباس پر بھی کوئی اثر ڈالا؟ اور اسلام سے پہلے کا ان کا چال چلن بدل گیا؟ اور کیا برطانوی خواتین کے سامنے اس سلسلے میں کچھ دشواریاں اور رکاوٹیں آئیں

بعض خواتین تو پہلے ہی سے اعتدال پسند تھیں۔ اور جب وہ حلقۂ اسلام میں آگئیں تو اپنے گذشتہ لباس میں سوائے چند اصلاحات و ترمیمات کے اور کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ ان کی قمیص طویل وعریض ہوتی ہے اور پاجامہ اس سے لمبا چوڑا اور پھر اوپر سے سر ڈھانکنے کا دوپٹہ۔ بعض تو انتہائی ڈھیلے ڈھالے لباس استعمال کررہی ہیں اور بعض وہی عمومی لباس ہی زیب تن کرتی ہیں لیکن سب مجموعی طور پر حجاب استعمال کرتی ہیں۔

بعض نومسلم خواتین کہتی ہیں کہ برطانوی معاشرے میں حجاب (پردہ) ان کے لئے دشواریاں پیدا کرتی ہیں چنانچہ انہوں نے کچھ دنوں استعمال کرکے پھر اسے ترک کردیا ہے۔ اور جب ایک خاتون سے انکے ترک حجاب کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب میں حجاب میں رہتی تھی تو سماج اور علاقے کے لوگ مجھے شکی نظروں سے دیکھتے تھے اور میرے ساتھ نفرت کا برتاؤ کرتے تھے اور نقاب وحجاب کے ترک سے میں لوگوں میں گھل مل گئی اور دل کی بات تو صرف وہی ایک اللہ ہی جانتا ہے۔ (جاری)

شاہ فہد اکیڈمی مدینہ منورہ

تحریر: مولانا محمود احمد غضنفر مدیر جامعۃ الفیصل الاسلامیہ لاہور

مدینہ منورہ میں تبوک روڈ پر اڑھائی ہزار مربع میٹر رقبے پر مشتمل شاہ فہد اکیڈمی کی ایک عظیم اور عالی شان عمارت بنائی گئی ہے۔ اکیڈمی قائم کرنے کے لئے مدینہ منورہ کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ یہ مبارک شہر تاریخی تناظر میں سب سے پہلے اسلامی دعوت کا مرکز بنا اور اسلامی حکومت کے دار الخلافہ بننے کا بھی اسے اعزاز حاصل ہوا۔ اور اسی شہر میں خلیفۂ اول سیدنا صدیق اکبرؓ نے قرآن حکیم کو ایک جگہ جمع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اسی کام کو آگے بڑھاتے ہوئے خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان بن عفانؓ نے قرآن حکیم کتابی شکل میں جمع کر کے چند نسخے مختلف مفتوحہ ممالک کو ارسال کئے۔ تاکہ وہاں کے مسلمان بآسانی قرآن حکیم سے فائدہ حاصل کر سکیں ... ... اس تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے خادم الحرمین الشریفین فہد بن عبد العزیز حفظہ اللہ نے قرآن حکیم کی عمدہ طباعت اور وسیع پیمانے پر نشر و اشاعت کے لئے مدینہ منورہ کا انتخاب کیا اور ماہ صفر ۱۴۰۵ھ کو اکیڈمی کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"ہم امید رکھتے ہیں کہ قرآن حکیم، اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے اکیڈمی کا یہ منصوبہ خیر و برکت کا باعث بنے گا۔ ہمیں امید واثق ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دنیا و آخرت میں ہماری مدد کرے گا... ... میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمت، طاقت اور توفیق عطا کرے۔ تاکہ پوری دنیا کے ہائش پذیر مسلمانوں کی خدمت میں قرآن حکیم نہایت عمدہ، اعلیٰ اور خوب صورت انداز میں پیش کیا جا سکے۔ تاکہ مسلمان اس کے معانی و مطالب پر بآسانی غور

قدر کر سکیں "۔

خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز حفظہ اللہ نے نہ صرف اس عظیم الشان منصوبے کی منظوری دی بلکہ اس کی تکمیل کے لئے جملہ مالی وسائل مہیا کئے اور اس منصوبے کو منظم طریقے سے چلانے کے لئے ایک اعلیٰ سطحی مجلس مشاورت تشکیل دی گئی جس کا صدر، وزیر حج و اوقاف کو بنایا گیا اور ایک سیکریٹریٹ بنایا گیا جسکا ڈائریکٹر وزارت حج و اوقاف کے سکریٹری کو نامزد کیا گیا۔

اکیڈمی کی عمارت

شاہ فہد اکیڈمی کی عمارت جدید فن تعمیر کا ایک عظیم شاہکار ہے اس کی تعمیر کے ابتدائی مرحلے پر ایک ہزار ملین سعودی ریال خرچ کئے گئے اور ۱۴۰۷ھ میں اکیڈمی کے توسیعی منصوبات کی تکمیل پر دس کروڑ سعودی ریال مزید خرچ کئے گئے۔

اکیڈمی کی وسیع، دیدہ زیب اور عالی شان بلڈنگ، دفاتر، چھاپے خانے، سٹورز، ورکشاپ، مسجد، لائبریری، ڈسپنسری، مارکیٹ، ہوٹل، فائر بریگیڈ، الیکٹرک اسٹیشن، رہائشی کالونی اور کھیل کے وسیع و عریض گراؤنڈ پر مشتمل ہے۔ سٹور اس قدر وسیع و عریض بنایا گیا ہے کہ اس میں بیک وقت ساٹھ لاکھ قرآن حکیم کے نسخے رکھنے کی گنجائش ہے۔

چھاپہ خانہ میں رولینڈ کی عمدہ، دیدہ زیب، شہرۂ آفاق جدید ترین مشینیں نصب کی گئی ہیں۔ صفائی کا اس قدر عمدہ و اعلیٰ انتظام ہے کہ کہیں کوئی تنکا یا کاغذ کا پرزہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ فرش اس قدر صاف شفاف ہیں کہ چلتے ہوئے انسان کو اپنا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ہر چیز نہایت سلیقے سے ترتیب دی گئی ہے۔ اکیڈمی کی بلڈنگ کو دیکھ کر خادم الحرمین الشریفین کی قرآن مجید کے ساتھ والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سالانہ طباعت

شاہ فہد اکیڈمی کے قیام سے لے کر اب تک قرآن مجید کے مختلف سائز اور اقسام کے سالانہ اسی لاکھ نسخے شائع کیے گئے اور آئندہ اس تعداد کو بڑھا کر دو کروڑ اسی لاکھ سالانہ قرآن مجید چھاپنے کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ پوری دنیا میں قرآن مجید کو وافر تعداد میں تقسیم کرنے کی سعادت حاصل کی جا سکے۔ شاہ فہد اکیڈمی میں سب سے پہلا نسخہ ۱۳ر جمادی الآخر ۱۴۰۵ھ کو زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پر لایا گیا۔ مفتی اعظم سعودی عرب شیخ عبد العزیز بن صالح اور شیخ عبد اللہ خیاط کی متفقہ رائے سے دمشق کے معروف و مشہور خطاط جناب عثمان جبودہ کے قلم سے لکھا ہوا قرآن مجید شاہ فہد اکیڈمی میں طباعت کے لئے منتخب کیا گیا۔

طباعت کے مراحل

قرآن حکیم کی عمدہ اور اغلاط سے پاکیزہ طباعت کیلئے متعدد مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔ اور اس عظیم کام کو بخوبی سرانجام دینے کے لئے علوم قرآن کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں جو بیک وقت فنِ تجوید و قرأت، فن کتابت، لغت، نحو، صرف، تفسیر، اور فقہ میں مہارت رکھتے ہیں طباعتی کام کا معائنہ کرنے کے لئے متعدد کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔

سب سے پہلے کتابت شدہ مسودے کا ایک ایک لفظ نہایت باریک بینی سے پڑھا جاتا ہے۔ آیات کی علامات اور وقوف کو بہ نظرِ غور دیکھا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان صفحات کی تصویر لی جاتی ہے۔ پھر ان صفحات کی کاپیاں بنائی جاتی ہیں۔ پھر انہیں زنک کی نہایت عمدہ پلیٹوں پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ پلیٹوں کا پوری احتیاط سے جائزہ لیا جاتا ہے پلیٹ ہر اعتبار سے درست ہونے کی صورت میں طباعتی امور کی ذمہ دار کمیٹی باقاعدہ اپنے دستخطوں سے طباعت کی اجازت دیتی ہے۔ یہ تمام کاروائی رجسٹر میں درج کی جاتی ہے۔ جس میں طباعت کا وقت، دن، تاریخ، نوعیت اور نگرانی کرنے والوں کے نام درج کیے جاتے ہیں۔ طباعت کے دوران اگر نگرانی کی کسی غلطی پر نگاہ پڑ جائے تو وہ فوراً مشین کو روکنے کا حکم جاری کرتا ہے اور اس وقت تک متعلقہ

مشین نہیں چلتی جب تک اس غلطی کو درست نہیں کر دیا جاتا۔ طباعت کے بعد قرآن مجید کو جزبندی، سلائی اور جلد بندی کے مراحل سے گذارا جاتا ہے۔ پھر طبع شدہ نسخوں کے بنڈل بنائے جاتے ہیں۔ اور ان تمام امور کو نہایت عمدگی، متانت اور احساس ذمہ داری سے گذارا جاتا ہے۔ اس کے بعد فیلڈ نگران کمیٹی جائزہ لیتی ہے اس کے بعد فائنل نگراں کمیٹی جائزہ لیتی ہے اور آخر میں فائنل نگراں کمیٹی کے ممبران جائزہ لیتے ہیں۔ اس طرح قرآن حکیم کے دیدہ زیب، دلکش اور خوبصورت نسخے منظر عام پر لائے جاتے ہیں۔

شعبہ ترجمہ قرآن حکیم کی عمدہ طباعت کے ساتھ ساتھ شاہ فہد اکیڈمی میں مستقل طور پر قرآن مجید کے ترجمے کا شعبہ بھی قائم کیا گیا ہے قرآن مجید کا ان زبانوں میں ترجمہ کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو موجودہ دور میں مسلمانوں میں عام طور بولی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں قادیانی، باطنی، مستشرقین اور نصاریٰ نے اب تک جو تراجم میں تحریف سے کام لیا اسے بھی طشت ازبام کیا جائے گا تاکہ مسلمان ان باطل پرستوں کی دسیسہ کاریوں سے بخوبی آگاہ ہوسکیں۔

اکیڈمی کی جانب سے ایک مستند ترجمہ پیش کیا جائے گا۔ شاہ فہد اکیڈمی میں جن زبانوں میں ترجمے کا کام ہو رہا ہے۔ ان میں چائنا، ترکی، انگلش، فرنچ، اردو اور تھائی زبانیں قابل ذکر ہیں۔

شعبہ ریکارڈنگ قرآن حکیم کو تجوید و ترتیل سے پڑھنے اور اسے زبانی یاد کرنے کا اہتمام مسلمانوں نے اسلام کے ابتدائی دور سے کیا جو اب تک جاری و ساری ہے اور اس سلسلہ میں تحفیظ القرآن کے مدارس گراں قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ موجودہ ترقی یافتہ دور میں قرآن حکیم کو ماہر تجربہ کار قراء کی آواز میں محفوظ کرنے کے لئے شاہ فہد اکیڈمی میں ریکارڈنگ کا ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا ہے تاکہ ان پڑھ اور عربی زبان سے ناواقف احباب بھی قرآن مجید کی صوتی تجلیات سے لطف اندوز ہوسکیں۔

اس شعبے میں روزانہ دس ہزار آڈیو اور وڈیو کیسٹیں تیار کی جاتی ہیں۔ اور انکی ریکارڈنگ نہایت احتیاط سے اعلیٰ معیار پر کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے مسجد نبوی کے امام محترم جناب شیخ عبدالرحمٰن حذیفی کی مترنم اور دلکش آواز میں مکمل قرآن مجید ریکارڈ کیا گیا۔ جو تیس کیسٹوں میں مکمل ہوا ہر کیسٹ ایک گھنٹے کی ہے۔ حال ہی میں مسجد نبوی کے دیگر ائمہ میں سے محترم جناب علی صابر اور محترم جناب ابراھیم اخضر کی آواز میں قرآن مجید کو ریکارڈ کیا گیا۔

شعبۂ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کی اہمیت ہر مسلمان کے دل میں جاگزیں ہے اور اسلامی قانون کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر شاہ فہد اکیڈمی نے مدینہ یونیورسٹی کے تعاون سے ایک عظیم منصوبہ تشکیل دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث کو پوری طرح جانچ پڑتال کے بعد کمپیوٹر میں محفوظ کر دیا جائے تاکہ طلبار، اساتذہ اور تحقیقی کام کرنے والے بآسانی حدیث تلاش کرسکیں۔

شعبۂ فنی تربیت شاہ فہد اکیڈمی میں اس وقت دو ہزار علمار فنی ماہرین اور کاریگر کام کر رہے ہیں۔ جن میں نصف تعداد سعودی باشندوں کی ہے اور نصف دیگر ممالک کے ماہرین کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ فن طباعت اور دیگر متعلقہ امور میں مہارت حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ اکیڈمی میں ایک تربیتی مرکز قائم کیا گیا ہے جس میں ہر سال تقریباً اسّی افراد کو فنی مہارت حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس کے بعد انھیں مزید مہارت حاصل کرنے کے لئے ترقی یافتہ ممالک میں سکالرشپ پر بھیجا جائے گا۔

آپ کو یہ معلوم کرکے یقیناً خوشی اور حیرت ہوگی کہ اب تک شاہ فہد اکیڈمی کی جانب سے دو کروڑ چھتیس لاکھ چھتیس ہزار چھ سو اکہتر قرآن مجید کے مختلف سائزوں میں نسخے اور آڈیو وڈیو کیسٹیں پوری دنیا کے اسلامی مرکز، دینی تنظیمات اور مساجد کو بغیر کسی قیمت کے فراہم کئے گئے۔

پیغامِ مسرّت

محمد یحییٰ الصبا دہلی یونیورسٹی

محترمی مدیر صاحب السلام علیکم

ماہ مئی کا شمارہ "نوائے اسلام" بطور تحفہ رئیس سلمہٗ نے عنایت کیا۔ میں جناب کا بہت بہت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے "نوائے اسلام" کا مطالعہ کرنے کی دعوت دی۔ میں نے بغور مطالعہ کیا۔ واہ کیا ہی سرورق دیدزیب اور دلکش ہے۔ چہ خوب آپ کی ادارت میں یہ پرچہ دعوت اسلام دے رہا ہے اندرونی صفحات پر بکھرے ہوئے تمام مشمولات اعلیٰ معیار کے حامل ہیں۔ ایک ایک مضمون دل کو چھولیتا ہے۔ اور قلب میں اسلام کے بیج بوتا ہے۔

خاص طور سے اداریہ مجھے بہت پسند آیا۔ اس کے ذریعہ حضرت مدیر نے مسلمانوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے کی قومی یکجہتی کی بھائی چارگی کی۔ اخوت، مروّت، شجاعت کی دعوت دی ہے۔ اور نئے پود کی مستقبل کیلئے ایک لائحہ عمل بتایا ہے۔ اس کے لئے میں دلِ دامِ سخن حضرت کا ہم رکاب ہوں۔ ساتھ ہی میں مدیر "نوائے اسلام" سے گذارش کروں گا کہ وہ رسالہ کی شہرت کیلئے خطوط کا کالم شروع کریں۔ جس سے قارئین "نوائے اسلام" کی ہمت افزائی ہوسکے گی اور رسالہ کیلئے باعث فخر۔

بہر حال اندرونی صفحات پر بکھرے ہوئے مضامین میں خاص طور سے "نوائے اسلام" "نوائے حدیث" مجھے بے حد پسند آیا۔ یہ مذہب اسلام کیلئے اعلیٰ شاہکار ہے۔ اس کے علاوہ ایک رہ نما قائد "اتحاد باہمی" "قنوت نازلہ" ہمارے زندگی کے لئے نادر و نایاب تحفہ ہے۔

جس طرح ایک عاشق، تعشق، معشوق میں بے قرار رہتا ہے بالکل وہی کیفیت

بقیہ صفحہ م پر

مدارس عربیہ کا کل ہند

تحریری انعامی مقابلہ

طلبۂ مدارس عربیہ کے ادبی وعلمی ذوق کو فروغ دینے کیلئے اسلامک سنٹر ڈومریا گنج ایک کل ہند تحریری ، انعامی ، مقابلہ منعقد کر رہا ہے ، طلبہ سے گذارش ہے کہ اس مفید پروگرام میں حصہ لے کر اپنے علمی ، ذوق کا ثبوت فراہم کریں ۔ ذمہ داران مدارس سے عرض ہے کہ طلبہ کو اس مسابقہ میں حصہ لینے پر آمادہ کرتے ہوئے ان کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی کریں ۔

موضوعات :

اسلام اور ہندو مت ایک تقابلی مطالعہ

اسلامی ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کا اپنی غیر مسلم رعایا کیساتھ سلوک ۔

مسلمان اور سائنس ایک جائزہ ۔

ہدایات :

مقالہ کی زبان عربی ، ہندی یا اردو ہونی چاہیئے

مقالہ ۲۵ یا زائد فل اسکیپ صفحات پر مشتمل ہو ۔

مقالہ میں وارد آیات واحادیث وآثار واقوال کی علمی تخریج ضروری ہے ۔

ماخذ ومصادر کی علمی فہرست ۔

مقالہ موصول ہونے کی آخری تاریخ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۱۷ھ / مطابق ۱۲ ستمبر ۹۶ء ہے

انعامات : اوّل : ــــ ۶۰۰ روپئے ، دوم : ــــ ۵۰۰ روپئے ، سوم : ــــ ۲۰۰ روپئے ۔

چہارم : ــــ ۱۵۰ روپئے پنجم : ــــ ۱۰۰ روپئے ۔

ان کے بعد کے دس شرکاء میں سے ہر ایک کو حوصلہ افزائی کے طور پر ایک مناسب ہدیہ دیا جائیگا

زیر اہتمام : اسلامک سینٹر ، ڈومریا گنج ، سدھارتھ نگر ، یوپی

المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم

موضع گلہریا پوسٹ بدلپور گونڈہ یوپی

کی

ایک مخلصانہ اپیل

برادران اسلام! مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے، جہاں درجات پرائمری کے ساتھ ساتھ عربی درس نظامیہ جماعت خامسہ تک کی تعلیم کا معقول انتظام ہے۔

اور فی الحال تقریباً چار سو طلبہ زیر تعلیم ہیں جس میں سے ۷۵ بیرونی طلباء اور ۸ اساتذہ کرام کے قیام و طعام کا مدرسہ از خود کفیل ہے۔

علاوہ ازیں مدرسہ ہٰذا کی وہ زیر تعمیر مسجد جس کا سنگ بنیاد آج سے ۴ سال قبل ہی اکابرین علمائے جماعت کے مقدس ہاتھوں سے پڑا تھا! اسکے اخراجات اس پر مستزاد ہیں۔

بحمد اللہ تاہنوز اس کی دیواریں ۱۱ فٹ کی بلندی تک پہونچ کر فدایان دین اسلام اور جاں نثاران محمدؐ کو دعوت نظارہ دینے کے ساتھ ہی ساتھ دوبارہ دست تعاون دراز کرنے پر بھی مجبور کر رہی ہیں۔

لہٰذا ہم جملہ مخیرین سے عموماً اور احباب جماعت سے خصوصاً پُر زور اپیل کرتے ہیں کہ مدرسہ ہٰذا اور اس کی زیر تعمیر مسجد کے سلسلے میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں۔

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض:- محمد عمر سلفی۔ خادم مدرسہ ہٰذا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۰

شمارہ نمبر ۷

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ اہل الہند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

جولائی ۱۹۹۳ء   محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی   معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون		پاکستان و بنگلہ دیش سے	
سالانہ:-	چالیس روپے	سالانہ:-	ایک سو روپے
خصوصی:-	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری:-	دو ہزار روپے
لائف ممبری:-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے	۲۰؍ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۴/۱۱۶ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ نوائے اسلام ۱۱۱۴ راے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی نمبر ۶ سے شائع کیا۔

نقش آغاز

مدیر

کشمیر کا خیال آتے ہی دل بھر جاتا ہے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے کسے معلوم نہیں ہے مگر ایسا لگتا ہے جیسے کشمیر میں مرنے والے انسان ہی نہیں ہیں ـــــــ آج موجودہ کشمیر کے کسی سین کا پردہ اٹھا کر دیکھیں تو اندازہ ہوگا کہ جنت نظیر کشمیر کس قدر جہنم بن گیا ہے۔ جو کشمیر ہندوستان کا قابل افتخار سرمایہ تھا وہ لٹ چکا ہے۔ کشمیر کے دلکش اور حسین مناظر اپنی ویرانیوں پر ماتم کرتے ہیں یہاں چشموں اور جھرنوں کے نغموں کی جگہ صدائے احتجاج بلند ہو رہے ہیں کشمیر جس کا نام لینے سے زبان کو لذت ملتی تھی اور اس کے ذکر سے دل کو کیف و سرور ملتا تھا۔ اب اس کی بات کرتے ہی لہو کی بو آنے لگتی ہے ۔ آج وادی کشمیر کا ذرہ ذرہ ہمارے لئے باعث شرم اور ذلت و رسوائی کا سامان بنا ہوا ہے۔ کشمیر میں تقریباً چار سال سے انسانیت کی پامالی ہو رہی ہے خونچکاں مناظر ہر سو بکھرے پڑے ہیں، قتل و خونریزی کا بازار گرم ہے، ظلم تشدد کے ساتھ عصمت دری کے حیا سوز اور شرمناک حادثات برابر رونما ہو رہے ہیں ان واقعات نے اپنے اور پرائے سب کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ مظلوموں کی آوازیں، آہیں و صدائیں ایوان حکومت سے بھی ٹکراتی ہیں مگر

ع کون سنتا ہے فغان درویش قہر درویش ......

جن لوگوں نے کشمیر میں آگ لگائی ہے وہاں کے لوگوں کا عرصہ حیات تنگ کیا ہے پرسکون وادی کو میدان کارزار میں ڈھکیل دیا ہے۔ اور اسے قتل و خونریزی کا آماجگاہ بنا دیا ہے وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہیں نہ پشیماں بلکہ وہ اس کو اپنی جرأت وہمت اور شجاعت و بہادری سمجھتے ہیں اور اس کا صلہ حاصل کرکے راجیہ سبھا کی کرسی پر براجمان ہیں

وادی کشمیر میں گولیوں سے مرنے والے شہری بھی ہیں اور فوجی بھی مرنے والے۔ شہری عام طور پر مسلمان ہیں اس لئے اس پر کوئی پچھتاوہ نہیں ہے کیونکہ ہندوستان میں اگر مسلمانوں کے خون سے زمین نہ سینچی جائے تو شاید ہندوستان کی زمین میں نمی نہ آئے لہذا کشمیری مسلمانوں کے خون سے وادی کو سینچا جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

اس سرد گرم جنگ میں ایک طرف مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے تو دوسری طرف ملک کی قیمتی فوج کا بھی بڑے پیمانہ پر جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔ جس کے رد عمل میں فوج کی سنسناتی ہوئی گولیاں کشمیریوں کے جسموں کو چھلنی کر دیتی ہیں ان کا محاصرہ کیا جاتا ہے اور ان کو گھروں میں محصور کر کے زندہ جلا دیا جاتا ہے یا کم از کم محصور کر کے ان کا جینا دوبھر کر دیا جاتا ہے چاہے ان کا تعلق کسی علیحدگی پسند تحریک سے ہو یا نہ ہو یا اس معاملہ میں وہ بالکل غیر جانبدار ہوں۔ بہر حال اس ظلم کی چکی میں سب ہی کو پسنا پڑتا ہے۔

کشمیر میں فوج کا جو مالی و جانی نقصان ہو رہا ہے اس کا صحیح اندازہ تو صرف گورنمنٹ ہی کو ہوگا مگر اس بھاری نقصان پر بھی وہ فوج کے تعلق سے عوامی ہمدردی حاصل نہ کر سکی۔ جبکہ کشمیریوں پر جب کوہ غم ٹوٹتا ہے تو پوری انسانیت چیخ پڑتی ہے عالم اسلام کے جسم کا تار جھنجھنا جاتا ہے اور پوری دنیا بعض الکٹرانک میڈیا کے تعلق سے اس جانکاہ صورت حال سے واقف ہو جاتی ہے۔ یہ سب کچھ حکومت کی احمقانہ پالیسیوں کی وجہ سے ہوتا آرہا ہے اور یہ مسئلہ اتنا سنگین ہوتا جا رہا ہے کہ باہر کی دنیا میں کشمیر کو ہندوستان کا بوسنیا سمجھا جانے لگا ہے اس قسم کے الزام اور دیگر بدنامی و بے عزتی سے بچنے کے لئے ابھی ہماری حکومت ہوش میں نہیں آسکی ہے۔ شاید اس کے پاس اس کے لئے کوئی مثبت لائحہ عمل نہیں ہے۔

ہندوستان میں حکومت کیسے کی جائے، فرقہ وارانہ آگ کو کیسے بجھایا جائے، کشمیر و پنجاب اور بعض دوسرے صوبوں میں امن و امان کیسے قائم کیا جائے علیحدگی پسند عناصر سے کیسے نمٹا جائے؟ اس کا فارمولہ بہر حال حکومت کے پاس نہیں ہے

جبھی تو ہندو انتہا پسند جماعت بی جے پی لیڈر لال کرشن اڈوانی نے اسرائیل کے وزیر خارجہ شمعون پیریز سے ہندوستان میں پھیلے بدنظمی اور بالخصوص کشمیر کے صورت حال سے نمٹنے کا نسخہ طلب کیا تھا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ماضی میں بھی اس طرح کے نسخے اسرائیل سے طلب کئے جاتے رہے ہیں موسیٰ دایان اور دیگر یہودی لیڈروں سے ہندوستانی لیڈروں کی خفیہ ملاقاتیں اس سلسلہ کی اہم ثبوت ہیں اڈوانی کا اسرائیل سے سیاسی مذاکرہ اور مسلم اکثریتی علاقہ میں مسلمانوں کی پسپائی کے لئے نئے نسخے طلب کرنا ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے انتہائی خطرناک چیلنج ہے۔ جس کا جائزہ بہت گہرائی سے لینے کی ضرورت ہے ہندوستان جو اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے پوری دنیا میں منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ آج اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کو خود اعتماد سیاست نہیں مل سکی۔ بلکہ ہمیشہ اس کا انحصار غیر ملکوں کے دیئے ہوئے ادھار دماغ پر رہا ہے، جس کے آگے سوچنے سمجھنے کی نوبت نہیں آسکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج پورا ملک امید و بیم کے ایسے دوراہے پر پہونچ گیا ہے جہاں کھڑا ہونا بھی اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ملک کی سالمیت و بقا کو جو نقصان پہونچ رہا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟۔ ارباب حکومت یا اہل سیاست ؟ ●

معذرت

قارئین کرام اور مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے محسنین حضرات!

ہمیں انتہائی تکلیف کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے کہ ادارہ ماہنامہ نوائے اسلام کی کتابت کا عمدہ معیار برقرار نہیں رکھ سکا اگر ہم اس کا ذمہ دار کاتب کو ٹھہرائیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے ادارہ نے ایک اردو کمپیوٹر پروگرام کا معاملہ کر لیا تھا۔ مگر صد افسوس کی ۴۰ ہزار روپے نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ کا یہ پروگرام خواب بنتا جا رہا ہے۔ اگر ہمارے مخلص قارئین کرام اور مجلس الدعوۃ کے محسنین کی نظر کرم ہو جائے تو یہ مشکل حل ہو سکتی ہے (ادارہ)

حق مسلمان کے مسلمان پہ

فضل اللہ انصاری سلفی

عن ابی ھریرۃ ؓ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: حق المسلم علی المسلم خمس - ردّ السلام، وعیادۃ المریض، واتباع الجنائز، واجابۃ الدعوۃ وتشمیت العاطس (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃ ؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں - ۱ - سلام کا جواب دینا، ۲ - مریض اور بیمار کی عیادت کرنا ۳ - جنازہ کی نماز میں شریک ہونا، ۴ - دعوت قبول کرنا اور، ۵ - چھینکنے والے (کے الحمد اللہ کہنے پر) یرحمک اللہ کہنا -

دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد دنیا کے تمام مسلمان اسلامی رشتۂ اخوت سے منسلک ہو جاتے ہیں جو کل مسلم اخوۃ، کے تحت سب آپس میں بھائی بھائی ہو جاتے اور کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں رہ جاتا - امیر و غریب، شاہ و گدا، عالم و جاہل، شہ زور و کمزور اور خاص و عام برابر ہو جاتے - ایک اللہ، ایک رسول اور ایک قرآن و حرم کو ماننے والے ایک ہی صف میں کھڑے ہو جاتے، کوئی محمود ہوتا اور نہ کوئی ایاز - کوئی بندہ رہ جاتا اور نہ کوئی بندہ نواز - اسلامی رشتہ اخوت ایک ایسا عالمگیر رشتہ ہے جس کی کوئی نظیر اور مثال نہیں - یہ رشتہ سب سے ارفع و اعلیٰ، بلند و بالا، عمیق و وثیق اور گہرا و مضبوط رشتہ ہے - اس اسلامی رشتۂ اخوت سے منسلک ہو جانے کے بعد کہیں کا مسلمان کسی بھی جگہ کے دوسرے مسلمان بھائی کیلئے اجنبی اور انجانا و بیگانہ نہیں رہ جاتا - ساری دوریاں اور سماجی و معاشرتی دشواریاں ختم ہو جاتی ہیں -

اسلامی رشتۂ اخوت کی اہمیت اور قدر و منزلت کے پیش نظر ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چند حقوق عائد ہوتے ہیں - اسلامی تعلیم و ہدایت کی روشنی میں جن کو ادا کرنا پڑتا ہے، وہ حقوق بظاہر بہت معمولی ہوتے لیکن شریعت کی نظر میں وہ غیر معمولی اور نہایت ہی اہم ہوتے - ان حقوق کی طرف اللہ کے رسول نے مذکورہ حدیث میں اشارہ

کیا ہے اور ان کو ادا کرنے کی تعلیم دی ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے سلام کا جواب دے ۔ ایک دوسرے سے سلام کرنا ویسے ہی اسلام کی موکد تعلیم ہے۔ "افشوا السلام" (سلام پھیلاؤ) "ویسلمہ اذا لقیہ" (ملاقات جب ہو تو وہ اپنے بھائی مسلمان سے سلام کرے) وغیرہ جیسے الفاظ سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے سلام کرنے کی کتنی تاکید ہے ۔ اقدام کرتے ہوئے اگر کوئی مسلمان کسی پر سلام کرے تو یہ بہت بڑی بات ہے اور اس کا ایک مقام ہے مگر اس کے سلام کا جواب دیا جائے، یہ اس کا اسلامی حق ہے ۔ ظاہر بات ہے کہ یہ حق دوسرے مسلمان پر عائد ہوتا ہے کہ وہ سلام کرنے والے مسلمان بھائی کا کھلے دل سے جواب دے خواہ وہ کوئی ہو۔ کیوں کہ اس طرح سے آپسی میل ومحبت اور پیار والفت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مریض اور بیمار مسلمان بھائی کی عیادت کرنا، اس سے استمزاج کرنا اور اس کی حالت جاننا اسی طرح ایک اسلامی حق ہے ۔ جس کی تاکید کرتے ہوئے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ "عودوا المریض" مریض کی عیادت کرو ۔ عیادتِ مریض کی اہمیت وفضیلت واضح کرتے ہوئے اللہ کے رسولؐ حضرت ثوبانؓ سے مروی ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ "جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ جنت کے باغ میں پھل پھول چن رہا ہوتا ہے" (مسلم) اخروی اجر وثواب کے علاوہ مریض کے دل میں عیادت کرنے والے کی اہمیت اور قدر ومنزلت بڑھ جاتی ہے ۔ اس کو وہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس حق کی ادائیگی پر نہ کہ صرف وہ خوش ہوتا، بلکہ نفسیاتی طور پر بسا اوقات وہ اپنے مرض میں کمی محسوس کرتا ہے۔

حدیث شریف کے اندر تیسرا حق "اتباع الجنازۃ" (جنازے کے پیچھے چلنا، یہاں تک میت کی تدفین کر دی جائے) کو قرار دیا گیا ہے ۔ اس حق کی بھی اپنی جگہ ایک اہمیت ہے اور اللہ کے رسولؐ نے دوسری احادیث کے اندر اس کی تاکید کی ہے ۔ ایک حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں کہ "یشھدہ اذا مات" یعنی، جب کوئی مسلمان وفات پا جائے تو دوسرا اس کے جنازے میں شریک ہو۔

زندگی میں زندگی کے متعلق بہت سارے حقوق ہوتے ہیں، جن کی ادائیگی ایک مسلمان سے مکمل ہو سکتی ہے اور ناقص بھی، اس معاملے میں ایک مسلمان چوک جائے اور اس سے غلطی سرزد ہو یہ ممکن ہے، مگر اس کی موت کے بعد کم از کم ایمانی حسن اتنا ضرور موجود ہو کہ اس کے جنازے میں شریک ہو اور اس کیلئے دعا و استغفار کرے اللہ کے رسول ؐ فرماتے ہیں کہ "استغفروا لاخیکم" یعنی، دفنانے کے بعد اپنے بھائی کیلئے استغفار کرو اور اس کے لئے دعائیں کرو — دعوت دی گئی ہے تو اسے قبول کرنا اور بلایا گیا ہے تو حاضر ہونا ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا حق ہے۔ جس طرح بغیر دعوت کے کہیں پہنچ جانا ایک اخلاقی جرم ہے اسی طرح دعوت دیئے جانے کے باوجود دعوت کو رد کر دینا اور بلانے پر نہیں پہنچنا نہ کہ صرف ایک شرعی و اخلاقی جرم ہے بلکہ ایک مسلمان کا حق مارنا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ؐ نے تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ "اذا دعی احدکم الی الطعام فلیجب" جب کوئی "کھانا" کیلئے بلایا جائے تو چاہیئے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرے، اس حق کی ادائیگی سے آپس کی دوری ختم ہوتی ہے ایک دوسرے سے قریب ہوتا ہے اور اسلامی رشتہ اخوت میں مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔

حدیث شریف کے اندر پانچواں حق یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان چھینکے تو اس کے الحمد اللہ کے جواب میں دوسرا مسلمان "یرحمك الله" کہے۔ بظاہر یہ بہت معمولی سی بات نظر آتی ہے، لیکن شریعت اسے بھی ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا حق قرار دیتی ہے۔ چھینکنا ایک اتفاقی واقعہ ہوتا ہے تنہا بھی کوئی چھینک سکتا ہے، کسی کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اور کسی محفل و جماعت میں بیٹھے ہوئے بھی اتفاق سے اگر کوئی مجلس میں چھینکتا ہے تو سب کے لئے ضروری نہیں کہ وہ جواب میں یرحمک اللہ کہے، اگرچہ علماء کی ایک جماعت نے مذکورہ حدیث میں "تشمیت" کو فرض عین قرار دیا ہے جب کہ علماء کی ہی ایک جماعت نے فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ سب کی طرف سے ایک کا جواب دینا کافی ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسے راجح قرار دیا ہے۔ فتح الباری ج۱۰ باب تشمیت العاطس اذا حمد اللہ، ص۶۰۳۔ بہر حال اسے بھی اسلام نے مسلمان کا دوسرے مسلمان پر ایک حق قرار دیا ہے کہ چھینکتے وقت الحمد اللہ کے جواب میں یرحمک اللہ کہا جائے۔

(بقیہ صفحہ ۱۴۱ پر)

بنی اسرائیل عروج وزوال اور انعام وعذاب نیز عارضی اقتدار کا جائزہ

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری رکن رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ
ناظم اعلیٰ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال

۷۔ ساتویں سرکشی
من وسلویٰ کی جگہ پر سبزی، کھیرا و ککڑی کے طالب ہوئے۔

جب اس قوم نے اللہ تعالیٰ سے سبزی، ترکاری، ساگ کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ارض مقدسہ میں داخل ہو جاؤ وہاں تمھیں سب کچھ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میں تواضع و خاکساری کے ساتھ جھکے اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونے کا حکم دیا تو اس قوم نے اللہ کے اس حکم کا مذاق کیا اور "حبۃ فی شعرۃ" کہتے ہوئے اپنی سرینوں پر زور دیکر متکبرانہ شان سے اکڑتی ہوئی داخل ہوئی۔ (قصص القرآن ج ۱ ص ۱۳۶)

۸۔ آٹھویں سرکشی و سرتابی یہ کی کہ اللہ کو اعلانیہ دیکھنے کا مطالبہ کیا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چالیس آدمیوں کو لیکر گئے تو اللہ تعالیٰ نے تورات کی تختیاں عطا کیں تو وہاں بھی ان لوگوں نے بدتمیزی ولعنت کا کام کیا اور کہا کہ محض آپ کے کہنے سے ہم نہیں مانیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو ہم کھلم کھلا دیکھ نہیں لیں گے۔ اس باغیانہ اور طاغیانہ سوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر صاعقہ کا عذاب بھیجا وہ سب کے سب وہیں ختم ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پھر انھیں دوبارہ زندہ کر دیا۔

۹۔ نویں سرکشی۔ اللہ کو فقیر سمجھنا اور خود کو غنی سمجھنا۔
انھیں یہودیوں نے اللہ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقیر

ہے۔ اور ہم مالدار ہیں۔ اس لئے وہ ہم سے صدقہ و خیرات اور قرض مانگتا ہے۔ پھر مزید گستاخی کرتے ہوئے انھوں نے اللہ تعالیٰ کو بخیل و کنجوس کہا۔

انھیں تمام بدمعاشیوں اور شرارتوں کی وجہ سے وہ ملعون و مغضوب قرار پائے یہودیوں کا قول خدا نے اس طرح نقل فرمایا ہے، وقالت الیھود ید اللہ مغلولۃ۔ غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء (مائدہ۔۶۴) یعنی یہودی کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ تنگ ہے انھیں کے ہاتھ تنگ ہوں اور ان کی بکواس بکنے سے ان پر پھٹکار پڑے۔ بلکہ دونوں ہاتھ اس کے کھلے ہیں جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے، قل ھل انبئکم بشر من ذالک مثوبۃ عند اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل (مائدہ ۶۰)

یعنی اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میں تم کو اس سے بھی برے کو بتلاؤں؟ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب اتارا اور ان میں سے بندر اور بعض کو سور بنایا۔ اور جنھوں نے اللہ کے ماسوا کی عبادت کی یہی لوگ برے درجے والے ہیں اور یہی لوگ سیدھی راہ سے گمراہ ہیں۔

۱۰ دسویں سرکشی: رسالت کے احکام جہاد سے انکار کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے بیت المقدس میں داخل ہونے کا اور قوم عمالقہ سے جہاد کرنے کا حکم دیا تو یہاں بھی ان لوگوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کرتے ہوئے جنگ نہ کرنے کا جواب دیا اور کہا: إنا فیھا قوما جبارین لن ندخلھا حتی یخرجوا منھا فانا داخلون۔ (مائدہ ۲۲)

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے، قالوا یاموسیٰ لن ندخلھا ابدا ما داموا فیھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔ (مائدہ۔۲۴)

یعنی اس میں ایک سرکش قوم ہے جب تک وہ اس میں سے نکل نہیں جائے گی

ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے، جب وہ نکل جائیں گے تب ہم وہاں جائیں گے تم اور تمہارا رب لڑنے کو جائے ہم یہاں بیٹھے رہیں گے۔

ان آیات کی حفیظ جالندھری نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؂

کہا تھا اس نے اے موسیٰ ہمیں آرام کرنے دے × جہاں کی نعمتیں ملتی ہیں ان سے پیٹ بھرنے دے
خدا کو ساتھ لے جا اور باطل سے لڑائی کر × ہمارے واسطے خود جا کے قسمت آزمائی کر

11 گیارھویں سرکشی - آیات الٰہیہ کا انکار اور انبیاء کا قتل اور عہد و پیمان کا توڑنا تھا۔

غرض یہ کہ یہ قوم انتہائی سرکشی و نافرمانی پر آمادہ تھی اسی وجہ سے خدا کا غیظ و غضب بھڑکا اور ان کی قسمت میں ذلت و مسکنت کو مقدر کر دیا اور خدا کا یہ ازلی فیصلہ ان کے حق میں نافذ ہو کر رہا وضربت علیهم الذلة والمسكنة وباؤا بغضب من الله ذالك بانهم كانوا يكفرون بايات الله ويقتلون النبيين بغير الحق ذالك بما عصوا وكانوا يعتدون - البقرة:61

اور ان پر ذلت و محتاجی مسلط کر دی گئی اور انہوں نے غضب اپنے اوپر لیا یہ اس ہمیشہ اللہ کی نشانیاں جھٹلاتے رہے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ اس وجہ سے تھا کہ وہ پہلے ہی سے نافرمانی اور سرکشی کرتے کیا کرتے تھے۔

سورہ نساء میں ارشاد ہے

فبما نقضهم ميثاقهم وكفرهم بايات الله وقتلهم الانبياء بغير حق (النساء: 155)

یعنی ان کا جرم عہد و پیمان کو توڑنا اور آیت الٰہی کا انکار کرنا اور انبیاء کا ناحق قتل کرنا بھی ہے۔

کفر و عصیان، تمرد و سرکشی، ہلاکت و بربادی کا موجب ہے پہلے بھی یہ خدائی دستور رہا اور آج بھی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے درمیان سے تھوڑی اور باتیں بطور تذکرہ عرض کی جا رہی ہیں وہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شمار اولوالعزم انبیاء کرام میں ہوتا ہے وہ خدا کے بڑے برگزیدہ نبی تھے ان کی فضیلت و منزلت پر قرآن کریم کی بہت سی آیات مشتمل ہیں اور بنو اسرائیل کی سرکشی اور عدوان کا سبب ان کی صدیوں کی غلامی تھی جیسا کہ کچھ تفصیل سے ذکر آ رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ثنا و منقبت

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے کلام کیا ان کی عظمت اور جلالت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نبوت اور پیغمبری کیلئے ان کو چن لیا۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: اذکر فی الکتاب موسیٰ انہ کان مخلصا وکان رسولا نبیا۔ (سورۃ مریم: ۵۱)
ترجمہ: قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر تحقیق کہ وہ بڑا ہی خالص بندہ اور خدا کا رسول و نبی تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-
قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی (اعراف ۱۴۴)
خدا نے کہا اے موسیٰ میں نے تجھے اپنی رسالت اور ہم کلامی سے سب لوگوں پر برگزیدہ کیا۔

تیسری جگہ ارشاد باری ہے:-
واصطنعتک لنفسی اذھب انت واخوک بایاتی ولاتنیا فی ذکری (طہٰ ۔ ۴۱، ۴۲)
اور میں نے تم کو ممتاز کیا تو اور تیرا بھائی میرے نشانیوں کے ساتھ جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

چوتھی جگہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا: سلٰم علی موسیٰ وھارون انا کذالک نجزی المحسنین ۰ انھما من عبادنا المومنین (الصافات)
ترجمہ۔ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو اسی طرح ہم نیکو کاروں کو بدلہ دیا کرتے ہیں کچھ شک نہیں کہ یہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

بنی اسرائیل کی تلون مزاجی اور ان کے سرکشی کی اجمالی گذشت

اتنا جلیل الشان نبی جس کو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور پیغمبری کے لئے چنا مگر اس کی قوم بنی اسرائیل اپنی تلون مزاجی کے سبب تابع فرمان نہ ہوئی کیوں کہ وہ لوگ صدیوں

سے فرعون اور غلامی کے دور میں رذیل سے رذیل کام کیا کرتے تھے، سڑکوں پر جھاڑو وغیرہ لگانے کا کام لیا جاتا تھا اور گندگی کی صفائی اور مہتروں کا کام کرایا جاتا تھا، غلامی ایک ایسا بدترین عیب ہے کہ جو انسان کے اندر ناپاک اور ذلیل ورذیل خصلتیں پیدا کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل وکرم اور احسان وعنایات کے باوجود ان کی سرکشی اور تلون مزاجی وبغاوت رہ رہ کر پیدا ہوتی رہی آخر کار خدا کے غضب میں گرفتار ہو گئی۔

ان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور موسیٰ علیہ السلام کے ہدایات کا کوئی خاص اثر نہیں ہوا اس قوم کی عام بدبختی کے باوجود اس کے تھوڑے سے افراد خدا کے ہدایت اور رہنمائی کا کام ایک عرصہ دراز تک انجام دیا ـــــ بنی اسرائیل کی نسل سے خدا نے اپنی یہ خدمت لی، ہزاروں برس کے بعد نافرمان اور بدنصیب اسرائیلیوں سے نبوّت وحکمت کی نعمت سلب کر کے بنی اسماعیل کے حوالے کر دی گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ ان کے علاوہ فرعون وہامان وقارون کے طرف بھی خاص طور سے بھیجے گئے۔ قارون کو آپ نے نصیحت کی؛ احسن کما احسن اللہ الیک؛ یعنی خلق خدا کے ساتھ احسان کر جیسا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔

اس نے کہا خدا نے میرے ساتھ کیا احسان کیا ہے؟ یہ دولت میرے علم وہنر کا نتیجہ ہے: قال انما اوتیتہ علی علم عندی

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کے جرائم ومختلف سرکشی وبدگمانی کے سبب اس کو زمین میں دھنسا دیا اور کوئی بھی اس کا مددگار نہ بن سکا۔ قران کریم میں ارشاد ہے:

فخسفنا بہ وبدارہ الارض فی کان لہ من فئۃ ینصرونہ من دون اللہ وما کان من المنتصرین (سورقصص: ۸۱) پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین کے تہ میں دھنسا دیا پھر تو خدا کے سوا کوئی جماعت بھی ایسی نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود بدلہ لینے والوں میں سے ہوگا ـــــ تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہدایت کے باوجود قارون کو

ہدایت نصیب نہیں کی اور وہ ضلالت اور اپنے کفر و سرکشی کے انجام تک پہونچ گیا۔
اسی طرح سورۂ مومن میں فرعون کے رہنمائی کا ذکر کیا گیا ہے اور آسمان و زمین کا مالک خدا کو ٹھہرایا گیا ہے۔ فرعون نے آپ کے اس بات کی تکذیب کی اور اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ موسیٰ کا خدا کہاں ہے؟ قرآن نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے وقال فرعون یاھامان ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسباب ن اسباب السموات فاطلع إلی الہ موسیٰ وانی لاظنہ کاذبا۔ (مومن: ۳۶-۳۷)
ترجمہ: فرعون بولا اے ہامان تو میرے لئے ایک بلند مکان بنا تاکہ میں آسمان کے راستے کو طے کر کے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا اور بے شک میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔
اس نے اپنی آنکھوں سے قلعہ پر چڑھ کر اللہ کو دیکھنا چاہا اور موسیٰ علیہ السلام کے رسالت حقہ کو غلط سمجھا اور ان کو جھوٹا قرار دیا اور بداعمالیوں اور مظالم و طغیان کے سبب آخر کار دریائے نیل میں غرق ہو گیا اس کو ہدایت نصیب نہ ہوئی۔ قرآن شریف میں اس کے غرق ہونے کا واقعہ پہلے مفصل گذر چکا ہے۔
یہ آپ کے تعلیم و تبلیغ و حکیمانہ تزکیہ و تربیت میں کوئی کمی نہیں تھی لیکن قارون اور فرعون کی بدنیتی و خباثت نفس سے ان کی کثافت طبعی دور نہ ہو سکی اور ان کی سرشت بدل نہ سکی۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر اسی حقیقت کو روشن کرتا ہے۔

ع۔ باراں کی در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور ہ بوم خس

(بقیہ صفحہ ۸ کا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی رشتۂ اخوت سب سے ارفع و اعلیٰ اور عمیق و وثیق رشتہ ہے، مگر اس رشتہ کا تقاضا یہ ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی ہو جو ایک مسلمان پر دوسرے کیلئے عائد ہوتے ہیں۔ تاکہ اس کے اندر مزید استواری و پائیداری آئے، اجتماعی زندگی کا اسلامی ادب و سلیقہ پیدا ہو اور آپس میں پیار و محبت کے ساتھ رہنے کا طریقہ جانیں۔

سیاسی معاہدے اور ایفائے عہد

واقعات کے تناظر میں

عتیق الرحمان رحیم آبادی

اسلام میں عہد و پیمان کی بڑی اہمیت ہے ۔قرآن مجید میں ہے اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔تم لوگ اپنے عہد کو پورا کرو۔کیونکہ قیامت کے دن جب کہ کوئی کسی کا پرسان حال نہیں ہوگا اللہ بزرگ و برتر تم سے اس عہد کے متعلق سوال کریگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایفائے عہد کی تلقین کیا کرتے تھے ۔عبداللہ بن عامر کہتے ہیں جب میں چھوٹا تھا میری والدہ نے کھجور دینے کے لئے مجھے بلایا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما تھے ۔فرمایا کیا تم نے کھجور دینے کا قصد کیا ہے یا محض دھوکہ ہے کہتی ہیں ایسی کوئی بات نہیں بلکہ کھجور ہی کے لئے اسکو بلایا ہے ۔تو آپ نے فرمایا اگر تم نہیں دیتی تو جھوٹوں میں تمہارا نام لکھا جاتا اسلام کے اسی زریں قول کو ہمارے سلف نے اپنایا خواہ امور خانہ ہو یا میدان جنگ یا آپسی تعلقات جس کی وجہ سے دشمن بھی انکے گرویدہ ہوگئے ذیل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ کریں ۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر نوشتہ صلح ابھی لکھا ہی جارہا تھا کہ سہیل کے بیٹے ابو جندل اپنی بیڑیاں گھسیٹتے آپہونچے وہ زیریں مکہ سے نکل کر آئے تھے ۔سہیل نے کہا یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے معاملہ کرتا ہوں کہ آپ اسے واپس کردیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تو ہم نے نوشتہ مکمل نہیں کیا ہے اس نے کہا تب میں آپ سے کسی بات پر صلح کا کوئی معاملہ نہیں کرونگا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تم اس کو میری خاطر چھوڑدو ۔اس نے کہا میں آپ کی خاطر بھی نہیں چھوڑ سکتا آپ نے کہا ۔نہیں نہیں اتنا تو کر ہی دو اس نے کہا نہیں میں نہیں کرسکتا پھر سہیل نے ابو جندل کے چہرے پر چانٹا رسید کیا اور مشرکین کی طرف واپس کرنے کے لئے ان کا گریبان پکڑکر گھسیٹا ابو جندل زور سے چیخ کر بولے ۔مسلمانو ـــــ کیا

ہیں مشرکین کی طرف واپس کیا جاؤں گا کہ وہ میرے دین کے متعلق فتنے میں ڈالیں اس وقت شدت غم سے مسلمانوں کا دل پھٹا جا رہا تھا۔ اور اس ذلت آمیز شرائط کو ماننے پر مسلمان چیں بجبیں ہو رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ صبر کرو اور اسے باعث ثواب سمجھو۔ اللہ تمہارے اور تمہارے ساتھ جو کمزور مسلمان ہیں ان سب کے لئے کشادگی اور پناہ کی جگہ بنائے ـــــــ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہمکو اس پر اللہ کا عہد دے رکھا ہے اس لئے ہم بدعہدی نہیں کر سکتے"۔

مسیلمہ کذاب جب نبوت کا مدعی بن بیٹھا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر روانہ کیا نہایت ہولناک جنگ پیش آئی مسیلمہ کذاب کی فوج شکست خوردہ ہو کر بھاگی اور اپنے قلعوں میں پناہ گزیں ہوئی بالآخر مسیلمہ کذاب کا قائم مقام مجاعہ بن مرارہ نے حضرت خالد کے پاس آکر مصالحت کی۔ صلح اس بات پر قرار پائی کہ وہ لوگ قتل نہ کئے جائیں۔ اور ان کے ہتھیار مسلمان آپس میں تقسیم کر لیں

حضرت ابوبکر صدیق نے خالد بن ولیدؓ کے نام ہدایت نامہ لکھا کہ بنی حنیفہ کے قاتلین قتل کر دیے جائیں لیکن چونکہ صلح ہو گئی تھی اس لئے بدعہدی نہیں کر سکتے تھے لہذا ایفائے عہد کی خاطر انہوں نے اپنے ہی شرط کو باقی رکھا۔

حضرت عمرؓ مسند خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ کی بیعت خلافت کے لئے تمام اطراف واکناف سے بے شمار آدمی آئے تھے اور تین دن تک ان کا تانتا بندھا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور مجمع عام میں جہاد کے موضوع پر خطبہ دیا۔ عربوں پر چونکہ زمانہ قدیم سے ایرانیوں کا رعب چھایا ہوا تھا اس لئے ان کے مقابلے میں جانے سے ڈرتے تھے مثنیٰ شیبانی نے اٹھ کر کہا کہ مسلمانو! ـــــــ میں نے مجوسیوں کو آزما لیا ہے وہ مردِ میداں نہیں ہیں عراق کے بڑے بڑے اضلاع ہم نے فتح کر لیا ہے اور عجم ہمارا لوہا مان لیا ہے سب سے پہلے ابوعبیدہؓ ثقفی نے کہا کہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کے بعد بہت

سے لوگ تیار ہوئے حضرت عمرؓ نے ابوعبیدہؓ ہی کو سردار مقرر کیا رستم نے پہلی تدبیر یہ کی کہ اضلاع عراق میں ہر طرف نقیب دوڑا دیئے جنہوں نے مذہبی حمیت کا جوش دلا کر تمام ممالک میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پھیلا دی چنانچہ اسلامی لشکر پہونچنے سے پہلے فرات کے تمام اضلاع میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔

رستم کی اعانت کے لئے ایک اور فوج گراں تیار کی گئی اور نرسی و جاپان کو سپہ سالار مقرر کیا گیا جاپان غارق پہونچکر خیمہ زن ہوا ابوعبیدہؓ نے اس اثنا میں فوج کو سروسامان سے آراستہ کر لیا اور پیش قدمی کر کے خود حملے کے لئے آگے بڑھے۔

دریں اثنا سپہ سالار جاپان کو قبیلہ ربیعہ کے ایک معمولی عرب نے جو اس کو پہچانتا بھی نہ تھا گرفتار کر لیا جاپان اس سے کہا میں بڈھا ہوں تمہارے کس کام آؤں گا اگر تم مجھکو امان دیدو تو میں تمکو دو جوان غلام دونگا اس نے امان دیدی لوگوں نے جب اسکو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہی سپہ سالار فوج ہے پکڑ کر ابوعبیدہؓ کے پاس لے گئے اور کہا کہ اس نے فریب دیکر امان لی ہے ایسے دشمن کو ہم نہیں چھوڑ سکتے تھے ابوعبیدہؓ نے کہا جب ایک مسلمان امان دے چکا ہے تو اب بدعہدی کسی صورت سے جائز نہیں اس کے بعد اس کو اسکے منزل تک پہونچا دیا گیا۔

رجب ۱۴ھ میں خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ کیا کئی دنوں تک محاصرہ بدستور جاری رہا دریں اثنا ایک واقعہ پیش آیا جو مسلمانوں کے حق میں تائید غیبی کا کام دے گیا یعنی بطریق دمشق کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا جس کے جشن میں تمام اہل شہر جمع ہوئے حضرت خالدؓ رات کو سوتے کم تھے اور محصورین کی ذرا ذرا سی بات کی خبر رکھتے تھے اس سے عمدہ موقع کہاں ہاتھ آسکتا تھا۔ اسی وقت اٹھے اور چند جہاد افسروں کو ساتھ لیا شہر پناہ کی خندق کو مشکوں کے ذریعہ عبور کیا اور رسی کا زینہ بنا کر فصیل پر چڑھ گئے پھر اپنے ساتھیوں کو بھی چڑھا لیا سب سے پہلے دربانوں کو تہہ تیغ کیا پھر قفل توڑ کر دروازہ کھول دیئے دروازہ کھولتے ہی فوج سیلاب کی طرح اندر گھس گئی اور پہرہ کی فوج کو تہہ تیغ کیا۔ عیسائیوں نے یہ رنگ دیکھ کر شہر پناہ کے

دروازے خود کھول دیئے اور جا کر حضرت ابوعبیدہؓ سے صلح کر لی حضرت ابوعبیدہ اور حضرت خالدؓ کا سامنا ہوا تو انکو معلوم ہوا کہ حضرت خالدؓ نے جنگ کر کے فتح کیا تھا لیکن چونکہ حضرت ابوعبیدہ نے صلح منظور کر لی تھی اس لئے بدعہدی کے بجائے مفتوح حصے میں بھی صلح کی شرطیں تسلیم کی گئیں۔ یعنی نہ غنیمت کی اجازت دی گئی نہ کسی کو لونڈی یا غلام بنایا گیا ——— مقام خوزستان میں مسلمانوں کا مقابلہ یزدگرد کے لشکر جرار سے ہوا لشکر پسپا ہو کر پیچھے ہٹ گیا اس کا سپہ سالار ہرمزان نے بھاگ کر قلعے میں پناہ لی مسلمان قلعے کے نیچے پہونچے تو اس نے برج پر چڑھ کر کہا میرے ترکش میں اب بھی سو تیر ہیں اور جب تک اتنی لاشیں یہاں نہ بچھ جائیں میں گرفتار نہیں ہو سکتا تاہم اس شرط پر اتر آتا ہوں کہ تو مجھکو مدینہ پہونچا دو اور جو کچھ فیصلہ ہو عمرؓ کے ہاتھ سے ہو ہرمزان بڑی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوا مدینہ میں داخل ہوا اور لوگوں سے پوچھا کہ امیر المومنین کہاں ہیں؟ وہ سمجھتا تھا کہ جس رعب و دبدبہ نے تمام دنیا میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس کا دربار بھی بڑے سرو سامان کا ہوگا حضرت عمرؓ اس وقت مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور فرش خاک پر لیٹے ہوئے تھے ۔ حضرت عمرؓ نے ہرمزان سے ترجمان کے توسط سے گفتگو شروع کی ۔ حضرت عمرؓ نے کہا ——— تم نے اپنی بے وفائیوں اور بدعہدیوں کا مزہ چکھا؟ ہرمزان نے کہا ——— اے عمرؓ جاہلیت میں نہ خدا تمہارے ساتھ تھا اور نہ ہمارے ساتھ ہم ہمیشہ تم پر غالب رہے اب اس نے تمہارا ساتھ دیا اس لئے تم غالب آگئے ۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم یہ بتاؤ کہ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے کہ بار بار معاہدہ کر کے ان کو توڑتے رہے جواب دینے سے قبل اس نے پانی کا مطالبہ کیا جب پیالہ دیا گیا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا اس نے کہا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کر دیا جاؤں حضرت عمرؓ ——— نے فرمایا جب تک اس پانی کو تم نہیں پی لوگے قتل نہیں کئے جاؤ گے یہ سن کر اس نے پانی کو پھینک دیا اور کہا مجھے پانی کی کوئی ضرورت نہیں تھی میں تو امان لینا چاہتا تھا حضرت عمرؓ نے

بقیہ ص۲۲ پر

پہلی قسط مئی کے شمارہ میں شائع ہوئی تھی۔

دور رسالت کے معرکے

قسط نمبر ۲

مولانا عزیز الحق عمری۔ ایم۔ اے علیگ ______

رازداری

اپنے منصوبوں اور تیاریوں کو دشمن سے پوشیدہ رکھنا معرکۂ نبوی کا اہم ترین حصہ تھا۔ اور توریہ اسی رازداری کے زمرے میں آتا ہے۔

دشمن کو اپنے ارادوں اور منصوبوں کو جاننے کا موقع دینا اپنی شکست کو دعوت دینا ہے، اور ایسے رازوں کو ظاہر کرنا یا دشمن تک پہنچانا نفاق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جب آپ مکہ پر حملے کی تیاریاں کر رہے تھے مکہ سے ایک جاسوس عورت مدینہ میں آئی اور حاطب بن ابو بلتعہ نے اسے قریش کے سرداروں سہیل بن عمر، صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل کے نام ایک خط لکھ کر دیا جس میں آپ کے حملے کی تیاریوں کا راز فاش کر دیا۔ اور اسے ہوشیار کر دیا کہ عام راستے سے سفر نہ کرنا لیکن وہ عورت جیسے مدینہ سے باہر ہوئی جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کی۔ اور آپؐ نے اسی وقت حضرت علی اور زبیر بن عوام کو روانہ کیا۔ اور ہدایت فرمائی کہ اس عورت سے خط حاصل کر کے اسے چھوڑ دینا۔ دونوں نے اسے جا لیا اور بڑے لیت و لعل کے بعد اس نے حاطب کا خط ان کے سپرد کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب سے سخت باز پرس کی۔ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے رسول! اجازت ہو تو اس منافق کا سر تن سے جدا کر دوں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانے دو یہ معرکۂ بدر میں شریک تھے اور عمرؓ شاید تم نہیں جانتے کہ اللہ نے اہل بدر کو معاف فرما دیا ہے۔

اس واقعہ پر سورۂ ممتحنہ کی آیات نازل ہوئیں۔ جس میں کافروں کو اپنا خفیہ راز بتانے پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

وان یثقفوکم یکونوا لکم اعداء ویبسطوا الیکم السنتھم وایدیھم بالسوء وودوا لو تکفرون۔

یعنی اگر وہ (کافر) تم پر غالب ہو جائیں تو تمھارے دشمن بن جائیں گے اور برائی کے ساتھ تمھاری طرف زبان اور ہاتھ بڑھائیں گے اور تم سے یہ چاہیں گے کہ تم کافر ہو جاؤ۔

محکمۂ خفیہ دشمن کی تیاریوں اور منصوبوں کو جاننے کے لئے اہتمام کرنا معرکۂ نبوی کی اہم سیاست رہی ہے اور آپ نے اس پر سب سے زیادہ توجہ فرمائی چنانچہ جب مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے اور غار ثور میں پناہ لیا تو اہل مکہ کی کاروائیوں اور منصوبوں سے باخبر رہنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ کو جاسوسی کا کام سپرد کیا۔ جو روزانہ رات میں غار ثور تک جاکر مکہ کی پورے دن کی رپورٹ سناتے تھے پھر سویرا ہونے سے پہلے مکہ میں حاضر ہو جاتے تھے تاکہ قریش کو کوئی شک نہ ہو۔

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد آپ کے چچا حضرت عباسؓ مکہ میں قریش کی مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کی خبر آپ کو برابر کرتے تھے۔ قریش کے کاروان تجارت کے آمدورفت کی تمام رپورٹ آپ کو حضرت عباسؓ سے ملا کرتی تھی۔

معرکۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لشکر کی جاسوسی اپنے یار غار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ خود فرمائی اور رات میں جاسوسی کے لئے ایک جماعت کا انتخاب کیا جس میں حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، اور سعدؓ بن وقاص شامل تھے۔

غزوۂ احد میں آپ نے قریش کی جاسوسی کے لئے حباب بن منذر کو روانہ کیا اور یہ تاکید فرمائی کہ اپنی رپورٹ راز میں رکھیں گے۔

غزوۂ خندق میں آپ نے حذیفہ بن یمانؓ کو ایک رات قریش کے لشکر کی جاسوسی کے لئے بھیجا اور انھوں نے بڑی ہوشیاری سے اپنا فریضہ ادا کیا۔ جب قریش کے لشکر میں ابوسفیان کا ایک اہم پیغام سنانے کا اعلان کیا گیا اور ہر شخص کو حکم دیا گیا کہ اپنے

دائیں بائیں دیکھ لے کہ کہیں دشمن کا جاسوس تو نہیں ہے تو حذیفہؓ نے اپنے دائیں اور بائیں کے دو شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا کہ تم کون ہو اور ساسے انھوں نے اپنے بارے میں کسی کو شک کا موقع نہیں دیا۔

غزوۂ خندق کے وقت قریش کی تیاریوں کا علم بھی آپ کو اپنے جاسوس ہی کے ایک خط کے ذریعہ ہوا ہے آپ نے حضرت ابی بن کعب سے پڑھوایا اور انہیں رازداری کی سخت تاکید فرمائی اور آپ نے بھی شوریٰ طلب کر کے ضروری تبادلۂ خیال کیا اور مدینے میں عام لام بندی (ریڈ الرٹ) کا حکم صادر فرمایا اور مدینے کے تمام راستوں کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔

مجلس شوریٰ: ۔ الحاصل جاسوس کو آپ کی معرکہ آرائی کی سیاست میں زبردست اہمیت حاصل رہی اسلام نے مسلمانوں کی یہ شان قرار دی ہے کہ وہ اپنے اہم اور عام امور کا فیصلہ آپس کی رائے سے کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے۔ وامرھم شوریٰ بینھم ۔ لہٰذا آپ منصب نبوت پر سرفراز رہتے ہوئے بھی آپ نے معرکوں اور دوسرے اہم موقعوں کیلئے اہل حل وعقد کی ایک مجلس بنائی جن سے اہم امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور دورِ رسالت میں جو بھی معرکے پیش آئے آپ نے مدبر اور آزمودہ کار صحابہ کرام سے ہر موقع پر مشورہ لیا۔

جب آپ کو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابورسب کے ذریعہ ابوسفیان کے کارواں کی آمد کا علم ہوا تو آپ نے معرکہ بدر کے لیے راہ میں جاتے ہوئے صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور فرمایا کہ یا تو قریش کا کارواں ہاتھ لگ سکتا ہے یا پھر معرکہ آرائی بھی ممکن ہے۔ ایسے ہی بدر میں محاذ کا انتخاب کرنے میں حباب بن منذر کی رائے پر عمل کیا اور اس کی تائید حضرت جبرئیلؑ نے بھی فرمائی۔

غزوۂ احد کے وقت بھی آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ مدینہ میں رہ کر دشمنوں کا سامنا کیا جائے جس میں عورتیں اور بچے بھی چھتوں سے دشمن پر پتھراؤ کر سکتے ہیں یا باہر

نکل کر دشمن کا سامنا کیا جائے اور آپ نے صحابۂ کرام کی کثرت رائے کا لحاظ کرتے ہوئے احد میں دشمن کا سامنا کیا۔

غزوۂ خندق میں آپ نے مدینہ میں رہ کر قریش کا سامنا کرنے کا فیصلہ کیا اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے خندق کھودنے کا حکم دیا۔

الحاصل معرکہ نبوی میں مجلس شوریٰ کو اہمیت حاصل رہی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں مسلمانوں کی ایک مجلس شوریٰ ہونی چاہیئے تاکہ آپس کے رائے مشورے سے کوئی اقدام کیا جائے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ محاذ کا انتخاب معرکوں کے اندر بڑی اہمیت رکھتا ہے اسلیے دشمنوں کا سامنا کرنے سے پہلے اس کا فیصلہ ضروری ہوتا ہے۔

شعار کا استعمال:۔ شعار (کوڈ) کا استعمال اور حالات کے لحاظ سے اس میں ردوبدل کرنا اپنے سپاہیوں کی شناخت کیلیے ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات میں دشمن پر چھاپہ مارنے کی صورت میں کوڈ سے کام لیا۔ چنانچہ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ مہاجرین کا شعار "عبداللہ" اور انصار کا "عبدالرحمٰن" تھا اور سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ ہمارا شعار امت، امت، (مارو، مارو) تھا اور مہلب بن ابو صفرہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رات میں حملہ کرو تو تمہارا شعار "حٰم لا ینصرون" ہونا چاہیئے۔

ان سبھی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رات کے حملوں کی صورت میں ہی پہچان کیلیے مختلف شعائر استعمال کیے گئے۔ اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ دشمن کو اگر ایک بار مسلمانوں کے کوڈ کا علم ہو جائے تو دوبارہ دھوکہ دے

(بقیہ ص ۲۵ پر)

خلیفہ اور خلافت

(ایک مکالمہ)

مرتب: ——— محمد مسیح الدین انصاری شارجہ

ایک نوجوان طالب علم تاریخ اسلامی اور شریعتِ اسلامیہ کے بارے میں ایک عالم دین سے کچھ سوالات کرتا ہے اور وہ اس کے جوابات دیتے ہیں۔ مکالمہ بظاہر دلچسپ ہے۔ آیئے ہم بھی سنیں۔

سؑ: دین کے بنیادی احکام سمجھنے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیئے؟

ج: قرآن اور سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ جب تک انہیں تھامے رہوگے گمراہی سے بچے رہوگے، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت (موطا امام مالک) لیکن چونکہ دین کے یہ دونوں بنیادی ماخذ عربی زبان میں ہیں اس لئے تمہیں عربی زبان سیکھنا پڑے گی۔

سؑ: دینی مباحث میں اکثر و بیشتر دو اصطلاحیں سننے کو ملتی ہیں یعنی۔ خلیفہ اور خلافت، براہ کرم ان کے لغوی معنی اور مفہوم سے آگاہ فرمایئے۔

ج: خلافت۔ عربی کا ایک مصدر ہے۔ یہ خَلَفَ کے مادے سے مشتق ہے خلف کا مفہوم ہے کسی کے بعد یا پیچھے آنا۔ اس لیے خلافت کے معنی ہوتے، کسی کے بعد آنا، اس کی جگہ لینا یا جانشینی کرنا۔ خلیفہ کی تعریف علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس طرح کی ہے: والخلیفة الفعیلة من قولك: خَلَفَ

فلانٌ فلاناً فی ھذا الامر اذا قام مقامہ فیہ بعدہٗ" یعنی خلیفہ فعیلۃ کے وزن پر اسم فاعل ہے اور اس کا اطلاق ایسے موقعوں پر ہوتا ہے، جب ہم کہیں کہ فلاں نے فلاں کی جانشینی (خلافت) کی۔ اگر وہ ....(دوسرا فریق) پہلے فریق کی قائم مقامی کرے۔ یہ خلافت یا جانشینی کسی کی موت یا معزولی کے نتیجہ میں بھی منعقد ہو سکتی ہے۔ اور عارضی یا مستقل طور پر کسی کے غائب ہونے کی صورت میں بھی وقوع پذیر ہو سکتی ہے۔

س ۱۳ : کیا بادشاہ یا حاکم وقت کو بھی "خلیفہ" کہہ سکتے ہیں؟

ج : بے شک، اسلامی تاریخ میں خلفائے راشدین سے لے کر سلطنت عثمانیہ کے حکمرانوں تک سبھی کو خلیفہ کے نام سے یاد کیا گیا۔ حکمرانوں کے لیے اس لفظ کے استعمال کی توجیہ علامہ طبری نے یہ بیان کی: من ذلک قیل للسلطان الاعظم "خلیفۃ" لانہ خلف الذی کان قبلہ فقام بالامر مقامہ (تفسیر جامع البیان بضمن سورۃ البقرۃ آیت ۳۰) یعنی بادشاہ (خود مختار حاکم) کو خلیفہ کہا ہی اس لیے جاتا ہے کہ وہ اپنے پیش رو کی جانشینی (خلافت) کرتا ہے اور اس کی جگہ امر سلطنت سنبھالتا ہے۔

س ۱۴ : کیا قرآن کریم میں ایسی کوئی آیت ہے جس میں صاف صاف سارے انسانوں کو یا ان کے کسی فرد یا گروہ کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بتایا گیا ہو؟

ج : نہیں ایسی کوئی آیت موجود نہیں ہے۔

س ۱۵ : کیا ایسی کوئی صحیح حدیث موجود ہے جس میں کہا گیا ہو کہ سارے انسان یا فلاں انسانی گروہ اللہ تعالیٰ کی خلافت پر فائز ہے؟

ج : نہیں، ایسی کوئی حدیث ذخیرۂ احادیث میں نہیں ہے۔

س ۱۶ : کیا ایسی کوئی قرآنی آیت یا حدیث نبوی موجود ہے جس میں فرمایا گیا ہو کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب یا خلیفہ ہیں؟

ج : نہیں، ایسی کوئی آیت یا حدیث موجود نہیں ہے۔

س ۴ : اللہ تعالیٰ کی نسبت سے نبی کریمؐ کی وہ کیا حیثیت ہے جو قرآن مجید سے ثابت ہے؟

ج : قرآن کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا نائب یا خلیفہ نہیں بلکہ نبی، رسول اور بندہ قرار دیتا ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ آیتیں۔

۱ ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (الفتح ۲۹)

۲ ۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۔ ۱۴۴)

۳ ۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب ۴۰)

۴ ۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (الاحزاب ۴۵، ۴۶)

۵ ۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ (الاسراء ۱)

۶ ۔ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ (الحدید ۔ ۱۰)

۷ ۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ (الاحقاف ۹)

۱ ۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں۔

۲ ۔ اور نہیں ہیں محمدؐ مگر ایک رسولؐ۔ بے شک ان سے پہلے بھی رسل گذرے ہیں۔

۳ ۔ نہیں ہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔

۴ ۔ اے نبیؐ ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کی طرف، اس کے اذن سے، ایک دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

۵ ۔ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی ایک مسجد تک جس کے اطراف کو ہم نے بابرکت بنایا ہے۔

۶ ۔ وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے۔

۷۔ کہدو کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

۔ یہ آیتیں اپنے مضمون اور مفہوم کے اعتبار سے اس قدر واضح ہیں کہ غالباً اس پر مزید کسی تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔

س ۸۔ قرآن کریم کے علاوہ کیا خود نبی کریمؐ کا اپنا بھی کوئی ایسا فرمان موجود ہے جس میں اللہ کے تعلق سے آپ کی حیثیت واضح کی گئی ہو؟

ج : جی ہاں، آپؐ کی ایک بڑی اہم حدیث اس طرح ہے: لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم، فانما انا عبد، فقولوا عبد اللہ ورسولہ (کتاب احادیث الانبیاء مختصر البخاری، ص ۴۲۴) یعنی میرا رتبہ اس طرح نہ بڑھا دینا جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم (عیسیٰؑ) کا بڑھا دیا تھا۔ میں تو بندہ ہوں، پس (میرے لیے) یوں کہا کرو: عبد اللہ ورسولہ یعنی اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

اب بتائیے کہ رسول اللہ تو جوش محبت میں غلو کرنے سے منع فرمائیں اور آپ پھر بھی انہیں خلیفۃ اللہ اور نائب اللہ وغیرہ کہنے پر اصرار کریں۔ تو کہاں رہ گیا احترام سنت اور اکرام رسول؟

س ۹ : کیا خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خود کو خلیفۃ اللہ کہا یا کہلوایا؟

ج : نہ کہا نہ کہلوایا بلکہ اگر کسی نے غلطی سے کہنے کی کوشش بھی کی تو اسے روک دیا ٹوک دیا۔ چنانچہ مسند احمد میں یہ روایت ملتی ہے: عن عبد اللہ بن ابی ملیکۃ قال قیل لابی بکر رضی اللہ عنہ، یا خلیفۃ اللہ فقال بل خلیفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانا راض به (جلد اص ۱۱) یعنی عبد اللہ بن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ کو یا خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارا گیا تو آپ نے فرمایا: بلکہ (یوں کہو) محمدؐ کے خلیفہ اور میں اس پر راضی ہوں۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن ابی ملیکہ ایک ثقہ راوی ہیں اور جن الفاظ

میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شہرت کے درجہ کو پہنچی ہوئی حدیث تھی اور آنے والی صدیوں میں یہ اسی طور پر تسلیم کی جاتی رہی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے (فتاوی کبری ج ۲ ص ۳۵۵ میں) اسے صحیح قرار دے کر اس سے استشہاد کیا ہے۔ علامہ ماوردی نے (الاحکام السلطانیہ ص ۱۸ پر) اور علامہ ناصر الدین البانی نے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص ۱۲۱ میں) اس حدیث کو درست تسلیم کر کے خلافت الٰہیہ کے عدم جواز پر اس سے دلیل پکڑی ہے۔ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں ص ۱۹۱ پر اس حدیث کو تسلیم کیا ہے

س ۱: ۔ کیا صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ) میں ایسی کوئی حدیث موجود ہے جس میں کہا گیا ہو کہ حضرات امامیہ جن بارہ افراد کو ائمہ معصومین کے نام سے یاد کرتے ہیں ان میں سے کوئی ایک یا سب کے سب اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں؟

ج: ۔ قطعی نہیں۔

س: ۔ جو لوگ سارے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خلافت یا نیابت کے منصب پر فائز بتاتے ہیں، بہ الفاظ دیگر وہ یوں کہتے ہیں کہ ابولہب بھی خلیفۃ اللہ ہے اور ابوجہل بھی خلیفۃ اللہ ہے، فرعون بھی، نمرود بھی، قارون بھی۔ ایسا کیوں ہے اور ان کی بات میں کہاں تک صداقت ہے؟

ج: ۔ یہ تو اللہ ہی بہتر جانے کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ جہاں تک سوال ہے صداقت کا تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو ساری انسانیت کے سر کا تاج ہیں یہ دعوی نہیں کرتے کہ میں خلافت و نیابت الٰہیہ کے منصب پر فائز ہوں تو اوروں کا ذکر ہی کیا، خاص طور پر ایسے علانیہ دشمنان خدا کا جن کو قرآن و حدیث میں برملا دائمی عذاب جہنم کی وعید سنائی گئی ہے (جاری)

یورپی خواتین کا قبولِ اسلام

اسباب و محرکات

تحریر: شیخ موسیٰ صالح شرف
ترجمہ: ابو تسامہ نیاز احمد سراجی

خاتون اسلام اور عمل:- اثناء تحقیق محترمہ "رو-بول" مسلمان عورت کی نسبت عمل کے میدان کا جائزہ لیتے ہوئے کہتی ہیں کہ اسلام لانے والی سبھی عورتیں کام سے بالکل الگ نہیں ہو گئی ہیں بلکہ اکثر نے اپنے کام کو جاری رکھا ہے تاکہ اپنی معیشت کا انتظام کر سکیں۔

اور اسی سلسلے میں ایک خاتون کہتی ہیں کہ وہ میرے اوپر واجب ہے کہ میں روزمرہ زندگی کا سامان فراہم کروں اور اپنے پر یوار اور مستقبل کے ذخیرے کے لئے کام کروں اور زیادہ تر میں مسلمانوں کے ساتھ ہی کام کیا کرتی ہوں۔

اور دیگر سرگرمیوں کی نسبت سے یہ بات سامنے آئی کہ جن خواتین کے پاس پڑھنے، لکھنے اور چہل قدمی کرنے کے متعلق دلچسپیاں موجود تھیں تو اسلام کے ساتھ ساتھ ان دلچسپیوں کو بروئے کار لانے میں انکے سامنے کوئی پریشانی نہیں ہے۔

تنگیاں اور دشواریاں:- اسلام کی راہ پر چلنا عملاً کچھ بہت زیادہ آسان نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس راہ میں کچھ دشواریاں اور رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر ایمان صادق ہو تو پھر وہ بے اثر ہو جاتی ہیں اور ان پر بہت جلد قابو پا لیا جاتا ہے۔ وہ دشواریاں جو نومسلم برطانوی خواتین کی راہ میں حائل ہوئیں ان میں سے ایک داخلی و خارجی اختلافات و نزاعات کی دشواری ہے۔ اس لئے کہ غیر اسلامی معاشروں میں جہاں عمل کو درجہ اولیٰ میں رکھا جاتا ہے۔ وہاں پانچ وقت کے نمازوں کی ادائیگی کی قطعاً فرصت نہیں ہوتی ہے۔ اور بعض خواتین نے ان دشواریوں

کو جو انکی راہ میں پیش آئیں ظاہر کیا ہے ان میں سے ایک کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ "غیر مسلموں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی حالت میں یا خود اپنے گھر یا دوستوں اور رشتہ داروں کے گھروں میں نماز کی ادائیگی کے لئے بار بار روپوش ہونے یا بار بار ایسے مقام اور اتنے وقت کے تلاش جس میں اسے ادا کیا جا سکے۔ کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ورنہ بصورت دیگر کھل کر ایسا کرنے میں کبھی کبھی انکے برتاؤ خلاف ہوتے ہیں اور کبھی اس سے نفرت برتنے لگتے ہیں"۔

اور یہاں کام کا بھی کافی دباؤ ہے کام کے اوقات نماز کیلئے کچھ بھی وقت باقی نہیں چھوڑتے اور کھانے پینے کے اوقات تو بالکل ہی ناکافی ہوتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ یہاں وضو کرنے اور نماز پڑھنے کی کوئی خاص مقامات بھی نہیں ہوتے۔

اور بچوں کے سلسلے کی دشواری بھی کم پریشان کن نہیں جب مسلمانوں کے بچے "غیر مسلم بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں تو کبھی کبھی یہ چیز ان کے لئے سخت پریشانی اور مصیبت کا سبب بن جایا کرتی ہیں۔

لیکن پھر بھی راسخ ایمان اور محکم عزائم یقیناً حالات کو بدل دیتے ہیں ضرور معاملات آسان ہو جائینگے اور دشواریاں ختم ہو جائنگی۔

اور کچھ خواتین ایسی بھی ہیں جو اپنے کام کے اوقات میں رد و بدل کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں تو اس طرح انہیں نماز ادا کرنے کی فرصت مل جایا کرتی ہے۔

نماز کا اثر:۔ اور جب محترمہ "ھ۔ بول" نے ان نو مسلم خواتین سے نماز سے پیدا ہونے والے اثرات و نتائج کے متعلق انکے تاثرات کو جاننا چاہا تو انہوں نے بتایا کہ۔

- کام کو درستگی اور صحت سے کرنے کی کوشش کرنا اور ہر کام کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر دینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔
- نماز نے مجھے ایسا بنا دیا کہ ہر چیز میں میں خدا کو دیکھتی ہوں اور ایسے ہی صبر و رضا، اور اعمال پر مداومت و مواظبت اور دین و دنیا کے خواص کے

سمجھنے کا ملکہ بنا دیا

- نماز نے اطمینان وسکون کی راہ میں میری مدد کی اور مجھے چست اور چاک وچوبند بنا دیا۔
- نماز اور ایمان سخت گھڑیوں میں مجھے قوت وقدرت سے نوازتے ہیں۔

شادی اور گھریلو تعلقات:۔ نومسلم خواتین کی نسبت شادی کی کیفیت، بچوں کے حالات گھریلو تعلقات اور رشتہ داروں کے ساتھ برتاؤ کی کیا نوعیت ہے؟۔ اور شادی کے معاملات میں اسلام کا کہاں تک اثر ہے؟ اور یورپی معاشرے میں جو شوہر وبیوی اسلامی رو سے اپنی شادی کرنا چاہتے ہوں ان کے سامنے کیا دشواریاں اور پریشانیاں پیدا ہوتی ہیں؟۔ اور یا اس قسم کے بہت سارے سوالات نومسلم خواتین کے سامنے رکھے گئے جن کے جوابات سے درج ذیل نتائج سامنے آئے

—— اکثر نومسلم خواتین ایسی ہیں جن کے اسلام لانے میں شادی کا خاص عمل دخل رہا ہے بیشتر طور پر یہ غیر برطانوی مسلمانوں کے ساتھ منسلک تھیں اور وہ لوگ اسلام کے پابند تھے۔

—— اسلامی شادی یورپی شادی سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اسلام میں شوہر اپنے پریوار کی معاش کا ذمہ دار ہے اور بیوی شوہر کی اطاعت کی پابند ہے اور وہ گھر کی رکھوالی اور بچوں کی تربیت کی ذمہ داری بھی سنبھالتی ہے۔ اور اسلام میں قبل از نکاح زوجین کا ایک دوسرے سے میل ملاپ اور تعاون ممنوع ہے صرف شرعی پیغام کے چند متعینہ حدود جائز ہیں۔

اکثر نومسلم خواتین نے اعتراف کیا ہے کہ یورپی سماج کے لڑکے اور لڑکیوں میں جس قسم کی محبت عام ہے۔ اسلام اسے کسی شکل میں قبول نہیں کرتا بلکہ اسلام صرف اس محبت کو تسلیم کرتا ہے جو اللہ کے لئے ہو۔ اور لوگوں کی بھلائی کے لئے ہو اور اس محبت کو جو بعد از نکاح پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی بے حد اہم بات

ہے کہ ہم اپنی زندگی کا ہمسفر اسی کو بنائیں جسے دل چاہتا ہو اور ہمیں اس بات کا شعور ہو کہ اس میں خیر اور بھلائی ہے

— اسلام لانے کے بعد شوہروں نے احساس کیا کہ وہ تا حدّ قدرت اپنی بیویوں کی پرورش و پرداخت اور گھریلو ضروریات کی تکمیل کی رغبت اور خواہش رکھتے ہیں

— ایک خاندان اور پریوار کے ارکان میں اس وقت اختلافات رونما ہوتے ہیں جب اس پریوار کے پرورش کی ذمہ داری عورت نبھاتی ہے۔ تو عورت اس صورت میں اپنے پیے کار شوہر کا احترام اور قدر کم ہی کرتی ہے

— کچھ مسلم خواتین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اپنے گناہ اور جرائم کا ارتکاب کرنے والے شوہروں کی اطاعت بالکل نہیں کرتیں۔

— زوجین کے درمیان مشترکہ روابط رکھنے ایک دوسرے کے مزاج کا پاس ولحاظ کرنے ذمہ داریوں کو مل کے نبھانے اور زیادہ تر اوقات میں ذکر و اذکار کرنے قرآن کریم کی تلاوت کرنے اور اس کی کیسٹیں سننے اور مساجد میں نمازیں ادا کرنے سے کشیدگی اور تناؤ میں کافی کمی اور خفت آجاتی ہے۔ اور شادی کا رشتہ استوار رہتا ہے۔

— اکثر خواتین نے اعتراف کیا کہ شادی شدہ زندگی کو برقرار رکھنے میں اسلام کا خاص طور پر عمل دخل ہے اور انہوں نے اسلام کو "بے پناہ مدد" "شادی شدہ زندگی کو کامیاب بنانے کا ایک اہم نسخہ"، "زوجین میں اتفاق اور ملاپ کا ایک اہم عنصر"، جیسے سنہرے اوصاف سے متصف کیا ہے۔

— ایک شادی شدہ جوڑے نے کہا کہ وہ دونوں دینی نصوص کی روشنی میں اپنے اختلافات کا تصفیہ کرتے ہیں۔

بچوں کی تعلیم :- ایک مسلم میاں بیوی کے پہلے بچے کی ولادت ہی سے

— اسلامی تعلیم دینے کے سلسلے میں ایک عہد و پیمان باندھنے

کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اور یہیں سے بعض دشواریاں جنم لیتی ہیں۔ اور خصوصاً اس وقت جب زوجین میں سے کسی ایک یا دونوں کے والدین غیر مسلم ہوں جو کہ بچوں کو آزاد چھوڑ دینے کا خیال رکھتے ہیں اور اس پر مصر رہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی جیسا کہ اس تحقیق نے اب تک ثابت کر دیا ہے کہ یہ مشکلات اور رکاوٹیں ان مسلم خواتین پر قطعاً اثرانداز نہیں ہو پاتی ہیں جو اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کرنا چاہتی ہیں جیسا کہ وہ کہتی ہیں کہ "اسلام باطل قوتوں کے مقابل امان کی تلوار ہے۔ اور ایسی چٹان ہے جہاں بوقت آفت پناہ لی جاتی ہے۔ اور ایسی روشنی ہے جس سے ان خطرات کو دیکھنے میں مدد ملتی ہے جو ہمیں بسا اوقات تنگ کرتے ہیں۔

جہاں تک بچوں کا مسئلہ ہے تو اسلام ان کی امان کا ضامن ہے وہ ان کی مکمل حفاظت کرتا ہے سیدھے راستے کی طرف انکی رہنمائی کرتا ہے۔ جہاں رکاوٹیں نہیں ہوتیں اور اسلام انہیں کے درمیان عالی اور عظیم شخصیتوں کو پیدا کرتا ہے

اب اس سلسلے میں اسکے بعد جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بچوں کو اسلامی تعلیم سے واقف اور آگاہ کرانے کا کیا راستہ ہے؟۔ برطانیہ میں مسلم بچوں کو اسلامی تربیت دینے والے ادارے نہیں ہیں اور نہ ہی وہاں اسلامی معاشرے کا کوئی تہذیبی اثر اور اثاثہ ہی ہے جس سے بچے کچھ استفادہ کر سکیں۔ اور بالآخر بچوں کو یورپی معاشرے کے عام و باقی اثرات سے محفوظ رکھنے اور ان کی توجہات کو صحیح رخ پر لانے کی عظیم ذمہ داری مساجد اور والدین کے کندھوں پر آپڑتی ہے۔ بعض مائیں اپنے بچوں کو اپنے بہترین اخلاق و عادات کے ذریعہ تعلیم دینے کی کوشش کرتی ہیں اور بعض اپنے بچوں کو مساجد میں داخل کر دیتی ہیں اور بعض دوسری خواتین اپنے بچوں کو اسلامی ممالک میں بھیج دیتی ہیں اور ان ممالک کی زبان عربی ہونے کے ناطے کبھی کبھی کچھ پریشانی بھی ہوتی ہے۔

لیکن بہر حال مساجد اور اسلامی مدارس جن سے یہ بچے منسلک ہیں ان میں مختلف زبانوں میں اسباق و دروس کا طریقہ ہوتا ہے اور گرچہ ان میں تعلیم اب بھی اسی پرانے تقلیدی قدیم اصولوں کے مطابق ہوتی ہے پھر بھی بچوں کو اپنے مسلم ساتھیوں سے ملنے اور اتحاد و اخوت کا شعور و احساس حاصل کرنے کا موقع ملتا ہی رہتا ہے۔

رہی بات عمومی مدارس کی تو ان میں مسلم بچوں اور انکے والدین کی نسبت سے کچھ پریشانیاں مزد رہیں۔ ان میں غیر اسلامی تقریبات اور پروگرامس کا اہتمام کیا جاتا ہے اور بالخصوص ہر نئے سال کی ابتداء کی نسبت سے جو تقریب منائی جاتی ہے جسے "نیو ایر ڈے" NEW YEAR DAY کہا جاتا ہے اور ان میں جو تحائف پیش کئے جاتے ہیں اور دوسری دیگر باتیں جو اسلامی نظریہ کے خلاف ان میں پیش آتی ہیں بعض مسلم والدین تو سال نو کی تقریب "نیو ایر ڈے" کے دن اپنے بچوں کو مدرسہ جانے سے باز رکھتے ہیں لیکن بچے بھی اس تجسس میں پڑ جاتے ہیں کہ آج کے دن وہ مدرسے سے کیوں کٹ جاتے ہیں؟ ایک مسلم خاتون کہتی ہیں کہ وہ ہم اپنے بچوں کو اسکا سبب بتاتی ہیں۔ ہم اپنے اپنے اسلام پر فخر و ناز کرنے کی تلقین و کوشش کرتی ہیں۔

پھر یہاں مدارس میں خصوصی کھانوں کا مسئلہ بھی کچھ کم پریشان کن نہیں ہے اگرچہ بعض مدارس ان خصوصی کھانوں کی تیاری کہ وقت دینی امتیازات و اختلافات کو مد نظر رکھکر انہیں تیار کرتے ہیں اور ان معمولی مدارس میں اسلام کے متعلق جہالت و ناواقفیت کا مسئلہ جہاں بعض اساتذہ بچوں کے سامنے اسلام کو بڑی بری شکل میں پیش کرتے ہیں۔ انتہائی نازک اور اہم ہے۔

طریقہ سوء :- اور جب ان متعصب یا جاہل اساتذہ کی طرف سے اسلام کی بری اور غلط تصویر کشی بچوں کی نفسیات پر اثر انداز

ہوتی ہے تو والدین کافی پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ چیز عام مسلمانوں پر بھی اپنے اثرات ڈالتی ہے اور بالخصوص جب یہ تصویر کشی ان لوگوں کی طرف سے ہو جو اسلام کے متعلق خوف دہراس میں ہیں اور ان لوگوں کی طرف سے جو ہنوز صلیبی جنگوں کے سلسلے میں تاریخی قصص وحکایات کے ذریعہ اسلام کی معرفت چاہتے ہیں جن سے عام طور پر یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کی زور سے پھیلا ہے۔

اور اسلام کے متعلق ان بری شکلوں کو مدارس کی چہار دیواری اور ان مدارس میں اپنا تعلیمی کورس مکمل کرنے والے نوجوانوں کے اذہان سے مٹانا ضروری ہے والدین کے تعلق کی دشواری بھی، ان دشواریوں میں سے ایک ہے جن کا نئے برطانوی مسلمان کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔ عورت کے اسلام لے آنے کا مطلب اپنی نماز اپنا لباس اپنے عادات اپنے شوہر اور ساتھیوں کے اختیار میں اسلامی روایات کا کھلا اعلان ہوتا ہے اور ان کے علاوہ وہ تبدیلیاں بھی ابھر کر آجاتی ہیں جسے نومسلم عورت محسوس کرتی ہے۔ جب کہ عام طور پر والدین اس سے متفق نہیں ہوتے خواہ اس کے متعلق اچھی رائے نہ رکھکر یا اس کے خلاف معاندانہ طرز اپناکر۔ اور وہ یہ نقطہ ہے جو نسل وخاندان میں جدائی وافتراق کا باعث بنتا ہے اس کے برخلاف اسلام نہ صرف ہمت بندھاتا ہے بلکہ مسلمان کو والدین کی قدر کرنے کا حکم دیتا ہے۔ کچھ ایسی مسلم خواتین بھی ہیں جنہوں نے اپنے اعمال وافعال سے اپنے والدین کو راضی کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے نئے عقیدے اور والدین کی محبت میں اتفاق ومیل پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئی ہیں بلکہ اسلام کے بعد ان دونوں کے تعلقات میں اور بہتری پیدا ہوتی ہے۔

اور ان تمام رکاوٹوں اور دشواریوں کہ علی الرغم برطانیہ کی مسلم خواتین کو اپنے اسلام لانے پر فخر ہے اور وہ احساس کرتی ہیں کہ ان پر اہم ذمہ داری اور زبردست امانت ہے اور وہ غیر مسلموں کے لئے اسلامی افکار ونظریات کو واضح کرنا اور غیر مسلم خواتین کے سامنے کردار وعمل کا اعلیٰ نمونہ بن کر

ابھرنا تاکہ وہ اسلام کی طرف متوجہ ہو سکیں۔ اور اس منفرد اور جامع تحقیق کے بعد جیسے دکتورہ معد۔ بول، نے تیار کیا اور ولید محمود علی نے اسکو عربی کا جامہ پہنایا اور مجلس الشباب الاسلامی اور جمعیۃ المسلمین برطانیہ نے اسے نشر کیا جو بہت سے آراء و معلومات پر مشتمل ہے ہم کہتے ہیں کہ اسلام بخیر ہے اور یورپ میں اسلامی بیداری کے اثر اور پھیلاؤ کو دیکھتے ہوئے بحوث و تحقیقات جاری کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ یہ چیز ذہنوں کو کھولنے میں مدد کریں گی اسلامی اقدار اور اصولوں کو واضح کریں گی اور خاندان بالخصوص عورت کے تعلق سے اسلام کے موقف کی صحیح اور صاف ترجمانی کریں گی اور نیز یہ تحقیقات غیر مسلموں کو مذہب اسلام سے قریب کرنے میں خاص رول ادا کریں گی۔ اور ساتھ ہی ساتھ ان دشواریوں اور رکاوٹوں کی پردہ چاک کریں گی جو ہر نئے اسلام لانے والے کی راہ میں آتی ہیں اور پھر ان کے حل کی کوشش کرینگی اور اس طرح دعوت اسلامی کی تبلیغ و اشاعت میں ہم بھی شامل ہو جائینگے اور اسلام کی رفتار میں تیزی آجائیگی۔ ●

بقیہ صـ ۲۲ کا

سکتے ہیں۔ چنانچہ بارہا فسادات کے وقت ایسا ہوا ہے کہ دشمنوں نے نعرۂ تکبیر سے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ اس لیئے ایک شعار کا استعمال نقصان دہ ہوسکتا ہے لہٰذا اسے پہلے سے متعین کرلینا ضروری ہے۔

اس زمانے میں دن میں بھی مختلف آوازوں اور مختلف رنگ کے کپڑوں اور مختلف اشاروں سے دشمن کے حملے کی نشاندہی کیجاتی ہے یا اپنے نوجوانوں کو ہوشیار کیا جاتا ہے لیکن اس کے لیئے زبردست تربیت اور تنظیم کی ضرورت ہے۔

(جاری)

لوگ کیا کہیں گے

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

لوگ کہتے ہیں، لوگ کیا کہیں گے، لوگوں نے کہا ہے ــــــ سماجی زندگی میں اس طرح کی باتوں کو بہت ہی زیادہ سنجیدگی سے (SOLEMNITY) سے لیا جاتا ہے، معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا ہو ان میں باتوں کا خاص دھیان رکھا جاتا ہے کہ کوئی معاملہ یوں اور اس طرح نہ ہوجائے کہ لوگ کچھ کہنے لگیں اور کون سی شکل ہو جس میں ہمیں لوگوں کے "کہنے" سے گلوخلاصی (SALVATION) حاصل رہے، تفصیل بالایجاز مثلاً یوں سمجھئے کہ جیسے حج کرنا دین کا معاملہ ہے اور ہر مستطیع اور مالدار مسلمان جو اس میں ہونے والے خرچ کو برداشت کرسکے اس کے اوپر حج زندگی میں ایک بار فرض ہے، لیکن ان میں کچھ لوگ کیا بہت سے لوگ اس لئے حج کرتے یا اس کی اولاد اور خاندان والے حج کے لئے مجبور کرتے ہیں کہ "لوگ کیا کہیں گے" اس قدر مالدار اور دھنی ہے لیکن حج بھی نہیں کیا گویا لوگوں کے "کہنے" کے "خوف" سے اس کے لئے بادل ناخواستہ ہی سہی مجبور ہوجاتے ہیں۔ شادی بیاہ میں کم وبیش رسوم ورواج ہر جگہ ہوتے ہیں جس کا تعلق دنیا سے ہے ایسے موقعوں پر لڑکی یا لڑکا والوں کو سب سے زیادہ جس چیز کی فکر رہتی ہے وہ ہے "لوگوں کا کہنا"۔ بے چارے سوچتے اور اسی فکر میں گھلتے رہتے ہیں کہ یہ شادی سماج کے روایتی انداز اور رسوم ورواج کے ساتھ ہو کہیں سے ایسی کمی وبیشی نہ ہو کہ جس سے لوگوں کے "کہنے" کی آہنی ضرب لگ جائے ــــــ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ "لوگوں" کو "لوگوں کے کہنے" کی فکر کتنی اور کس قدر رہتی ہے اور لبسا اوقات بلکہ بیشتر اوقات یہ "خوف" انسانوں کو کبیرہ گناہوں کے قریب لے جاتا ہے اور آثام ومعاصی کے دلدل میں ڈھکیل دیتا ہے۔ حدیث میں اسی کو نہایت ہی بلیغ انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ــــ بئس المطیۃ زعموا یعنی "لوگ کہتے ہیں" یہ بہت بدترین سواری ہے جس طرح ایک بدمعاش اور اپنے اوپر کسی سوار کو ٹھیک سے نہ بیٹھانے والی سواری پر کوئی سوار ہو

جائے اور اسے سنکا کر لے چلے تو عجب نہیں کہ وہ بدمعاش یا تو اسے گمراہ کر زخمی کر دے گی یا پھر اسے خود کچل کر ہلاک کر دے گی۔ اس طرح کی سواریوں پر سوار ہونے میں بہر حال نقصان اور بربادی ہے۔ ٹھیک اسی طرح "لوگوں کے کہنے"، اور اس کے "کہنے" کو خوف و فکر سے لینا بہر حال ہلاکت اور بربادی کا موجب ہے"، کیوں اور کیسے نہیں "لوگوں کے کہنے"، کی فکر اسے "خدا کے خوف"، سے غافل کر دیتی ہے، ایسے لوگوں کی نگاہ میں لوگوں کی رضا و خوشنودی۔ (WILLNESS) پہلا اور اولین مطلوب ہوتا ہے اور خدا کی رضا و خوشنودی ثانوی درجہ (SECONDARY CLASS) کا حامل ہو جاتا ہے "لوگوں کے کہنے"، کی ضرب آہنی سے بچنے کے لئے "خدا کے ضرب"، کی کوئی فکر نہیں رہتی۔ ایسے لوگ اس ادھیڑ پن میں دین و اخلاق اور صالح اقتدار ہر چیز کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ آخر یہ سب ہلاکت و بربادی کا موجب و داعی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی وہ مرض ہے جس کے پیدا ہونے کا ڈر امت کے اندر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ تھا جس کو آپ نے "شرک اصغر"، اور "ریا"، سے تعبیر کیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگو میں (اپنے بعد) تمہارے بارے میں سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ "شرک اصغر"۔ یعنی "ریا" ہے" اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کا یہ خوف سچ نکلا۔ اور بلاشبہ لوگ آج اس مرض کے شکار ہیں۔ جہاں وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا و خوشنودی پر لوگوں کی رضا و خوشنودی کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اس کیلئے کچھ بھی ہو۔ مبادا آپ اگر اس کے شکار ہیں تو اس سے احتراز کریں "لوگوں کے کہنے"، سے کیا ہوتا ہے آپ اس خدا کے "کہنے"، کی فکر کیجئے، آپ فکر "امروز و فردا"، سے آزاد ہوں گے۔ "لوگوں کے کہنے"، پر دھیان دینے والا ان کے "کہنے"، کی فکر کرنیوالا کیسے ہلاک و برباد ہوتا ہے اسے انگریزی زبان کے اس واقعہ سے اندازہ لگایئے۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک بوڑھا اپنے بیٹے کے ساتھ ایک خچر پر سوار ہو کر جا رہا تھا۔ بوڑھا باپ سوار تھا اور بیٹا پاپیادہ راستے میں کچھ لوگ ملے انہوں نے کہنا شروع کیا کیسا سنگدل باپ ہے خود تو سواری پر سوار آرام سے بیٹھا ہے اور چھوٹا لڑکا یوں ہی پاپیادہ چل رہا ہے۔ اس بوڑھے کو لوگوں کی یہ بات بری لگی اور سواری سے اتر گیا اور اپنے لڑکے کو بٹھا دیا۔ کچھ دور چلنے کے بعد کچھ دوسرے لوگ ملے انہوں نے

کیسا بدتمیز لڑکا ہے کہ خود تو سواری پر سوار ہے اور بوڑھا باپ پیدل چل رہا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ باپ کو بھی بیٹے نے سوار کر لیا۔ آگے گئے کچھ اور لوگ ملے۔ انہوں نے کہا کیسا سنگدل باپ اور کیسا بیٹا ہے کہ اتنی چھوٹی سی سواری ہے اور اس پر دونوں ہی (باپ اور بیٹے) سوار ہیں۔ یہ سن کر دونوں ہی اتر گئے اور پیدل چلنے لگے۔ کچھ لوگ آگے اور ملے انہوں نے کہا کہ یہ کیسے مجنوں کہ سواری موجود پھر بھی پیدل چل رہے ہیں۔ لوگوں کی یہ بات سن کر ان دونوں کو رہا نہیں گیا دونوں نے مل کر خچر کے پاؤں کو باندھ دیا اور ایک لاٹھی کے سہارے وہ دونوں اپنے کندھے پر اٹھائے آگے چلے۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ ایک سمندر کے پل سے گذرے خچر کو اپنی عجیب تصویر پانی میں نظر آئی۔ اور پھر وہ زور سے اس قدر حرکت کھایا کہ خچر اور بوڑھا باپ تینوں ہی سمندر میں گر گئے اور ڈھوب کر ہلاک ہو گئے۔

یہ کہانی از خود صحیح ہو یا نہ ہو لیکن اس کہانی سے منتج نتیجہ اپنی جگہ صد فیصد صحیح ہے اور سماجی زندگی میں اس کا تجربہ ہے اور مشاہدہ بھی ......!

انتقال پر ملال

رئیس احمد فیضی ——— جوار رحمت میں

یہ خبر انتہائی دکھ کا باعث ہے کہ حاجی عبدالرحمن صاحب (سابق صدر جمعیت اہلحدیث مہاراسٹر) کے صاحبزادے رئیس احمد فیضی (ناظم جمعیت اہل حدیث مالیگاؤں) مورخہ ۱۶ر مئی شب ½ ۲ بجے حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ ۴۱ر سال کے تھے۔ رئیس احمد فیضی خوش اخلاق نیک طبع و ملنسار و منکسر المزاج شخصیت تھے تجارتی حلقوں میں بھی بہت معروف تھے۔ آپ کے انتقال پر بروز پیر ۱۷ر مئی کو مالیگاؤں کا سوت کا مارکیٹ بند رہا۔ متعدد مسلم و غیر مسلم اور سماجی مقتدر شخصیات نے آپ کے انتقال پر غم کا اظہار کیا۔ موصوف جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالقیوم فیضی کے بھتیجے تھے ——— دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ ڈاکٹر سعید احمد صاحب فیضی (ایم۔ ایس) جوان سال فیضی رح کی اچانک رحلت پر مجلس الدعوۃ کے احباب کو بھی صدمہ لاحق ہے۔ ادارہ مرحوم کے پس ماندگان ان کے بچوں اور برادر محترم عبدالقیوم فیضی ان کے اہل خانہ اور محترم ڈاکٹر سعید اور ان کے جملہ متعلقین کے غم میں شریک ہے اور دعائے مغفرت کرتا ہے نماز غائبانہ کی درخواست کرتے ہیں۔ ادارہ

یوگوسلاویہ کے مسلمان

ایک تعارف

افضل ندوی

العربی التضامن الاسلامی سے ترجمہ

دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں اللہ کے شیدائی اور اس کا صبح و شام نام لینے والے نہ پائے جاتے ہوں چاہے وہ ایشیا ہو یا یورپ یا افریقہ اور اسلام کے تابعداروں میں ایک دوسرے کے معاملات اور دکھ سکھ اور ان کے حالات کا علم رکھنا دین کا جزء تصور کرتا ہے۔ ذیل میں عالم اسلام کے ایک خطہ کے بارے میں مختصر روشنی ڈالی جارہی ہے تاکہ آنے والی نسل اپنے بھائیوں اور اسلام کے سلسلے میں باخبر ہوسکے۔ آج ہم ریڈیو اور اخباروں میں مسلسل ایک سال سے ہم یہ خبر سن اور پڑھ رہے ہیں کہ بوسنیا و ہرسک کے مسلمانوں پہ ظلم و بربریت کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اور صربی تطہیر نسل کے لئے مسلمانوں کو دیش نکالا دینا چاہتے ہیں تو آیئے دیکھتے ہیں کہ بوسنیا کے مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ثقافتی سیاسی سرگرمیاں کیا ہیں۔

یوگوسلاویہ وسط یورپ کے جنوب میں جزیرہ بلقان اور بحر اڈریاتک کے ساحل پہ واقع ہے۔ یوگوسلاویہ چھ جمہوریاؤں کا متحدہ وفاق تھا جس میں حسب ذیل ممالک شامل ہے: (۱) سربیا۔ راجدھانی بیوگراد (۲) کروشیا، راجدھانی زاگرب (۳) بوسنیا ہرزی گوینا راجدھانی سراجیوا (۴) مقدونیا راجدھانی اسکوپیا (۵) سلوینیا راجدھانی لیوبلیانہ (۶) جبل اسود راجدھانی تیتوگراد

یوگوسلاویہ کا حدود رقبہ اس طرح ہے۔

مشرق میں رومانیہ اور بلغاریہ، مغرب میں بحر اڈریاتک، شمال میں ہنگری اور آسٹریا اور شمال مغرب میں اٹلی اور جنوب سے البانیہ اور بلقان واقع ہے۔

رقبہ۔ ۲۵۵۸۰۴ مربع کلومیٹر ہے اور کل آبادی تقریبًا 22.95.4219 ہے دارالحکومت بلغراد ہے یہاں سب سے زائد قومیں ہیں۔ مقابلہ یا سلاؤ قوموں کی آبادی سب سے بڑی ہے۔ اور مسلمانوں کی آبادی تقریبًا ۶۰ لاکھ ہے۔

موسم :۔ پہاڑوں سے گھرا ہونے کی وجہ سے موسم کبھی گرم ہوتا ہے کبھی معتدل۔

معیشت :۔ زراعت پر منحصر ہے۔ گیہوں، جو، انگور وغیرہ ہے اور معدنیات میں لوہا۔ چاندی کوئلہ وغیرہ بھی ہیں

سیاسی پس منظر

یوگوسلاویہ میں اسلام فتح صقلیہ کے بعد ہی اپنی کرنیں بکھیر چکا تھا اور اس کی شعاؤں میں تاثیر اس وقت جلوہ گر ہوئی جب عثمانی حکمرانوں نے اپنی حکومت قائم کی اور یہاں اسلام اپنے ابدی اصول دعوت واصلاح کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا عین اسی وقت عیسائیوں میں ایک نیا فرقہ بوگومیلی وجود میں آچکا تھا جو کیتھولک اور آرتھوڈکس سے بغاوت کرکے رونما ہوا تھا۔ اسی درمیان دونوں میں جنگ کے آثار پیدا ہوئے، بوگومیلی فرقہ نے ترکوں سے مدد مانگی عیسائیوں کے ظلم کو کم کرنے اور امن قائم کرنے کے لئے عثمانی حکمران محمد الفاتح نے سنہ ۸۶۸ھ میں ۱۴۶۳ء میں فتح کیا اور اس نئے فرقہ کو جب اہل اسلام سے قریب ہونے اور ان کے رسم ورواج کو جاننے کا موقع ملا تو وہ لوگ اسلام کی ہمہ گیر تعلیم سے متاثر ہوئے اور اسلام میں داخل ہوگئے۔ لیکن مسلمانوں نے اپنے حالات ناسازگار کر لئے تو چار سو سال کی اسلامی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور عثمانیوں نے ۱۸۷۸ میں اس ملک کو نمسا اور مجر کے حوالہ کر دیا۔ اور پہلی عالمی جنگ کے بعد صرب حکومت وجود میں آئی اور دوسری عالمی جنگ کے بعد جمہوریہ یوگوسلاویہ قائم ہوئی لیکن ۱۹۹۱ء میں متحدہ جمہوریت میں شامل سلووینیا اور کروشیا نے یہ کہا کہ اگر جون تک ہمارے مشکلات حل نہیں کئے گئے تو ہم اس متحدہ جمہوریت سے کنارہ کش ہو جائیں گے نتیجہ ایسا ہی ہوا اور دونوں آزاد ہو گئے لیکن سربیہ نے سلووینیا پہ حملہ کر دیا آخر ناچار ومجبور ہو کر دونوں ایک معاہدہ پر متفق ہو گئے۔ اور

کروشیا، کے خلاف چھ ماہ تک مسلسل جنگ بازار گرم رکھا جہاں انسانی خون کو بازار کی گلی کوچوں میں رواں دیکھا گیا۔ پھر ان تمام کی نگاہیں اس صوبہ پہ پڑیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے جسکو جغرافیہ میں بوسنیا و ہرسک کے نام سے جانتے ہیں تقریبًا ۱۹۹۱ء کے مردم شماری کے اعتبار سے مسلمان ۴۴٪ فیصد ہیں۔ اور سربیہ کے ایک علاقہ سنجاک میں ۷۵٪ اور جبل اسود میں ۱۴٫۶٪ ہیں اور بوسنائی مسلمان یوگوسلاویہ کی مغربی شمال کی دو جمہوریتیں سلوینیا اور کروشیا میں مہاجر مسلم جماعتوں میں سے ایک اہم جزء ہیں جو صنعتی مرکز میں مقیم ہیں ان جمہوریتوں میں ۳۰ لاکھ مسلمان ہیں اور البانی مسلمان تقریبًا ۳۰ لاکھ ہیں اور مسلمان کوسوفا کے علاقہ میں ۹۰٪ فیصد ہیں۔ اور جمہوریہ مقدونیا جنوبی میں ۳۰٪ اور جمہوریہ جبل اسود میں ۸٪ فیصد ہیں

دینی حالت

مسلمانوں کا اپنا سرکاری ادارہ ہے جس کا نام الطائفہ الاسلامیۃ ہے اور جس کی صدارت علماء کے صدر کرتے ہیں اور اس کی آفس سراویو میں ہے مذکورہ ادارہ کے تحت متعدد مسلم فلاحی تنظیمیں اور جمعیتیں کام کر رہی ہیں تقریبًا اس کی نگرانی میں ۲ ہزار آٹھ سو مسجدیں ہیں ایک ہزار تین سو دس مکاتب ہیں جہاں دینی تعلیم کا بندوبست ہے اور تین سینیئر سکنڈری اسکول ہیں جو مختلف شہروں میں ہیں۔ جہاں طلبہ وطالبات کی تعداد ۸۲۰ ہے اور ایک اسلامی کالج ہے جس میں ایک سو بیس طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں اور تقریبًا یہاں ۲۱۰۰ علماء خطیب، امام و مفتی ہیں اور معلم و مدرس ہیں۔ یہ ادارہ مسلمانوں کے ثقافتی اور سماجی سرگرمیوں پہ بھی نظر رکھتا ہے۔ یوگوسلاویہ میں متعدد مسلم فلاحی تنظیمیں کام کر رہی ہیں جو اس طرح سے ہیں جمعیۃ المسلمین الثقافیۃ شہر سراویو میں اور جمعیۃ المسلمین الخیریۃ اور جمعیۃ المسلمین الثقافۃ الخیریۃ وغیرہ ہیں۔

اور جب کمیونسٹ نظام یوگوسلاویہ میں زوال پذیر ہوگیا اور جمہوریتیں آزاد ہوگئیں تو وہاں متعدد پارٹیاں وجود میں آئیں تو مسلمانوں کے اکثریت والے علاقہ جمہوریہ بوسنیا و ہرسک میں صدر عزت مآب علی جاہ عزت بیگ ہیں۔

موجودہ حالت

نسلی تطہیر کے لئے سربی کرد شیائی مل کر مسلمانوں پہ ظلم کے پہاڑ توڑ رہے ہے۔ ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں۔ معصوم بچوں کو ان کے معذور والدین کے سامنے قطرے قطرے کے لئے تڑپا تڑپا کر جان ختم کر دینے پہ مجبور کر دیتے ہیں اور آج صلیبی جنگوں کا بدلہ ان کمزور نہتے مسلمانوں سے لیا جاتا ہے جن پہ ہتھیار کے استعمال کی پابندی ہے۔ اور اسی خطہ میں سربیوں کا ساتھ روسی فوج دے رہی ہے اور کروشیوں کے ساتھ جرمنی کی فوج کام کر رہی ہے اور ان کے لئے اسلحوں اور دوسری ضرورتوں کے دہانے کھول دیئے گئے ہیں اور سربیہ پہ اقوام متحدہ نے جو اقتصادی ناکہ بندی کر رہے وہ ایک ڈھکوسلہ ہے ●

بقیہ صفحہ کا

کہا میں تم کو قتل کروں گا۔ اس نے کہا آپ امان دے چکے ہیں۔ فرمایا: کہ تم جھوٹ کہتے ہو لیکن مالک بن انسؓ اور لوگوں نے کہا یا امیر المومنین جو الفاظ آپ نے فرمایا ان سے اس کو امان مل گئی حضرت عمرؓ نے کہا کہ افسوس ہے کہ ہم کو پتہ بھی نہیں لگا اور اس نے امان لے لی لیکن بعد میں ہرمزان اسلام کے آغوش میں آگیا۔

لیکن آج سیاست کے اصول ہی اس بنیاد پر ڈھالے گئے ہیں کہ ہر مفاد حق ہے خواہ کتنا ہی بڑا جھوٹ کیوں نہ ہو۔ اور مفاد کے خلاف ہر چیز جھوٹ اور باطل ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی سچائی کیوں نہ ہو۔ آج کون ہے جو سیاست کو حق پسندی کا یہ کھویا ہوا کردار عطا کرے دنیا کے نقشے میں بکھرے ہوئے کتنے مسلم ممالک وقت کی اس آواز کو سننا بھی گوارہ نہیں کرتے ہیں۔ عمل کا تو کوئی سوال ہی نہیں ●

بقیہ صفحہ کا

جامعہ ہمدرد، دہلی یونیورسٹی اور علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے متعدد فیکلٹیوں میں داخلہ کے لئے کوشاں ہیں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے نیک و تعلیمی مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ آمین مہمانوں کی تشریف آوری پر ادارہ ان کا ممنون شکر گزار ہے ●

اخبارِ مجلس

اقرأ جونیر ہائی اسکول آزاد نگر تکمیل تعمیر ——— آغاز داخلہ

اقرأ جونیر ہائی اسکول کے درجہ پرائمری کے لئے ۱۱ عدد درسگاہوں کی تعمیر الحمدللہ مکمل ہوگئی ہے اور جس میں درجہ پرائمری تک کے بچوں کا داخلہ شروع ہوگیا ہے ۔ درجہ پرائمری تک علاقائی بچوں کا داخلہ ہوگا بورڈنگ کا انتظام نہیں ہے

داخلہ فارم اور داخلہ سے متعلق تمام معلومات مینیجر اقرأ نرسری اسکول آزاد نگر بھمنی ۔ ضلع مہراج گنج ۔ یوپی سے حاصل کریں ۔

انتخاب نصابی کتب

ضلع مہراج گنج یوپی کے مدارس سلفیہ کے آنریری ڈائرکٹر جناب ماسٹر عبدالوحید انصاری صاحب اور اقرأ کے اعزازی ممبر جناب ماسٹر وصی اللہ خان صاحبان نے نصابی کتب کے انتخاب کے لئے دہلی میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے ممبران عبدالعزیز سلفی ——— افضل ندوی ——— عبدالمالک اثری کے ساتھ میٹنگ کی اور نصابی کتابوں کا انتخاب کیا، جناب ڈاکٹر ابوالحیات اشرف دہلوی مرتب "سلفی پرائمری نصاب" نے انتخاب کردہ نصابی کتب کی توثیق کی ———

(جزاهم الله احسن الجزاء)

دُعائے صحت

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے خاص ہمدرد اور معاون اور ماہنامہ نوائے اسلام کے اولیں سرپرست جناب الحاج قاسم حبیب الرحمٰن صاحب بنگلور (برادر عزیز حافظ قاسم عبید الرحمان کے والد گرامی) کئی ماہ سے اعصاب کی تکلیف میں مبتلا ہیں ۔ جس کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا ہے علاج و معالجہ پوری طرح جاری ہے ۔ محترم حبیب الرحمان صاحب کی شخصیت دینی خدمات سے عبارت ہے

حصو میں جماعت اہل حدیث کی عظیم الشان کانفرنس کے تمام شرکاء کے خورد و نوش کا انتظام انہیں کی جماعت جمیعۃ القریش نے کیا تھا۔

قارئین حضرات سے موصوف کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ مجلس الدعوۃ اسلامیہ اور نوائے اسلام کے تمام کارکنان اللہ تعالیٰ سے صحت و عافیت کی دعا کرتے ہیں (ادارہ)

صحت یابی پر شکر الٰہی

مولانا عطاء اللہ خان امیر جمیعۃ اہلحدیث بھیونڈی نائب ناظم مرکزی جمیعۃ اہل حدیث ہند اور نوائے اسلام کے سرپرست جو پچھلے ڈھائی ماہ تک شدید اعصابی تکلیف میں مبتلا تھے۔ اب الحمد للہ صحت یاب ہو گئے ہیں۔ علاج و معالجہ تا ہنوز جاری ہے۔ مولانا محترم کی صحت یابی پر ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ و کارکنان نوائے اسلام اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ مولانا محترم کو اللہ تعالیٰ کلی شفا عاجل عطا فرمائے۔ (آمین)

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی میں مہمانان گرامی کا ورود مسعود.

گذشتہ ہفتہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی میں مہمانان گرامی علماء و اکابرین تشریف لائے۔ اور مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کو اپنی خدمت کا موقع دیا۔ معزز مہمانوں نے اپنے قیمتی مشورے اور تجربے سے مجلس کی رہنمائی فرمائی اور کارکنان مجلس کی حوصلہ افزائی کی تشریف لانے والوں میں جسٹس طاہر علی انصاری کاٹھمنڈو نیپال مولانا عبدالحئی صاحب چیئرمین کھنڈیلہ نائب امیر مرکزی جمیعۃ اہل حدیث ہند۔ جناب عبدالسلام و محمد خان کھنڈیلہ (برادر قاری عبدالخالق رحمانی کراچی) مولانا عبدالرشید صاحب سرینگر و محی الدین بابا ناظم جمیعۃ اہل حدیث جموں و کشمیر و مولانا مقبول احمد اکبری سکریٹری دعوۃ جمیعۃ اہل حدیث (تینوں حضرات فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد لوٹے تھے اللہ تعالیٰ ان کے حج کو قبول فرمائے۔ آمین) ماسٹر عبدالوحید انصاری آنریری ڈائرکٹر مدارس سلفیہ ضلع مہراج گنج و ماسٹر وصی اللہ صاحب استاذ انٹر کالج لچھی پور قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ ہمارے بہت سے عزیز طلبہ دوست جو جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

(بقیہ صـ۴۹ پر)

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپےمیں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔



جامعہ ابن تیمیہ

چندن بارا ــــ بہار ــــ ہند 845312.

"جامعہ ابن تیمیہ" مدینۃ السلام، چندن بارہ، چمپارن، بہار، اب پہچانا نام ہے، ہندوستان اور بلاد عربیہ میں بھی، مغرب میں بھی اور مشرق میں بھی،

کہا جارہا ہے کہ تعلیم و تربیت، دعوت الی اللہ اور سماجی فلاح و بہبود کے درمیان میں یہ ایک ایسا منصوبہ ہے، جس کی مثال ہندو پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال وغیرہ میں کم ہے اور انشاءاللہ جب یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا تو ہندو نیپال کے مسلمانوں کے لئے اس کا مرتبہ و مقام بہت ہی بلند ہوگا ــــ اس جامعہ نے صرف ساڑھے چار سال کی مدت میں برسوں کی دوڑ لگائی ہے اور مستقبل قریب میں خالص اسلامی دعوت اور قرآن و سنت کی نشر و اشاعت کا ایک ایسا مرکز بننے جارہا ہے۔ جو ہر شخص اور صحیح العقیدۃ مسلمان کے لئے باعث فخر ہوگا۔ میں نے اپنے مخلص احباب اور علماء کے ساتھ مل کر اسے قائم کیا اور اپنی بساط کے مطابق اپنا بہت کچھ اس کو دیا۔ اپنی صحت اور راحت و سکون سب کچھ اس کی ترقی کی راہ میں لگا دیا اس جامعہ کو ایک مثالی اور عظیم ترین درسگاہ بنانے کی خواہش نے مجھ میں زندگی کی تمنا بڑھادی ہے میں اپنی کوششوں اور کاوشوں کو اپنا ایثار اور امت پر احسان نہیں سمجھتا، بلکہ اپنا ایک دینی فرض سمجھتا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں کہ میں اس قابل ہوا۔ اور یہ کام میرے ذریعہ انجام پائے گا ــــ آپ صحیح اسلامی تحریک سے محبت رکھتے ہیں اور قرآن و سنت کی دعوت کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ماشاءاللہ اس قدر دیا ہے کہ آپ "جامعہ ابن تیمیہ" کی تعمیر و ترقی میں حصہ لے سکتے ہیں، جہاں امت اسلامیہ کے بچے پروان چڑھ رہے ہیں، یا سماجی اور فلاحی پروگراموں کے ذریعہ قوم کے بچوں کو جینے کے اطوار سکھائے جارہے ہیں

میں آپ سے کروڑوں نہیں مانگ رہا ہوں، لاکھوں نہیں مانگ رہا ہوں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ آپ جامعہ میں ایک کمرہ بنوادیں، اور سالانہ ایک رقم مقرر کردیں جو آپ کی طرف سے جامعہ کو آتی رہے، تاکہ جامعہ تیزی کے ساتھ ترقی کے منازل طے کرسکے، اور پروگرام کے مطابق ہزاروں بچے یہاں تعلیم حاصل کرسکیں یا جامعہ کے دیگر صنعتی اسکولوں میں پروان چڑھ سکیں ــــ کل ہم لوگ نہ ہونگے، لیکن یہ آپ کا یہ صدقہ جاریہ

باقی رہے گا اور اس کے ثمرت سے قیامت کے دن آپ کا میزان اعمال بھاری ہوگا، جس دن آدمی چھوٹی چھوٹی نیکیوں کے لئے ترسے گا۔

میں نے اللہ کے لئے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلایا ہے اور امید کرتا ہوں کہ میری یہ گذارش رائگاں نہ جائے گی ——— والسلام

آپ کا مخلص (ڈاکٹر) محمد لقمان سلفی مؤسس ورئیس جامعہ ابن تیمیہ

ڈائرکٹر ادارۃ ترجمہ آفس سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رئاسۃ البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والارشاد

پوسٹ بکس نمبر ۱۸۴۲۹۴۸ الریاض ۱۱۴۸۹ سعودی عرب

انجمن اصلاح الکلام کے عہدیداران کا انتخاب جدید

مدرسہ ریاض العلوم السلفیہ ترکلوا مہراج گنج یوپی میں جہاں طلبہ کی تعلیم و تربیت پر کافی زور دیا جاتا ہے وہیں ان میں اساتذہ کرام کی سرپرستی و نگرانی میں تحریری و تقریری ملکہ اور ذوق پیدا کرنے کیلئے ”انجمن اصلاح الکلام“ کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے۔

الحمد للہ۔ اپنی سابقہ روایات کے مطابق اس سال بھی ۵ / اپریل ۱۹۹۳ء کو اساتذہ کی موجودگی میں مندرجہ ذیل عہدیداران کا انتخاب عمل میں آیا۔

۱	مربی انجمن	مولانا عبدالکریم الفیضی	استاذ
۲	خازن	مولانا قمرالدین فیضی	استاذ
۳	صدر اجلاس	مولانا رفیق احمد سراجی	استاذ
۴	معتمد خطابت	صفی اللہ متعلم	متعلم
۵	نائب خطابت	زین الدین دیوریاوی	متعلم
۶	معتمد لائبریری	اختر حسین	متعلم
۷	نائبین	صغیر احمد، تبارک حسین	متعلم

مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم

اپیل برائے تعاون

رواں سال ۱۹۹۳ء مسلمانوں کے لئے انتہائی تلخ اور صبر آزما ثابت ہوا اور ہو رہا ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کی اقتصادی ناکہ بندی اور تباہی کا جو گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے اس سے ایک طرف مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی پریشانیاں بڑھی ہیں تو دوسری طرف روحانی اور ایمانی مراکز کو گہرا زخم لگا ہے۔ بمبئی جیسا شہر جو دینی مدارس کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے اسے رمضان سے قبل ایسا لوٹا اور برباد کیا گیا کہ افراد تو حکومت کی اقتصادی چولیں ہل گئیں اپنے مایوس اور نازک گھڑی میں مدارس کے لئے مالی فنڈ کی فراہمی ایک بڑی آزمائش بن گئی بہت سے ادارے شکستہ خاطر ہو گئے بہت کے حوصلے مرجھا گئے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے ماتحت چلنے والے اداروں کو بھی اسی قسم کی کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم میں حفظ کے بچوں اور اساتذہ کی تنخواہ کی فراہمی بہت مشکل ہو گئی ہے جب کہ ایک طالب علم پر ماہانہ ۲۰% روپے خوراکی صرفہ ہے۔ اساتذہ کی تنخواہ اور دیگر مصارف اس کے علاوہ ہیں اس نازک صورت میں ہم اپنے قارئین دوست احباب سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دینی پودے کی آبیاری فرمائیں اور اگر ممکن ہو سکے تو ایک ایک طالب علم یا چند طالب علموں کے ماہنامہ خوراکی برداشت کریں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اس دینی قربانی کو ضرور شرف قبولیت دے گا اور آپ کے لئے ان طلبہ کو صدقہ جاریہ بنائے گا۔

رابطہ اور خط و کتابت و مالی تعاون کے لئے لکھیں

مولانا عبدالواجد فیضی
مینجر مدرسہ دارالقرآن والحدیث بھبنی خورد کولہوئی بازار ضلع مہراج گنج یوپی۔

MANAGER
MADRASA DARUL QUR-ĀN WALHADIS
BABHNI KHURD PO. KULHUI DIST. MAHRAJGANJ UP 273162

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد نمبر ۱۰
شمارہ نمبر ۸

علمی و تبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اگست ۱۹۹۳ء صفر ۱۴۱۴ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر :- عبدالواجد فیضی معاون مدیر :- افضل ندوی

زرتعاون		پاکستان و بنگلہ دیش سے	
سالانہ :-	چالیس روپے	سالانہ :-	ایک سو روپے
خصوصی :-	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :-	دو ہزار روپے
لائف ممبری :-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے	۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواجد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام م ۱۱۶/۱۔اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے

کاتب ——————— عبدالرحمان سدھارتھ نگری

بستی تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا ایسا کوڑا مارا کہ نام ونشان ان کا نہ چھوڑا

نقش آغاز

مدیر

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے جس زمانہ میں "حیلۃ ناجزۃ" تصنیف فرمائی تھی اس وقت "نکاح مفقود الزوج" کے سلسلہ میں امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیا تھا تو کسی نے کہا آپ لوگ تقلید ابوحنیفہ پر بہت زور دیتے ہیں لیکن فتویٰ امام مالکؒ کے مسلک کے مطابق دیتے ہیں؟ تو تقلید جارہی ہے مولانا تھانویؒ نے فرمایا "تم تقلید کو لئے پھرتے ہو یہاں سرے سے اسلام جارہا ہے"

جب علامہ انورشاہ کشمیری نے مفتی محمد شفیع سے فرمایا "جن منکرات کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی آج وہ دعوت نہیں دی جارہی ہے آج ضروریات دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہورہی ہیں اور اپنے اور اغیار ان کے چہرے کو مسخ کررہے ہیں اور وہ منکرات جنہیں مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا وہ پھیل رہی ہیں۔ گمراہی پھیل رہی ہے الحاد آرہا ہے شرک و بت پرستی پھیل رہی ہے۔ حلال وحرام کا اعتبار اٹھ رہا ہے — لیکن ہم لگے ہوئے ہیں فروعی بحثوں میں۔ — یوں مغموم بیٹھا ہوں اور سوچتا ہوں کہ عمر ضائع کردی"۔

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات (ملفوظات) کسی عام عالم دین کی نہیں ہیں بلکہ یہ ملفوظات ایسے مقدس علماء کرام کی ہیں جن کی علمی شہرت اور دینی خدمات کا اعتراف پوری دنیا کو ہے آج ان مقدس سلف صالحین کو ان کے ملفوظات کے آئینہ میں دیکھئے اور آج ان کے اخلاف علماء کرام کو دیکھئے اور سوچئے کہ ان کا اپنے اسلاف سے کیا کچھ نسبت ہو سکتی ہے؟ بڑے دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج مشکلات کی گرہ کشائی وہ صاحبان فرمارہے ہیں جو عقل وخرد کے ناخون گرا چکے

ہیں اور تنگ نظری اور کم ظرفی جن کا شعار بن چکا ہے۔ اور جو دنیاوی جاہ وعزت کے حصول میں ملت کے تشخص کو داؤ پر لگا چکے ہیں

جمعیۃ اہلحدیث کے آرگن جریدہ ترجمان میں شائع طلاق کے فتوی پر گذشتہ دو ماہ سے پورے ملک کے اخبارات میں گرما گرم بحثیں چل رہی ہیں اداریے لکھے جا رہے ہیں مراسلات چھپ رہے ہیں۔ طرح طرح کے تبصرے ہو رہے ہیں الغرض ایک نہ تھمنے والا سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ متعدد زبانوں میں شائع ہونے والے ہزاروں اخبارات ہیں اور تقریباً سبھی میں طلاق کے موضوع پر تبصرے ہو رہے ہیں۔ مسئلہ طلاق پر جاری بحثوں نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے جمعیۃ اہل حدیث کا فتوی کوئی نیا فتوی نہیں ہے جس کی وجہ سے حنفی و بریلوی مکتب فکر کے علماء کے ریت کے محلوں میں زلزلے آگئے ہیں کہ جس کو بچانے کیلئے اخباری بیانات دیئے جا رہے ہیں، پریس کانفرنسیں بلائی جا رہی ہیں ان پر دسیوں ہزار روپئے پھونکے جا رہے ہیں اور بھرپور کوشش ہو رہی ہے کہ حق کو چھپاؤ۔ ورنہ بغاوت پھیل جائے گی۔

جمعیۃ اہل حدیث کا موقف اور عمل ہمیشہ اور ہر دور میں وہی رہا ہے جو زمانہ رسالتؐ خلفاء راشدین تابعین اور سلف صالحین میں رہا ہے اور جس کی تبلیغ یہ جماعت حقہ اپنا فریضۂ دینی سمجھتی ہے۔ حیرت ہے کہ قرآن و حدیث کے خلاف علماء ہی کے بعض گروہوں نے ضد پکڑ لی ہے جس کی وجہ سے اسلام کو نہ صرف زک پہونچ رہا ہے بلکہ اسلام کا چہرہ مسخ ہو کر عوام الناس کے سامنے آنے لگا ہے اور علماء یہود و نصاریٰ کی صف میں کھڑے نظر آنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

افراد ہوں یا جماعت، ادارے ہوں یا تنظیمیں جب وہ اپنی انا اور مفاد کے شکار ہو جائیں حکومت وقت کے درباری بن جائیں، حق و ناحق کی تمیز کھو بیٹھیں، اسلام اور مسلمانوں کا سودہ کرنے لگ جائیں تو پھر ان سے اسلام کو مدد کیسے مل سکتی ہے؟ اس کو انصاف کون دلا سکتا ہے؟ اس کو تحفظ کیسے مل سکتا ہے؟۔

جماعت اہل حدیث کے اداروں یا ان کے علماء کے پاس جو فتاوے آتے ہیں ان میں ۷۰ فی صد فتاوے طلاق سے متعلق ہوتے ہیں اور ۳۰ فی صد دوسرے مسائل پر ہوتے ہیں ان ۷۰ فی صد فتاوے حاصل کرنے والوں کی تین چوتھائی تعداد احناف کی ہوتی ہے جو اپنے حنفی علماء و مفتیان کے ہاں سے لوٹ کر یا براہ راست آتے ہیں کیوں کہ یہاں ان کی عزت بھی بچ جاتی ہے گھر بھی آباد رہتا ہے۔ اور مروجہ حلالہ جیسی لعنت سے محفوظ بھی رہ جاتے ہیں

علماء احناف اور دیگر مقلدین حضرات کو اہلحدیث کا احسان مند ہونا چاہیے کہ وہ ان کی بگڑی بناتے ہیں، ان کو معاشرتی برائی سے نجات دلاتے ہیں کتاب و سنت پر عمل کراتے ہیں (جس کے معترف ان کے بڑے بڑے مشاہیر علماء احناف و رجال مقلدین ہیں)۔ علماء اہل حدیث کی کردارکشی سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ہے بغض و عناد اور سوء و ہنگامے اصلاح عمل کی منافی چیزیں ہیں۔

علماء اہل حدیث نے ہمیشہ اجتماعیت کا احترام کیا ہے اس کے لئے مخلصانہ جدوجہد کی ہے۔ قیادت و سیادت کے لئے راہیں ہموار کی ہیں - ندوۃ العلماء اور جمعیۃ العلماء کی تحریک و تاسیس سے لیکر آج تک چاہے، وہ مسلم پرسنل لا ہو یا مسلم مجلس مشاورت سب میں اس کی بے لوث خدمات کا رکارڈ موجود ہے جس کا اندازہ آل انڈیا ملی کونسل میں جماعت کے اہم ذمہ داران علماء کرام کی ان تیز ترین سرگرمیوں سے لگایا جا سکتا ہے جن کی دلچسپیاں جماعت و مسلک کی خدمات پر ترجیحی حیثیت رکھتی ہیں۔ دین کی خدمت کیلئے ضروری ہے صبر و تحمل اور دانشمندی کی۔ اور پورے خلوص کے ساتھ ملت کی سچی رہنمائی کی تاکہ ملت پروان چڑھے اور کاروبار دین آگے۔

اسلام کے خلاف یہودیوں کا دماغ پوری دنیا میں کام کر رہا ہے اور الکفر ملۃ واحدۃ ہونے کے ناطے بہرحال اسلام دشمنی میں سب ہی متحد ہیں لہذا ایسے ماحول میں اگر ہندوستانی مسلمانوں کو الجھانے کی کوشش جاری رکھی گئی تو مسلمانوں کی اجتماعیت کو جو حادثہ پیش آئے گا اس کا ذمہ دار براہ راست علماء کا گروہ ہوگا جس کے نتیجے میں ان کا دامن ہی نہیں گریباں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگا۔

نوائے قرآن

عالم اسلام کے سیاسی رہنما

خود کو امین بنائیں

رفیق احمد سلفی علی گڑھ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
وَتَخُوْنُوْا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (انفال: ۲۷)

ترجمہ:۔ اے ایمان والوں جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ ہو۔

کتاب وسنت کی واضح تعلیمات سے پہلو تہی کا بھیانک انجام ہمارے سامنے ہے آج پوری دنیا میں مسلمان ذلیل ورسوا ہو رہے ہیں اور اعداء اسلام ان کی نسل کشی کر رہے ہیں جن ممالک میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں توظلم وستم کی داستان اپنے اندر اب کوئی نیا پن نہیں رکھتی۔ بدترین قسم کے مظالم بھی ہم اپنے کانوں سے سن کر برداشت کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ ممالک جہاں کی اکثریت مسلمان ہے اور حکومت واقتدار کی کنجیاں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہیں، ان کے اہل وعیال کو پریشان کیا جا رہا ہے اور ان کی جائدادیں نیلام ہو رہی ہیں ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ اعداء اسلام ان مظلوموں کو دہشت گرد، بنیاد پرست، اور رقدامت پرست جیسے الفاظ سے موسوم کرتے ہیں اور ہمارے سیاسی رہنما ہیں کہ مخلص اپنی عیاشی کی خاطر کرسی واقتدار سے چمٹے ہوئے ان غریبوں پر عرصہ حیات تنگ کئے ہوئے ہیں۔ اس کی نمایاں مثال مصر کے حالیہ واقعات ہیں جہاں کے حکمراں ٹولے نے اپنے آقاؤں کی خواہش پوری کرنے کیلئے تختہ دار کو ایک بار پھر سجانا شروع کر دیا ہے۔ حیرت اور افسوس کی بات یہ ہے کہ امت بے حسی کا شکار ہے اس کے علماء اور مفتی اخلاقی جرأت سے محروم ہیں۔ ورنہ مصر جس کا ماضی اخوان المسلمون کے خون سے داغدار ہے، ایک بار پھر اسلام پسندوں پر

ظلم وستم کا یہ سلسلہ نہ شروع کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے سیاسی رہنماؤں کے اندر اگر دینی غیرت اور ملی حمیت ہوتی تو وہ مصر گو ان حرکتوں سے باز رکھتے۔ اعدا ملت کی چاپلوسی اور ان کی مرضی کی تکمیل کا یہ پورا ڈرامہ دراصل اس وجہ سے اسٹیج ہو رہا ہے کہ عالم اسلام کے سیاسی رہنماؤں کو جو امانت سونپی گئی تھی، اس میں وہ خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ سیکولرزم اور اباحیت کے تحفظ کی خاطر وہ ایسے لوگوں کا سر قلم کر دینا چاہتے ہیں جو اسلام کے زریں اصولوں کے داعی اور منادی ہیں۔

سر عنوان آیت کریمہ میں اہل ایمان سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے باز رہیں۔ حقیقت سے آگاہ ہوتے ہوئے اپنی امانتوں میں خیانت نہ کریں۔ آیت کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ اہل مکہ کے اعلان جنگ کے باوجود جب مدینہ میں موجود بعض مسلمانوں نے اپنے اقرباء کے تحفظ کی خاطر اہل مکہ سے نام و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا اور دبے الفاظ میں جنگ اور اس کے نتائج کا ذکر کیا تو وحی الٰہی نے اس معمولی حرکت کو اللہ و رسول کے ساتھ خیانت سے تعبیر کیا اور اہل ایمان کا طرز عمل یہ بتایا کہ وہ اس طرح کے معاملات میں اقرباء پروری کی پرواہ نہیں کرتے، اسلامی حکومت کے ایک منصوبہ کی اطلاع دشمن ملک کو دینا اس مقصد سے نہیں کہ وہ اپنا دفاعی قلعہ مستحکم کر سکے بلکہ اس لئے کہ ہمارے خویش و اقارب اپنا انفرادی تحفظ کر سکیں، جب اسلام کی نظر میں خیانت ہے تو بھلا بتائیے ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اعدا اسلام کی سیاسی خدمت انجام دیتے ہیں اور ایک مسلم ملک کے تمام پوشیدہ معاملات ایک دشمن ملک کو چند کوڑیوں کے بدلے بیچتے رہتے ہیں۔ اپنی کرسی بچانے کی خاطر بوسنیا جیسے ممالک کے مسئلے میں خاموش تماشائی بنے رہتے ہیں۔ عالم اسلام کے معصوم عوام اپنے جذبات و احساسات کے ساتھ دنیا کے تمام مظلوم مسلمانوں کے ساتھ ہیں لیکن حکمراں طبقہ مسلسل ان کو کچل رہا ہے، ان کی زبانوں پر تالے لگا کر انہیں اپنے گھروں میں بند رہنے پر مجبور کر رہا ہے۔ بوسنیا کے مسئلے میں انفرادی طور پر مسلمانوں نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اگر اس کا دسواں حصہ بھی حکمراں ٹولہ پیش

کرتا تو آج لاکھوں جانیں نہ جاتیں، لاکھوں بچے یتیم نہ ہوتے اور ہزاروں عفیفاؤں کی عزت سربازار نیلام نہ ہوتی لیکن داخلی امور میں مداخلت کا ابلیسی فلسفہ اس طبقہ کو اتنا مرغوب ہے کہ وہ اسے اپنی عیش پرستی کے لئے ایک حیلہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اقوام متحدہ کے بنائے ہوئے بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں خود وہی لوگ بکھیر رہے ہیں جنھوں نے اس انجمن کو امن و سلامتی کے قیام کی خاطر تشکیل دیا تھا۔ لہٰذا اب کسی ملک کیلئے دینی و شرعی لحاظ سے ان کا پاس و لحاظ میرے نقطۂ نظر سے حرام ہوگا۔ خاص طور سے اس صورت میں جب کہ دنیا کے بیشتر اہل انصاف اس انجمن کی غیر جانبداری کو قطعی شہادتوں کے ذریعہ مجروح قرار دے چکے ہیں کسی ملک میں مسلمانوں کی نسل کشی کی جائے کسی جرم کی بنا پر نہیں بلکہ محض اس لئے کہ یہ کیوں مسلمان ہیں اور عالم اسلام کے سیاسی رہنما اس لئے خاموش رہیں کہ اقوام متحدہ کے منشور کے خلاف ہوگا اگر ہم نے اس مسئلہ میں کوئی سیاسی آواز اٹھائی تو بھلا بتائیے کہ یہ لوگ اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت کو مانتے ہیں یا اعداء اسلام کی اتباع کرتے ہیں۔ امت نے جو امانت انہیں سونپی ہے اس کا تقاضا ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت ظلم و ستم کو روکنے میں لگادیں خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو ممکن ہے وہ اور ان کی حکومت صفحۂ ہستی سے مٹ جائے لیکن آخرت میں اللہ نے ان کی قربانیوں کا بدلہ تیار کر رکھا ہے مومنانہ نقطۂ نظر یہی ہے۔ اس کی نگاہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں وہ یہاں کے عیش و آرام کو پر کاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتا۔ عالم اسلام کے تمام مصائب و مسائل کا حل اسی راز میں پنہاں ہے●

نوائے حدیث

بے جا تعریف اور اس کا انجام

فضل اللہ انصاری سلفی

عن ابی موسی قال سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یثنی علی رجل ویطریہ فی المدحۃ۔ فقال اھلکتم۔ اقطعتم ظھر الرجل: البخاری

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ایک آدمی کی مبالغہ آمیز تعریف کرتے ہوئے سنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ہلاک وبرباد کیا۔ یا ممدوح کو مار دیا۔

کار خیر، بھلے کام اور کارنامے و کمال کی تحسین و مدح سرائی۔ کار گناہ، برے کام اور غلط کی تقبیح و مذمت انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ کسی کے اچھا کرنے اور کارنامہ و کمال دکھانے پر دوسرا بے ساختہ تعریف و تحسین اور اس کی مدح سرائی پر مجبور ہوتا ہے۔ جب کہ کوئی اگر غلط اور برا کرے تو اس کی مذمت بھی اسی طرح کی جاتی ہے۔ تعریف و تقبیح بذات خود کوئی بری چیز نہیں۔ ایک صاحب کمال کی حوصلہ افزائی کے لئے ہوتی ہے تو دوسری "مجرم" کی تہدید و اصلاح کے لئے یا پھر عقاب کے طور پہ ذیل کے سطور میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر وہ تعریف و مدح سرائی موضوع بحث ہے جو دائرہ سے باہر، مبالغہ آمیز اور غیر موزوں و بے مناسب ہو۔ کسی کے اچھے کام اور کارنامے و کمال پر اتنی ہی تعریف کی جائے جتنی کا وہ مستحق ہے۔ نہ کہ مبالغہ سے کام لیتے ہوئے اتنی تعریف کی جائے کہ وہ اسی میں کھو جائے پھر اسی میں وہ چور، مزید کچھ اور کرنے سے دور ہو جائے۔ وہ اپنے آگے کسی کو کچھ اہمیت نہ دے اور ہر کسی کو اپنے سے کمتر جانے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی تعریف مبالغہ آمیز اور خود ممدوح (جس کی تعریف کی گئی ہے) کیلئے مہلک و برباد ہو گی۔ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں

اسی مبالغہ آمیز تعریف سے منع کیا گیا ہے اور اس کا نقصان بتلایا گیا ہے کہ جب آپ نے کسی کی زبانی ایک شخص کی مبالغہ آمیز تعریف سُنی تو آپ نے اس سے کہا کہ تم نے اس ممدوح کو ہلاک و برباد کر دیا۔ دیگر احادیث کے اندر آپ نے مبالغہ آمیز تعریف کی مذمت کی ہے۔ اور اس کی خرابی کو بیان کیا ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ:۔ مبالغہ آمیز تعریف سے روکے جانے کا فلسفہ اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا جائے جب کہ وہ اس کا حقدار نہیں تو خدشہ ہے کہ ممدوح عجب، خود بینی اور کبر و ناز کا شکار ہو جائے اور سمجھے کہ وہ اسی لائق ہے۔ پھر وہ اس کی وجہ سے مزید کار خیر اور کارنامہ و کمال کرنے سے باز رہ جائے۔
(فتح الباری ج ۱ کتاب الادب، ص ۴۷۷)

ایک حدیث کے اندر آپ فرماتے ہیں کہ "احثوا فی وجوہ المداحین التراب" یعنی مبالغہ آمیز اور بے جا تعریف کرنے والوں کے چہرہ پر مٹی پھینکو۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "المدح ھو الذبح" یعنی تعریف (بے جا تعریف، ممدوح کو) ذبح کرنا ہے۔ جائز اور مناسب تعریف ممنوع نہیں کہ خود اللہ کے رسول نے اچھے شعر، اچھے بیان اور اچھی بحث و گفتگو کی تعریف کی ہے۔

پیارے نبی خیر البشر اور اللہ کے بعد سب سے زیادہ تعریف و مدح کے لائق انسان تھے لیکن پھر بھی آپ نے اپنے ماننے والوں کو بے جا و مبالغہ آمیز تعریف کرنے سے منع فرمایا کہ:۔ لا تطرونی کما اطرت النصاری عیسی بن مریم۔ فانما انا عبداللہ و رسولہ فقولوا عبداللہ و رسولہ۔

یعنی:۔ مجھے اس طرح آگے نہ بڑھاؤ جس طرح سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو آگے بڑھا دیا ہے اور نعوذ باللہ اللہ کا بیٹا بنا دیا، آپ کو حاضر و ناظر، عالم الغیب مولائے کل اور معبود کا درجہ دینا نہ کہ صرف مبالغہ آمیز ہے، بلکہ شرک باللہ بھی ہے، جس سے اجتناب و احتراز بہر حال ضروری ہے۔

اب اگر کوئی مطلب برآری، تملق و چاپلوسی اور اپنے مفاد کے حصول میں کسی

غیر مستحق انسان کی بے جا تعریف کرے، اسے ثریٰ سے ثریا تک پہنچانے کی کوشش کرے اور اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے تو بلاشبہ مادح خودغرض مطلب پرست اور سنت رسول کا باغی ہوگا۔ ساتھ ساتھ ممدوح بھی ہلاک و برباد ہوگا اسی طرح استحقاق سے زیادہ کسی کی تعریف کی جائے کہ "آپ ہی سب کچھ"، "آپ ہی تو ہیں"، اور "آپ نہیں تو کچھ بھی نہیں"، وغیرہ جیسے مبالغہ آمیز تعریفی جملوں سے خطاب کیا جائے تو بلاشبہ یہ بھی غلط اور ایسی تعریف بجائے خود لائق مذمت ـــــ ممدوح اگر عقلمند ہوشمند اور اللہ کا نیک بندہ ہوگا تو ایسی تعریف کو ناپسند سمجھے گا۔ اور مادح کی تردید و تقبیح کرے گا۔ لیکن اگر تملق پسند، خودبیں اور جھوٹی تعریف کا بھوکا ہو تو پھر خدا خیر کرے۔ سلف صالحین میں سے کسی نے ہدایت فرمائی کہ جب کسی کے سامنے کوئی تعریف کرے تو چاہیے کہ وہ کہے: اللّٰھم اغفرلی مالا یعلمون ولاتؤاخذنی بما یقولون واجعلنی خیراً مما یظنون: یعنی اے اللہ! لوگ جو نہیں جانتے، اس کے لئے تو مجھے معاف کردے، لوگ جو کہتے ہیں، اس کی وجہ سے تو میرا مواخذہ نہ کر اور مجھے اس سے بہتر بنا، جو لوگ سمجھتے ہیں۔ فتح الباری ۱۰، کتاب الادب ص۴۷۶۔

اللہ ہمیں بے جا مبالغہ آمیز تعریف کرنے اور سننے سے بچائے (آمین) ●

بقیہ ص۳۵ کا

اور ہمارے لئے ان واقعات میں پند و موعظت کا خزانہ ہے ہمیں انہیں اپنے سامنے ضرور رکھنا چاہیئے اور زندگی کے معاملات و مسائل میں ان سے سبق حاصل کرتے رہنا چاہیئے۔ ہمیں انہیں اپنی زندگی کا ایک ذاتی تجربہ اور مشاہدہ سمجھنا چاہیئے اور اسی یقین و اذعان کے ساتھ ان سے روشنی حاصل کرنا چاہیئے پھر ہمیں یقین ہے کہ آپ نامراد نہیں سرخرو اور کامیاب ہوں گے۔ یہ سچ ہے، صحیح ہے اور حقیقت ہے شیخ سعدی نے اسی معنی میں غالباً کہا ہے ؎

پند گیر از مصائب دیگراں ‌ ‌ ‌ تا نگیرند از مصائب تو پند ●

بنی اسرائیل عروج وزوال اور انعام وعذاب

آخری قسط

نیز عارضی اقتدار کا جائزہ

خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری ناظم سراج العلوم جھنڈانگر نیپال

بنی اسرائیل کے حالیہ اقتدار پر بحث ونظر

جب بنی اسرائیل پر ذلت ومسکنت نازل کی گئی تو آج کل اس کو سلطنت وبادشاہت کیونکر حاصل ہے؟ آج وہ قوت وشوکت کے مالک کیوں ہیں اور ان کی ذلت ومسکنت کیسے دور ہوگئی؟ تو قرآن کریم نے اس کا جواب دیتے ہوئے الا بحبل من الله وحبل من الناس کا لفظ سورہ آل عمران میں استعمال کیا ہے جو بہت ہی قابل غور ہے پوری آیت کریمہ ملاحظہ ہو ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ (آل عمران ، ١١٢)

ترجمہ۔ یعنی نازل کردی گئی ہے ان پر بے قدری کہیں بھی پاوے جائیں گے مگر ہاں ایک تو ایسے ذریعہ کے سبب جو اللہ کی طرف سے ہے اور ایک ایسے ذریعہ سے جو آدمیوں کی طرف سے ہے اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے اور نازل کردی گئی ان پر پستی۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ اسلام سے نکل جاتے تھے۔

یعنی ذلت ان پر غالب کی گئی جہاں پائے جائیں گے ذلیل رہیں گے مگر اللہ کی پناہ میں یا لوگوں کی پناہ میں۔ خدا کے غضب میں آئے ہوئے ہیں اور ان پر ذلت

دخواری برس رہی ہے کیونکہ یہ اللہ کے حکموں سے انکار کرتے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے یہ انکی حالت اسی لئے ہوئی کہ نافرمانی کرتے تھے اور حق سے متجاوز تھے۔

اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصہ یہودیوں کا ہے لیکن ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اپنی بدعملیوں اور سرکشیوں کے سبب مغضوب الٰہی ہوچکے ہیں اور دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں یہ اپنے بل بوتے پر زندگی بسر کر رہے ہوں۔ آج کل بنی اسرائیل کی سلطنت امریکہ کے سہارے قائم ہے جب عراق نے اسرائیل پر اسکڈ میزائیل داغے تھے تو امریکہ نے فوراً جوابی حملہ عراق پر اور تیز کر دیا تھا۔ اور امریکہ نے فوراً اس کی مدافعت کرکے اس کی پشت پناہی کی۔ پٹریٹ میزائیلوں سے اسرائیل کی بھرپور مدد کی اور اس کو ایک ایسا تباہ کن آلہ بھی دیا جس کو اس سے پہلے دینے والا نہیں تھا۔ جب عراق نے اسرائیل پر حملہ کر دیا تو عراق کی عناد میں دنیا گوارا کر لیا۔

یہ بات اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے کہ اگر آج امریکہ اپنی پشت پناہی ختم کر لے تو اسرائیل کو عرب کے سلاطین ہی ختم کرنے کیلئے کافی ہیں، لیکن چونکہ وہ امریکہ کے سہارے جی رہا ہے اس لئے گویا خدا کی پیشین گوئی۔ **الا بحبل من اللّٰہ و بحبل من الناس** پوری ہوگئی ہے، یہ قوم دوسروں کی پشت پناہی اور حمایت پر زندہ ہے۔

لیکن یہ سہارا اتا بکے؟ اب وہ دن دور نہیں کہ یہ سہارا ان کیلئے ختم ہو جائے اس لئے کہ ظالم قوم کو خدا کبھی نہیں بخشتا۔ البتہ کچھ مدّت کیلئے مہلت ضرور دیتا ہے۔

اللہ کا یہی دستور آج بنی اسرائیل پر بھی نافذ ہوگا۔ ابھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں وہ حد نہیں آئی جس حد پر وہ مواخذہ فرماتا ہے۔ ابھی یہ بدمعاش قوم مہلت کے دور سے گذر رہی ہے ایک وقت ایسا آنے والا ہے جیسا کہ سوویت یونین ٹوٹا اور اس کی پشت پناہی بھی ختم ہوئی اور کئی روسی جمہوریتیں آزاد ہوگئیں اور سوویت یونین کو پوری دنیا میں زوال و شکست اور ذلّت کا منھ دیکھنا پڑا۔

اسی طرح امریکہ کے بارے میں بھی اہل ایمان وارباب نظر کے صحیح اندازے ہیں کہ اس پر سوویت یونین کی طرح زوال آنے والا ہے اور اس کی بھی طاقت ٹوٹے گی پھر اس کی پشت پناہی میں رہنے والی قومیں اسرائیلی یہودی بھی ذلیل وخوار ہونگی جیساکہ اسلام کے غالب آنے کا اور پورے ادیان وملل پر حاوی ہونے کا امریکہ کو بہت بڑا خطرہ واندیشہ ہے علامہ اقبال مرحوم نے ابلیس کی زبان سے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے۔

عصر حاضر کے تقاضاؤں سے لیکن ہے یہ خوف
ہو نہ جائے آشکارہ شرع پیغمبر کہیں

جس طرح شیطان لعین اسلام کی شوکت وقوت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریعت کی عام طور پر اشاعت ہونے سے خطرے میں پڑ گیا کہ شریعت پیغمبر اگر واضح ہو گئی اور اس میں اعتدال پسندی اور میانہ روی اور خلق وخالق کے ساتھ تعلق رکھنے کے اچھے تعلیمات ہیں اس شریعت کے واضح ہونے کے بعد خطرہ ہے کہ پوری دنیا میں اسلام محبوب وپسندیدہ ہو جائے اور عالمگیریت حاصل کر لے۔

معلوم ہوا کہ امریکہ کو جس طرح اسلام کے غالب ہونے کا شیطانی خطرہ ہے اور وہ طرح طرح سے یہ انتظام کرتا ہے کہ اسلامی سلطنتیں ٹوٹ جائیں اسی وجہ سے فتنہ وفساد برپا کر کے مسلم قوت کو مفلوج کرنے کیلئے کہیں افغانستان پر حملہ کراتا ہے تو کبھی عراق پر حملہ کراتا ہے تو کہیں بوسنیا پر حملہ کراتا ہے غرض کہ ہر جگہ گٹھ جوڑ کر کے اسلام کی قوت کو توڑنا اور کمزور کرنا چاہتا ہے حالانکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اسلام غالب ہو کر رہے گا اور تمام باطل قوتیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی۔ خدا کا ارشاد ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ
(صف : ۸)

یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں کی پھونکوں سے بجھا دیں اللہ نور کو پورا کرے گا چاہے کافروں کو برا لگے۔

سچ کہا ہے کسی شاعر نے ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اسلام ایک سچا دین اور اچھا مذہب ہے جو تا قیام قیامت باقی رہے گا اس کی فطرت میں خدا نے جو لچک اور قوت ودیعت فرمائی ہے وہ کسی کے دبانے سے نہیں دبے گی اور نہ ختم ہوگی ۔ بزبان شاعر ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

یعنی ، اللہ تعالی ہر میدان میں ہر حیثیت سے تفوق و برتری اور غلبہ عطا فرمائے گا ۔

ارشاد باری ہے

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (الصف ۹)

یعنی وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول بھیجا کہ اس کو سب ادیان پر غلبہ کرے گا چاہے مشرک لوگ برا جانیں ۔ تو اللہ کے رسول کا لایا ہوا سچا دین سب دینوں پر غالب ہو کر رہے گا چاہے کوئی کتنی ہی مخالفت کرے ۔ وقت آگیا ہے اسرائیل بھی امریکہ کے ساتھ ہی فنا کے گھاٹ اترنے والا ہے ۔ (وما ذالک علی اللہ بعزیز)

مستقبل قریب کا مورخ ٹھیک اسی طرح اس قصۂ کمال و زوال کو لکھے گا جس طرح آج کا مورخ روس کے زوال و انقلاب اور اسلام کی آزادی و برتری کے بارے میں لکھ رہا ہے پھر اس وقت وعدۂ خداوندی پورا ہوگا کہ اسلام کو تمام ادیان و ملل پر غلبہ ہوگا اور ساری مخالف اسلام قوتیں تہس نہس ہو کر تباہ و برباد ہو جائیں گی ۔

اسی طرح بابری مسجد کے ڈھانے اور برباد کرنے والے ہندو احیا پسندوں نے جو ظلم و طغیان کیا ہے اور جو زبردستی دھاندلی مچائی ہے اور جس طرح سپریم کورٹ کی اور عدالت عالیہ کی توہین کی ہے اور عدالت کو دھوکا دے کر اور مسلمانوں کو

پھیلادہ اور تسلی دے کر کھلم کھلا قانون شکنی کی ہے اور مسلمانوں کو زخمی ور مجبور کیا ہے اس کام کیلئے جتنی ہندو تنظیمات مثلاً بھارتیہ جنتا پارٹی شیوسینا، بجرنگ دل ہندو شو ہندو پریشد، آر ایس ایس، وغیرہ نے مل جل کر اپنی قوت کا مظاہرہ کیا ہے ان سب کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو اگلی ظالم قوموں کا حشر ہوتا رہا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○ (سورہ شعراء - ۲۲۷)

ترجمہ۔ اور عنقریب ظالموں کو پتہ ہو جائے گا کہ وہ کس انقلاب کے زد میں آجائیں گے۔

شاعر کا شعر ہے ؎

از مکافات عمل غافل مشو ٭ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

ہر برے یا بھلے عمل کے بدلے سے غافل نہ ہو گیہوں سے گیہوں اور جو سے جو پیدا ہونے کا قانون فطرت ہے۔ علامہ اقبال کے لفظوں میں یہ آخری انتباہ دیا جارہا ہے

؏ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ " اخبار العالم الاسلامی مکہ مکرمہ " کا تازہ شمارہ نظر سے گذرا اس کے ۱۳ رجمادی الاخری ۱۴۱۳ھ میں " الغرب والاسلام والمستقبل " کے زیر عنوان چند مفید باتیں نظر آئیں جسے میں قرآنی آیات کے ترجمہ مع توضیح پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے فاسد اور باطل عقیدہ والوں کو بھی زمین میں تمکن اور قدرت عطا فرماتا ہے۔ ارشاد ہے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ (الاسرائیل - ۲۰)

ترجمہ۔ ہم ہر ایک کو اپنی مہربانی سے مدد دیتے ہیں یہ ہوں یا وہ ہوں تیرے پروردگار کی عطا کسی کے لئے بند نہیں"

اس کے بعد دوسری جگہ فرمایا کہ جب انسان طغیان و سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ظلم و ہلاکت و بربادی کے افعال کرتا ہے تو ان کو اللہ تعالیٰ اور تھوڑی سی ڈھیل

دیتا ہے۔ارشاد ہے۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (انعام: ۴۴)

ترجمہ:۔ پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے۔

یعنی خوب نعمت و ثروت کے ساتھ فائدہ اٹھانے کی مہلت دی۔یعنی جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی نصیحتوں اور قانون کو توڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے اور بدامنی اور ظلم و فساد کے اوپر تل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مزید مہلت دیتے ہیں اور سب طرح کی آسائش اور سہولت عطا کرتے ہیں لیکن آخرکار قدرت الٰہی اور غیر مستقبل سنت اللہ کے تحت یکایک اور اچانک اپنی عذاب میں گرفتار کر لیتا ہے۔

ارشاد باری ہے:۔ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ ○ (انعام: ۴۵)

یعنی جب انعامات الٰہی اور ہر چیز پر قدرت اور اقتدار پاجانے کے بعد مگن اور سرور رہتے ہیں یکایک ہم ان کو پکڑ لیتے ہیں اور عذاب الیم میں گرفتار کرتے ہیں پس وہ حیرت زدگی کے ساتھ ناامید ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کارروائی یہ بھی ہوتی ہے کہ ان کو کبھی زمین میں دھنسا دیتا ہے جیسا کہ قارون کے ساتھ ہوا یا ناگہانی کوئی ایسا عذاب آجاتا ہے جس کو وہ سمجھ نہیں سکتے۔

چنانچہ ارشاد ہے۔ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ○ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ ○ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ ۔ (النحل: ۴۵، ۴۷)

ترجمہ:۔ کیا بدکار لوگ اس امر سے بے خوف ہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ سے ان پر عذاب آئے کہ ان کو خبر بھی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے پکڑے یہ لوگ اس کو کسی امر میں عاجز نہیں کر سکتے تمہارا پروردگار بڑا ہی مہربان نہایت رحم والا ہے۔

آج کل اعدائے اسلام ہر طرح سے مسلمانوں پر حملے کر رہے ہیں ان کے جان ومال پر ظلم وستم ڈھارہے ہیں، بوسنیا میں چین سے سربی پولیس ہزار ہا ہزار آدمیوں کو قتل کرچکے، اقوام متحدہ تماشائی بن کر دیکھ رہا ہے فلسطین میں اسرائیلی مظالم ڈھارہے ہیں اور فلسطینی مسلمانوں کو ایک اسرائیلی سپاہی کے قتل پر چار چار سو فلسطینیوں کو گرفتار کرنے قید وبند کے عذاب میں مبتلا کرکے انہیں ملک بدر بھی کر رہا ہے۔

اور اسی طرح صومال میں بھی مسلمانوں کا قتل وقتال ہو رہا ہے کشمیر میں بھی لاکھوں مسلمان ذبح کئے جارہے ہیں ——————— یہ سب جابجا اسی لئے ہو رہا ہے کہ اسلام کو مٹادیں۔ اپنی طاقت بھر ہر جگہ اسلام کو مٹانے کی کوشش ہو رہی ہے کہیں کہیں پولیس اور فوج کی طاقت استعمال کی جارہی ہے اور کہیں فکری وسیاسی واقتصادی طریقہ سے ان کی ناکہ بندی کی جارہی ہے ضرور، اللہ تعالیٰ ان ذبح کرنے والی قوموں کو ایک دن ہلاک وبرباد کرے گا اور اسلام کو غلبہ اور نصرت عطا کرے گا جیسا کہ اس کا قانون ہے کہ مہلت دینے کے بعد جب ظلم کی انتہا ہو جاتی ہے تو یکلخت خداوندی عذاب کا کوڑا برسنے لگتا ہے چنانچہ ظالم قوموں کے بارے میں ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۝ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝ فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ ۝ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ (الفجر ۶-۱۴)

ترجمہ:۔ کیا تم نے کبھی نہیں کیا تمہارے پروردگار نے اس بڑی طاقتور ارم کی ذات عماد کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا اس جیسی زوردار کوئی قوم دنیا میں پیدا نہیں ہوئی، اور قوم ثمود کو بھی تباہ کر دیا جنھوں نے پہاڑ کھود کر گھر بنائے تھے اور بڑی طاقت والے فرعون کو ہلاک کر دیا انہوں نے ملک میں سرکشی کی تھی۔ یعنی ان میں بڑا فساد پھیلا یا تھا، پس تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا مارا تمہارا پروردگار بے شک گھات میں ہے۔

یعنی تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا ایسا کوڑا مارا کہ نام ونشان ان کا نہ چھوڑا

مغرور ظالم قومیں جانتی ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں خدا اس پر مطلع نہیں یا مطلع ہے مگر پکڑتا نہیں تو ہم لائق مواخذہ نہیں، اس لئے تم بلند آواز سے کہدو کہ تمہارا پروردگار تمہارے نیک و بد پر مطلع ہے اور جلدی نہیں پکڑتا بے شک وہ بدکاریوں کی گویا گھات میں ہے جب پکڑے گا اچانک پکڑے گا مگر الٹی عقلی انسان اس ڈھیل سے الٹا نتیجہ نکالتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مجرموں پر عذاب نازل کرنے کی تفصیل دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:- فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (العنکبوت ۴۰)

ترجمہ پس ہم نے ان سب گناہوں پر مواخذہ کیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھراؤ کیا اور بعض کو سخت آواز نے دبا لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور بعض کو ہم نے غرق کیا اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا تھا بلکہ وہ لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

یعنی اسی طرح قارون فرعون اور ہامان وغیرہ معاندین کو ہم نے ہلاک کیا حضرت موسیٰ ان فرعونیوں کے پاس کھلے احکام لائے تاہم انہوں نے ملک میں تکبر کیا بندے سے خدا بنے اور خدا کو چھوڑ کر بندے کو معبود بنا لیا مگر وہ ہم سے آگے نہ بڑھ سکتے تھے۔

یعنی جس وقت ہم ان کو پکڑنا چاہتے ممکن نہ تھا کہ کہیں چھپ جاتے پس ہم نے ان مذکورہ قوموں کے سب لوگوں کو گناہوں پر مواخذہ کیا ان میں سے بعض پر پتھراؤ کیا اور بعض کو سخت آواز نے زلزلہ کے ساتھ دبا یا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا یا اور بعض کو ہم نے پانی میں غرق کیا اور سچ پوچھو تو اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا تھا کہ ناحق عذاب دیئے گئے بلکہ وہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

آخری قسط

دورِ رسالت کے معرکے

مولانا عزیز الحق عمری ——— ایم اے علیگ

افواہوں پر بندش

معرکوں اور فسادات کے دور میں عموماً دشمن کی طرف سے خوف وہراس پیدا کرنے اور مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کے لئے افواہوں سے کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ غزوہ اُحد میں کافروں نے مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مار دیئے جانے کی افواہ اڑادی جس سے مسلمانوں کے حوصلے پست ہوگئے اور بہت سے مسلمان دل برداشتہ ہوکر فرار ہوگئے۔

کبھی کبھی اہل نفاق افواہیں اڑاکر خوف وہراس پیدا کر دیتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں منافق عموماً افواہیں اڑایا کرتے تھے جن پر اسلام نے زبردست تنبیہ کی اور مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ جب بھی کوئی امن یا خوف کی بات سنیں تو اسے اڑائیں نہ بلکہ ذمہ داروں تک پہنچائیں اور مسلمانوں میں جو ذمہ دار اور بڑے بنائے گئے ہوں وہ اپنے طور پر اس کی تفتیش کریں کہ یہ بات درست ہے یا نہیں اور درست ہے تو اس سے کیا اثر ہوگا اور پھر وہ فیصلہ کریں گے اس بات کو عام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

افواہوں پر سخت وعید

افواہوں کے پیش نظر اسلام نے اس پر سخت بندش عائد کی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا

اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے عام کر دیتے ہیں اور اگر اسے رسولؐ کی طرف یا اپنے میں سے ذمہ داروں کی طرف لوٹا دیتے ہیں تو جو تفتیش کرتے ہیں اسکا پتہ لگا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کچھ کے سوا سب شیطان کی پیروی کرتے۔ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ۝ (الاحزاب ۶۰، ۶۱)

اگر منافق اور جن کے دلوں میں کھوٹ ہے اور جو مدینے میں افواہ اڑاتے ہیں باز نہ آئے تو (اے رسولؐ) ہم آپ کو ان پر غالب کر دیں گے پھر وہ تمہارے پاس (مدینہ میں) کم ہی رہ پائیں گے۔ وہ جہاں رہیں گے راندے جائیں گے اور پکڑے اور قتل کئے جائیں گے۔

لہذا خوف کا زمانہ ہو یا امن کا افواہیں اڑانا جائز نہیں ہے اور خوف کے وقت میں ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ کوئی خبر سنے تو اسے عام کرنے سے پہلے ذمہ داروں تک پہنچانا چاہیے تاکہ اس خبر کے درست ہونے کے باوجود اس کے نفسیاتی اثرات کیا ہو سکتے ہیں اس کا جائزہ لینے کے بعد اس کے بارے میں فیصلہ کریں کہ اسے عام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ (الحرب خدعة۔ لڑائی فریب ہے) دشمن میں انتشار پیدا کرنا اور دھوکا دینا لڑائی کی اہم سیاست ہے اور ایسے موقع پر جھوٹ بولنا جائز قرار دیا گیا ہے معرکہ نبوی میں غزوہ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سیاست سے کام لیا۔

غزوہ خندق کے وقت قریش نے جب مدینہ پر حملہ کیا تو مدینے کے یہود بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ مدینے کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا آپؐ کو ایک ساتھ سامنا کرنا پڑا۔ اتفاق سے اسی دوران میں نعیم بن مسعودؓ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ کے رسولؐ! میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میری قوم کو اس کا علم نہیں اس لئے

آپ مجھ سے جو کام لینا چاہیں لے سکتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ہم میں ایسے واحد شخص ہو اور لڑائی فریب ہے اس لئے تم دشمنوں میں انتشار پیدا کردو، اور نعیم بن مسعودؓ یہود کے قبیلہ بنو قریظہ کے پاس گئے اور انہیں اپنی زمانہ جاہلیت کی دوستی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ قریش اور غطفان لڑنے آئے ہیں اور تم ان کی مدد کر رہے ہو تو قریش اور غطفان کا معاملہ دوسرا ہے نہ یہ ان کا وطن ہے اور نہ یہاں ان کے اہل وعیال ہیں اس لئے اگر مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے یہاں رہیں گے اور اگر ایسا امکان نہ ہو تو واپس ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی مدد کرنے سے پہلے ان سے ضمانت حاصل کر لو کہ محمدؐ سے اگر تمہارا کوئی معرکہ ہوا تو قریش تمہارا ساتھ دیں گے اور اس کے لئے ضمانت کے طور پر قریش کے کچھ سرداروں کو اپنے پاس رکھ لو۔ اس کے بعد نعیم بن مسعودؓ قریش کے پاس گئے اور کہا کہ یہود محمدؐ سے اپنا معاہدہ توڑنے پر شرمندہ ہیں۔ اور انہوں نے محمدؐ سے اس کی معذرت کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو ہم قریش اور غطفان کے کچھ سرداروں کو لے کر آپ کے سپرد کر دیں اور آپ انہیں قتل کرا دیں اور پھر ہم کھل کر قریش کے خلاف آپ کا ساتھ دیں گے۔ اس لئے اگر یہود تم سے ضمانت میں سرداروں کو طلب کریں تو تم ان کے فریب میں ہرگز نہ آنا۔

پھر غطفانیوں کے لشکر میں آئے اور ان سے بھی ایسی ہی باتیں کیں دوسرے وفد قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابوجہل کو اس کے کچھ ساتھیوں کے ساتھ یہودیوں کے پاس بھیجا کہ ہم چاہتے ہیں کہ کل فیصلہ کن لڑائی ہو جائے کیونکہ زیادہ دنوں سے یہاں رہ کر ہمارا زبردست نقصان ہو رہا ہے۔ یہود نے جواب دیا کہ کل ہفتہ کا دن ہے اس دن ہم کوئی کام نہیں کرتے اور پھر تمہاری طرف سے کسی ضمانت کے بغیر تمہارا ساتھ بھی نہیں دے سکتے اس لئے اپنے کچھ سرداروں کو یرغمال کے طور پر ہمیں سپرد کر دو تاکہ اس بات کی ضمانت رہے کہ تمہاری شکست بھی ہو تو ہماری مدد کرو گے۔

یہود کی اس بات کو سن کر قریش اور غطفان کو نعیم ابن مسعودؓ کی سچائی کا

یقین ہوگیا اور انہوں نے یہود کی درخواست رد کردی اور دونوں فریق ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگے اور قریش بددل ہوکر اپنا ڈیرا ڈنڈا اٹھا کر رات کے اندھیرے میں مکہ کے کیلئے روانہ ہوگئے اور فریب کی یہ سیاست کامیاب رہی ۔ اس کے سوا اور بھی فریب دینے کی صورتیں ہیں جیسے دشمن کے سامنے سے شکست خوردہ ہوکر پیچھے ہٹنا اور پھر پلٹ کر زوردار حملہ کرنا یا دشمن کو دھوکہ دے کر اسی جگہ لانا جہاں وہ پھنس کر رہ جائے ۔

حدیث میں موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین موقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے ۔ لڑائی میں ۔ اور بیوی کو خوش رکھنے کیلئے ۔ اور دو شخص میں سمجھوتہ کرانے کیلئے ۔

غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست کا سبب !

لڑائی میں یہ چیز ضروری ہے کہ جس سپاہی کو جس جگہ رکھ دیا جائے جب تک اسے دوسرا حکم نہ دیا جائے اپنی جگہ پر ثابت و برقرار رہے ۔ غزوہ اُحد میں مسلمانوں کی اسی ہی ایک لغزش کیوجہ سے زبردست شکست ہوئی ۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاذ کو مضبوط رکھنے اور دشمن کے پیچھے سے امکانی حملے سے بچاؤ کیلئے ایک درّے کے اوپر ستّر تیر اندازوں کو رکھ دیا تھا لیکن جیسے ہی لڑائی ہوئی اور قریش کا لشکر شکست کھا کر فرار ہونے لگا ان سپاہیوں کے اندر مال غنیمت لوٹنے کا شوق ہوا جو درّے کے اوپر رکھے گئے اور انہوں نے اس محاذ کو چھوڑنا چاہا ان کے زونل کمانڈر نے انہیں روکا کہ جب تک آپؐ کا حکم نہ آجائے اس جگہ کو نہ چھوڑا جائے ۔ لیکن اکثریت نے دشمن کی شکست کو دیکھ کر یہ جگہ چھوڑ دی ۔ اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خالد بن ولید جو قریش کے ایک دستے کے کمانڈر تھے اور اس راستے سے واقف تھے انہوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی درّے کی راہ سے حملہ کیا ۔ وہاں مامور مسلمانوں نے جواب دیا

لیکن پیش نہ پاسکے۔ اور یکایک پیچھے سے جب خالد کا حملہ ہوا تو مسلمان حواس باختہ ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چند جاں نثار صحابہ کے سوا کوئی ثابت نہ رہ سکا اور مسلمانوں کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا، پھر بھی آپ نے بڑے تدبر اور سیاست سے مسلمانوں کو بچایا اور قریش نے مسلمانوں کا پیچھا کرنے کی ہمت نہیں کی۔ ایک شکست خوردہ لشکر کو دشمنوں سے بچالینا آپ کی وہ مدبرانہ سیاست تھی جس کا دنیا کے بڑے بڑے کمانڈروں نے اعتراف کیا ہے۔

دشمنوں پر نفسیاتی رعب ڈالنا

اُحد کی شکست کے بعد قریش مسلمانوں پر بھرپور وار نہ کرسکے لیکن آپ کو یہ اندیشہ تھا کہ ان کا لشکر اثنائے راہ سے پلٹ کر مدینہ پر حملہ آور ہوسکتا ہے چنانچہ جب آپ احد سے مدینہ روانہ ہوئے اس وقت قریش کے ارادوں کا پتہ لگانے کیلئے اپنا جاسوس چھوڑ گئے۔ آپ کو دوسرے ہی روز خبر ملی کہ قریش مقام ملل میں خیمہ زن ہیں اور وہ دوبارہ مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خبر ملتے ہی آپ نے صحابہ کرام کو تیار ہوجانے کا حکم دیا اور مقام حمراء الاسد میں اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ رات میں دور دراز تک آگ جلائیں تاکہ دشمن کو ہمارے لشکر کی کثرت کا دھوکہ ہو اور ان پر نفسیاتی رعب پڑے چنانچہ اس سیاست سے بڑا فائدہ ہوا اور قریش نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معرکہ آرائیوں سے ثابت ہوتا ہے آپ نے محض دعاؤں پر بھروسہ نہیں کیا اور مسلمانوں کیلئے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کیلئے یہ آپ کا بہترین اور واجب العمل اسوہ ہے۔ جن پر حالات کے اعتبار کے لحاظ سے توجہ دینا ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے۔ ●

خلیفہ اور خلافت

قسط نمبر ۲

ایک مکالمہ

مرتب ــ محمد صبیح الدین انصاری شارجہ

س ۱۲: قرآن کریم کی وہ کونسی دو آتیں ہیں جن میں لفظ خلیفہ وارد ہوا ہے اور وہاں اس لفظ کا کیا مفہوم ہے؟

ج: وہ دو آتیں یہ ہیں ۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ ۳۰) یعنی اور جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں بنانے والا (پیدا کرنے والا) ہوں زمین میں ایک خلیفہ ۔ ۲۔ یاداؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق (ص ۲۶) یعنی اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے، تم لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کرو ۔ ان میں سے پہلی آیت (البقرہ ۳۰) میں اللہ تعالیٰ ملأ اعلیٰ میں فرشتوں کے سامنے اعلان فرما رہا ہے کہ وہ ایک نئی مخلوق یعنی آدمؑ اور اولاد آدم پیدا کرنے والا ہے ۔ اس آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ خلیفتی (میرا خلیفہ) بلکہ فرمایا گیا "خلیفۃ" یعنی ایک خلیفہ ۔

(۱) خلیفہ کا مفہوم جو اصلاً لغت کے اعتبار سے ہے وہ ہے :۔ کسی کے بعد کسی کی گدی سنبھالنے والا، کسی کے امور کی نگرانی کرنے والا، کسی کا وارث، کسی کا بدل، کسی کا جانشین، کسی کا قائم مقام ۔ (ب) خلیفہ کا ایک دوسرا یہ مفہوم بھی ممکن ہے کہ اسے مخلوف کے معنی میں لیا جائے یعنی ایسی ہستی جس کی جانشینی کی جائے ۔ (ج) ایک تیسرا مفہوم بھی اس لفظ کا ممکن ہے یعنی اسے خلائف کے معنی میں لیا جائے اور مراد لی جائے اس سے ایسی مخلوق جس میں سے بعض بعض کی جانشینی کریں ۔ (د) اس کے ایک چوتھے اصطلاحی معنی بھی ممکن ہیں اور وہ ہیں صاحب اقتدار یا حاکم ۔ اس آیت کو سمجھنے کے لئے ان میں سے کوئی بھی ایک معنی یا بہ یک وقت سارے معنی مراد لئے جا سکتے

ہیں اس طرح عقیدۂ توحید پر بھی حرف نہیں آتا اور بات قرآن وحدیث کے مجموعی مزاج اور اُن کی روح سے ہم آہنگ بھی رہتی ہے ۔

مفہوم (ا) مراد لینے سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ بنیا شاہکار یعنی انسان ملائکہ اور جنات کے بعد تخلیق کئے جانے کے سبب ان کا جانشین اور خلیفہ کہلائے گا ۔

مفہوم (ب) اس لحاظ سے صحیح ہے کہ جس طرح ذبیح کے معنی مذبوح (ذبح کیا ہوا) اور جریح کے معنی مجروح (گھائل کیا ہوا) عام طور سے لئے جاتے ہیں اسی طرح خلیفہ کے معنی ہوں اسم مفعول کے وزن پر مخلوف (یعنی جس کی جانشینی کی جائے) اور اس سے مراد ہوں حضرت آدم ؑ جن کی آنے والی نسلیں زمین میں آباد ہو کر اُن کی جانشینی کریں گی ۔

مفہوم (ج) کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ کو جمع (خلائف) کے مفہوم میں لیا جائے یعنی ایک ایسی مخلوق، جو مٹی، پتھر اور زمین سے نکلنے والی دھاتوں اور دیگر جماعت کے برعکس، توالد وتناسل کے ذریعے بعد دیگرے آکر ایک دوسرے کی جگہ لے اور ان میں کا ہر بعد کو آنے والا اپنے پیش رو کا خلیفہ کہلائے ۔

مفہوم (د) اس لحاظ سے صحیح ہے کہ اب روئے زمین پر بسنے والی تمام مخلوقات میں انسان ہی کو سب سے زیادہ زور، تسلط اور اقتدار حاصل ہے ۔ کسی بھی دنیاوی حاکم کو اسی لئے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ وہ یہ اقتدار اپنے سے پیشتر گذر جانے والے سے بطور وراثت پاتا ہے ۔

علامہ طبری لفظ خلیفہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: والخلیفة الفعیلة من قولک. خلف فلانٌ فلاناً فی ھذ الامر اذا قام مقامه فیه بعده کما قال جل ثناوه (ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون) سورہ یونس ۱۴) یعنی بذالک انه ابدالکم فی الارض منھم فجعلکم. خلفاء بعدھم ۔ من ذلک قیل للسلطان الاعظم: خلیفة لانه خلف الذی کان قبله فقام بالامر مقامه فکان منه خلفاً یقال منه ۔ ۔ ۔

"خلف الخلیفۃ" خلیفہ، فعیلہ (اسم فاعل ہے) جیساکہ کہتے ہیں کہ فلاں، فلاں کا جانشین ہوا۔ ایسی صورت میں جب کہ وہ (خلیفہ) دوسرے (مخلوف) کے بعد اس کی جگہ پر آئے۔ جیساکہ سورہ یونس (آیتہ۱۴) میں اللہ کا ارشاد ہے پھر تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ان کے بعد تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کو زمین میں دوسروں کا بدل بنایا اور ان کو اپنے پیش رؤوں کے بعد ان کا خلیفہ بنایا۔ بااختیار بادشاہ کو اسی لئے خلیفہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس کا جانشین بنتا ہے جو اس سے پہلے گذر گیا اور اس کی جگہ اب حکومت سنبھالتا ہے۔ اس طرح وہ اس کا خلف (بعد کو آنے والا) بنا۔ اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ خلیفہ نے جانشینی کی۔ اس کے بعد طبری ابوکریب کا قول نقل کرتے ہیں کہ پہلے پہل زمین میں جنات کی قوم آباد تھی، پس انہوں نے فساد برپا کیا۔ خون بہایا اور ایک دوسرے کو قتل کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا جنھوں نے جنات کو قتل کیا یا جزیروں، سمندروں، زمین کے گوشوں اور پہاڑوں میں دھکیل دیا، اس طرح انسان جنات کا خلیفہ بنا اور زمین پر آباد ہوا۔ پھر مثنیٰؒ کے حوالے سے اسحاق کا یہ قول علامہ طبری نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بدھ کے دن ملائکہ کو، جمعرات کو جنات کو اور جمعہ کو آدمؑ کو پیدا کیا (اسی لئے انسان ملائکہ اور جنات دونوں کا خلیفہ کہلایا)

ایک اور قول نقل کرتے ہوئے طبری لکھتے ہیں:

وقال آخرون فی تاویل قولہ (انی جاعل فی الارض خلیفۃ) أی خلفاً یخلف بعضہم بعضاً وہم ولد آدم الذین یخلفون اباھم آدم ویخلف کل قرن منہم القرن الذی سلف قبلہ وھذا القول حکی عن الحسن البصری

یعنی بعض دوسرے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول (انی جاعل فی الارض خلیفۃ) کی تاویل یوں کی ہے: یعنی ایسی مخلوق جس میں بعض، بعض کے جانشین بنیں اور مراد اس سے اولاد آدمؑ ہے جو اپنے باپ آدمؑ کی جانشین (خلیفہ) بنی۔ یہ وہ قول ہے جو حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس طرح حضرت مثنیٰؒ، حضرت اسحاق اور حضرت حسن

طبری کے تفسیری حوالوں، نیز خود اپنی لغوی تحقیق کے ذریعہ علامہ طبری نے واضح کر دیا کہ انسان کی خلافت اللہ تعالیٰ کی نیابت وقائم مقامی نہیں خود اپنی آپسی اور اپنی ہی جلیسی ان دوسری مخلوقات کی جانشین ہے جو پہلے گذر گیئں۔

س ۱۳ : سورۃ البقرہ (آیۃ ۳۰) کی تشریح آپ نے خود کر دی جو سمجھ میں آگئی اب سورہ صٓ (آیۃ ۲۶) کی تشریح بھی کر دیں کہ اس میں جو یوں کہا گیا ہے کہ "اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تو لوگوں کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلے کرو"، تو اس خلافت سے کیا مراد ہے؟

ج : ۔ یہ آیت کافی واضح ہے اور قریب قریب سارے قدما مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کی ذات میں نبوت اور سلطنت جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے انہیں انبیاء اور ملوک کا جانشین بنایا جو ان سے پہلے گذر گئے اللہ تعالیٰ کی اپنی جانشینی یا نیابت یہاں بھی مراد نہیں ۔ چنانچہ قرطبی نے اس آیت کی تفسیر بایں الفاظ کی ہے:

أی ملکناک لتأمر بالمعروف وتنهی عن المنکر۔ فتخلف من کان قبلک من الأنبیاء والأئمة الصالحین ۔

س ۱۴ : فرشتوں کے علاوہ آپ نے کہا کہ انسان تخلیقی اعتبار سے جنات سے مؤخر اور اس کا جانشین ہے ۔ اس کا کیا ثبوت ہے ؟

ج : ۔ اس کا واضح ثبوت قرآن کریم میں موجود ہے ۔ ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل آیتیں ۔

واذ قلنا للملائکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ۔ کان من الجن ففسق عن امر ربه (کہف ۵۰)

یعنی "اور کہا جب تیرے رب نے فرشتوں سے سجدہ کرو آدم کے لئے، پس سجدہ کیا سب نے سوائے ابلیس کے جو جنات میں سے تھا، پس اس نے نافرمانی کی اپنے پروردگار کے حکم کی ۔

۲ ۔ ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمإٍ مسنون، والجان خلقناه من قبل من نار السموم (الحجر ۲۶-۲۷)

اور ہم نے انسان کو سنے ہوئے گارے کی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا اور اس سے پہلے جنوں کو ہم نے آگ کی لپٹ سے پیدا کیا۔"

ان دونوں آیتوں سے یہ بات بلا اشتباہ ثابت ہو جاتی ہے کہ نہ صرف ملائکہ بلکہ جنات بھی تخلیق کے اعتبار سے انسانوں سے مقدم ہیں۔ قرآن کی ان آیات کی مزید تشریح صحیح مسلم کی اس حدیث سے ہو جاتی ہے: عن ابی هريرة قال أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدى فقال خلق الله عزوجل التربة يو السبت... وخلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق... کتاب ابتدا ر الخلق ج،۱ ص ۱۳۲)
یعنی ابوہریرۃ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی کو شنبہ کے دن پیدا کیا...... اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد ساری مخلوقات کے آخر میں پیدا کیا"، ظاہر ہے اسی لئے۔ ان کا پیچھے آنے والا (خلیفہ) بنا۔

س ۱۵: - یہ بتلایئے کہ اس بات کو مان لینے میں برائی ہی کیا ہے کہ انسان یا اور کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ کی خلیفہ ہے؟۔

ج: - جیسا کہ پہلے وضاحت کی جا چکی ہے خلافت کے معنیٰ ہی وراثت اور جانشینی کے ہیں، اب یہ ماننے کے لئے کہ انسان یا کوئی دوسری مخلوق اللہ تعالیٰ کی خلافت پر فائز ہے، یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ نے عارضی یا مستقل طور پر اپنی گدی خالی کر دی ہے جس پر یہ مخلوقات اس مدت کے لئے فائز ہوئیں، ایسا تصور شرک کے دائرے میں آتا ہے، اس لئے باطل ہے۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہوں چند اقتباسات: -

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ والخليفة انما يكون عند عدم المستخلف بموت أو غيبة ويكون لحاجة المستخلف الى الاستخلاف وكل هذه المعانى منتفية فى حق الله تعالى وهو منزة عنها فانه حيّ قيوم شهيد لا يموت ولا يغيب وهو الذى فى السماء اله فى الأرض اله ولا يجوز أن يكون أحد خلفا منه ولا يقوم مقامه انه لا سمى له ولا كفت له فمن جعل له خليفة فهو مشرك به (فتاوی کبری ج ۲ ص ۵۵۳)

اور خلیفہ ہمیشہ اپنے پیش رو کی موت یا غیر حاضری کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تمام صورتیں

(موت، غیاب وغیرہ) اللہ تعالیٰ کے حق میں باطل ہیں، اور وہ ان سے پاک ہے کیونکہ وہ ازل سے زندہ اور ابد تک باقی رہنے والا ہے، ہر آن موجود ہے، نہ مرتا ہے نہ غائب ہوتا ہے وہ آسمان میں بھی آلہ ہے اور زمین میں بھی آلہ ہے اور یہ جائز نہیں کہ کوئی اس کا خلیفہ ہو نہ یہ جائز ہے کہ کوئی اس کا قائم مقام ہو۔ اس کا تو نہ کوئی ہم سر ہے نہ شریک، پس جس کسی نے (کسی کو) اس کا خلیفہ قرار دیا اس نے اس کے ساتھ شرک کیا۔

امام ابوالحسن ماوردی فرماتے ہیں "وامتنع جمهور العلماء من جواز ذلك ونسبوا قائله الى الفجور وقالوا يستخلف من يغيب او يموت والله لا يغيب ولا يموت"، (الاحکام السلطانیہ۔ ص ۱۷)

یعنی جمہور علماء نے (خلیفۃ اللہ) کہنے کو جائز نہیں رکھا اور ایسا کہنے والے کو فسق و فجور کا مرتکب قرار دیا اور دلیل یہ دی کہ خلافت تو اس کی جاتی ہے جو غائب ہو مرجائے۔ اور اللہ تعالیٰ نہ غائب ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ اسی بات کو علامہ محمد نسیب الرفاعی بہ این الفاظ فرماتے ہیں:۔ لفظ خلیفہ کا مفہوم قطعی طور پر اس بات کا متقاضی ہے کہ مخلوف (جس کی جانشینی کی جائے) غائب ہو، خواہ کلی طور پر یا جزئی طور پر یعنی یا تو موت کی شکل میں یا معزولی اور دست بردار ہونے کی صورت میں یا ایسے دیگر اسباب کی بنا پر جن کے نتیجہ میں مخلوف خود اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے سے قاصر ہو۔ مثلاً ہمارا یہ کہنا کہ "ابوبکرؓ خلیفۃ الرسول ہیں یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ: رسول اللہؐ کے انتقال کے بعد یا یہ کہنا کہ رسول اللہ نے مدینہ پر علیؓ کو خلیفہ بنایا۔ یعنی اُس وقت جب کہ ایک غزوہ کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ پس جب یہ بات واضح ہو گئی اور اے عزیز قاری تو مطمئن ہو گیا تو تجھ پر یہ کہنے والوں کی غلطی بھی واضح ہو گئی ہے کہ آدمؑ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ اُسے نہ کسی خلیفہ کی ضرورت ہے نہ نائب کی، نہ وکیل کی نہ کسی ایسی ہستی کی جو اس کے بعد آئے۔ وہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے (تیسیر العلی القدیر۔ ج ۱ ص ۲۹)

(جاری)

نو نقد، نہ تیرہ اُدھار

فضل اللہ انصاری

انسان کی حالات اور اس کے احوال ہمیشہ یکساں نہیں ہوتے ان میں انقلاب آنا اور کسی طرح کی تبدیلی رونما ہونا ایک فطری واقعہ ہے۔ نشیب و فراز، اتار چڑھاؤ اور دھوپ چھاؤں تو انسانوں کی زندگی کے ساتھ برابر لگے رہتے ہیں۔ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا اور اپنا دامن چھڑا نہیں سکتا۔ بھلا فطرت کہیں انسان کا ساتھ چھوڑے۔ یہ کلیہ صرف افراد کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ بغور دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اقوام و ملل اور ممالک و ریاست تک پر بھی مذکورہ کلیے کا اطلاق و انطباق ہوتا ہے اور یہ سب بھی انقلابات زمانہ و تبدیلیٔ حالات کے شکار ہوئے ہیں، ہوتے ہیں، اور ہوں گے۔

انسان جس معاشرہ اور سماج میں زندگی گذارتا ہے، وہاں اس کو جس طرح سماجی و معاشرتی تبدیلیٔ حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہیں اسے اقتصادی و معاشی تبدیلیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دیکھیں آپ تو نظر آئے گا کہ کل کا لاکھ پتی آج کا خاک پتی بنا ہوا ہے اور اس کے برعکس۔ عیش و عشرت میں زندگی گذارنے والا عمدہ و اعلیٰ ماکولات و مشروبات کھانے پینے والا آج نان شبینہ کو محتاج ہے۔ عالیشان قصر و محل میں رہنے والا معمولی سی جھونپڑی میں آج شب و روز گذارتا ہے۔ اس طرح کی بہت ساری مثالیں دی جاسکتی ہیں ——— مگر یہاں مقصدِ بیاں دراصل یہ ہے کہ ان حالات میں کیا کرے؟ انسان کس طرح سے اپنی زندگی گذارے اور وہ کیا طریقہ اپنائے جس سے کہ وہ مزید پریشانیوں سے بچے۔ آج جب کہ حالت کل کی طرح نہیں، جیب کل کی طرح بھری نہیں اور کل کی طرح وہ خوشحال نہیں تو وہ انسانی سماج میں کس طرح زندگی گذارے۔ انسان کی جب یہ نوبت آتی ہے تو وہ عموماً قرض کی طرف مائل ہوتا

ہے۔ خواہ یہ قرض جس طرح حلال وحرام طریقہ سے حاصل ہو۔ صبر وقناعت کی بجائے ماضی کی طرح شب وروز گذارنے کیلئے ہرکس وناکس کے سامنے دست دراز کرے، ہاتھ پھیلائے اور قرض کا اس سے خواستگار ہو۔ اسراف وفضول خرچی سے نہیں بچ کر آن بان اور کل کی شان باقی رکھنے کیلئے ہر جائز وناجائز طریقہ اپنائے، زیورات گروی رکھے اور قرض حاصل کرے۔ یوں قرض سے تو ہر ایک کو بچنا چاہیے، مگر چارہ نہ ہو اور قرض لینا ہی پڑے تو بہرحال ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جائز طریقے سے قرض حاصل کرے اور یہ خیال بہرحال رہے کہ "نو نقد، نہ تیرہ ادھار" واضح ہے کہ قرض کے تیرہ روپیوں کے مقابلے میں اپنے نقد نو روپئے بہرکیف اچھے ہیں ان پر ہی قناعت کی جائے۔ کیوں کہ قرض تو وہ مرض ہے جو قرض خور کو بسااوقات ہلاکت و بربادی اور معاشی ابتری کا شکار بنا دیتا ہے۔ کہتے ہیں تین چیزوں کو کبھی معمولی اور اور کم نہ سمجھو۔ ۱۔ قرض، ۲۔ مرض، ۳ قرض، پہلے کو معمولی اور کم سمجھ کر انسان شرعی واخلاقی مجرم ہوگا، دوسرے کو کم سمجھ کر وہ جسمانی اذیت پھر ہلاکت کا شکار ہوگا اور تیسرے کو معمولی سمجھ کر وہ دن بہ دن قرض خور، ادائیگی سے تنگ دست مجبور و پریشاں حال اور ذلیل وخوار ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسولؐ ہمیشہ قرض سے پناہ مانگا کرتے تھے اور پنج وقتہ نمازوں میں خصوصًا دُعا کرتے تھے: اللّٰھم انی اعوذبک من المأثم والمغرم؛ اے اللہ! قرض اور گناہ سے میں تیری پناہ مانگتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ دنیا میں بار ہی بار ہے، مگر قرض سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی بار نہیں ۔ جب کوئی قرض کے اس بار تلے دب جاتا ہے تو وہ معاشی طور پر ہار جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص بستر مرگ پہ یہ نیت کرکے دم توڑ دیتا ہے کہ وہ جہاد کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا الاّ یہ کہ وہ مقروض ہو۔ یہ حدیث جہاں جہاد کی اہمیت وفضیلت کو واضح کرتی ہے وہیں ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ قرض کتنی خراب چیز ہے اور اس سے بچنا کس حد تک ضروری ہے۔ قرض، جس کا حصول بڑا دلچسپ اور ادائیگی بڑی خراب لگتی ہے، انسان جب اس کا عادی ہو جاتا ہے تو وہ بہت ساری خرابیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ صبرو

قناعت اس کے اندر نہیں رہ جاتی اپنی خودداری وعزت نفس سے بے پرواہ ہوکر وہ ہر کس وناکس کے آگے دست درازی کرنے لگتا ہے، وہ کام چورا ور غفلت شعار ہو جاتا ہے ذہنی اضطراب اور فکری پریشانی اسے گھیر لیتی ہے، قرض دہندوں کا وہ ذہنی غلام بن جاتا اور نفسیاتی طور پہ وہ اُن کے دباؤ میں رہتا ہے ——— "لنگوٹی میں پھگوا کھیلنے" کے ارادہ سے کسی کا قرض خور ہونے سے بہتر ہے کہ آدمی نانِ جَویں پر قناعت کرے اور وہ "رنگ" نہ کھیلے، جس سے اس کی زندگی کے رنگ میں بھنگ پڑجائے۔ بغور جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ انسان اسی وجہ سے عموماً مقروض ہوجاتا ہے کہ وہ چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانے لگتا، اوقات سے زیادہ خرچ کرنے لگتا، اور حدنظر سے آگے دیکھنے لگتا۔ "نو نقد، نہ تیرہ اُدھار" کوئی بات بیکار نہیں بلکہ ایک ——— کہاوت ہوتے ہوئے بھی بہت بڑا درس اور مفید عبرت ہے ہم اگر اس درس کو اپنا لیں اور اپنی زندگی میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو ہم قرض جیسے مرض سے خود کو بچا سکتے ہیں ——— اللہ ہمیں اس کی توفیق دے (آمین)

تعزیتی اجلاس

استاذ الاساتذہ مولانا محمد ظہور صاحب رحمانی علیہ الرحمۃ (چورا، دربھنگہ) صدر مدرسہ اسلامیہ راگھونگر بھوارہ کے عظیم سانحۂ ارتحال پر مورخہ ۱۱ر مئی ۱۹۹۳ء کو مدرسہ اسلامیہ کے ہال میں ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت مولانا محمد قاسم صاحب سلفی صدر المدرسین منعقد ہوا، جس میں اراکین عظام، اساتذۂ کرام اور طلبہ مدرسہ نے شرکت کی۔

اس سانحۂ عظیم اور حادثۂ جانکاہ پر اجلاس نے مولانا مرحوم کی دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ ربّ العزت سے دعائیں کی کہ اللہ مرحوم کی عظیم دینی و تدریسی، اور جماعتی خدمات قبول فرماکر ان کے زلّات کی مغفرت کرے، ان کے درجات بلند فرمائے، مدرسہ کو ان کا بدل عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے، (آمین)

محمد نور العین سلفی ناظم اعلیٰ مدرسہ اسلامیہ،

ایک نظیر سو نصیحت

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

ہر گذرا ہوا لمحہ، ہر بیتی ہوئی گھڑی اور وہ سب کچھ جو کہ گذر گیا ہمارے لئے تاریخ کہلاتی ہے۔ تاریخ کو ہم دوسرے لفظوں میں "نظیر" اور "مثال" بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ تاریخ اس مجموعہ کا نام ہے جس میں دین اور دنیا کے معاملات سے متعلق ان ساری حکایتوں کا ذخیرہ ہوتا ہے جس میں ہمارے لئے نظیر اور نصیحت ہوتی ہے کہ دیکھو تاریخ بتلاتی ہے کہ فلاں فرد یا قوم کا اس اچھائی اور برائی کی وجہ ایسا اچھا اور برا انجام ہوا۔ سو تاریخ کے ان پتھر کی لکیروں کو اپنے لئے اسوۂ حیات اور نمونۂ زندگانی بناؤ۔ اسے اپنی ہی زندگی کا ایک تجربہ (EXPERIENCE) یا مشاہدہ (OBSERVATION) سمجھو اور اسی کی روشنی میں زندگی کی راہوں میں مسافتیں طے کیا کرو۔ گویا تاریخ ہمارے لئے "نظیر" اور "مثال" ہے جس سے ہم بہت ساری عبرتیں حاصل کرتے ہیں اور کرنا ہی چاہیئے یہی وہ نکتہ ہے جس کی بنا پر قرآن نے گذشتہ امتوں کی تاریخ بار بار دہرا کر انسانوں اور قرآن کے مخاطبین کو یہ بتلایا کہ اچھوں کی یہ تاریخ ہے اور بروں کی یہ تاریخ ہے، تم ان میں سے جس پر چلو گے وہی تمہارا بھی انجام ہوگا۔ یہ مثالیں پند و موعظت کے لئے ایسی چیزیں تھیں، جن سے بڑھ کر شاید کوئی دوسرا راستہ اور طریقہ نہیں تھا گویا قرآن کا بزبان خاموش یہ اعلان بھی تھا کہ دنیاوی زندگی میں رونما ہونے والے سارے حوادث میں انسانوں کے لئے ایک مثال ہے جن میں ان کے لئے نصیحت ہے یہی مفہوم انگریزی کی اس کہاوت کا (EXAMPLE IS BETHN PRECEPT) یعنی ایک نظیر سو نصیحت ......!

تاریخ ہی پر کیا منحصر ہے ، روز کی زندگی میں ایسے بہت سارے معاملات، مسائل اور خوشگوار و ناخوشگوار حادثات ہیں جو ہمارے لئے "مثال" ہے۔ بلکہ اسی پر بس نہیں خود یہ سارا کام کارخانہ عالم اور اس کی ساری مخلوقات ہیں ہمارے لئے بے مثال "مثالیں" ہیں اور ان میں غور و فکر کرنے والوں کے لئے مثالیں ہیں۔

مگر:۔۔۔۔۔۔شرط ہے فکر ۔۔۔۔۔۔!

ایک نفسیاتی حقیقت PSYCHOLOGICAL FACT یہ ہے کہ کسی آدمی کو کتنے ہی بلیغ اور فصیح اسلوب میں نصیحت اور پند و موعظت کی باتیں کہو اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جتنا ہم کسی ایک واقعہ یا حکایت کی شکل میں بیان کرکے اسے متاثر کر سکتے ہیں اور یہ تاثر عارضی نہیں بلکہ فطری اور ٹھوس (SOLID) ہوتا ہے اس معنیٰ میں بھی ہم سمجھ سکتے - اور یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی فرد یا قوم کے ساتھ پیش آمدہ خوشگوار یا ناخوشگوار حادثہ ہمارے لئے بھی پند و موعظت کی ایک بہترین "مثال" ہے...!

انسانوں کی پوری تاریخ بتلاتی ہے کہ سچائی کی راہ چلنے والا وقتی اور عارضی طور پر پریشان تو ہوا اور ان کے مخالفین بظاہر حاوی اور غالب رہے مگر بہترین انجام کار آخر کار اسی کے لئے ہوا۔ تاریخ میں لکھا ہے کہ ظلم اور ظالم وقتی طور پر ضرور پھولے اور پھلے لیکن بہرحال اس کا بھی انجام دردناک ہی رہا۔ وہ ہم سے یہ بھی بتلاتی ہے کہ مذہبی زندگی ہی ایک مکمل اور کامیاب زندگی ہے اور اسی پر چلنے والوں کا بھلا ہوا۔ سو تمہارے لئے بھی اسی میں بھلائی ہے ۔ تاریخ کا یہ سبق کبھی نہیں بھول سکتے کہ نیک اور نیکی، برا اور برائی نام دونوں ہی کا زندہ رہتا ہے مگر ایک کی یاد ذکر خیر کے ساتھ باقی رہتی ہے اور دوسرے کی ذکر شر کے ساتھ وبینھما لون شاسع ؎

قارون ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

گویا۔۔۔۔۔۔ یہ سب ہمارے لئے ایک "نظیر" اور "مثال" ہیں

(باقی صفحہ ۷ پر)

بعض ناپسند علماء کی شہرت طلبی کی مذموم کوشش

مسلم عوام خبردار رہیں

اے ۔ کے احمد

نزول قرآن سے قبل تمام مذاہب کے پیروکار اپنی مرضی اور میعاد کے مطابق اپنے اپنے مذہب میں تغیر و تبدل کرتے رہے اور کچھ خاص ظاہری رسوم کو سرانجام دینا ہی اصل مذہب تصور کرتے اپنے نجات کا ذریعہ سمجھنے لگے ۔ نیز دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کو گمراہ اور بدعقیدہ سمجھنے لگے تھے ان کا ایسا سمجھنا ان کے عقیدے کے ظاہری اختلاف کی وجہ سے تھا جبکہ سچا دین و مذہب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں صحیح اعتقاد رکھا جائے اور عمل صالح کیا جائے

یہ انسانی تاریخ کی بدبختی ہے کہ دین کے پیشواؤں نے ہمیشہ اپنے مفاد اور چودھراہٹ کا سکہ جمانے کے لئے دین کو استعمال کیا ہے اور خاص خاص مواقع پر دین میں ترمیم و تنسیخ بھی کی ہے، جس کی وجہ سے انسانیت بار بار حیوانیت کا شکار ہوتی رہی ، انسانیت کو تباہی سے بچانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے ایک دین خالص اسلام محمد خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کو ملا جن لوگوں نے اس کو مانا اس پر عمل کیا اللہ کی طرف سے ان کے لئے کامیابی و نجات کا وعدہ ہے اور جن لوگوں نے اس کی خلاف ورزی کی ان کے لئے خسارہ اور ناکامی ہے۔ آج جب ہم اپنے جب دشت پر نظر ڈالتے ہیں تو دین کے تعلق سے امت محمدیہ کا معاملہ بھی تقریباً وہی نظر آتا ہے جو اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں پایا جاتا ہے ۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو ہر طرح سے مکمل فرما دیا ہے (آیت کا مفہوم) جس میں کسی طرح کی کمی و زیادتی کی قطعی گنجائش نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کتاب و سنت پر جب تک مسلمان عمل کرتا رہے گا وہ مسلمان گمراہ نہیں ہو سکتا ہے (حدیث کا مفہوم) آج اللہ اور اس کے رسول

کے فرمان کی کتنی پاسداری ہو رہی ہے اور اس کا کتنا لحاظ رکھا جارہا ہے اور کتنی حکم عدولی ہو رہی ہے اس کا اندازہ مسلمانوں میں رائج مسئلہ طلاق سے لگایا جاسکتا ہے، جو گذشتہ دو ماہ سے ہر خاص و عام مسلم و غیر مسلم کے لئے موضوع بحث بنا ہوا ہے۔
مسلمان حدیث رسول کی حکم عدولی کرے اور اپنی مرضی و مفاد کے مطابق حدیث و قرآن کی تشریح کرے۔ کیا امت مسلمہ کو اور اس کے رسول کی طرف سے اجازت ہے؟
ایک عرصہ سے کئی ایک فقہی مسائل مسلمانوں میں رواج پا چکے ہیں۔ جو کتاب و سنت کے بھی خلاف ہیں اور عقل سلیم سے بھی۔ مگر مسلمان ان کی نشاندہی کے باوجود غلط معاشرہ کے دباؤ کی وجہ سے اس سے باز نہیں آپاتے ہیں، انھیں مسائل میں ایک مسئلہ طلاق ثلاثہ کا بھی ہے جو آج ملک بھر میں موضوع بحث بنا ہوا ہے اگر مسلمان اپنے آپ کو قرآن و حدیث کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے تو آج ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جانبدار میڈیا کو عوام میں غلط فہمی پھیلانے کا موقع نہیں ملتا۔
آج سب سے زیادہ جس بات پر افسوس ہے وہ ایک خاص مکتب فکر کی طرف سے حدیث کے خلاف ایک فقہی مسلک یا زیادہ سے زیادہ ایک اثر کی حمایت وکالت ہے جس کی وجہ سے اسلام شرمسار ہے کیونکہ یہ مسئلہ اسی کی طرف منسوب ہے، کاش ہندوستانی مسلمان اپنے طرز عمل کی اصلاح فرمالیتے تو اسلام کے نام پر ہونے والی بدنامیوں سے بچ سکتے تھے
ایک طہر کی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جائیں گی،، یہ جماعت اہل حدیث کا فتویٰ نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کی تعلیم ہے۔ اس کو چیلنج کرنا اپنے ایمان و اسلام کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ کاش علماء احناف اس زاویہ سے بھی سوچتے اور ان کے بعض شہرت طلب ناپسند علماء جو اس کو سیاسی رخ دینے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے فریب سے مسلمانوں کو بچنا چاہیئے اور ان نام نہاد عالموں اور دین کے ٹھیکیداروں کو بھی اللہ کا خوف کھانا چاہیئے جو غلط فہمیوں کی بیج بو کر ہندی مسلمانوں کے بیچ نفرت کی دیوار کھڑی کرنا چاہتے ہیں ●

آہ! ___ فاروق احمد میر مرحوم

عبداللطیف الکندی

شہر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ منورہ میں واقع جامعہ اسلامیہ عالم اسلام کی ایک عظیم معیاری اور قابل رشک اسلامک یونیورسٹی ہے جس کی خدمات چہار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جس میں کسب علوم نبویہ کے لئے اطراف عالم سے شائقین علوم دینیہ کی بھیڑ لگی رہتی ہے اور علوم کے فیوض و برکات سے ان کے دامن بھرے رہتے ہیں۔ اس جامعہ میں ۱۶ محرم سنہ ۱۴۱۲ھ کی صبح کا وہ سہانہ وقت جب یونیورسٹی اپنا تعلیمی سال مکمل کرنے پر مسرور تھی، فضائیں مہک رہی تھیں، ماحول تبسم ریز تھا کہ اچانک یہ سب کچھ بدل گیا، ہوائیں رک گئیں۔ ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا دل کی دھڑکنیں تیز تر ہو گئیں ___ ایسا کیوں ہوا؟ کس کی وجہ سے ہوا خوشگوار ماحول کیوں بگڑ گیا۔ چہروں کی بشاشت، ہونٹوں کی مسکراہٹ کیوں معدوم ہو گئی۔ ہر شخص پریشاں، مایوس، غم سے نڈھال، آخر یہ کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے۔ کس کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ ایک دلدوز خبر کانوں سے گذر کر دل میں تیر کی طرح پہونچی کہ فاروق میر انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فاروق میر کی رحلت کی خبر جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر کے صدر جناب پروفیسر محمد رمضان صاحب نے مجھے دفتر نوائے اسلام دہلی میں دی۔ اس بری خبر سے جو صدمہ مجھے لاحق ہوا وہ فطری تھا۔ کیونکہ فاروق میرا دوست تھا، طالب علمی کا دوست، بچپن کا دوست، ہم دونوں ایک ہی درسگاہ کے تعلیم یافتہ تھے۔ اور ایک ہی درسگاہ میں زیر تعلیم تھے، علمی مسابقہ میں حصہ

پیتے تھے، علمی گفتگو کرتے تھے ۔ جب فاروق نے ساتھ چھوڑ دیا تو حوصلوں نے بھی میرا ساتھ دینا چھوڑ دیا ۔ میں مایوس ہو گیا کیونکہ فاروق میرا بہت عزیز دوست تھا وہ علم کا ہی شیدائی نہیں تھا ۔ بلکہ دعوت فکر کا ایک جامع خاکہ رکھتا تھا ۔ جس کو رو بہ عمل لاکر بگڑے ہوئے سماج کو اسلامی قالب میں ڈھالنے کا پختہ عزم رکھتا تھا ۔ جس کے لئے بھرپور تیاری کر رہا تھا ۔

میں نوائے اسلام کی آفس میں بیٹھ کر فاروق کے عزم و حوصلہ کو سوچتا ہوں کہ اب اس کا ادھورا کام کون پورا کرے گا ۔ جس کے لئے اس نے اپنے گھر بار اور خاندان اعزا و اقربا کو چھوڑا تھا ۔ اور جس کیلئے اس نے آخری دم تک تیاری جاری رکھی تھی آہ! فاروق میر تم نے ہم سب کو چھوڑ دیا ۔ فاروق میر جو اپنے سینے میں بہت سی تمنائیں رکھتا تھا ۔ اس تمناؤں بھرے فاروق کی رحلت سے جو جگہ خالی ہے اللہ سے دعا ہے کہ وہ اسے پوری کرائے تاکہ مرحوم کے عزائم شرمندہ تعبیر بن سکیں ۔

میں نے فاروق کو کیا پایا

۱۹۷۸ء میں لولی پورہ پٹن ضلع بارہمولہ میں ایک سلفی بزرگ جناب مختار احمد میر صاحب کے گھر پیدا ہونے والے ہونہار فرزند فاروق احمد میر نے جب اپنے آبائی گاؤں میں ساتویں جماعت تک تعلیم مکمل کر لی تو مسلک اہل حدیث کی شدید تڑپ اور اس کی طرف دعوت کی بے مثال رغبت نے فاروق صاحب کے والد محترم جناب مختار احمد میر صاحب کو انہیں جمعیۃ اہل حدیث جموں وکشمیر کی مرکزی درسگاہ " الکلیۃ السلفیہ " میں داخل کرانے پر مجبور کر دیا ۔ میں اس وقت الکلیۃ السلفیہ کے ثالثہ عربی میں زیر تعلیم تھا، یہیں سے دونوں ہم پیالہ و ہم نوالہ بن گئے اپنی سینیارٹی کے باوجود کافی بے تکلفی رہی ۔ آج جب میں یہ سطریں لکھ رہا ہوں تو دل دکھتا ہے کہ میں اس ساتھی کے سلسلے میں لکھ رہا ہوں جسے میں نے انفرادی صفات میں دوسروں سے ممتاز پایا ۔ وہ انتہائی خوش اخلاق، ملنسار، متواضع

علم کے شیدائی، عمل کے فدائی، سائیوں کا خیال رکھنے والے تھے، جس مجلس میں بیٹھتے غیبت کو ناپسند کرتے، دوسرے ساتھیوں کو کسی علمی موضوع کی طرف پھیر دیتے، اکثر وبیشتر اصول حدیث اور فقہ حدیث کے موضوع پر گفتگو کرتے صحیح بخاری کی کوئی حدیث زیر بحث لاتے اور مسائل مستنبط کرنا شروع کر دیتے یہی انکا وہ نرالا انداز تھا جس نے مجھے ان کا گرویدہ بنادیا تھا۔ اکثر میرے پاس آتے اور طرح طرح کے مسائل میں مجھے الجھا دیتے، میں اکثر باتوں پر "لا ادری"، "میں نہیں جانتا" کہتا تو کہتے تو پھر آپ مدینہ یونیورسٹی کیا کرنے آئے ہیں، فرماتے تھے، عبداللطیف صاحب اگر کشمیر میں کام کرنا ہے تو علم حدیث میں دسترس حاصل کرو۔ وہاں منکرین حدیث سے بھی واسطہ ہے۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے بخاری شریف مع سند حفظ کرنی شروع کی تھی، اور کافی حدیثیں بمع سند یاد کر لی تھی، امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ کی کتاب التوحید کی تمام آیات اور احادیث زبانی یاد کر لی تھی، جب بریلوی یا دیگر باطل فرقوں سے ٹھن جاتی تو مدلل گفتگو کے ذریعہ ان کا غرور خاک میں ملا دیتے، اور مسلک حق کی تائید میں قرآن وسنت کی دلائل کا انبار لگا دیتے تھے، سنت سے ان کی شدید محبت ہی کی وجہ سے جب مدینہ یونیورسٹی میں "الكلية السلفية" سے فراغت کے بعد ان کا داخلہ ہوا تو کلیۃ الحدیث الشریف کے لئے تڑپتے رہے کہنے لگے، عبداللطیف صاحب! میں علم حدیث کی خاطر آیا تھا۔ حدیث بھی حفظ کرنا تھی، عمید القبول سے میرے لئے بات کریں تاکہ کلیۃ الدعوہ سے کلیۃ الحدیث تحویل کیا جاسکے، میں نے عمید مذکور سے ان کے علم حدیث کے شوق کے پیش نظر درخواست کی لیکن انہوں نے فرمایا کہ حدیث کی کرسیاں فل ہوگئی ہیں آپ دعوۃ میں بھی حدیث پڑھ سکتے ہیں اور حرم نبوی میں بھی مشائخ کی علمی مجالس میں بیٹھ کر علم حدیث حاصل کر سکتے ہیں، بہر حال وہ علم حدیث میں لگے رہے اور آخر میں کشمیر میں عموماً اور ضلع بارہمولہ میں خصوصاً اہل حدیث یوتھ فورم جموں وکشمیر کے لئے سوچ رہے تھے کہ کس طرح وہاں نوجوانوں کی علمی وعملی تربیت کی جائے کیسے معاشرے کو ایک صالح اور دیندار ماحول میں بدلا جاسکے مگر تقدیر الٰہی کو

کچھ اور ہی منظور تھا اس کی تقدیر ہر ایک کی تدبیر پر غالب آگئی اور وہ حج کے مبارک ایام میں ہی کافی تکلیف محسوس کرنے لگے ان کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی روح ان کے سفر آخرت کے آغاز کو بھانپ چکی تھی اس لئے اپنے بزرگ والد کے نام اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔ دوائیاں بے اثر ثابت ہو رہی ہیں لگتا ہے کہ میرا یہ خط آپ تک پہونچتے پہونچتے کوئی فیصلہ ہو چکا ہوگا اور حقیقت میں ان کا یہ اندازہ درست ثابت ہوا، فاروق احمد میر صاحب ۱۵ / ۱۶ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ بمطابق ۶ جولائی ۱۹۹۳ء رات کے سوا تین بجے اپنے تمام ساتھیوں کے نام سلام - گذارش کی اور عفو و درگذر اور اس وصیت کے ساتھ رخصت ہوگئے کہ صبح امتحان ختم ہونے سے قبل دوسرے ساتھیوں کو میرے متعلق کچھ خبر نہ دینا۔ اللہ اکبر، کتنا عظیم تھا، فاروق میر نے مرتے مرتے بھی اپنے ساتھیوں کی ذرا سی تکلیف گوارا نہیں کی۔ کہ ان کا پیپر پریشانی کی وجہ سے خراب نہ ہو جائے۔

فاروق ؟ تم عظیم تھے

فاروق صاحب آج اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کے ہزاروں چاہنے والے ان کے غم میں الم محسوس کرتے ہیں مگر فاروق! تم عظیم تھے؟ ہائے تمہاری زندگی بھی عزت کی زندگی تھی تمہاری موت بھی تمہاری زندگی سے زیادہ معزز ثابت ہوئی۔ موت سے چند روز قبل آپ کو حج کی سعادت حاصل ہوتی جس کے متعلق یہ عظیم خوشخبری ہے کہ "من حج فلم یفسق ولم یرفث رجع کیوم ولدته امه"، کہ جس نے حج میں فسق و فجور لہو و لعب سے کام نہ لیا تو وہ گناہوں سے ایسے ہی پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ نومولود بچہ گناہوں سے پاک ہوتا ہے

فاروق احمد! یہ تو تمہاری ایک خوش بختی ہے۔ دوسری سعادت یہ ہے کہ تمہاری وفات علمی سفر میں ہوئی ہے مجھے امید ہے کہ آپ کی موت آپ کے لئے اللہ کے ہاں شہادت کا درجہ رکھتی ہے اللہ کا ارشاد ہے! ۔

"ومن یخرج من بیته مهاجرا الی اللہ ثم یدرکه الموت فقد وقع اجره علی اللہ"

اور جو اللہ کی راہ میں مہاجر ہو کر نکلا اور پھر اسے اسی راہ میں موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہو گیا۔

فاروق صاحب کو اللہ تعالیٰ ضرور انہیں لوگوں میں شمار کرے گا۔ ان شاء اللہ،

فاروق صاحب کے لئے یہ بھی کتنی عظیم سعادت ہے کہ وہ مدینہ رسول میں سفر آخرت پر روانہ ہوگئے کہ جہاں کے لئے عمر فاروق بھی دعا کرتے تھے: - اللھم انی اسئلک شھادۃ فی سبیلک وموتا فی بلد رسولک:۔

فاروق تمہارے لئے یہ سعادت بھی کیا کم ہے کہ مسجد نبوی میں تمہارا نماز جنازہ پڑھا گیا اور بقیع غرقد جہاں سے بے شمار صحابہ کرام حضرت فاطمہ حسن وحسین عثمان غنی رضی اللہ عنہم امام مالک آپکے عظیم استاذ مولانا نورالدین مرحوم اور علامہ احسان الٰہی ظہیر جیسی لاکھوں شخصیتیں دفن ہیں تمہارا مرقد بنا۔

فاروق! میں تمہاری کتنی خوبیاں گناؤں، کتنی سعادتیں بیان کروں تم تو اپنی مبارک مگر مختصر سی زندگی گذار کر داغ مفارقت دے گئے، جماعت اہل حدیث جموں وکشمیر بالخصوص اور عامۃ المسلمین بالعموم جن کا آپ ایک عظیم سرمایا تھے سب آپ کی موت پر محزون ہیں - اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ دیں آپ کی قبر پر نور ہو اور آپ کے متعلقین اور ہم سب کو بھی صبر جمیل اور آپ کا نعم البدل عطا کریں ـــــــ آمین

بقیہ صدمہ کا

صدمہ بہت ہے - اور بہتوں کو ہے - اب ابو علی اثری کے تازہ ترین نوع بنوع مضامین کہاں پڑھنے کو ملیں گے - ایک پیکر حسن واخلاق اور سراپا کردار کو کہاں پاسکیں گے - اب تو صرف ان کی یادیں ہی باقی رہ گئی ہیں -

ہمیں امید ہے کہ دارالمصنفین اعظم گڈھ اپنے ایک مخلص کارکن اور خدمات گذار کی خدمات کو فراموش نہیں کرے گا - جیسا کہ آج کل عموماً اداروں اور تنظیموں میں ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی لغزشوں کو معاف فرمائے انہیں بلندی درجات دے اور ان کی دینی وملی خدمات کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے، (آمین)

مدیر

ابوعلی اثری رحلت فرما گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)

ماہنامہ معارف (دارالمصنفین اعظم گڑھ) کے اداریہ سے معلوم ہوا کہ جانی پہچانی شخصیت محترم ابوعلی اثری ۳۰ رجون ۱۹۹۳ء کو نوے سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) مولانا عبدالباری جو ابوعلی اثری کے نام سے معروف تھے دو سال قبل تک بحیثیت ناظر کتب خانہ اور پروف ریڈر پوری عمر دارالمصنفین کی خدمت نہایت۔ قلیل مشاہرہ پر کرتے رہے آخر کے دو سال معلوم نہیں کیوں دارالمصنفین سے علیحدگی میں گذری۔

مرحوم ابوعلی اثری ہندوپاک میں دینی رسائل کے قارئین کے لئے نہایت پسندیدہ قلم کار تھے کیونکہ مرحوم کی تحریروں میں واقعات کی جو منظر کشی ملتی ہے وہ بہت کم لوگوں کے یہاں دیکھنے میں آتی ہے، مرحوم مولانا امین احسن اصلاحی (حفظہ اللہ) کے ہم سبق تھے اہل حدیث علماء کی بھرپور قدر کرتے تھے، محدث عصر حضرت مولانا عبیداللہ رحمانی سے بہت عقیدت رکھتے تھے، شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کو ہندوستانی علماء میں سب سے زیادہ خادم الحدیث سمجھتے تھے: اور ان کی خدمات کو عظیم المرتبت درجہ دیتے تھے۔

مرحوم ابوعلی اثری عزت افزائی، حوصلہ افزائی اور ذرہ نوازی میں بہت منفرد تھے، چھوٹے بڑے سب کی عزت کرتے تھے، اور سب کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے علم وآگہی کے ساتھ خلوص کے بھی پیکر تھے، ہر ملنے والے سے دل کھول کر ملاقات کرتے تھے انتہائی محبت سے ملتے تھے اور اکثر ملاقاتیوں کی ملاقات کو یاد رکھتے تھے جو بھی ان سے ملتا اپنے گھر لاتے عزت سے بٹھلاتے اور کھانے کے لئے اصرار کرتے اس سے خوب خوب باتیں کرتے اور اکابر علماء کے واقعات سناتے۔ مجھ ذرہ کے ساتھ بھی مرحوم کا حسن اخلاق ایسا ہی رہا۔ وہ ہر ایک کو وہ اپنا مہمان سمجھتے تھے۔ سب کی خاطر و تواضع فرماتے تھے نوے سال کی پیرانی سال میں بھی وہ ملنے والوں کو رخصت کرنے گھر سے باہر تک جاتے تھے۔ الغرض نہایت قابل رشک شخصیت تھی۔ دنیا میں ہر ایک کے لئے موت مقدر ہے۔ لہٰذا مولانا ابوعلی اثری بھی موت کے آغوش میں چلے گئے اگرچہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے پھر بھی ان کی رحلت کا

بقیہ ص ۴۲ پر

دعائے صحت کیلئے گذارش

مجلس الدعوۃ کے رئیس برادرم عبدالواجد فیضی کی والدہ محترمہ گذشتہ دو ماہ سے مسلسل علیل ہیں۔ ضعف و نقاہت حد سے تجاوز کر چکی ہے۔ برادرم فیضی اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں مصروف ہیں جو پہلے جونیر ہائی اسکول کی تعمیر عمارت میں مصروف تھے اور اب والدہ کے علاج و معالجہ اور خدمات میں لگے ہوئے ہیں۔

قارئین کرام برادرم فیضی کی والدہ محترمہ کیلئے دعا کریں کہ اللہ ان کے حق میں بہتر کرے اور برادرم عبدالواجد فیضی مجلس کی اہم ضرورتوں کو تکمیل کے لئے وقت نکال سکیں۔

داعیان مجلس کے شب و روز

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے جملہ داعیان علماء کرام الحمدللہ اپنے مشن میں برابر کوشاں ہیں ان کی رپورٹیں بھی برابر آرہی ہیں۔ مجلس کی طرف سے معمور داعیان کی اللہ مدد کرے جو کبھی انتہائی نازک وقتوں میں بھی دین کی خدمت کے لئے دور دراز علاقوں کا بھی سفر کر لیتے ہیں اور دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں

ضرورت اساتذہ

دینی اقامتی درسگاہ معہد علوم الحدیث میں تعلیمی اور تربیتی خدمات انجام دینے کے لئے ہمہ وقت قابل اور تجربہ کار اساتذہ کی ضرورت ہے اساتذہ کو درسگاہ میں رہائش کی سہولت دی جائے گی، معقول تنخواہ دی جائے گی اور اساتذہ کا سلفی المسلک ہونا ضروری ہے، پتہ ذیل پر فوری ربط پیدا کریں۔

پتہ:- معتمد معہد علوم الحدیث محمد آدم زرتارگر مکان نمبر ۲۲۳/۶ ۔ ۲۰ ۔ خلوت مبارک، حیدر آباد ۲

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپیوں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

نوائے اسلام دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Madarsa Arabia
Qasimul-Uloom (Regd)
Gulariha, Post . Badalpur Gonda U P

المدرسۃ العربیۃ قاسم العلوم

ارباب جود و سخا سے
ایک مخلصانہ اپیل

محسنین کرام وقارئین نوائے اسلام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

خدا کرے کہ آپ جملہ محسنین واحباب جماعت بہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں۔(آمین)
بعدہ معروض اینکہ جیسا کہ آپ حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے جو کہ اپنی تعلیمی ترقیات کے ساتھ ساتھ بتدریج تعمیری ترقیات سے بھی ہمکنار ہو رہا ہے۔
چنانچہ بحمد اللہ فی الحال مدرسہ ہذا کی زیر تعمیر مسجد کی چھت آپ حضرات جیسے مخیرین احباب جماعت کے تعاون سے مکمل ہو چکی ہے، اور اب صرف اس کا پلستر وصفائی اور مینارے کا کام باقی ہے علاوہ ازیں محدث کبیر وعالم جلیل مولانا اظہر شاہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس علاقے میں مسلک حقہ کی ترویج واشاعت کے لئے ایک معمار اول کی حیثیت رکھتے تھے) کی یادگار میں ایک اظہر ہال کی بنیاد رکھی جا چکی ہے، جس کی تعمیر وتکمیل کے لئے آپ حضرات کے مالی واخلاقی تعاون کی ضرورت ہے۔
لہذا آج ہم اپنے جملہ محسنین کرام ومخیرین کا قلبی شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید التماس کرتے ہیں کہ مدرسہ ھذا کے جملہ تعمیری وتعلیمی کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

العارض

محمد عمر السلفی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا، بدلپور، گونڈہ، یو۔پی، پن کوڈ۔ ۲۷۱۲۰۵ ۔

مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم

اپیل برائے تعاون

رواں سال ۱۹۹۳ء مسلمانوں کے لئے انتہائی تلخ اور صبر آزما ثابت ہوا اور ہو رہا ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کی اقتصادی ناکہ بندی اور تباہی کا جو گھناؤنا کھیل کھیلا گیا ہے اس سے ایک طرف مسلمانوں کی اقتصادی اور معاشی پریشانیاں بڑھی ہیں تو دوسری طرف دینی روحانی اور ایمانی مراکز کو گہرا زخم لگا ہے۔ بمبئی جیسا شہر جو دینی مدارس کے لئے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اسے رمضان سے قبل ایسا لوٹا اور برباد کیا گیا کہ افراد تو افراد حکومت کی اقتصادی چولیں ہل گئیں ایسے مایوس کن اور نازک گھڑی میں مدارس کے لئے مالی فنڈ کی فراہمی ایک بڑی آزمائش بن گئی بہت سے ادارے شکستہ خاطر ہو گئے بہت کے حوصلے مرجھا گئے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے ماتحت چلنے والے اداروں کو بھی اسی قسم کی کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم میں حفظ کے بچوں اور اساتذہ کی تنخواہ کی فراہمی بہت مشکل ہو گئی ہے جب کہ ایک طالب علم پر سالانہ ۳۰۰۰ سو روپے خوراکی صرفہ ہے۔ اساتذہ کی تنخواہ اور دیگر مصارف اس کے علاوہ ہیں اس نازک صورت میں ہم اپنے قارئین دوست احباب سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دینی پودے کی آبیاری فرمائیں اور اگر ممکن ہو سکے تو ایک ایک طالب علم یا چند طالب علموں کی ماہنامہ خوراکی برداشت کر لیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے اس دینی قربانی کو ضرور شرف قبولیت دے گا اور آپ کے لئے ان طلبہ کو صدقہ جاریہ بنائے گا۔

رابطہ اور خط و کتابت و مالی تعاون کے لئے لکھیں

MANAGER
MADRASA DARUL QUR-ĀN WALHADIS.
مولانا عبدالواحد فیضی
منیجر مدرسہ دارالقرآن والحدیث بھبنی خورد کولہوئی بازار ضلع مہراج گنج یوپی۔
BABHNI KHURD PO. KULHUI DIST. MAHRAJGANJ UP. 273162

مجلس الدعوة الاسلامیہ

اپنے تعلیمی و تبلیغی و دینی خدمات کے تناظر میں

مدارس ——— ہندونیپال

مدرسہ دار القرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھنی مہراج گنج یوپی
اقرا جونیر ہائی اسکول آزاد نگر مہراج گنج یوپی
مدرسہ اقرا مگھولی نچلول مہراج گنج یوپی
المعہد الاسلامی السلفی گوڑپالی پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ بھوجہوا نول پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

دعوتی مراکز ——— ہندونیپال

دعوۃ سینٹر کوہوئی، مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر مگھولی نچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر کوہڑول نچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر پراسی نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر بھوجہوا۔ نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

ریڈنگ سنٹرس (دار المطالعات)

اقرا ریڈنگ سینٹرس	آزاد نگر	اقرا ریڈنگ سینٹرس	مگھولی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کاشت خیرا	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پراسی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہوئی	اقرا ریڈنگ سینٹرس	لچھمی پور بھوجہوا
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہڑول	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پرتاول

مساجد زیر انتظام و تعمیر کردہ

جامع مسجد بھنی ——— تعمیر کردہ ادارہ اصلاح المساجد بمبئی
مسجد محمدی دہلی ——— مغلیہ عہد کی تعمیر شدہ
مسجد بلال مگھولی ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی
جامع مسجد کاشت خیرا ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

مطبوعات

۱۸

تعمیری منصوبہ میں شامل مساجد

۱۔ مسجد توحید نئی دہلی، ۲۔ مسجد اقرا آزاد نگر، ۳۔ مسجد گھوڑپالی، ۴۔ مسجد بھوجہوا، ۵۔ مسجد ابوبکر صدیق رضؓ
۶۔ مسجد عمر بن خطابؓ، ۷۔ مسجد عثمان بن عفانؓ، ۸۔ علی بن ابی طالبؓ ۹۔ اصلاح مسجد محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۰
شمارہ نمبر ۹

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ

نوائے اسلام

دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ اہلی الہند

سرپرست :- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

ستمبر ۱۹۹۳ء ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

مدیر :- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر :- عبدالواحد فیضی معاون مدیر :- افضل ندوی

زرتعاون		پاکستان وبنگلہ دیش سے	
سالانہ :-	چالیس روپے	سالانہ :-	ایک سو روپے
خصوصی :-	ایک سو روپے سے زائد	لائف ممبری :-	دوہزار روپے
لائف ممبری :-	ایک ہزار روپے	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی	

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶/۳ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے الیس الیس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۴۴۶۱۔اے۔ چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶۔۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے

کاتب ـــــــ عبدالرحمان ریاضی

نقش آغاز

دعوت انبیاء کے تناظر میں

ہماری دعوتی ذمہ داریاں

عبدالمالک اثری

اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش ہی سے بنی نوع انسان کی ہدایت اوران کی ذہنی فکری اصلاح اوراس کی ساخت وپرداخت کیلئے انبیاء کرام کو بھیجتا رہا، جوانہیں ان کے زندگی کے تمام مراحل میں رہنمائی کرتے رہے اوران کی ہر بگاڑ اور خرابی کو دور کرنے میں ہمہ تن مصروف عمل رہے۔ انبیاء کرام کی دعوت کا خاص مقصد بندوں کا رشتہ اللہ سے براہ راست جوڑنا تھا تاکہ ان کی زندگی شرک وکفر کی آلائشوں سے غیر آلود اور صاف ستھری رہے اور اللہ کے احکام کی پاسداری میں وہ کسی قسم کی غفلت نہ برتیں۔ اسی مقصد کیلئے اس زمین پر انسانیت کی ہدایات ورہنمائی کیلئے لاکھوں انبیاء کرام آئے اور اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کیلئے لوگوں کو دعوت دیتے رہے جس کی پاداش میں انبیاء کرام کی مقدس گروہ کو سخت ابتلا و آزمائش کا شکار ہونا پڑا۔ اور بڑے بڑے خطرات سے کھیلنا پڑا انہیں میں سے حضرت نوحؑ بھی ہیں جن کی ہزار سالہ دعوتی زندگی، مشکلات ومصائب، ابتلا وآزمائش سے عبارت ہے، پھر حضرت یحییٰؑ حضرت ذکریاؑ حضرت یونس علیہم السلام کی پوری زندگی پرخطر راہوں سے گذری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر پیغمبر آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک ایک نبی نے دعوت حق کیلئے اپنے جسم وجان کو خطرہ میں ڈالا، حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، اور حضرت یوسفؑ، میں کون ہے، جس کو پیغمبری ملی اور وہ آزمائشوں کا شکار نہیں ہوا، مگر ان تمام حالات میں وہ ہمیشہ اپنی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔ اور حق میں باطل کی اور توحید میں شرک کی آمیزش سے روکتے رہے۔

بہر حال دعوت دین انبیاء کی زندگی کا اہم فریضہ رہا ہے جس کی ادائیگی میں کوتاہی

عنداللہ قابل مواخذہ تھی۔ انبیاء کرام کی بعثت کا دور جب سے ختم ہوا ہے۔ امت محمدیہ کے ہر فرد پر دعوت کی یہ فرضیت عائد ہو گئی ہے ۔جس کی ادائیگی دور اوّل کے مسلمانوں (صحابہ کرام) نے تابعین عظام اور محدثین کرام نے آئمہ وفقہا حضرات نے پوری جانفشانی کے ساتھ کی ہے ۔انہیں گھربار آل اولاد اور متاع دنیا سے ہاتھ ہی نہیں دھونا پڑا بلکہ قیمتی جانیں بھی دینی پڑیں ۔ حق کی خاطر مرنے مٹنے والوں میں کس کس کا نام گناؤں ۔ مکہ سے مدینہ اور ملک حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کی داستان المناک سے تاریخ رنگی ہوئی ہے۔ اسلامی جنگوں اور غزوات کے سرکا کا مقصد صرف اللہ واحد پر ایمان لانا اور اس کے قانون کو نافذ کرنا تھا ۔ امام مالکؒ ۔امام ابو حنیفہؒ ۔ امام شافعیؒ امام احمد حنبلؒ آخری سانس تک باطل کے سامنے ڈٹے رہے ۔ امام بخاریؒ ،امام نسائیؒ، اور امام ابن تیمیہ اور دیگر محدثین کرام وغیرہم بھی اسی صف کے مجاہد دین وایمان ہیں ۔جن کے متاع لوح وقلم چھن گئے تو انگلیوں کو خون جگر میں ڈبو لیا تھا ۔مغل تاجدار اکبر کے فتنے کی سرکوبی کے عوض میں مجدد الف ثانی پر کیا بیتی دینی تحریک وتبلیغ سے تعلق رکھنے والے پر ڈھکی چھپی نہیں ہے ۔

ولی اللہی خانوادہ کی قربانیاں اسلام کیلئے تحفظ دین وایمان کیلئے عظیم مثال ہیں، تحریک شہیدین بھی اسی کی اہم کڑی ہے۔

الغرض انبیاء کرام مجددین واکابرین دین کی ساری جدوجہد کا صرف ایک ہی مقصد نظر آرہا ہے کہ دین غالب ہو اللہ کا فرمان جاری ہو توحید خالص پر آنچ نہ آنے پائے، حق باطل سے مخلوط نہ ہونے پائے ۔ اور ایک قرآنی معاشرہ دنیا میں قائم ہو جائے اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی سے مفر کسی کو بھی نہیں ہے ۔ مساجد کے ائمہ سے لیکر مدارس وجامعات اسکول وکالجز کے اساتذہ تک اور ایک عام مزدور سے لیکر لینڈ لارڈ اور ساہوکار تک سب پر دعوت دین کا فریضہ عاید ہوتا ہے ۔ اور سب کے لئے بلغوا عنی ولو آیۃ کا حکم برابر ہے۔

آج کی بیقرار انسانیت امن وسکون کی تلاش میں بھٹک رہی ہے اس کو

اسلام کی سچی تعلیمات نہیں پہونچ پا رہی ہیں جبکہ عوامی کام کے وسائل آج جتنے وافر ہیں ماضی میں نہیں تھے۔ مگر عوام تو کجا، علماء کرام مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

شیخ سعدی کی زبان میں اس تلخ حقیقت کا اظہار کردوں کہ ؎

عالم کہ کامرانی تن پروری کند :: او خویشتن گم است کیرا رہبری کند

اللہ نے اپنے دین کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ وہ اپنے دین کی خدمت لیتا رہے گا، مگر جس حال میں ہماری زندگی گذر رہی ہے۔ اور جس طرز عمل کو ہم نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ کیا اس پر اللہ کا غیض و غضب نازل نہیں ہوگا۔ ہم رحمت الہی سے محروم نہیں ہونگے؟۔ ہم نے دعوت دین میں کتنے کوڑے کھائے؟ کتنی بار جیل کی ہوا کھائی؟ کتنے بار لہولہان ہوئے؟

ابھی ہم سب کو اپنا احتساب کرلینا چاہیئے۔ اور جد وجہد کی زندگی گذارنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیے۔ کہ اسی میں ہماری کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ●

بقیہ ص ۱۱ کا

برداری کے دائرہ سے نکلنا) بتلایا گیا ہے۔ جب کہ ایک مومن و مسلمان بندہ ہر آن اور ہر حال میں اللہ و رسول ﷺ کے احکام و فرامین کا مطیع و فرماں بردار ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے ذکر و اذکار کرے، اللہ کا نام لے اور اس کیلئے حمد و ثنا پڑھے، نہ کہ سب و شتم کرے کسی دوسرے کو گالیاں دے، اسے برا بھلا کہے، فحش گوئی و بدکلامی کرے اور اس طرح سے وہ کار گناہ کا مرتکب ہو۔ زبان سے نکلی ہوئی نازیبا و غیر موزوں اور غلط باتیں دخول جہنم کا انسان کیلئے سبب بنیں گی۔ پھر کیوں کسی کو گالی دی جائے اس کی زبان سے تحقیر کی جائے اور اس کو اذیت و تکلیف پہنچائی جائے۔ دین ہم مسلمانوں کو اس کی تعلیم نہیں دیتا اور اپنی زبان قابو میں رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ ●

نوائے قرآن

حقیقی مومن کی پہچان

رفیق احمد رئیس سلفی علی گڑھ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ انفال ۲

سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر دہل جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں ۔

قرآن کی تلاوت اور اس پر فکر و تدبر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو جانچنے اور پرکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے ۔ دنیا کی آرائشوں میں پھنس کر دل و دماغ پر جو زنگ چڑھ جاتی ہے، اس کو صاف کرنے کا واحد طریقہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر غور و فکر ہے ۔ خوف خدا اور خوف آخرت سے دور کرنے والی چیزیں بے شمار ہیں دن رات ہمارا ان سے ہی واسطہ رہتا ہے ۔ کہیں مال و دولت کی محبت ہمیں حرام کمائی کی طرف لے جاتی ہے حقوق پر غاصبانہ قبضہ کی تحریک پیدا کرتی ہے، وراثت و وصیت کے معاملہ میں حیلہ بازی کی تلقین کرتی ہے، کہیں اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی تعلیم دیتی ہے ۔ لیکن اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا رہے اور یہ یاد تازہ رہے کہ حرام کمائی سے پلا ہوا گوشت جہنم کا ایندھن بنے گا ۔ حقوق کی پامالی وبال جان بنے گی، وراثت و وصیت میں کتر بیونت جرم عظیم ہے اور فرائض سے کوتاہی کر کے کمایا ہوا مال بے برکتی کا باعث بنے گا تو شاید ہم ان گناہوں کے قریب بھی نہ پھٹکیں ۔

مال و دولت ہی کی طرح ایک بڑی آزمائش کا ذریعہ اہل و عیال ہیں ۔ ان کے

حقوق وواجبات کی صحیح طور پر ادائیگی ضروری ہے ۔ ان کی جائز خواہشات جائز حدود میں حتی الامکان پوری کی جانی چاہیں ۔ مربی اور قوام ہونے کے ناطے یہ فکر بھی دامن گیر رہے کہ ان کی آخرت برباد نہ ہو دنیا میں عیش وراحت عارضی ہے ۔ یہاں امیری وغریبی رات ودن کی طرح آتی جاتی رہتی ہے ۔ صبر وقناعت، ایثار وہمدردی کا جذبہ اولاد میں پیدا ہوجائے تو وہ معاشرہ میں خود باپ کی نیک نامی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور ضعیفی میں خود اس کو راحت وسکون میسر ہوتا ہے ۔ ذمہ داری کا یہ احساس اسی وقت پیدا ہوسکتا ہے جب ایک مومن کے سامنے وہ قرآنی آیات بار بار آتی رہیں جن میں اولاد کو زینت اور وجہ آزمائش بتایا گیا ہے اسی طرح حقوق کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے ۔ دور حاضر کا یہ سنگین ترین مسئلہ ہے کہ معاشرہ میں دین دار اور متقی سمجھے جانے والے لوگ بھی اہل وعیال کے سلسلے میں وہ معتدل رویہ نہیں اپناتے جس کی قرآن نے تلقین کی ہے ۔ کہیں بیوی مظلوم ہے تو کہیں بوڑھے والدین اپنی مضبوط لاٹھی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے دیکھتے دار فانی سے کوچ کر جاتے ہیں ۔ کہیں اہل وعیال کی محبت اس طرح زنجیر پا بن جاتی ہے کہ دوسرے اولوالارحام کے حقوق متاثر ہوتے ہیں ۔ صلہ رحمی کی تمام تر تعلیمات کے باوجود ہمارا معاشرہ اس کی اہمیت اور شرعی قدر وقیمت سے ناواقف ہے ۔

تیسری چیز جس سے ایک مومن راہ راست سے بھٹک جاتا ہے وہ جاہ و منصب کی بے جا حرص ہے ۔ تحکمانہ مزاج انسان کی فطری کمزوری ہے ۔ اقتدار واختیار ہاتھ آنے پر اسے اعتدال کے ساتھ بنا لے جانا ایمان کی اصلی پہچان ہے ۔ ماتحت افراد کے درمیان مساویانہ سلوک کرسی واقتدار کیلئے انتہائی ضروری ہے ۔ اپنے مفاد پر عوامی مفاد کو ترجیح دینا ایک مومن صادق کی پہچان ہے اسی کے ساتھ ساتھ اسلام قرآن کے ذریعہ یہ پیغام دیتا ہے کہ انسان منصب کے لحاظ سے خواہ کچھ بھی ہوجائے اسے اپنی تخلیقی مراحل اور اجزائے ترکیبی کو ضرور پیش نگاہ رکھنا چاہئے ، اسی سے وہ کبر ونخوت کی برائی سے خود کو محفوظ رکھ سکتا

ہے۔ فخر و مباہات کی مذمت میں نازل شدہ آیات کے ساتھ ساتھ اگر تخلیق انسانی کے مراحل اور اس کے اجزا، سامنے رہیں۔ تو ایک انسان بادشاہ وقت ہونے کے باوجود اپنی حیثیت فراموش نہیں کرے گا، لیکن قرآن سے دور ہو کر، اس آیات کو پس پشت ڈال کر جب وہ زندگی کے میدان میں آگے آتا ہے تو معمولی سے معمولی عہدہ و منصب بھی اسے وقت کا فرعون بنا دیتا ہے وہ یہ بات بھول جاتا ہے کہ جن لوگوں پر اسے آج اثر و اقتدار ملا ہے، وہ بھی اسی کی طرح انسان ہیں، بھوک و پیاس، رنج و غم اور حزن و ملال سے ان کا دل بھی متاثر ہوتا ہے۔

تذکیر کیلئے جس آیت کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اس میں اسی حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے اس میں حقیقی مومنوں کی پہچان بتاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اللہ کا ذکر جب ان کے سامنے کیا جاتا ہے تو اس کی عظمت و کبریائی کی وجہ سے ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیات یعنی احکام و قوانین کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کے دل تنگ نہیں ہوتے کہ فلاں فلاں حکم پر عمل کرنے سے ہمارے مفاد کو نقصان پہونچے گا، یا ہماری اولاد عیش و تنعم سے محروم ہو جائے گی اور ہمارے اثر و رسوخ کو دھچکا لگے گا۔ بلکہ ان کے سر ان احکام کے آگے جھک جاتے ہیں اور ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایمان میں اضافہ اس خیال سے ہوتا ہے کہ ہمارا رب کس قدر ہم پر رحیم و شفیق ہے کہ اس نے ہماری دنیا و آخرت سنوارنے کیلئے کیسے کیسے محکم قوانین دیتے ہیں۔ انہیں یہ غم کبھی لاحق نہیں ہوتا کہ حق بات کہنے یا اس پر عمل کرنے سے فلاں شخصیت ناراض ہو جائے گی فلاں کاروبار کو نقصان پہنچے گا یا عوامی سطح پر ہماری مقبولیت پر آنچ آجائے گی۔ بلکہ وہ اپنی کامیابی و کامرانی اور اثر و اقتدار کا سر رشتہ اللہ سے جوڑ کر اسی پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں وہ نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ کسی کا اثر قبول کرتے ہیں کہ حق و انصاف کا خون کر بیٹھیں۔

اس آیت پر ہم سنجیدگی سے غور کریں اور اپنے دل کو ٹٹولیں کہ کیا واقعی ہماری حالت یہی ہے۔ کیا آیات الٰہی سن کر ہم پر یہی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ اور کیا دنیا کے تمام معاملات میں ہم حق و انصاف ملحوظ رکھتے ہیں۔ اگر اس سلسلے میں کسی کمی کا ہمیں اندیشہ ہو تو ایمان کی اس حالت کو بدلنے کی ہم کوشش کریں۔ ○

نوائے حدیث

سب و شتم ــــ کار گناہ

فضل اللہ انصاری سلفی

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قال، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، سَبَابُ الْمُسلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُہٗ کُفْرٌ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: مسلمان کا گالی دینا بولنا گناہ اور لڑائی کرنا کفر (کا کام ہے)؛

ایک معاشرہ میں رہ کر ساتھ زندگی گذارتے بسا اوقات ایسے امور و معاملات ضرور پیش آتے ہیں، جو آپس کی محبت و اتفاق کو بُعد و اختلاف میں بدل دیتے ہیں۔ تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے سے دُوری و بیزاری پیدا ہو جاتی اور ہر ایک دوسرے سے شاکی ہو جاتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں بلاشبہ جدال و قتال اور لڑائی جھگڑے سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے اور اس پر عمل بہت دشوار۔ مگر اسلامی رشتہ اخوت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے اگر اسلامی تعلیمات و ہدایات کو اپنایا جائے تو یہی مشکل آسان ہے لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ کے جو نقصانات ہیں، ان کو اگر مدِنظر رکھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش نہ کی جائے اور ہم اس سے بچ نہ نکلیں۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ لوگوں کو شبِ قدر کے بارے میں بتلانے کیلئے نکلے تو دو مسلمانوں کو آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھا۔ اس پر اللہ کے نبیؐ نے فرمایا: میں تم لوگوں کو بتلانے کیلئے نکلا تھا، لیکن فلاں فلاں نے جھگڑا کیا تو مجھ سے وہ بات بھلا دی گئی۔ شاید تمہارے لئے بھلائی اسی میں ہو۔ اس واقعہ سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ لڑائی جھگڑے سے کیا نقصان ہوتا ہے، لیکن عام طور سے لوگ اسے سمجھتے نہیں ٹھیک

اسی طرح لڑائی جھگڑے کرتے یا پھر یوں ہی کسی کو سب وشتم کرنا، گالی دینا اور برا بھلا کہنا بھی ہے۔ کیونکہ اس سے خوشگوار تعلقات خراب ہوتے ہیں، زبان بے لگام ہوتی ہے اور اور اس رشتہ اخوت کا حق ادا نہیں ہو پاتا، جو دنیا کا سب سے اہم اور مضبوط رشتہ ہے حدیث شریف میں وارد "قتالہ کفر" میں ثانی الذکر سے مراد کفرانِ نعمت اور اخوتِ ایمانی کے حق کی عدم ادائیگی بھی ہے۔ (حاشیہ ریاض الصالحین ص ۱۹۴)۔ گویا کہ گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کر کے ہم حق تلفی کا ارتکاب کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت بھی۔ رشتہ اخوت کا تقاضا ہے کہ ایک مسلمان ہر اس قول و فعل سے اجتناب و احتراز کرے جس سے دوسرے مسلمان بھائی کو اذیت و تکلیف ہو۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔ یعنی، مسلمان وہ ہے جس کے دست و زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ کیا کسی کو سب وشتم کر کے اور اسے گالیاں سنا کے ایک مسلمان اس شناخت کا حامل ہو سکتا ہے جس کی طرف اشارہ حدیثِ رسولؐ میں کیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا، جس نے شراب پی لی تھی تو آپؐ نے اسے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ کسی نے اپنے ہاتھ سے اسے مارا، کسی نے اپنے جوتے سے مارا اور کسی نے اپنے کپڑے تک سے مارا۔ جب وہ جانے لگا تو کسی نے کہا کہ: ۔ اللہ تجھے رسوا کرے تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ ایسا مت کہو اور اس کے خلاف شیطان کی مدد نہ کرو۔ (البخاری)۔ کسی کو گالی گلوچ کر کے گویا شیطان کی مدد کی جاتی ہے اور وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

در اصل گالی بولنا، ایک ایسا شیطانی حربہ ہے، جسے پرلے درجہ کے لوگ ہی استعمال کرتے ہیں اور اس سے اپنے طبع کی نار دا تسکین کرتے ہیں۔ مومن چونکہ فحش گو، بدکلام اور دریدہ دہن نہیں ہوتا اس لئے یہ اس کے شایان شان نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو سب وشتم کرے اور اسے گالیاں دے۔ اس سے نہ کہ صرف اسلامی رشتۂ اخوت کمزور پڑتا ہے بلکہ اپنی مومنانہ شان اور مسلمانانہ شان پر دھبہ لگ جاتا ہے۔ دوسروں پر اس کا اچھا اثر مرتب نہیں ہوتا اور بعد میں نفس بھی اس کو ملامت کرتا ہے پھر حدیث رسول میں گالی گلوچ کرنے کو "فسوق" اطاعت و فرماں

(بقیہ صفحہ ۵ پر)

اصلاحِ معاشرہ میں نوجوانوں کا کردار

محمد کلیم اشرف گوہر

اسلام کے قوانین وہ بنیادی اصول و نظریات ہیں جو قرآن میں نازل کئے گئے ہیں اور جنہیں ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا ہے ۔ گویا ایمان عبادات شخصی امور، جرائم، معاشرتی معاملات، انتظام سیاست، اور انسانی زندگی کی دیگر ضروریات ومقاصد کیلئے اسلام کے مقرر کردہ قوانین احکام ہیں

اسلام نے اپنے ماننے والوں پر سب سے بڑی ذمہ داری یہ عائد کی ہے کہ وہ اس ، احکامات کو زیر عمل لائیں ۔ کیونکہ اسلام آیا ہی اس لئے ہے کہ اسے ایک قوت نافذہ کی حیثیت حاصل ہو ۔ لیکن آج انسانوں کے خود ساختہ قوانین نے انسانی دل ودماغ پر اپنا تسلط جما لیا ہے کہ دنیا کی سب سے زیادہ سچی آسمانی کتاب رکھنے والی قوم مسلمان بھی ان کے نرغے میں پھنس گئی ہے ۔ اور اس کے بعض بڑے بڑے لیڈر اور نامور مفکرین بھی قرآن کو صرف ایک تبرک کی چیز سمجھتے ہیں اور زندگی کے کسی معاملے میں اسے راہنما ماننے کیلئے عملاً تیار نہیں ہیں ۔ ان کے سارے غور وفکر کا محور یہی انسانی قوانین ہیں اور تمام مسائل کا حل وہ انہیں ہی میں تلاش کرتے ہیں ۔ عملی زندگی میں ان کے ذہنوں کے اندر کبھی یہ تصور بھی نہیں ابھرتا کہ رہنمائی کرنے کیلئے قرآن و سنّت جیسے عظیم سرچشمے بھی موجود ہیں، حالانکہ اس وقت دنیا کی وہ واحد کتاب قرآن ہے جس کی تعلیمات عالم انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو انسانی دماغوں کے بتائے ہوئے بھنوروں سے نکال کر امن و فلاح کے ساحل پر اتار سکتی ہے اور اس طرح ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے ۔

معاشرہ کی اصلاح کیلئے چار ایسے مراحل ہیں جو ضروری اور لازم ہیں۔ (۱) فرد۔(۲) خاندان۔ (۳) قوم۔ (۴) حکومت۔ اس لئے کہ فرد سے خاندان بنتا ہے۔ اور خاندان سے قوم اور قوم سے حکومت بنتی ہے اور اگر ان چاروں میں سے کسی میں خامی اور نقص ہے تو پھر معاشرہ کی اصلاح مشکل ہے۔

سید قطب شہیدؒ اسلامی معاشرے کی قیام کی اہمیت واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

"اسلام اس وقت تک اپنا رول ادا نہیں کرسکتا جب تک وہ معاشرے کی صورت میں جلوہ گر نہ ہو .... دنیا نے کسی دور میں اور بالخصوص دور حاضر میں کبھی اسے خالی خولی نظریہ پر کان نہیں دھرا جس کا عملی مظہر سے جیتی جاگتی سوسائٹی نظر نہ آئے اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ امت مسلمہ کا وجود کئی صدیوں سے معدوم ہوچکا ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کسی ملک کا نام نہیں ہے۔ جہاں اسلام بستا رہا ہے۔ اور نہ کسی قوم سے عبارت ہے جس کے آباء واجداد تاریخ کے کسی دور میں اسلامی نظام کے سائے میں زندگی گذارتے رہے ہیں بلکہ یہ اس انسانی جماعت کا نام ہے جس کے طور طریق افکار و نظریات، قوانین وضوابط اقدار و معیار رد و قبول سب کے سوتے اسلامی نظام کے منبع سے پھوٹتے ہیں۔ ان اوصاف و امتیازات کی حامل امت مسلمہ اسی لمحہ سے خانہ عدم کی نذر ہوچکی ہے جس لمحہ روئے زمین پر شریعت الٰہی کے تحت حکمرانی و جہانبانی کا فریضہ معطل ہوا ہے۔ لیکن اگر اسلام کو دوبارہ کردار ادا کرنا ہے جس کیلئے انسانیت آج چشم براہ ہے تو اس کیلئے ناگزیر ہے کہ امت مسلمہ کے اصل وجود کو بحال کیا جائے اور اس امت مسلمہ کو از سر نو زندہ کیا جائے جس پر کئی نسلوں کا ملبہ پڑا ہوا ہے"

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اسلام کے بارے میں ہزاروں تصانیف، مسجدوں اور میدانوں

میں سینکڑوں تقریریں دعوت اسلامی کیلئے بنائی گئی متعدد فلمیں اورازہر وغیرہ سے بھیجے گئے لاتعداد وفود یہ تمام کوششیں ایک ایسے چھوٹے سے معاشرہ کے برابر نہیں ہو سکتی جو دنیا کے کسی گوشے میں قائم ہو جس میں اسلام کارفرما ہو اور جو اسلام ہی کیلئے وجود میں آیا ہو جس میں اسلام کی خصوصیات پائی جاتی ہوں اور جس میں اسلام زندگی کی عملی شکل میں جلوہ گر ہو۔"

(معالم فی الطریق از قطب شہید)

نوجوانوں کا کردار

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ جب بھی کوئی انقلاب آیا خواہ وہ مادی ہو یا روحانی تعمیری یا تخریبی وہ نوجوانوں ہی کی کوششوں کا رہین منت رہا ہے۔

دنیا کا کوئی نظریہ و فلسفہ چاہے وہ کتنا ہی پاکیزہ و مقدس اور تمام انسانوں کیلئے نفع بخش کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کے پشت پر نوجوانوں کی طاقت نہیں ہے تو پھر ایسا نظریہ اپنی عظمت اور تقدس کے باوجود دنیا کیلئے مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے ہر قسم کے اصول و نظریات کی وسیع اشاعت کی راہ میں طاقت ایک کلیدی رول ادا کرتی ہے، اور پورے انسانی معاشرے میں سب سے زیادہ طاقتور اور فعال و متحرک عناصر نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس طبقہ میں کام کرنے کا ولولہ اور انقلاب لانے کی امنگ ہوتی ہے۔ یہ عزم جواں اور ہمت بلند رکھتے ہیں ان کی رگوں میں گرم خون دوڑتا ہے۔ وہ مصلحت پسندی کی بیماریوں سے کوسوں دور رہتے ہیں اور ان کے دست و بازو میں قوت آہنی ہوتی ہے جو انہیں پہاڑوں سے ٹکرانے کا عزم دیتی ہے اور مصائب و مشکلات جھیلنے اور قربانیوں پر قربانیاں دینے اور مسلسل جدوجہد کرنے کے قابل بناتی ہے۔ یہ نوجوانوں کے ایسے اوصاف ہیں جو کسی بھی قوم و ملت کو بیدار کرنے کے لئے ناگزیر ہیں۔

انبیاء علیہ السلام کی پوری تاریخ بتاتی ہے کہ ہر پیغمبر پر ان کی قوم میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے ایمان کا دعویٰ کیا وہ نوجوان تھے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے حواریوں کی بابت آتا ہے کہ وہ بھی چند ماہی گیر نوجوان تھے۔ جو پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کے نتیجے میں آدم گیر بن گئے تھے۔

اصحاب کہف کی جرأت اور دلیری اور بے باکی کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ چند نوجوان اپنے دین وایمان کے تحفظ و بقا کی خاطر غاروں میں چھپ گئے، اور اس میں سالوں سال زندگی گذار دی، لیکن اپنے دین وایمان کا ایک لمحہ کیلئے بھی سودا کرنا گوارہ نہیں کیا

اسی طرح آج سے چودہ سو سال قبل جب سرزمین مکہ میں حق وصداقت کا آواز بلند ہوا تو سب سے پہلے جن لوگوں نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہا وہ عموماً نوجوان ہی تھے اور انہوں نے اس راہ میں ہر قسم کی مشکلات ومصائب کو انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ استقبال کیا۔ جن لوگوں کی نگاہیں تاریخ کے صفحات پر ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ لشکر اسلام کے کمسن جانباز جیسے معاذ ومعوذ بن عفراء حضرت مصعب بن عمیر۔ حضرت حنظلہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ (رضی اللہ عنہم) اور ان کی طرح کے انگنت مجاہدین تھے جنہوں نے ظلم وجور سے بھری اس دنیا کی اصلاح کرکے انسانی معاشرہ کو صحیح رخ عطا کیا۔ نیز مسلح اسلامی افواج کی سربراہی کرتے ہوئے طارق بن زیاد۔ محمد بن قاسم اور موسیٰ بن نصیر رحمہم اللہ نے بڑی بڑی جابر وقاہر مملکتوں کو توڑ دیا۔ یہاں تک کہ رومن اور پرشین امپائر کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور تاج سردار کو جھکا کر اسے لشکر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا۔

لیکن آج دنیا کے جس گوشے پر نگاہ ڈالی جائے ہر طرف جنسی بے راہ روی اور اخلاقی گراوٹ ذہنی خلفشار، سیاسی بے چینی، عصمت دری، فحاشی، عریانیت لوٹ کھسوٹ اور آوارگی کا بازار گرم ہے۔ تہذیب، آرٹ، کلچر اور ثقافت کے نام پر انسانیت کی بنیادی قدروں اور اعلیٰ صفات کا خون کیا جارہا ہے۔ ان جرائم میں جو طبقہ سب سے زیادہ متحرک اور سرگرم ہے وہ نوجوانوں ہی کا طبقہ ہے۔ آج جتنے بھی جرائم ہورہے ہیں ان میں عموماً ایسے لوگ ملوث ہوتے ہیں جن کا جوش شباب

اپنی حد کمال کو پہنچا ہوا ہے۔
افسوس کا مقام ہے کہ نوجوانوں کے اس ہمہ گیر بگاڑ کا دوسرے نوجوانوں کے ساتھ نوجوانان اسلام بھی پوری طرح شکار ہیں، ان میں بھی فحاشی، بے حیائی اور عریانیت کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ الحاد بے دینی اور مذہب بیزاری میں وہ کسی بھی طرح دوسروں سے پیچھے نہیں ہیں۔ اپنے کردار، سیرت، اور وضع قطع میں مغرب کی نقالی کو وجہ افتخار سمجھ رہے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب اسلام صرف دور ظلمت میں انسانوں کی رہنمائی کر سکتا تھا۔ اس دور منوّر میں اس کی ضرورت نہیں کہ زندگی کے مسائل و معاملات میں اس کی طرف رخ کیا جائے۔ آج کا مسلم نوجوان آرٹ کلچر اور ثقافت کے نام پر وہ اخلاق سوز حرکتیں کر رہا ہے جن پر شیطان بھی شرمندہ ہے۔ فلم میں جو سب سے زیادہ گندہ اور گھناؤنا کردار ہوتا ہے اسے یہ مسلم نوجوان کرتے ہیں۔ علمی اخلاقی اور دیگر مسائل میں تو بلا شبہ یہ بہت پیچھے ہیں لیکن فلم میں تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اور اپنی مہارت اور فنکاری کے اعلیٰ نمونوں سے مظاہرہ کر رہے ہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ نوجوانان اسلام قوم و ملّت کا عظیم سرمایا ہیں۔ کیونکہ اگر یہ چاہیں تو لشکر اسلام کو ساحل مراد سے ہمکنار کر سکتے ہیں اصلاحی معاشرہ کی اصلاح میں کوشاں و سرگرداں رہ سکتے ہیں۔ کیونکہ عزم جواں اور عمر جواں نہ ہوتی تو کمزور آدمی اسلام کی صحیح تبلیغ و اشاعت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ پژمردہ عزائم ہڈیوں کا اضمحلال اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ قوم و ملّت کے عروج و زوال کی زمام کار انہیں کی ہاتھوں میں ہے۔ اگر یہ چاہیں تو قوم کی افراتفری کو اصلاح میں تبدیل کر دیں آج بھی یہ نوجوان اپنے ماضی کے داستانوں میں رنگ بھر سکتے ہیں۔ اپنی معاشرتی زندگی میں اب بھی سدھار لا سکتے ہیں۔ کیونکہ یہی وہ...... سربکف مجاہدین ہیں جنہوں نے نمرودیت کی نمرودیت اور فرعون کی فرعونیت خاک میں ملا دیا۔ جنہوں نے سرزمین اندلس پر فتح و کامرانی کا پرچم لہرایا، پراگندہ معاشرہ کو صاف ستھرا بنایا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں کو لرزہ براندام کر دیا اور بد سے بدترین معاشرہ کی اصلاح

کیلئے ایسی انتھک کوشش کی کہ کفر و ظلمت کی دبیز تاریکی کو ایمان و عمل کی روشنی سے بدل دیا اور ہر سو راستی و درستی کو عام کیا۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ جب بھی معاشرہ میں کسی قسم کا بگاڑ و خلفشار پیدا ہوا تو اس میں بھی نوجوان پیش پیش رہے لیکن اصلاح بھی انہی نوجوانوں کی بدولت ہوئی ہے نیز حدیث پاک کی صراحت موجود ہے "المومن القوی خیر من المومن الضعیف" اس سے معلوم ہوا کہ معاشرہ کی اصلاح نوجوانوں کے قدم اور ان کے گفتار و کردار سے ہو سکتی ہے

اس الحادی دور میں مسلم نوجوانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس وقت دنیا کی سسکتی اور بلبلاتی انسانیت کے غموں کا مداوا کریں۔ اس موقع پر عالی جناب ڈاکٹر سید عبدالحفیظ صاحب سلفی مدظلہ العالی کے خطبہ کا وہ جملہ آج تک راقم کو یاد ہے جو انہوں نے دار العلوم کی مسجد میں دیا تھا۔ ملاحظہ کریں۔

"اگر صالح نوجوان چاہیں تو اپنے جہد و عمل سے دنیا میں صالح انقلاب برپا کر سکتے ہیں" ●

بقیہ ص ۲۷ کا

والموضوعۃ ۲۵۳۸ کے تحت مفصل گفتگو کی ہے۔ اسی ضمن میں آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر بالفرض اس حدیث کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس سے ننگے سر نماز ادا کرنے کے جواز پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں آپ ایسا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ سترہ کی نماز میں زیادہ اہمیت ہے۔

آخر میں یہ ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ننگے سر نماز ادا کرنا صرف مکروہ ہے نماز کی صحت پر اس سے آنچ نہیں آئے گی۔ لہٰذا عام لوگوں کا یہ طرز عمل کہ وہ ننگے سر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز نہیں ادا کرنا چاہتے، غلط ہے۔ ہاں بہتر یہی ہے کہ نماز ادا کرتے وقت اس کی جملہ شرطوں کا خیال رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ نماز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے عین مطابق ادا ہو۔ ●

کھوئے بنا پاوے کون؟

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

قدرت کا ہر ایک کام ہر ایک اصول اور ضابطہ کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس میں کہیں سے بھی کوئی شکستگی نہیں ہے۔ یہ وہ اصول اور ضوابط ہیں جن میں کہیں بھی اور کبھی بھی تبدیلی نہیں ہوتی گویا یہ خود قدرت کا فیصلہ ہے اور قدرت کا فیصلہ پتھر کی لکیر کے مانند ہوتا ہے۔ جس میں تبدیلی اور تغیر کا امکان ہی نہیں رہتا۔ قدرت کا یہ اصول بھی ہے کہ ان اصول وضوابط کے خلاف اگر کوئی چلنا چاہے اور اس پر چل کر اپنے گوہر مقصود کو حاصل کرنے کی سعی کرے تو اس کی وہ کوشش کبھی بھی ثمربار اور بارآور نہیں ہو سکتی۔ اب جیسے یہ قدرت کا اصول ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں ہر کوئی اپنے ایک مقصد کے حصول میں سرگرداں اور اس میں کامیابی کیلئے جہد کناں ہے قدرت کا یہ اصول ہے کہ یہ کامیابی اسے یونہی اور ایسے ہی حاصل نہیں ہو جائیگی اسے "کچھ" حاصل کرنے کیلئے "کچھ" ضرور کھونا پڑے گا۔ کچھ پانے کیلئے کچھ ضرور تگ ودو کرنی پڑے گی، آرام حاصل کرنے کیلئے کچھ ضرور تکالیف اٹھانی پڑے گی، وصل کے لئے فراق کے دردوالم سہنے پڑیں گے، پھول حاصل کرنے کیلئے کانٹے کی چبھن برداشت کرنی ہوگی۔

الغرض یہ قدرت کا ایک اٹل اور محکم اصول ہے جس پر جاندار اور بے جاندار کار بند و پابند ہیں اس اصول سے نہ انسان وحیوان مبرا ہے اور نہ دیگر کوئی مخلوق۔ اس ضابطہ اور قانون سے نہ مادی زندگی الگ ہے اور نہ روحانی زندگی۔ جانداروں میں انسانوں کو چھوڑ کر دیگر مخلوقات کو دیکھئے رات ہوتی ہے آسمان پر تاروں کے قمقمے جگ مگ کرتے رہتے ہیں ہر چہار سو تاریکی ہوتی ہے، مگر رات کی منزل صبح ہوئی ہے اس سپیدہ صبح کی جو عالم اور اہل عالم کو روشنی بخشتی ہے اس کیلئے رات کو ان تاروں کی بلی دینی پڑتی ہے۔ ع

خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا۔

مادی زندگی کی مثال دیکھئے ایک تاجر دن رات اور شب و روز کی مشقت برداشت کرتا ہے اس کیلئے اہل و عیال کے فراق کی سختی کو گوارا کرنا پڑتا ہے۔ تو کبھی دین اور مذہب سے دوری ہی کی مصیبت سہنی پڑتی ہے ان قربانیوں کے صلے میں ہی ایک تاجر اپنے گوہر مقصود کو حاصل کرتا ہے الغرض قدرت کا یہ اصول ہر ایک جاندار و بے جان پر لاگو ہوتا ہے اس سے نہ مادی زندگی خالی ہے اور نہ روحانی زندگی۔

حدیث شریف میں بتایا گیا ہے کہ جنت "مکارہ" سے گھیر دی گئی ہے یہ حدیث ایک معنی میں قدرت کے اسی اصول کا اعلان کرتی ہے کہ دنیا و آخرت کے اس سب سے بڑے نعمت کدہ کو کوئی بھی شخص یونہی اور ایسے ہی کبھی بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ انبیاء کرام علیہم السلام کا مقام خدا کے یہاں سب سے اعلیٰ اور سب سے بلند ہے جنت میں وہ بلند مقام پر فائز ہوں گے۔ انہیں بھی یہ رتبہ بہت ساری مشقتوں کو انگیز کرنے کے بعد حاصل ہوا روحانیت کے ان پیشواؤں اور اخلاق و انسانیت کے ان پیکروں کو چھوڑیئے، دنیا کے ان جانبازوں، ناموروں اور شہرۂ آفاق ہستیوں کی زندگی پر نظر ڈالیں انہیں یہ ناموری، نیکنامی اور عزت و شہرت بہت بڑی قیمت چکا کر حاصل ہوئی تھی۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ دنیا میں اکثر لوگ جنہوں نے عزت و شہرت حاصل کی ان میں اکثر وہ لوگ تھے جو مفلوک الحال اور معاشی و اقتصادی طور پر مفلوج تھے، ان کی ابتدائی زندگی مشقتوں اور صعوبتوں سے بھری ہوئی ہے، پھر بھی انہوں نے ان ساری مشقتوں اور صعوبتوں کو انگیز کیا پھر انہیں اپنا گوہر مقصود حاصل ہوا۔ الغرض یہ قدرت کا اصول ہے اور محکم و اٹل اصول ہے اسی کو برت کر ہی کوئی انسان کامیابی و کامرانی حاصل کر سکتا ہے ایک مسلمان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا خدا اس سے خوش ہو اس کیلئے دوسروں کی حق کی اپنی خوشی قربانی کرنی پڑے گی۔ ایک مومن کی آرزو ہوتی ہے کہ خدا کے اس مقدس گھر بہشت کے کسی گوشے میں مجھے جگہ مل جائے اس کے لئے خواہشات کی قربانی دینی پڑے گی۔ وہاں کی زندگی میں آرام ملے لامحالہ اس کے لئے یہاں کے آرام کو تیاگ دینا ہوگا ہم اور ہمارے بچے آرام و آسائش کی زندگی گذاریں اس کے لئے بقدر آرام و آسائش کو قربان کرنا ہی پڑے گا قصہ کوتاہ ہمیں کچھ حاصل کرنا ہے یہاں یا وہاں اس کیلئے کچھ کھونا پڑے گا۔

خلیفہ اور خلافت (۲)

(ایک مکالمہ)

محمد صبیح الدین انصاری شارجہ

س نمبر۴ :- ہم حاکم وقت کو، خاص طور پر اگر وہ متقی ہو، پابند شریعت ہو اور عدل کے ساتھ حکومت کرنے والا ہو کیوں خلیفۃ اللہ کے نام سے یاد نہیں کر سکتے جب کہ قبل اسلام یعنی جاہلی ادب میں اس لفظ کا استعمال عام تھا۔ نیز شیعہ حضرات اپنی کتب احادیث میں جابجا اپنے بارہ ائمہ کو خلیفۃ اللہ قرار دیتے ہیں ؟۔

ج :- ایام جاہلیت میں کسی لفظ، محاورے یا اصطلاح کے مروّج ہونے سے زیادہ جو چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر امر اور نحو کے قواعد کی رُو سے یہ استعمال صحیح ہے، مگر اس سے شرعی جواز پر سند نہیں پکڑی جا سکتی ۔ جاہلیت میں تو بہت سے مشرکانہ نام بھی مروّج تھے، مگر اسلام نے ان سب کو بدل دیا۔ مثال کے طور پر لفظ عبد العزّیٰ اور عبد مناف کو دیکھئے۔ سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو چچاؤں کے نام ہیں مگر چونکہ عزیٰ اور مناف بتوں کے نام ہیں اسلئے قرآن کریم نے عبد العزیٰ کے بجائے اس کی کنیت یعنی ابولہب کا لفظ استعمال کیا۔ اسی طرح عبد مناف کو رسول اللہ نے ان کے بیٹے کی نسبت سے ہمیشہ ابو طالب کے نام سے یاد کیا۔

شیعہ حضرات بے شک اپنے ائمہ کے حق میں غلو کرتے ہیں، انہیں سارے انبیاء و ملائکہ مقربین سے افضل بتاتے ہیں، ان کے حق میں علم غیب ثابت کرتے ہیں انہیں خلفاء اللہ فی الارض بتاتے ہیں، مجسم نور ثابت کرتے ہیں اور نہ جانے کیسا کیسا دعوے کرتے ہیں یہ ساری باتیں عقیدہِ توحید کے منافی ہیں۔

شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب حدیث " الکافی " اس قسم کے غلو آمیز معتقدات سے بھری پڑی ہے جنہیں اس کی جلد نمبر کتاب الحجۃ میں دیکھا جا سکتا ہے رہی بات مسلک اہل سنت کی وہ

قرآن و سنت کے دیئے ہوئے عقیدہ توحید و ختم رسالت پر مبنی ہے اس عقیدہ کی رو سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو خلیفۃ اللہ کے خطاب سے نہیں نوازا گیا، جب ابوبکر صدیق ؓ ہی نے خلافت الٰہیہ کے تصور کی تردید کر دی تو ہما شما کا ذکر ہی کیا! خاص اس مسئلہ پر علامہ ماوردی کی رائے پیش کی جا چکی ہے کہ جمہور علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کسی بھی حاکم کو خلیفۃ اللہ کہہ کر پکارنے والا فاسق و فاجر ہے۔ علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں ایسے قول کو واضح الفاظ میں مکروہ قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

ومما یکرہ ان یقال للسلطان خلیفۃ اللہ او نائب اللہ فی ارضہ۔ فان الخلیفۃ والنائب انما یکون عن غائب واللہ سبحانہ وتعالی خلیفۃ الغائب فی اھلہ ووکیل عبدہ المومن (زاد المعاد ج ۲۔ ص ۲۷ طبع مصر)

یعنی یہ بھی مکروہات میں سے ایک ہے کہ کوئی بادشاہ کو خلیفۃ اللہ یا نائب اللہ فی الارض کہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ خلیفہ اور نائب تو ہوتے ہی اس ہستی کے ہیں۔ جو غائب ہو، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ، وہ تو خود غیر حاضر انسان کے گھر بار کے لئے اُس کا (غیر حاضر انسان کا) خلیفہ اور بندہ مومن کا وکیل ہے۔

س:۔ یہ تو آپ نے عجیب بات بتائی کہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور وکیل ہوتا ہے۔ ہم نے آج تک یہی سُنا تھا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے، انسان اللہ تعالیٰ کا نائب ہے۔ انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ انسان چُناں ہے انسان چنیں ہے۔

ج:۔ اشرف المخلوقات ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ تو ابھی کچھ دیر کیلئے آپ ملتوی کر دیں۔ مگر یہ بات صحیح ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں

انسان اللہ کا خلیفہ، وارث اور وکیل نہیں ہو سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ پالا
رہب انسان کا خلیفہ بنتا ہے اس کا وارث اور وکیل ہوتا ہے۔
س ۵۴ براہِ کرم وہ آیتیں بتائیے جن میں اللہ تعالیٰ کو انسان یا مؤمنین کا
وارث یا وکیل بتایا گیا ہو۔؟
ج : لیجیے، وارثت کے سلسلہ میں دو آیتیں سنیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
۱ وانا لنحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون (الحجر ۲۳)
(اور بے شک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہم ہی
تمہارے بعد باقی رہنے والے (وارث) ہیں")
۲ وزکریا اذ نادی ربہ رب لاتذرنی فردا وانت خیرالوارثین (الانبیاء ۸۹)
(اور زکریا جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو
تنہا نہ چھوڑ اور تو سارے وارثوں میں بہترین وارث ہے۔)
جن آیات میں اللہ تعالیٰ کو مومنین کا وکیل بتایا گیا ہے ان میں سے بعض
ملاحظہ ہوں: ۱ وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل (آل عمران ۱۷۳)
(اور انھوں نے (اصحاب محمدؐ نے) کہا کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور
وہ بہترین وکیل ہے۔ ۲ وتوکل علی اللہ وکفی باللہ
وکیلا (الاحزاب ۳) اور اللہ پر توکل کرو۔ اللہ وکیل ہونے کیلئے کافی ہے"
ان دونوں آیتوں میں وکیل کے معنی ہیں ایسی ہستی جس پر اپنے
مفادات کی نگرانی کے لئے بھروسہ کیا جا سکے۔ لفظ وکیل کا ٹھیک
ٹھیک ترجمہ اردو میں کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کا ترجمہ کبھی
نگراں، کبھی ذمہ دار، کبھی داروغہ، کبھی کارساز، اور کبھی گواہ کے لفظ سے
کیا گیا ہے۔ حقیقت میں اس کا مفہوم ہے ایسی ہستی جس پر آپ مکمل بھروسہ
اعتماد اور توکل کر کے نشچنت اور مطمئن ہو جائیں کہ آپ کے بدلے
وہ آپ سے بہتر طور پر آپ کے مفادات کی نگرانی کر سکتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تو قوی بھی ہے۔ عزیز بھی، حی وقیوم بھی اور علیٰ کل شئی شہید بھی اسلئے وہ تو آپ کا طرف اور وکیل ہوسکتا ہے۔ مگر آپ نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تو آپ کی غیر حاضری میں اور آپ کے بعد آپ کا خلیفہ ہوسکتا ہے مگر آپ اس کے خلیفہ نہیں ہوسکتے۔

س ۱۹:۔ عقلاً تو آپ کی بات درست لگتی ہے، لیکن کیا اس مضمون کی کوئی حدیث وغیرہ بھی ہے؟

ج:۔ بالکل ہے، بلکہ متعدد احادیث ہیں۔ ایک تو بڑی مشہور صحیح مسلم کی دعائے سفر ہی ہے جس کے الفاظ ہیں:۔ اللھم ھون علینا سفرنا ھذا واطو عنا بعدہٗ۔ اللھم أنت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل (مسلم نودی ج ۹ ص ۱۱۱) یعنی اے اللہ ہمارے لئے اس سفر کو آسان بنا دے اور اس کی مسافت کو ہمارے لئے لپیٹ دے اے اللہ تو ہی سفر میں رفیقِ سفر اور اہل وعیال کے لئے خلیفہ ہے۔"

مسلم شریف کی اس حدیث سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتشریح کے مطابق انسان نہ تو اللہ کا خلیفہ ہے نہ ہوسکتا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ یقیناً آپؐ کا اور تمام مومنین کا خلیفہ ہے۔ اس دعا کے مفہوم کو زیادہ بہتر طور پر سمجھنے میں حضرت علیؓ کی وہ دعا بہت ممد ومعاون ہوسکتی ہے جو ۔ ۔ ۔ ۔ نہج البلاغہ میں وارد ہوئی ہے، دعا اس طرح ہے: اللھم انی اعوذ بک من وعثاء السفر وکآبۃ المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال۔ اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل۔ ولا یجمعھما غیرک لان المستخلف لا یکون مستصحبا والمستصحب لا یکون مستخلفا (نہج البلاغۃ۔ بشرح محمد عبدہ۔ الجزء الاول ص ۱۴۹)

اس کا ترجمہ اس طرح ہے : اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں سفر کی مشقت سے اور واپسی پر پیش آنے والے حزن والم کے اثر سے اور گھر بار اور مال و دولت کو بری حالت میں دیکھنے سے ۔ اے اللہ سفر میں تو رفیق سفر اور گھر بار میں خلیفہ ہے ۔ اور یہ دونوں حیثیتیں سوائے تیرے کسی ہستی میں بہ یک وقت جمع نہیں ہوسکتیں کیونکہ پیچھے باقی رہنے والا ہم سفر نہیں ہوسکتا اور جو ہم سفر ہے وہ پیچھے باقی رہنے والا نہیں ہوسکتا ۔ صحیح مسلم کی ایک دوسری حدیث اس طرح ہے :

ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدجال ..... فقال غیر الدجال اخوفنی علیکم ۔ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم ۔ وان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ واللہ خلیفتی علی کل مسلم ۔ (ذکر الدجال ۔ النووی ج ۱۸ ۔ ص ۶۴)

یعنی رسول اللہ ؐ نے دجال کا ذکر کیا پھر فرمایا کہ تمہارے سلسلہ میں مجھے دجال کے سوا دوسری چیزوں کا (داخلی فتنوں کا) خوف زیادہ ہے ۔ رہا دجال تو وہ اگر میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اس سے حجت کرلوں گا ہاں وہ اگر نکلا اور میں تمہارے درمیان نہ رہا تو ہر شخص کو خود ہی اس سے نبرد آزما ہونا پڑے گا ۔ اور اللہ میری طرف سے ہر مسلمان کا خلیفہ ہے "

ان دونوں محوّلہ بالا صحیح حدیثوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا اور مومنین کا خلیفہ فرمایا ہے ۔ نہ کہ اِس کے برعکس سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ ان صحیح حدیث کو عام مسلمانوں سے پوشیدہ رکھ کر اس کے برعکس موقف پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، آخر وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں، اور دین میں معنوی تحریف کرنے کا انھیں کیا حق ہے ؟

ننگے سر نماز ادا کرنے کا مسئلہ

تحریر — مشہور حسن سلمان
ترجمانی — رفیق احمد سلفی

عالم اسلام اور دنیا کی تمام مُسلم اقلیتیں شدید بحرانی کیفیت میں مبتلا ہیں انواع و اقسام کے کھانوں سے پُر دسترخوان پر جس طرح بھوکے انسان جھپٹتے ہیں اسی طرح اعدائے اسلام امت کی آج بوٹیاں نوچ رہے ہیں۔ ذہنی غلامی کی تاریخ طویل تو ہوتی ہی جارہی تھی اب جسمانی غلامی کا شکنجہ بھی کستا جارہا ہے۔ عالم اسلام کے حکمراں طبقے کو استعماری قوتوں نے اپنا پر عمال بنا کر جس طرح مسلم اقلیتوں پر ان کی حکومتوں سے ظلم وستم کراتے ہیں، اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ ایک طرف یہ سنگین صورت حال ہے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے سے متنفر ہو رہے ہیں۔ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بننے کے بجائے گلیوں کے روڑے پتھر بن گئے ہیں جن کو ہر شخص اپنے پیر کی ٹھوکر سے جہاں تہاں پھینک دیتا ہے۔ فقہی مسائل میں ہمارے اندر بصیرت کب پیدا ہوگی؟ کب ہم ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کرسکیں گے؟ اور وقت کب آئے گا جب ہم اپنے دین کا علم اس کے بنیادی مآخذ سے حاصل کریں گے؟ ان سوالات پر ہمیں سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے۔ عوامی زندگی سے چند سالوں تک میری شدید قربت رہی ہے۔ اس عرصے میں میں نے جو کچھ محسوس کیا ہے، اس کا اظہار زبانی بھی کرتا رہا ہوں اور وقتاً فوقتاً تحریر کے ذریعہ بھی بطور تذکیر کچھ باتیں پیش کرتا رہوں گا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے مسجد میں

ظہر کی نماز ادا کر کے چند بزرگ اور کچھ نوجوان دوست واحباب بیٹھے تھے۔ انہی دنوں پاکستان سے ایک پوسٹر آیا تھا جس میں ننگے سر نماز پڑھنے کے جواز پر دلائل دیئے گئے تھے۔ اس پوسٹر سے نوجوان خوش تھے جبکہ بعض بزرگوں کو اس پر تشویش تھی۔ پوسٹر مسجد میں آویزاں تھا کہ ایک روز غائب ہوگیا۔ اب کیا تھا ایک عجیب صورت حال بنی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اپنی انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔ موضوع گفتگو یہی پوسٹر تھا۔ بات بات میں آستینیں چڑھ گئیں اور ایک بزرگ اور ایک نوجوان میدان میں آگئے۔ متشرع حضرات کی اس معرکہ آرائی اور وہ بھی ایک ایسے مسئلہ پر جس کی دین میں کوئی اہمیت بھی نہیں۔ دیکھ کر میں انگشت بدنداں تھا۔ میرا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ننگے سر نماز ہوجائے گی لیکن بالقصد ہمیں اس سے احتراز کرنا چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ یہ معتدل رویہ نہ نوجوانوں کو مطمئن کرسکا اور نہ بزرگ حضرات اس سے خوش ہوتے بلکہ دونوں فریقوں نے اسے میری مداہنت پر محمول کیا۔ عوامی زندگی میں اس طرح کے حادثات رونما ہی ہوتے رہتے ہیں اور دلوں کی دنیا آباد ہونے کے بجائے برباد ہوتی رہتی ہے۔ مسجدوں میں آنے والے مسلمانوں کا تناسب تو ویسے ہی صفر سے نیچے ہے۔ جو لوگ آتے بھی ہیں وہ ایک دوسرے کے خلاف آستینیں چڑھاتے ہوئے۔ اس صورت حال پر ہر درد مند مسلمان بے چین ہے اور ہر عالم مخلص حیران و پریشان ہے۔ علماء کی گرفت عوام پر ڈھیلی پڑچکی ہے بلکہ علماء عوام کی گرفت میں آچکے ہیں اور سرمایہ داروں اور اصحاب جاہ و منصب نے دین و شریعت کو بھی نعوذ باللہ اپنے گھر کی چیز بنا کر رکھ دیا ہے۔ ماضی کی کسی قد آور اور محترم شخصیت نے، جن کا نام اس وقت ذہن میں نہیں ہے، اس دور کو بدترین دور سے تعبیر کیا تھا جب کہ علماء مالداروں کے قندیل بن جائیں گے۔ کرب واحساس کے اسی روز وشب میں جی رہا تھا کہ مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری حفظہ اللہ کی قائم کردہ درسگاہ کی زیارت نصیب ہوئی وہاں برادرم مولانا عبدالمنان سلفی کے ذریعہ "القول المبین فی اخطاء المصلین" نام کی ایک عربی کتاب ہاتھ آئی۔ مطالعہ کے لئے عاریۃً ساتھ لیتا آیا۔ کتاب انتہائی مفید اور دور حاضر کی نمازوں کو درست

کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ اسلوب بیان بہت پیارا ہے۔ کاش کوئی صاحب زبان اسے اردو کا جامہ پہنا دیتا اور کوئی ناشر اس کی اشاعت کی ذمہ داری لے کر عوام وخواص تک اسے پہنچا دیتا۔ اسی کتاب میں ننگے سر نماز پڑھنے کا مسئلہ بھی نظر سے گذرا یہ دیکھ کر دلی مسرت اور قلبی اطمینان حاصل ہوا کہ مصنف نے وہی معتدل نقطۂ نظر پیش کیا ہے جو عرصہ سے میرے ذہن میں تھا۔ چونکہ مسجدوں میں اس طرح کے مسائل پر آئے دن جھگڑے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اسی خیال سے اس مسئلہ سے متعلق حصہ کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ اللہ کے مخلص بندے اندھیرے سے روشنی میں آجائیں اور مسجدوں کے اندر ہونے والے شور وغوغا کی لے مدھم پڑجائے۔ ذاتی طور پر مجھے اس طرح کے مسائل سے کبھی دلچسپی نہیں رہی اور نہ اب ہے۔ محض اصلاح کے نقطۂ نظر سے اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔ (وباللہ التوفیق)

مرد کیلئے ننگے سر نماز ادا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ صرف عورت کا سر ستر میں داخل ہے مرد کا نہیں لیکن مستحب اور مستحسن یہ ہے کہ نمازی اپنے پورے لباس میں نماز ادا کرے پورے لباس کے مفہوم میں ٹوپی یا عمامہ سے سر ڈھکنا بھی شامل ہے۔ لہذا بغیر کسی عذر کے سر کھولنا مکروہ ہے خصوصاً فرض نماز ادا کرتے وقت اور وہ بھی جماعت کے ساتھ۔

محدث عصر علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ فرماتے ہیں!

"میرے نزدیک ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مسلمان کیلئے مستحب ہے کہ وہ اپنی اسلامی ہیئت میں نماز ادا کرے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:-

فان اللہ احق ان یتزین لہ۔ (السلسلۃ الصحیحۃ ۱۳۶۹)

اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کی خاطر زینت اختیار کی جائے!

سلف صالحین نے ننگے سر رہنے کی عادت ڈالنے، ننگے سر سڑکوں اور بازاروں میں گھومنے اور عبادات کی جگہوں پر ننگے سر آنے جانے کو بہترین اسلامی ہیئت نہیں قرار دیا ہے بلکہ یہ غیر مسلموں کی عادت ہے جو بیشتر اسلامی ملکوں میں اس وقت اپنائی گئی

ہے ۔ جب یہاں غیر مسلموں نے بودو باش اختیار کرلی ہے اور مسلمانوں نے ان کی خراب عادتیں اپنا کر ان کے دوش بدوش چلنے میں فخر محسوس کرنا شروع کر دیا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کا اسلامی تشخص جاتا رہا اور ان کی اپنی شخصیت گم ہو کر رہ گئی ۔ اس مسئلہ میں کسی مخصوص واقعہ سے استدلال کر کے ماضی کے اسلامی تشخص کی مخالفت نہیں کی جاسکتی ہے ۔ اور نہ اس سے یہ دلیل لی جاسکتی ہے کہ نماز میں ننگے سر داخل ہونا جائز ہے ۔

رہا مصر کی سلفی تنظیم، انصار السنۃ المحمدیۃ کے بعض رفقاء کا یہ استدلال کہ جب حاجی ننگے سر حج کرتا ہے اور اسے ننگے سر رہنے کا حکم ہے تو اسی پر نمازی کو قیاس کر کے اسے ننگے سر نماز ادا کرنا چاہیئے ۔ لیکن میرے محترم رفقاء کا یہ قیاس باطل ہے کیونکہ حج میں ننگے سر رہنا یہ اسلامی شعار ہے ۔ اور اس کے مناسک میں یہ داخل ہے ۔ کسی دوسری عبادت کو اس شعار میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ اگر ایسا کرنا صحیح ہوتا تو یہ بات لازم آتی ۔ کہ جس طرح حج میں ننگے سر رہنا واجب ہے اسی طرح نماز میں بھی ننگے سر رہنا واجب ہو ۔ اگر قیاس مذکور سے رجوع نہ کیا جائے تو ایسا لازماً ماننا پڑے گا ۔ حالانکہ کوئی بھی ایسا نہیں کہتا ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت احرام کے علاوہ کہیں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے بغیر عمامہ کے ننگے سر نماز پڑھی ہے ۔ اگر آپ نے ننگے سر کہیں نماز ادا کی ہوتی تو ضرور احادیث میں اس کا ذکر ہوتا ۔ جو شخص اسے نہیں تسلیم کرتا وہ دلیل لائے بہتر یہی ہے کہ جو بات حق ہو اسی کی اتباع کی جائے ۔

رہی حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی وہ حدیث جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات اپنی ٹوپی اتار دیتے تھے اور سامنے سترہ کے طور رکھ کر ننگے سر نماز پڑھتے تھے ۔ تو اس حدیث کے بارے میں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ضعیف ہے ۔ اس کے ضعف کیلئے صرف ابن عساکر کا منفرد ہونا کافی ہے ۔ علامہ محمد ناصر الدین البانی حفظہ اللہ نے اس حدیث کے ضعف کی علت پر سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ

بقیہ ص ۱۴ پر

برصغیر پاک و ہند میں

اسلامی علوم کی ترویج اور اہلحدیث کی خدمات

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم — سینئر ایڈیٹر - اردو دائرۃ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

اہل حدیث کو اصحاب الحدیث، اہل سنت اہل الاثر اور السلفی کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے، ایک وہ مبارک زمانہ تھا جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایسے جلیل القدر لوگ اہل حدیث تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت ابوہریرۃؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، خاص طور پر حدیث کی روایت کرنے اور حفاظت کیلئے مشہور ہیں بالخصوص حضرت ابوہریرہؓ کو اہل حدیث اور صاحب حدیث کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

تابعین اور تبع تابعین میں امام زہریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ ایسے فضیلت مآب بزرگان دین حدیث کی اتباع اور اشاعت و ترویج کیلئے مشہور ہوئے۔

پھر وہ دور آیا جب اہل حدیث کے نظری و عملی تصورات کے حاملین امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام ابوداؤد، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ اور امام حاکمؒ ایسے فخر زمان اور نادر روزگار اکابر پر نگاہ پڑتی ہے یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک اہل حدیث، ائمہ اہل حدیث اور جید علماء تک محدود تھی۔ لیکن آج یہ تحریک ایک عوامی شکل اختیار کر چکی ہے۔

ویسے تو اہل حدیث اس برصغیر میں ابتدائے عہدِ اسلامی سے چلے آ رہے ہیں۔ کبھی کم کبھی زیادہ۔ لیکن اہل حدیث کے نظریات کو عوامی تحریک بنانے کی اولین کوشش کا شرف حضرت شاہ ولی اللہؒ کو حاصل ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے قرآن مجید کا فارسی زبان ترجمہ کر کے قرآن فہمی کی سہولت پیدا کر دی۔ اسی طرح حدیث و سنت کی ترویج و اشاعت کے پیش نظر موطا امام مالکؒ کو منتخب فرمایا۔ اور فارسی زبان میں مصفیٰ اور عربی میں المسوّیٰ کی شکل دے کر حدیث فہمی کیلئے راہ ہموار کر دی۔ پھر کتاب و سنت کی روشنی میں رموز شریعت اور اسرار دین سمجھانے کے لئے "حجۃ اللہ البالغۃ" ایسی لاجواب کتاب لکھ کر علماء امت کیلئے سوچ و فکر کی نئی راہیں کھول دیں۔

شاہ ولی اللہ کے بعد ان کے لائق فرزند شاہ عبدالعزیزؒ نے تحریک اہل حدیث کو بڑی تقویت پہنچائی۔ بعد ازاں شیخ الکل استاذ الاساتذہ حضرت میاں صاحب (سید نذیر حسینؒ) نے تحریک اہل حدیث کو علمی اور عوامی حیثیت سے چار چاند لگا دیئے حضرت میاں صاحب مرحوم کے تلامذہ نے تحریک کو برصغیر پاک و ہند کے گوشے گوشے میں پہنچانے کیلئے انتھک کوششیں کیں۔ ان کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج یہ تحریک خواص کے حلقوں سے نکل کر عوام تک پہنچ گئی ہے اور عوام نے اس تحریک سے متاثر ہو کر عمل بالحدیث اور اتباع سنت کو اپنا شعار بنانا موجبِ فلاحِ دارین سمجھا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ کی رائے

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم ایسے بالغ نظر مورخِ اسلام، تحریک اہل حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "اس تحریک کا یہ فائدہ ہوا کہ مدت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے۔ رفع ہو گیا، اور لوگ از سرِ نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے۔ قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدر گڑھوں کے بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمۂ مصفیٰ کی طرف واپسی ہوئی"

اہل حدیث کے نزدیک اسلامی شریعت اور دینی علوم کا حقیقی اور اصلی سرچشمہ

کتاب وسنت ہے اور کتاب سُنّت کی اشاعت و ترویج ہی اس تحریک کی اصلی غرض و غایت ہے چنانچہ اسلامی علوم کی اشاعت و ترویج کیلئے اہل حدیث نے مندرجہ ذیل ذرائع اختیار کئے ۔

درس و تدریس اور قیام مدارسِ دینیہ ۔۔۔ تالیف و تصنیف ۔۔۔ تراجم کتب دینیہ ۔۔۔ اسلاف کی اہم تصانیف کی اشاعت کا اہتمام ۔۔۔ قیام مطابع ۔۔۔ اخبارات و رسائل کا اجراء ۔۔۔ کتب خانوں کا قیام ۔

درس کا سلسلہ

اہل حدیث عُلماء نے اسلامی علوم کی ترویج یعنی کتاب و سُنّت کی اشاعت کیلئے دو قسم کے درسوں کا اہتمام کیا۔ ایک درس تو عامۃ المسلمین کیلئے، اور دوسرا مدارس دینیہ کے طلباء کیلئے عام طور پر صبح کے وقت مسجد میں بیٹھ کر ایک اہل حدیث عالم قرآن مجید کی چند آیات تلاوت کرتا ۔ پھر اس کا سادہ ترجمہ سُناتا ۔ بعد میں قرآن و سُنّت کی روشنی میں ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مطلب و مفہوم بالوضاحت بیان کر دیتا ۔ اس امر کا خیال خاص رکھا جاتا کہ عقیدہ و عمل کے تمام نظری اور عملی پہلو روشن ہو جائیں اور توحید نکھر کر سامنے آجائے اور اعمال کو سُنّت کے تابع کر دیا جائے ۔ اس قسم کے درس کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ عوام کو قرآن فہمی سے بہرہ مند ہونے کا موقع میسّر آگیا ۔ اور وہ کتاب اللہ کے احکام و مسائل کو سمجھنے کیلئے کوشاں نظر آنے لگے ۔ اسی انداز پر درسِ حدیث کا بھی اہتمام کیا گیا ۔

مدارس دینیہ کا قیام

علاوہ ازیں اسلامی علوم کی ترویج و تعلیم کیلئے دینی مدارس قائم کئے گئے ۔ شاہ ولی اللہؒ کے عہد سے لیکر اس وقت تک اہل حدیث نے انفرادی اور جماعتی مساعی سے چھوٹے چھوٹے تقریباً ایک ہزار دینی مدارس قائم کئے ۔ ان مدارس میں نصف کے قریب ابتدائی اور ثانوی درجے کے مدارس تھے ۔ سینکڑوں مدارس اعلیٰ ثانوی درجے کے تھے ۔ جہاں منتہی طلباء تکمیل و فراغت کی سند حاصل کرتے تھے ۔ اہل حدیث کے چند مدارس مستقل جامعہ یا یونیورسٹی کی حیثیت رکھتے تھے ۔ ان مدارس کی بدولت اس برصغیر میں بھی علم

حدیث کے مقدس علم کو رواج دینے اور سنت کے اتباع کا جذبہ و شوق پیدا کرنے کا سہرا اہل حدیث کے سر ہے ۔

علامہ محمد رشید رضا کی رائے

مصر کے نامور عالم دین سید محمد رشید رضا مرحوم فرماتے ہیں ۔

" اگر سرزمین پاک و ہند میں اہل حدیث خدمتِ حدیث کا بیڑہ نہ اٹھاتے تو مشرق میں علم حدیث ختم ہو جاتا ۔ مصر، شام، عراق اور حجاز میں تو دسویں صدی ہجری سے یہ مقدس علم رو بہ تنزل تھا اور ازہر کے بڑے بڑے علماء بھی خطبوں اور وعظوں میں ضعیف بلکہ موضوع روایات بیان کرتے تھے ۔ اہل حدیث نے علم حدیث کو اپنی انتھک کوششوں سے پھر زندگی بخشی "

اہل حدیث کے مدارس نے قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس اور اشاعت و تبلیغ میں بڑا نام پیدا کیا اور ان مدارس کو بڑی نمایاں کامیابی اور شہرت حاصل ہوئی ان مدارس کے فارغ التحصیل طلباء بڑے نامور اور جلیل القدر علماء اور شہرہ آفاق ، اساتذہ بن کر عالم اسلامی کیلئے چراغ راہ ثابت ہوئے ۔ دوسرے یہ کہ ان مدارس کے ذریعے علم حدیث نے غیر اہل حدیث خاندانوں اور خانوادوں تک رسائی حاصل کی اور اس طرح عامۃ المسلمین کو نور سنت اور مشکوٰۃ حدیث سے مستفیض ہونے کا موقع میسر آیا اہل حدیث کے دینی مدارس کا ایک محسوس اثر یہ بھی ہوا کہ غیر ممالک سے طلباء علم حدیث کی تحصیل کیلئے آئے اور وطن واپس جا کر اہل حدیث کے فکر و نظر اور علم و عمل کے مبلغ بن جاتے ۔ چنانچہ تیونس، الجزائر ، جاوا ، سماٹرہ ، اور تبت کی مثال ہمارے سامنے ہے ۔

گزیٹیر میں سرکاری طور پر اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ تبت کے نوربخشی شیعہ حضرات بکثرت اپنے آبائی عقائد کو چھوڑ کر اہل حدیث کے عقائد اختیار کر رہے ہیں ۔

مدارس اہل حدیث کا یہ سلسلہ چند شہروں یا ایک دو صوبوں تک محدود نہ تھا بلکہ مدارس کا یہ سلسلہ پورے برصغیر میں پھیلا ہوا تھا ۔ شمال مغربی ، سرحدی علاقہ

جات سے لیکر مدارس اور دکن تک ایک ایسے اور ڈھاکہ و سہلٹ تک دوسری طرف۔

شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کے بعد شیخ الکل حضرت میاں صاحب کا مدرسہ سرفہرست ہے۔ مشرق و مغرب کے ہزاروں طلبہ نے دہلی میں میاں صاحب کے چشمۂ علم و فضل سے فیض حاصل کیا، اور دنیائے اسلام میں بلند مقام پایا۔

دربھنگہ کے مدرسہ سلفیہ نے مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی نگرانی میں سینکڑوں باکمال اور فضیلت مآب علماء پیدا کئے۔ مدرسہ "احمدیہ" آرہ اور مدرسہ رحمانیہ دہلی بھی مستقل طور پر جامعی حیثیت رکھتے تھے۔ پانچ دریاؤں کی سرزمین حافظ عبدالمنان مرحوم کا مدرسہ "دارالحدیث" وزیرآباد طلبائے علم حدیث کا مرجع بن گیا اور اس دور کے چوٹی کے اہل علم اور صاحب قلم علماء اہلحدیث نے اسی درسگاہ سے فیض حاصل کیا لکھوکے (ضلع فیروزپور) میں حافظ محمد لکھوی مرحوم کا مدرسہ محمدیہ اور امرتسر میں مولانا عبداللہ غزنوی کا مدرسہ غزنویہ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان مدارس سے بھی علم و فضل اور توحید و سنت کے وہ وہ چشمے پھوٹے اور زہد و تقویٰ کے وہ دریا جاری ہوئے کہ ہماری یہ سرزمین اب تک سرسبز و شاداب ہے۔

لاہور شہر میں اس صدی کا پہلا اہل حدیث مدرسہ ۱۹۰۱ء میں انجمن اہلحدیث لاہور نے "مدرسۃ القرآن والحدیث" کے نام سے قائم کیا۔ اس وقت بھی لاہور میں اہل حدیث کے کئی مدارس ہیں جن میں "دارالعلوم تقویۃ الاسلام" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ●

کشمیر میں نوائے اسلام
درج ذیل پتہ سے حاصل کریں

مکتبہ دعوۃ السلفیہ سلفیہ مارکیٹ جنگلات منڈی اسلام آباد کشمیر

جامعہ عالیہ عربیہ

مئو کے ایک بے لوث خادم کی رحلت

محفوظ الرحمٰن مشتاق احمد سلفی - جامعہ سلفیہ بنارس

دنیائے فانی کے اندر بہت سے افراد آئے اور چلے گئے۔ لیکن کچھ ہستیاں ایسی بھی پیدا ہوئیں جن کی موت کے بعد بھی ان کی یادیں فراموش نہ ہوسکیں۔ دراصل یہ ہستیاں ایسے اوصاف ومحاسن اور بلند کرداری کی حامل تھیں جن کی وجہ سے وہ مر کر بھی زندہ ہیں اور ان کے کارنامے مستقبل کی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہیں۔ اس مضمون میں ہم ایسی ہی ایک دور اندیش، مخلص اور بے لوث شخصیت کا ذکر کرنے جارہے ہیں۔ جو چند دنوں پہلے ہم سے جدا ہوگئی اور جسے ہم الحاج حافظ عبدالعلی انور بن الحاج محمد عثمان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ابتدائی حالات! مرحوم کا تعلق مئوناتھ بھنجن کے مشہور محلہ ڈومن پورہ سے تھا اور وہیں آپ کی پوری زندگی بھی گذری، افسوس! سعی بسیار کے باوجود ان کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہ چل سکا۔

آپ کی ابتدائی تعلیم جامعہ عالیہ عربیہ میں ہوئی، ناظرہ اور اردو فارسی وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے بعد قرآن مجید حفظ کیا، حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک خوش الحان قاری بھی تھے۔

اخلاق وعادات! مرحوم ایک منکر المزاج، اور خاکسار شخص تھے طبیعت میں تعلی اور تکبر کا معمولی سا شائبہ بھی نہیں تھا۔ خاکساری کا عالم یہ تھا کہ مکان سے متصل ایک صحن کی صفائی برسوں تک آپ نے اپنے ہاتھ سے کی اور اس پر کسی طرح کے تکبر یا نمائش کا اظہار نہیں کیا جیسا کہ آج کل یہ ایک فیشن بن گیا ہے کہ آدمی جب بھی کوئی رفاہی، سماجی، یا ملی کام کرتا ہے تو کام سے زیادہ اس کو نام کی خواہش ہوتی

ہے، اور اسی طرح مسجد کی صفائی اور ستھرائی کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ بسا اوقات موذن کی عدم موجودگی میں اذان اور اسی طرح اکثر و بیشتر امامت کا مقدس فریضہ بھی انجام دیتے تھے۔

اللہ نے مرحوم کی خلوص وللہیت اور دینداری کے دولت سے بھی نوازا تھا۔ تحمل و بردباری آپ کی نمایاں صفت تھی۔ وسیع النظری اور کشادہ قلبی کے پیکر تھے۔ نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ بالالتزام بعد نماز فجر قرآن مقدس کی تلاوت آپ کا شعار تھا۔ دینی معلومات کو حاصل کرنے کا جذبہ بھی آپ کے سینے میں پوشیدہ تھا اور یہ اسی جذبہ کا ثمرہ تھا کہ اکثر آیات کے تراجم یاد کرتے اور اس کو سمجھ کر حتی الامکان عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

آپ کی آواز شیریں اور دلکش تھی فن جدید سے آگاہی اور قرأت کے شغف نے اسمیں مزید جاذبیت اور کشش پیدا کردی تھی۔ تلاوت کرتے تو سامعین پر ایک عجیب رقت طاری ہوجاتی تھی۔ راقم الحروف مرحوم کا پڑوسی تھا اس لئے اکثر آپ کی قرأت سننے کا موقع نصیب ہوا۔ دل و دماغ آپ کی شیریں آواز سے اس قدر مانوس اور متاثر ہوا کہ آج تک اس کی کیفیت محو نہ ہوسکی۔

فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ مذہبی اور ملی معاملات میں بھی پیش پیش رہا کرتے تھے اور ہر طرح کی قربانی دینے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے اور یہ خدمت اور ملی امور سے وابستگی خالصاً لوجہ اللہ تھی، شخصیت سازی اور مفاد پرستی کی کوئی طمع نہیں تھی کہ آج کل لوگ عموماً ذاتی مفاد کیلئے ہی دینی اداروں اور رفاہی تنظیموں سے وابستہ رہتے ہیں۔

علماء نوازی اور ان کی تعظیم

مرحوم کی پوری زندگی میں اسلامی تہذیب کی گہری چھاپ نظر آتی تھی، لیکن آپ کی زندگی کا امتیازی پہلو علماء نوازی اور ان کی ضیافت و اکرام ہے۔ علماء کرام کی ضیافت کرنا باعث فخر سمجھتے تھے اور علماء کی توہین کرنے والوں اور ان کے بارے میں سوء ظن رکھنے والوں سے سخت بیزار رہا کرتے تھے۔

چونکہ مئوناتھ بھنجن علمی و اصلاحی کوششوں کی سرزمین ہے۔ اس لئے یہاں پر اکثر علماء کرام کا آنا ہوتا تھا، باہر سے آنے والے علماء کیلئے مرحوم کا گھر ہمیشہ کھلا رہتا، خود راقم نے

ملک کی بہت سی بچیدہ شخصیتوں اور علماء کرام کو ان کے گھر پر مقیم دیکھا ہے۔ مولانا عبدالمبین منظر مرحوم، ڈاکٹر عبدالسلام، اسلم کانپوری مرحوم، مولانا عبدالرؤف صاحب رحمانی اور مولانا محمد دیندار خاں محمدی، اور اس کے علاوہ رمضان میں مدارس کے تعاون کے سلسلے میں مختلف سفراء آتے تو آپ ہی کے یہاں مقیم رہتے تھے۔

جامعہ عالیہ عربیہ تعلیمی اداروں کو پروان چڑھانے اور ان کی ترقی کی طرف لے جانے میں تقریباً سماج کے ہر فرد کا کسی پہلو سے تعلق ہوتا ہے۔ اور بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن کا وجود اداروں کیلئے سنگ بنیاد کی مانند ہوتا ہے، ان کے وجود سے اداروں کو حیات جاوداں نصیب ہوتی ہے اور ان کی مخلصانہ خدمات اور مساعی جمیلہ سے ادارے آگے بڑھتے ہیں۔ مرحوم کا تعلق بھی اسی نوعیت سے تھا، ۱۹۶۱ء میں جامعہ کی صد سالہ تقریب منعقد ہوئی، اس سے قبل جامعہ کو چند فعال اور متحرک قسم کے افراد کی ضرورت پیش آئی۔ جو ہر موقع پر جامعہ کی خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ ارباب جامعہ نے اپنی صواب دید کے مطابق مرحوم ہی کا انتخاب کیا۔ اور آپ جامعہ کے ممبر منتخب ہوگئے۔ اس کے چند سال بعد آپ کا خلوص اور سعی و محنت دیکھ کر نائب ناظم کا عہدہ سپرد کردیا گیا جسے آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔ مرحوم کا جب تک جامعہ سے ذمہ دارانہ تعلق رہا تعمیری کام آپ ہی کے ذمہ تھا۔ موجودہ دور میں تعمیراتی سامان کی فراہمی ایک مشکل امر ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کرسکتے ہیں جن کا کبھی اس سے سابقہ رہا ہو۔ لیکن مرحوم نے اس مشکل اور پیچیدہ کام کو بھی نہایت لگن، محنت اور صبر کے ساتھ پایۂ تکمیل تک پہونچایا اور کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائے۔ مرحوم کا یہ فعل ان کے اخلاص اور جذبۂ صادق کی نہایت بہترین عکاسی کرتا ہے۔

تعمیراتی امور کے علاوہ مرحوم طلبہ کے قیام وطعام کے نظم کو خوب سے خوب تر بنانے میں ہمیشہ سرگرداں رہتے، ان کی کوشش یہی رہتی کہ طلبہ کو کسی طرح کی پریشانی اور دشواری لاحق نہ ہو اس لئے کہ یہ لوگ والدین اور وطن کو چھوڑ کر محض دینی تعلیم کے حصول کیلئے اس ادارے میں آتے ہیں۔

جامعہ کی جانب سے جب کبھی کوئی اجلاس ہوتا تو اس وقت آپ کی سرگرمی اور محنت لائق دید ہوتی، باہر سے آنے والے مہمانوں کیلئے آپ فرش راہ بن جاتے اور حتی الامکان اس بات کی کوشش کرتے کہ کسی طرح کی بدنظمی نہ پیدا ہو۔ اجلاس کو کامیاب بنانے اور اس کے مقصد کے حصول کیلئے آپ کی تگ و دو اور دوڑ دھوپ ناقابل فراموش ہے جس سے ارباب جامعہ اچھی طرح واقف ہیں اور امید ہے کہ وہ لوگ مرحوم کے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں گے، جمال پورہ میں جامعہ کا دار الاقامہ ہے جس کے چاروں طرف ایسے لوگوں کی آبادی ہے جن کو جامعہ کی ترقی سے خدا واسطے کا بیر ہے اور وہ لوگ ہمیشہ جامعہ کو نقصان پہونچانے کے درپے رہتے ہیں، کبھی کبھار شدید نوعیت کا اختلاف پیدا ہوا تو مرحوم نے اس موقع پر بھی کافی بہادری اور خلوص کا ثبوت دیا اور کسی طرح سے پیچھے نہ ہٹے۔

جامعہ سلفیہ بنارس

جامعہ سلفیہ بنارس جماعت اہل حدیث کا مرکزی ادارہ ہے اور اسے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی سرپرستی حاصل ہے۔ جماعت کے لاکھوں افراد کو اس ادارے سے حد درجہ محبت و عقیدت ہے، وہ جامعہ کی تعمیر و ترقی کیلئے ہمیشہ دعاگو رہتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت کسی طرح کے تعاون سے گریز نہیں کرتے۔ مرحوم کا شمار بھی انہیں خوش نصیب افراد میں ہوتا تھا جن کو جامعہ سلفیہ سے سچی محبت اور عقیدت و شیفتگی تھی، یہاں کے تعلیمی نظام اور تعمیری امور کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے، ہم لوگ چھٹیوں میں جب گھر جاتے تو معاملات کے بعد سب سے پہلا سوال جامعہ سلفیہ کے متعلق ہوتا۔ مولانا عبد الوحید مرحوم سابق ناظم اعلیٰ کی دل آویز شخصیت سے آپ کو بڑی عقیدت اور شیفتگی تھی، جب کبھی بنارس تشریف لاتے تو جامعہ سلفیہ بنارس ضرور آتے ناظم اعلیٰ سے ملاقات کرتے اور جامعہ کے آئندہ ترقیاتی منصوبوں کے متعلق پوچھتے۔ جامعہ سے عقیدت و محبت کا یہ عالم تھا کہ چند سال قبل آپ کی اہلیہ محترمہ کا بنارس ہندو یونیورسٹی میں آپریشن ہوا تھا، مرحوم ان کی دیکھبال کیلئے اسپتال میں رہتے تھے لیکن نماز کی ادائیگی کیلئے اتنی لمبی مسافت طے کر کے جامعہ ہی تشریف لاتے تھے، اسی دوران آپ نے مجھ سے ذکر کیا کہ جب تک میں جامعہ

نہیں آتا ہوں مجھ کو تسلی نہیں ہوتی، اور اس کے دیدار سے مجھکو روحانی سکون نصیب ہوتا ہے

جماعت اہلحدیث مرحوم مدرسہ عالیہ کے نائب ناظم ہونے کے ساتھ ساتھ صوبائی جمعیۃ اہلحدیث مشرقی یوپی کے ممبر بھی تھے، جماعت اہلحدیث سے آپ کا بہت گہرا لگاؤ تھا، جامعہ سلفیہ یا کسی دوسرے مقام پر جب بھی صوبائی جمعیۃ میٹنگ ہوتی تو آپ پابندی کے ساتھ اس میں شریک ہوتے اور ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار رہتے۔ اکثر و بیشتر میٹنگ کا آغاز آپ ہی کی تلاوت سے ہوتا تھا۔

سیاست دینی اداروں سے ذمہ دارانہ تعلق اور ان سے وابستگی کے ساتھ ملکی حالات سے بھی باخبر رہتے تھے اور سیاست سے بھی گہری دلچسپی رکھتے تھے اور اس کی وجہ سے ملک کے نامور لیڈروں سے آپ کے اچھے مراسم تھے، میں نے بہت سی شخصیتوں کو آپ کے گھر دیکھا ہے۔

آخری حالات آٹھ سال قبل مرحوم بیمار ہوئے اور پھر اس بیماری نے ٹلنے کا نام نہ لیا جس کی وجہ سے آپ مکمل طور پر صحت یاب نہ ہوسکے، اس دوران کبھی طبیعت سازگار ہوتی تو مسجد تک تشریف لاتے، تقریباً چار سال تک صاحب فراش رہنے کے بعد ۲۷ اور ۲۸ جون ۱۹۹۳ء کی درمیانی شب میں ہم سے جدا ہوگئے! انا للہ وانا الیہ راجعون

ابر رحمت تیرے مرقد پہ گہر باری کرے،
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے،

مرحوم نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی تھی، دوسری بیوی بقید حیات ہیں دونوں سے اولاد ہے جس میں پانچ بیٹے اور سات بیٹیاں ہیں، اللہ سے دعا ہے کہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے اور پسماندگان متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے، (آمین)

●

تعارف وتبصرہ

فضل اللہ انصاری سلفی

کتاب کا نام: دورانِ خطبہ جمعہ دو رکعت، تحیۃ المسجد کا حکم
تالیف: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز
سر ورق، کتابت وطباعت خوبصورت، دلکش ودیدہ زیب ۔ صفحات ۔ ۸۴
ناشر: مجلس الدعوۃ الاسلامیہ ۔ ۱۳۱۲ ۔ اے ۔ چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۶

دین اسلام ایک سیدھا سادہ اور آسان دین ہے۔ اس کی جملہ تعلیمات وہدایات بالکل واضح اور آئینہ کی طرح صاف ہیں۔ اس کے تمام احکام فرض، واجب، سنت، مستحب مباح، مکروہ اور حرام قرآن وحدیث کی روشنی میں بے پیچ ہیں۔ اب اگر ہم شریعت نہیں سمجھیں تو قصور ہمارا ہے۔ نہ کہ شریعت کا ۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

تقلید اور اساسین (قرآن وحدیث کے علاوہ فرد ثانی کے نظریۂ اتباع کی جہاں اور بہت ساری خرابیاں پیدا ہوئیں۔ وہیں بے شمار اختلافات کو بھی اس نے جنم دیئے پھر اسی پر بس نہیں ہوا، بلکہ مقلدین تقلید کی رَو میں یوں بہہ گئے کہ کنارہ نہ ملا۔ زیر نظر کتاب:۔ دوران خطبۂ جمعہ دو رکعت تحیۃ المسجد کا حکم؛ اسی اختلاف کی کڑی اور احناف کے مسلک خطبہ جمعہ کے دوران کسی قسم کی نماز جائز نہیں "کا تردید کی جواب ہے مذکورہ بالا مسلکِ احناف کی تائید میں مرحوم عامر عثمانی مدیر ماہنامہ "تجلی" دیوبند نے ایک سولہ صفحاتی مضمون لکھا۔ جس کا جواب کئی سال قبل شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی گجرانوالہ مرحوم (امیر جمعیت اہل

حدیث پاکستان) کے قلم سے مضامین کی شکل میں دیا تھا۔ جو الاعتصام پاکستان میں تمیرہ قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں مضامین کی افادیت اور احباب کے اصرار کے پیش نظر مولانا نے یہ کتاب تالیف کی ہے۔ کتاب علماء و فقہاء کے درمیان، غور و فکر کیلئے مسلّم چند بنیادی مقدمات سے شروع ہو کر مفصل و مدلّل بحث کرتی ہے "حاصل کلام" پر ختم ہوتی ہے۔ صاحب کتاب نے واضح کیا ہے کہ دوران خطبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا سنت ہے اور نہ کہ صرف یہ بتلایا ہے کہ مذکورہ مسلک اکثر صحابہ کرام، تابعین اور تمام محدثین کا ہے۔ بلکہ ہر گروہ کے اس مسلک کی تائید میں صحیح و مستند حوالوں کے مطابق اس کے اقوال اور آثار بھی نقل کئے ہیں۔ ساتھ ہی مانعین کی تاویلات کے بھی سیر حاصل جواب دیئے ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں کہی جو بے دلیل ہو اور کوئی ایسی دلیل نہ دی جو بے حوالہ ہو۔ پھر حوالہ بھی مستند۔ یہ چیز کسی مصنف کی عظمت اور کتاب اہمیت کا ثبوت ہوا کرتی ہے۔ مانعین نے اپنی کتاب کی تائید میں جو دلیلیں دی ہیں اور ان سے اپنی بات مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے ان کو بعینہٖ نقل کرنے کے بعد واضح الفاظ میں تردید بھی کی ہے اور صحیح جواب بھی دیئے ہیں۔ اس طرح سے کہیں پتہ نہیں چلتا کہ کسی خاص مسلک والوں کی جانبداری ہو رہی ہے۔ اس بات کی تردید ان حدیث داں علماءِ احناف کے اقوال سے بھی ہوتی ہے جو دوران خطبہ جمعہ دو رکعت نماز پڑھے جانے کے قائل ہیں ان میں شیخ ابوالحسن سندی، مولانا شبیر احمد عثمانی، امام ابن ہمام اور امام زیلعی کے نام نامی قابل ذکر ہیں۔ لگے ہاتھوں آخر کتاب میں امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ، ابن ماجہؒ امام نسائیؒ، ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ کے مسلک کو بھی باحوالہ واضح کر دیا گیا ہے۔ آسان اور سلیس زبان میں لکھی یہ کتاب صرف کسی خاص مسلک والوں کیلئے نہیں، بلکہ ان تمام لوگوں کیلئے مفید ہے، جو حقیقت پسند ہیں اور "حق" تک پہنچنا چاہتے ہیں کتاب تردیدی جواب ہوتے ہوئے بھی سنجیدہ اور داعی فکر ہے کہیں کہیں باتیں طول کھینچ گئی ہیں، لیکن لا طائل اور ذہن و دماغ کیلئے بار نہیں اپنی اہمیت و افادیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ کتاب زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچے ۔

اخبارِ عالم

ادارہ

فلسطینی خودمختاری منصوبہ اسرائیلی کیبنٹ کی منظوری

۳۱ اگست کو اسرائیلی کیبنٹ نے فلسطینی خودمختاری کیلئے ایک منصوبہ کو منظوری دی ہے جو مقبوضہ علاقوں پر ۲۶ سالہ فوجی کنٹرول ختم کرنے کی جانب آگے بڑھایا گیا ایک قدم ہے۔ امریکی سرپرستی میں "مغربی ایشیا امن مذاکرات" کے ۲۲ ماہ میں یہ پہلی نمایاں پیش رفت ہے۔ اس بارے میں اسرائیل اور فلسطین گفت وشنید کرنے والے متوقع طور پر اس ہفتہ واشنگٹن میں ایک معاہدہ پر دستخط کریں گے۔ منصوبہ کے مطابق اسرائیلی فوجیں، غازہ پٹی اور مغربی کنارے کے قصبہ جریکو سے چھ ماہ میں ہٹنا شروع ہوجائیں گی۔ اور فلسطینی اپنے کام خود بخود انجام دینا شروع کردینگے۔

جس وقت کابینہ کی پانچ گھنٹے کی طویل میٹنگ جاری تھی۔ ہزاروں یہودی آباد کاروں اور دائیں بازوں کی جماعتوں کے حامیوں نے انڈے اور پتھر پھینکے اور اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابن کو غدار کہا۔

کابینہ کی ووٹنگ میں ۱۶ وزراء نے ووٹ دیا صرف دو نے میٹنگ میں حصہ نہیں لیا۔ ماحول کے تحفظ کے اسرائیلی وزیر یوسی سرید نے کہا ہے کہ یہ اسرائیل اور فلسطینیوں کے درمیان پہلا سمجھوتا ہوگا تمام وزیروں نے اس بات پر اطمینان کا اظہار کیا کہ اس منصوبہ بند معاہدہ میں اسرائیل کی سلامتی کی ضمانت دی گئی ہے۔

اسرائیل نے مغربی کنارے اور غازہ پٹی پر ۱۹۶۷ء کی مغربی ایشیا جنگ کے بعد سے قبضہ جما رکھا ہے جس کی آزادی کیلئے کئی خونیں جنگیں ہوچکی ہیں ماضی میں قضیہ فلسطین کئی بار حل ہونے کے مرحلہ میں داخل ہوا اور حل نہ ہوسکا دراصل تنظیم آزادی فلسطین کے سربراہ یاسر عرفات نے ہمیشہ اس میں اپنا ذاتی مفاد کو مدنظر رکھا اور تنظیم آزادی فلسطین کو استعمال کیا۔ عراقی صدر صدام حسین کی توسیع پسند نظریہ کی حمایت کرکے پی ایل او کے سربراہ

یاسر عرفات نے تحریک آزادی فلسطین کو جو نقصان پہونچایا ہے۔ اُس کی تلافی اس معاہدہ سے بھی نہیں ہوسکتی ہے۔
کیونکہ سیلف رول سرکار" جس کو یاسر عرفات نے قبول کرلیا ہے یہ انتہائی خطرناک یہودی سازش ہے یہی وجہ ہے کہ حماس، الفتح اور دیگر تنظیموں نے سیلف رول سرکار کی شدت سے مذمت کی ہے اور اس کے خلاف بند کے ذریعہ سخت احتجاج کیا ہے۔

اسلامک ڈیولپمنٹ بنک کا ایک تحقیقی مرکز امارات میں

اسلامی ترقیاتی بنک جدہ (I.D.B.) نے عرب امارات میں کھارے پانی کی زراعت اور آبپاشی کیلئے استعمال کرنے پر ایک خصوصی مرکز قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ۵ء۴ لاکھ ڈالر کے ابتدائی سرمایہ سے قائم شدہ یہ مرکز اجناس کے علاوہ، چارہ پھل، اور عمارتی لکڑیوں کے جنگلات میں کھارے پانی کے استعمال کو ممکن بنانے پر تحقیق کرے گا یہ ادارہ صحت افزا سبزیوں کے مختلف اقسام کو پیدا کرنے اور ترقی دینے کی کوشش کرے گا۔
I.D.B. جدہ کے ۴۱ ارکان ممالک جو اسلامی کانفرنس تنظیم کے ممبر ہیں۔ ان سب کو اس تحقیقی منصوبے سے فائدہ پہونچے گا۔

مراکش میں دنیا کی دوسری سب سے بڑی مسجد کا افتتاح

بحر اوقیانوس کے ساحل پر واقع مراکش کے شہر کاسابلانکا میں ۵۰ کروڑ ڈالر کی لاگت سے ایک جدید ترین مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا افتتاح ۳۰ اگست بروز پیر کی شب میں شاہ حسن دوئم نے کیا۔ یہ مسجد حرمین شریفین کے بعد دنیا کی سب سے بڑی جدید ترین مسجد سمجھی جاتی ہے جس میں پچیس ہزار مصلی نماز ادا کرسکتے ہیں۔
مراکش کے دس ہزار معماروں اور مزدوروں نے یہ مسجد چھ سال میں تعمیر کی ہے اس مسجد کا ڈیزائن فرانس میں تیار ہوا تھا۔ مسجد میں پانچ سو لاؤڈ سپیکر لگے ہوئے ہیں،

مسجد کا مینار دنیا کا سب سے اونچا مینار ہے جس کی بلندی ۶۵۱ فٹ ہے جو میلوں دور سے نظر آتا ہے۔ مینار کے اوپر لیزر بیسم نصب کیا گیا ہے جو مکہ معظمہ کی طرف ۳۰ کلومیٹر روشنی پہونچاتا ہے تاکہ مسلمانوں کو کعبہ کی سمت کا پتہ لگ سکے۔
مسجد کو شہر کے اندرونی حصوں سے جوڑنے کیلئے ۲۰ ہزار سے زائد مزدور کام کریں گے،

خادم الحرمین شریفین کا گراں قدر عطیہ

خادم الحرمین شریفین ملک فہد بن عبد العزیز آل سعود حفظہ اللہ امریکہ کی مشہور یونیورسٹی "ہارورڈ" میں اسلامی مطالعات ISLAMIC STUDISE کے شعبہ کے قیام کیلئے پچاس لاکھ امریکی ڈالر کا گراں قدر عطیہ دیا ہے۔ اس شعبہ کی ضرورت مدت سے محسوس کی جارہی تھی۔ امید ہے کہ شعبہ امریکہ میں اسلام کی اشاعت میں معاون ثابت ہوگا۔ انشاءاللہ

نیپال میں ضلعی جمعیت اہل حدیث کا قیام

اور دفتر کا افتتاح

نیپال کے ضلع نول پراسی میں ضلعی جمعیۃ کا دفتر ضلع کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے کھول دیا گیا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس دفتر میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی کا ریڈنگ سنٹر بھی قائم ہے۔ جماعتی کام کاج اور تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ عوامی سطح پر دعوت وتبلیغ کا کام بھی اسی مرکز سے ہوگا۔ ان شاءاللہ۔

جماعتی رابطہ کیلئے ذیل کے پتہ پر ملیں یا لکھیں۔

مقبول احمد سراجی

استاذ المعہد الاسلامی السلفی۔ گھوڑپالی
نگراں اقرا ریڈنگ سنٹر ر اپوزٹ ضلع وکاس سمیتی
بھیرہوا روڈ پراسی ضلع نول پراسی نیپال

جھنڈانگر کے فارغین و مستفیدین سے

واضح ہو کہ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر کی تاریخ مرتب کی جارہی ہے جس میں جامعہ کے فارغین و مستفیدین کا بھی انشاء اللہ تذکرہ کیا جائے گا۔

بنابریں ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے جامعہ کے تمام فارغین و مستفیدین سے گذارش ہے کہ اولین فرصت میں درج ذیل معلومات سے آگاہ فرمائیں۔

(۱) نام و ولدیت مع پتہ

(۲) تاریخ پیدائش

(۳) جامعہ میں استفادہ اور فراغت کا سال

(۴) فراغت کے بعد کی علمی، ادبی اور تبلیغی سرگرمیاں

(۵) موجودہ مشغلہ

مولانا عبدالرؤف رحمانی

ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم السلفیہ جھنڈانگر نیپال، پوسٹ بڑھنی، ضلع سدھارتھ نگر

ضرورت معلمہ و سفراء

مدرسہ بنات المسلمین جیراجپور اعظم گڈھ میں حسب ذیل آسامیوں کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔

(۱) اردو معلمہ قابلیت اعلیٰ تعلیم یافتہ عمر ۳۰ سال سے ۴۵ سال تعلیمی تجربہ کم از کم پانچ سال۔

(۲) سفراء دو عدد، محنتی اور ایماندار

قابل ترجیح کسی ادارے میں کام کرنے کا تجربہ ہو۔ — قیام و طعام کی سہولتوں کے ساتھ حسب لیاقت معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔

مولانا عبدالمجید اصلاحی

انتقال پُر ملال

نہایت ہی صبر و ضبط کے ساتھ یہ غمناک خبر دی جارہی ہے کہ بتاریخ ۲۴ر اگست ۱۹۹۳ء بروز منگل کو صبح ۱۱ر بجے سابق صدر جناب ماسٹر فتح محمد صاحب وان کی اہلیہ محترمہ جمیلہ بانو دونوں ہی ایک ساتھ تھوڑے وقفہ سے اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے ۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔مرحومین کی ایک ساتھ جدائی ایک بہت بڑا حادثہ ہے ۔دعا ہے باری تعالیٰ مرحومین کو اعلیٰ علیین میں بہترین مقام عطا فرمادے ۔آمین ثم آمین،

قارئین جماعت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ۔

شریک غم :۔ عبدالسلام ۔ٹی ،ٹی ،آئی ۔جمعیت اہلحدیث گلمنڈی ،بھیلواڑہ (راجستھان)

معہد احیاء السنۃ مصرولی سے متعلق ضروری وضاحتی اعلان

معہد احیاء السنۃ اور مرکز الامام البخاری کلیہ سمیہ للبنات مغربی چمپارن سے متعلق جو نزاعی قضیہ کھڑا ہوگیا تھا وہ بحمد اللہ ختم ہوگیا ہے ۲۵ر جون ۹۳ء کو دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ میں ضلع کے ذمہ داران و علماء کرام کے ساتھ تبادلہ خیالات کے بعد غیر جانبدار تحریری فیصلہ سنایا گیا جس پر حاضرین نے اطمینان ظاہر کیا ۔اس مجلس کے اہم فیصلے درج ذیل ہیں ۔

۱ معہد احیاء السنۃ مصرولی ضلع کا مرکزی درسگاہ رہے گا
۲ معہد کی سرپرستی شیخ احمد مجتبیٰ السلفی فرمائیں گے
۳ مرکز امام بخاری ۔اور کلیہ سمیہ للبنات کو ۹۲ء سے قبل کی مکتب والی شکل میں جاری رکھا جائے گا۔

اعلان کردہ محمد علی سلفی
امیر سلفی جمعیۃ اہلحدیث مغربی چمپارن ۔بہار

برادرم عبدالواجد فیضی کو صدمہ

والدہ ماجدہ کا انتقال پُر ملال

برادرم مولانا عبدالواجد فیضی کی والدہ ماجدہ ۵ راگست بروز جمعرات شام کو انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تجہیز و تکفین دوسرے دن قبل جمعہ عمل میں آئی۔

مرحومہ نے لمبی عمر پائی تھی۔ اور پوری عمر جد وجہد اور حق گوئی و بے باکی میں گذاریں۔ انتہائی حساس اور معاملہ فہم خاتون تھیں گھریلو معاملات میں ان کی دخل رائے و مشورہ کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ طویل عرصہ سے بصارت سے محروم تھیں مگر بیشتر کام خود انجام دے لیتی تھیں۔ اہل خانہ نے بھی مرحومہ کے ضعف و نقاہت میں کسی پل خدمت میں کمی نہیں آنے دی،

اللہ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت دے اور ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرمائے اور ان کی سعادت مند چاروں نرینہ اولاد کو ان کی خدمت والدین اور صبر و شکر کے عوض جزائے خیر دے۔ (آمین)

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کے تمام ارکان والدہ مرحوم کے پسماندگان سے تعزیت کرتے ہیں اور ان کے غم میں اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور اس غم میں ان سب کے اور بالخصوص برادرم عبدالواجد فیضی کے غم میں شریک ہیں۔

جملہ قارئین و احباب سے دعاء مغفرت کی درخواست ہے۔

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Madarsa Arabia
Qasimul-Uloom
Gulariha, Post : Badalpur Gonda U. P.

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم
گلہریا پوسٹ بدلپور ضلع گونڈہ یوپی

ارباب جود وسخا سے
ایک مخلصانہ اپیل

محسنین کرام وقارئین نوائے اسلام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے کہ آپ جملہ محسنین واحباب جماعت بہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں۔ (آمین)

بعدہ معروض اینکہ جیسا کہ آپ حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے جو کہ اپنی تعلیمی ترقیات کے ساتھ ساتھ بتدریج تعمیری ترقیات سے بھی ہمکنار ہو رہا ہے۔

چنانچہ بحمد اللہ فی الحال مدرسہ ہذا کی زیر تعمیر مسجد کی چھت آپ حضرات جیسے مخیرین احباب جماعت کے تعاون سے مکمل ہو چکی ہے، اور اب صرف اس کا پلستر و صفائی اور مینارے کا کام باقی ہے علاوہ ازیں مجاہد کبیر وعالم جلیل مولانا اظہر شاہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس علاقے میں مسلک حقہ کی ترویج واشاعت کے لئے ایک معمار اوّل کی حیثیت رکھتے تھے) کی یادگار میں ایک اظہر ہال کی بنیاد رکھی جا چکی ہے، جس کی تعمیر وتکمیل کے لئے آپ حضرات کے مالی واخلاقی تعاون کی ضرورت ہے۔

لہٰذا آج ہم اپنے جملہ محسنین کرام ومخیرین کا قلبی شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید التماس کرتے ہیں کہ مدرسہ ھذا کے جملہ تعمیری وتعلیمی کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں، (ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین)

العارض

محمد عمر السلفی مدرسہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا، بدلپور، گونڈہ، یو۔پی، پن کوڈ۔ ۲۷۱۲۰۵ ۔

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپیوں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

اپنے تعلیمی و تبلیغی و دینی خدمات کے تناظر میں

مدارس — ہند و نیپال

مدرسہ دارالقرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھمنی مہراج گنج یوپی
اقرا جونیئر ہائی اسکول آزاد نگر مہراج گنج یوپی
مدرسہ اقرا مکھولی بچلول مہراج گنج یوپی
المعہد الاسلامی السلفی گوڑپالی پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ بھوجہوا نول پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ کھیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

دعوتی مراکز — ہند و نیپال

دعوۃ سینٹر کوہوئی۔ مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر مکھولی بچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر کوہڑول بچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر پراسی نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر بھوجہوا۔ نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر کھیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

ریڈنگ سنٹرس (دار المطالعات)

اقرا ریڈنگ سینٹرس	آزاد نگر	اقرا ریڈنگ سینٹرس	مکھولی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کاشت کھیرا	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پراسی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہوئی	اقرا ریڈنگ سینٹرس	لچھمی پور بھوجہوا
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہڑول	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پرتاول

مساجد زیر انتظام و تعمیر کردہ

جامع مسجد بھمنی — تعمیر کردہ ادارۃ اصلاح المساجد ممبئی
مسجد محمدی دہلی — مغلیہ عہد کی تعمیر شدہ
مسجد بلال مکھولی — تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی
جامع مسجد کاشت کھیرا — تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

مطبوعات

۱۸

تعمیری منصوبہ میں شامل مساجد

۱۔ مسجد توحید نئی دہلی، ۲۔ مسجد اقرا آزاد نگر، ۳۔ مسجد گھوڑپالی، ۴۔ مسجد بھوجہوا، ۵۔ مسجد ابوبکر صدیق رضؓ
۶۔ مسجد عمر بن خطابؓ، ۷۔ مسجد عثمان بن عفانؓ، ۸۔ علی بن ابی طالبؓ ۹۔ اصلاح مسجد محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۰

شمارہ نمبر ۱

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:۔ مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ۔ امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

اکتوبر ۱۹۹۳ء — ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ

مدیر:۔ عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:۔ عبدالواجد فیضی — معاون مدیر:۔ افضل ندوی

زر تعاون	پاکستان وبنگلہ دیش سے
سالانہ:۔ چالیس روپے	سالانہ:۔ ایک سو روپے
خصوصی:۔ ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۴۱۱۶/-اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے

نقشِ آغاز

مدیر

۱۰ ستمبر ۱۹۹۳ء کو تنظیم آزادی فلسطین کے چیرمین یاسر عرفات نے تونس میں جس امن معاہدہ پر دستخط کیا ہے اس کی رو سے پی ایل او نے نہ صرف اسرائیل کو تسلیم کرلیا بلکہ اس کے ساتھ پرامن رہنے اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کی پوری ضمانت بھی دیدی ہے۔ (عرفات اسرائیل معاہدہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام فلسطینیوں نے بھی معاہدہ کرلیا ہے۔)

اسرائیل عرفات معاہدہ میں پی ایل او کو جو اختیارات ملے ہیں وہ تعلیم، صحت زراعت، انصاف اور محصولات کے امور تک محدود ہیں جبکہ خارجہ تعلقات خزانہ، دفاع، داخلہ کے تمام امور اسرائیل کے پاس ہونگے۔ گویا کہ اسرائیل نے پی ایل او کو مذکورہ پانچ اداروں کا ٹھنڈر دیا ہے۔ جس سے پی ایل او کی بے روزگاری میں کمی آسکتی ہے۔ اب قبلہ اول اور ارض فلسطین کو آزاد کرانے کے دعوی کے پیچھے جناب یاسر عرفات کے اسلامی جذبہ جہاد اور ہوس اقتدار میں جو فاصلہ ہے اس کو باآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

اسرائیل عرفات (پی ایل او) معاہدہ سے فلسطینیوں کو کیا ملا؟ البتہ عرب اتحاد کا نقصان ضرور ہوا۔ فلسطینیوں کی سب سے زیادہ بااعتماد اور نمائندہ تنظیم حماس ہے، جس نے آزادئ فلسطین کے لئے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ وہ یاسر عرفات کے اس معاہدہ کے سخت خلاف ہوگئی ہے فلسطین نیشنل کونسل بھی اس معاہدہ کے حق میں نہیں ہے

چونکہ حماس کا بنیادی مقصد اسلامی مملکت کا قیام ہے۔ لہذا انھیں اکثر

عربوں کی بھرپور ہمدردی کے ساتھ حمایت بھی حاصل ہے۔ جب کہ پی ایل او کا نصب العین صرف ایک قومی مملکت کا قیام ہے اور بس حالانکہ اسلام میں قومیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ یہ نظریہ اسلام دشمن ایک سازش ہے جس کی وجہ سے مشرق وسطی کے کئی مسلم ممالک اندرونی خانہ جنگی کے شکار ہیں۔

۴۵ سال سے فلسطینیوں اور عربوں نے ارض مقدس اور اپنے وطن کی بازیابی کے لئے قربانیاں دیں اور مسلسل دیتے چلے آ رہے ہیں انتفاضہ کی تحریک چلا رہے ہیں اسرائیل کی ناجائز حکومت کو سرزمین عرب سے اکھاڑ پھینکنے میں لگے ہوئے ہیں جس کے لئے لاکھوں جانیں گنوائی ہیں خون کا دریا بہایا ہے ان کی قربانیوں ان کے جذبات ان کی گراں قدر خدمات کو نظر انداز کرکے جھوٹے یہودیوں سے اس طرح کا معاہدہ کرنا عربوں کے مفاد کے سراسر خلاف اور عالم اسلام کی پیٹھ میں خنجر کے مترادف ہے

تحریک انتفاضہ جو دسمبر ۱۹۸۷ء میں شروع ہوکر غرب اردن تک پہونچ گئی تھی اور یورپ امریکہ کے لئے بھی چیلنج بن گئی تھی یاسر عرفات نے اس تحریک سے علیحدہ ہونے اور اسرائیل کے خلاف چلنے والی تمام تحریکوں کو روکنے کا وعدہ فرما کر جاں بلب یہودیوں کو موت کے منھ سے نکالنے کی جو شوری یا غیر شعوری کوشش کی ہے اس سے عالم اسلام اور بالخصوص عرب ممالک شدید آزمائش اور کشمکش سے دوچار ہوگئے ہیں۔ یاسر عرفات نے جس قدر محدود اور کمزور اختیارات پر اسرائیل سے امن کا معاہدہ کیا ہے اس سے اندازہ لگتا ہے کہ وہ اپنے ذہن و دماغ اور تمام منصوبے سمیت یہودی سازش کے شکار ہوگئے ہیں۔

۱۹۶۷ء سے اب تک فلسطینی مقبوضہ علاقوں کی واپسی کے لئے ۲۵ سال کی مسلسل جنگ سے تنگ آ کر کچھ فلسطینی پی ایل او کے معاہدہ سے خوش تو ہوسکتے مگر اکثریت جو ایک آزاد فلسطینی مملکت کا قیام چاہتی ہے وہ اس معاہدہ کو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ●

نوائے قرآن

استفادہ
ترجمان القرآن مولانا آزاد
عبد المالک اثری

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ○ (آل عمران آیت ۱۱۲)

ترجمہ:- ان لوگوں پر (یعنی یہودیوں پر) ذلت کی مار پڑی جہاں کہیں بھی یہ پائے گئے۔ ہاں یہ کہ خدا کے عہد سے یا انسانوں کے عہد سے کہیں پناہ مل گئی ہو۔ (تو یہ بھی ذلت ہی کی پناہ ہوئی کہ دوسروں کے رحم پر زندگی بسر کر رہے ہیں) خدا کا غضب ان پر چھا گیا۔ محتاجی اور بدحالی میں گرفتار ہو گئے۔ اور یہ اس لئے ہوا کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے تھے اور نبیوں کے ناحق قتل میں بے باک تھے۔ اور بدعملی وشقاوت کی یہ حالت) اسلئے (پیدا ہوئی) کہ نافرمانی اور سرکشی کرنے لگے تھے۔ اور اپنی شرارتوں میں حد سے گذر گئے

دعوت حق کی مخالفت میں سب سے زیادہ حصہ یہودیوں کا ہے۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اپنی بدعملیوں اور سرکشیوں سے مغضوب الٰہی ہو چکے ہیں۔ اور دنیا کا کوئی گوشہ نہیں ہے کہ جہاں اپنے بل بوتے پر زندگی بسر کر رہے ہوں۔ انھیں جہاں کہیں بھی پناہ ملی ہے۔ ذلت ونامرادی کی پناہ ملی ہے۔ یعنی یا تو اہل کتاب ہونیکی وجہ سے لوگوں نے چھوڑ رکھا ہے۔ یا پھر حکمران قوموں نے محکومیت اور اطاعت کے قول و قرار پر زندگی گذارنے کی مہلت دیدی ہے۔ چنانچہ پہلی حالت عرب میں تھی دوسری روم وایران میں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ تم ان کی مخالفت سے پریشان خاطر ہو۔ وہ وقت دور نہیں جب عرب میں ان کی رہی سہی طاقت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ یہاں یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قرآن قومی محکومیت کی حالت کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔ اس زمانے میں یہودیوں کے ماتحت امن کی زندگی بسر کر رہے تھے اور عرب میں بھی انکی بڑی بڑی بستیاں تھیں لیکن چونکہ حکومت وفرمانروائی سے محروم ہو چکے تھے اسلئے فرمایا کہ یہ دوسروں کے رحم پر زندگی بسر کرنے والے ہیں۔ ●

نوائے حدیث

سچائی میں اچھائی

از۔ فضل اللہ انصاری سلفی

عن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن الصدق یھدی إلی البر وإن البر یھدی إلی الجنۃ، وان الرجل لیصدق حتی یکون صدیقا۔ (البخاری)

ترجمہ، حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: صدق گوئی خیر اور بھلائی کا راستہ دکھاتی ہے اور بھلائی جنت کا ــــ آدمی سچ بولتا ہے، یہاں تک کہ وہ صادق و سچا ہو جاتا ہے۔

انسانی اعضاء وجوارح میں زبان کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کے ذریعہ انسان اظہار مافی الضمیر کرتا ہے، اپنے خیالات اور افکار و نظریات کی ترسیل کرتا ہے۔ یہ زبان گویا انسان کی ترجمان ہے۔ زبان ایک "بولتا عضو" ہے اور جب یہ بولتی ہی ہے تو اپنی زبان سے جو چاہے بولے اور جو چاہے اپنے نہاں خانہ دل میں چھپائے رکھے، پھر بولے جانی پہچانی بات ہے کہ کوئی اسی زبان سے بدکلامی، فحش گوئی، غیبت و چغل خوری اور کذب بیانی کرتا ہے تو کوئی اچھی و بھلی بات کرتا ہے، ذکر خیر میں اسے لگاتا ہے سچ بولتا ہے اور اپنی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا ہے۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ۔ مسلمان، درحقیقت وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ من یضمن لی مابین لحیتہ ومابین فخذیہ أضمن لہ الجنۃ۔ جو مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی (حفاظت) ضمانت دے تو میں اس کیلئے جنت کی ضمانت لوں۔ ان دو احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اپنی زبان کہاں اور کس لئے استعمال کرے۔ وہ صحیح بولے یا غلط، برائی بیان کرے یا

ذکر خیر غیبت وچغل خوری اور گالی گلوچ کر کے کسی کو تکلیف دے یا اچھی اور بھلی بات بولکر کسی کو خوش کرے۔ کذب بیانی سے کام لے کر زبان کا حق پامال کرے یا پھر سچ بول کر اس کا حق ادا کرے۔ اچھی اور بھلی بات بولنا، صدق گوئی سے کام لینا اور حق کیلئے اس کا استعمال کرنا دراصل زبان کا حق ادا کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں صدق گوئی کی بڑی تاکید کی گئی ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ: یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین: یعنی اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو (سچ بولو)۔ (سچ بولنے والوں کی طرح ہو جاؤ) سطور اولیٰ میں منقول حدیث کے اندر اللہ کے رسولؐ صدق گوئی کی فضیلت بیان کر کے دراصل ہمیں سچ بولنے کی ہی تلقین کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ بالآخر اس کا انجام جنت ہی ہے۔ ویسے بھی صدق گوئی کے معمولی فائدے نہیں ہیں۔ سب سے اہم فائدہ آخرکار دخولِ جنت تو ہے ہی۔ اس کے علاوہ ہمیں اس کی وجہ سے دوسروں کا اعتماد حاصل ہوتا ہے، لوگ ہم پہ ہماری بات پہ اور ہماری زبان پہ بھروسہ کرتے ہیں۔ صدق گوئی سے سب خوش ہوتے ہیں اور سچ بولنے والے کو محبوب وپسندیدہ سمجھتے ہیں۔ اس کی عزت ہوتی ہے، وقار بحال ہوتا ہے اور مقام ومرتبہ بلند ہو جاتا ہے۔ یہ کم بڑی بات نہیں کہ سچ بولنے والے کو دنیا صادق وسچا کا معظم لقب دیتی ہے، جس کی طرف خود حدیث شریف میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔ صدق گوئی "بر"، (بھلائی) کی راہ دکھلاتی ہے یہ "بر"، جملہ خیر وخوبی اور بھلائی کو محیط ہے۔ کبھی اس کا اطلاق "خالص عمل"، کے اوپر بھی ہوتا ہے (فتح الباری، ج ۱۰۔ کتاب الادب۔ ص ۵۰۸)

اس اعتبار سے اگر غور کیا جائے تو پتہ چلیگا کہ سچ بولنے سے خیر وخوبی اور حقیقت میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ حضرت کعب بن مالک کا قول ہے کہ: نعمت اسلام سے نوازنے کے بعد اللہ نے مجھے کسی ایسی نعمت سے نہیں نوازا، جو میرے نزدیک صدق گوئی اور صدق بیانی سے بڑھ کے ہو، (حوالہ مذکورہ بالا) سچ بولنے کی جو اہمیت اور فضیلت ہے انسان اگر اسے بنظر غائر دیکھے تو وہ بلاشبہ یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہے

[illegible] اسے ایک عظیم نعمت سے نوازتا ہے اور یہ نیک خصلت ہر ایک کے اندر نہیں پائی جا سکتی ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ صدق گوئی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ .... فان الصدق طمانینة والکذب ریبة صدق گوئی سراپا سکون و اطمینان ہے جب کہ جھوٹ شک (اور تذبذب)

یہ ایک مجرب حقیقت ہے کہ جو سچا ہوتا اور سچ بولتا ہے، اسے کوئی فکر اور پریشانی نہیں ہوتی۔ وہ ہر حال میں بے فکر ہوتا، مطمئن اور پرسکون ہوتا۔ لیکن جھوٹ بولتا اور کذب بیانی سے وہ کام لیتا ہے، اس کے چہرے کا رنگ فق پڑ جاتا، وہ پریشان اور فکرمند رہتا۔ جھوٹ جھوٹ ہے، اس کے انجام سے وہ بہر حال خائف رہتا ہے کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی تو اس کی گرفت ہوگی ہی ——— اس سے بہتر ہے کہ انسان سچ ہی بولے، خواہ بظاہر اس کا کوئی نقصان ہو۔ حقیقت میں تو اس کے بے شمار فوائد حاصل ہوں گے اور دنیا و آخرت دونوں جہان میں اس کی سرخروئی ہوگی۔ اس کی وجہ سے وہ جملہ خیر و خوبی کا مالک ہوگا اور وہ بھلا ہی تو کرے گا، بھلی تو ہی بولیگا۔

اللہ ہمیں صدق گوئی کی توفیق دے (آمین) ●

بقیہ ۱۲ کا

ان اللہ مع الصٰبرین۔ (سورۃ البقرہ ۱۵۳)

اے اہل ایمان صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔

ترجمہ اگر تم اللہ کی مدد کروگے (یعنی اللہ کے اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ کار پہ زندگی گذاروگے تو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔ یعنی ایمان پر قائم رکھے گا اور دشمن کے سامنے تمہارے قدم مضبوط رکھتے ہوئے کامیابی دیگا۔ ان شاء اللہ ●

انتظار غفلت کا دوسرا نام

حافظ عبدالعلیم بیگ عمری

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهِ مِنْ وَّالٍ۔ (سورۃ الرعد)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو برباد کرنا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اللہ کے علاوہ ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔

آج کل سارے دشمنان اسلام کی بری نظریں مسلمانوں، ان کی عبادت گاہوں اور مسلم ممالک پر جمی ہوئی ہیں اور عملاً اس کا اظہار بار بار ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا قتل عام کر کے ان کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے ان کی عبادت گاہوں کو شہید کیا کیا جا رہا ہے مسلم پرسنلا میں مداخلت کی جا رہی ہے حد تو یہ ہے کہ قرآن مجید کو ہدف تنقید بنایا جا رہا ہے اور اس میں ترمیم کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور امام الانبیاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جنہوں نے ہدایت کی روشنی سے ساری انسانیت کو مزین کر دیا۔ اب ساری دنیا کے کافر اور دشمنانِ اللہ و رسول رحمن پر اللہ کی لعنت ہو وہ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اس وسیع و عریض زمین پر سے مسلمانوں اور دینِ اسلام کے وجود کو نعوذ باللہ مٹا دیا جائے۔ اس ناپاک عزائم کے لئے حتی المقدور کوشش جاری ہیں اور یہ اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار نہ ہو جائیں اور اوپر کی رہنما آیت پر غور کرتے ہوئے اپنے اعمال کی اصلاح نہ کریں۔ بصورت دیگر اسی طرح قیامت تک ہم کو ذلت و نکبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہماری ماؤں بہنوں کی عزتیں لٹتی معصوم بچے اور بوڑھے بے دردی سے قتل کئے جاتے رہیں گے، اس کوتاہی کی پاداش میں آنے والی نسل ہمیں ہرگز

نہیں معاف کرے گی

ماضی قریب میں ہندوستان کے مختلف مقامات پر پوری منصوبہ بندی کے ساتھ فرقہ پرست ہندو تنظیموں کے ارکان فرقہ پرست بیمار ذہنیت کے ایجنٹوں نے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی جو ناپاک سازشیں کیں اس سے مسلمان کبھی ختم نہیں ہوسکتے ہیں البتہ فطری طور پر امن پسند مسلم شہریوں کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور ضرور کردیں گے جو نہ اکثریتی طبقہ کے لئے صحت مند علامت ہوگی اور نہ ملک کی سالمیت کے لئے اہنسا اور سیکولرزم کے دعویدار ارباب اقتدار کی شقاوت کی تو حد ہوگئی۔ اگر کوئی ہمدردی کے چند الفاظ بولتا ہے یا اظہار افسوس کرتا ہے۔ تو وہ بھی محض اپنی سیاست چمکانے کے لئے کرتا ہے۔ اس قسم کے منافقوں کے کھوکھلے اور سیاسی بیانات سے ہرگز مسلمانوں کو دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ بلکہ اپنی اور پوری انسانیت کی بقاء کے لئے خود متحد ہوکر جد وجہد کرنی چاہیے۔ اس کے لئے ہمارے پیش نظر فی الحال چند تجاویز ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی شاندار تاریخ کے اسباق پڑھائے جائیں اور یہ کوشش کی جائے کہ ان میں سے آج پھر کوئی خالد بن ولید، محمد بن قاسم، اور طارق بن زیاد جیسا مرد مجاہد بن کر ابھرے، ہماری ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو چاہیے کہ سیرت خدیجۃ الکبری عائشہؓ اور فاطمہ الزہراؓ کے ذریعہ اپنی صورت وسیرت کو سنواریں انھیں کی زندگیوں کو اپنا زیور بنائیں۔ اور ان کی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں، اور ہماری اولاد کو دنیوی تعلیم سے زیادہ دینی تعلیم سے آراستہ کریں، دین کے بنیادی مسائل سے ہمارا ہر بچہ واقف ہو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا مسلم معاشرہ دین کے ہیرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک سے ناواقف ہے۔ اس کے برعکس آج کا ہر چھوٹا بڑا فلم ایکٹروں اور کھلاڑیوں کی تاریخ پیدائش سے لے کر مرنے تک کی تمام داستان حیات یاد رکھتا ہے کہ کہاں پیدا ہوا کس سے شادی کی، کتنی فلموں میں کام کیا، اور کس میدان میں کتنے گول اور کتنے رن بنائے الغرض کون کتنے پانی میں ہے ہر ہر چیز سے واقف ہیں۔

مگر دین سے ناواقف ہیں، دینی تعلیمات سے ناواقف ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ ہم کس کی امت ہیں اللہ کے رسول پر قرآن کب نازل ہوا، قرآن لانے والے کون تھے، کتنے سال میں قرآن اتارا گیا، قرآن کی پہلی آیت کون سی ہے، آخری آیت کون سی نازل ہوئی، قرآن کے کتنے جزو ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا نام کیا تھا، آپؐ کو کس نے دودھ پلایا، ماں کا انتقال کب ہوا، آپؐ کی پرورش کس نے کی، عبدالمطلب اور ابو طالب کون تھے، آپؐ کی بیویاں کون کون تھیں، اور کتنے بیٹے بیٹیاں تھے، اسلام کی پہلی جنگ کون سی تھی، کس جنگ میں آپؐ کے دانت شہید ہوئے، فتح مکہ کب واقع ہوا، ہجرت کب کی، تاریخ ہجرت کب اور کیوں لکھی جاتی ہے، قبلہ اولیٰ کہاں ہے، معراج کب ہوئی، حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کون تھے، صحابی اور تابعی کس کو کہتے ہیں، اللہ کے رسولؐ کا انتقال کب ہوا اور کہاں روضہ مبارک کہاں ہے، الغرض جن باتوں کو یاد رکھنا ہے اور یاد کرنا ہے اس سے کوسوں دور اور دعویٰ یہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

شاعر مشرق علامہ اقبال نے سچ کہا تھا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہوکر

اب وقت آگیا ہے پھر سے ہم بھولا ہوا سبق یاد کرلیں اور چودہ سو سال پہلے کی تاریخ کو پڑھیں اور قرآن کو اپنا نصب العین بنالیں۔ موجودہ حالات میں صرف ایک یہی صورت نظر آتی ہے جو ہم مسلمانوں کو کامیابی و کامرانی سے بہرہ مند کرسکتی ہے پھر نہ یہ ظالم حکومت کچھ کرسکے گی۔ نہ اس کے متعصب کارندے اور نہ ہی یہ ظالم کافر قوم ہم مسلمانوں کا کچھ بگاڑ سکے گی۔ لیکن اس میدان جہاد کے شہسوار تیار کرنے سے قبل اپنے تمام آپسی اختلاف کو موڑ کرکے ایک بنیان مرصوص کی صورت اختیار کرنی ہوگی۔ پھر ہماری ماؤں کو پہلے دن سے ہی اپنے نونہالوں کو ایک سرکاری افسر کے بجائے دین کا سچا سپاہی بنانے کی کوشش کرنی ہوگی۔

تاکہ وہ جذبہ جہاد و شہادت سے سرشار ہو کر دین اسلام اور امت مسلمہ کے دفاع کا فریضہ انجام دے سکیں اگر ہم مرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو کوئی ہمیں مٹا نہیں سکتا موت خود بخود ہم سے دور بھاگے گی۔ جو اس دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن اللہ کے حضور واپس جانا ہے پھر آخر یہ جان کیوں نہ اسلام کی سر بلندی کے لئے استعمال ہو اور روز قیامت اللہ عزوجل کے روبرو سرخرو ہوں۔ جب تک ہم اس فکر اور ذہنیت کے ساتھ کھل کر اسلام دشمن طاقتوں کے مقابلہ کے لئے آگے نہ بڑھیں گے اسی طرح استحصال ہوتا رہے گا فرقہ وارانہ فسادات کا ڈھونگ رچا کر لاکھوں معصوم مسلمانوں کے جان و مال کو تلف کیا جاتا رہے گا۔ اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ پولیس فوج اور سیاسی قائدین کی ذہنیت امن و امان کے بجائے تخریب کاری اسلام دشمنی کے اس حمام میں سارے ننگے ہیں۔ لہذا فرقہ پرست ذہنیت کو بزور بازو کچل دینا چاہیے اسلام نہ صرف اس امر کی اجازت دیتا ہے بلکہ اس کے لئے ہر مسلمان کو انتہائی واضح الفاظ میں ہمیں حکم دیتا ہے۔ وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ (الانفال۔ ۶۰)

یعنی جہاں تک ہو سکے تیار رہو اس کے ذریعہ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کے لئے اپنی قوت اسلحہ اور گھوڑ سواری وغیرہ سے اور ان پر اپنا رعب جما کر رکھو اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کے اس حکمیہ ارشاد کی تکمیل و تعمیل میں ذرا بھی پس و پیش کرے، یا کوتاہی کرے گا تو وہ عند اللہ قابل مواخذہ ہے عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہے اور وقت کا تقاضا ہے کہ ہم دینادی و دینی ہر دو اعتبار سے پوری طرح بیدار ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اپنی خطاؤں اور لغزشوں کے لئے معافی کے خواستگار ہوں اور اس کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اس سے مدد طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ

بقیہ صفحہ ۸ پر

خلیفہ اور خلافت

قسط نمبر ۱

ایک مکالمہ

مرتب ۔ محمد صبیح الدین انصاری شاہدرہ

س ؎ :۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی خلافت منعقد ہونے کی کوئی دوسری شکل بھی بیان فرمائی ہے ؟۔

ج :۔ بے شک بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ :۔ انسانی برادری کا کوئی فرد یا پوری کی پوری جماعت عارضی طور پر یا مستقلاً منظر نامہ سے ہٹ جائے اور کوئی دوسرا فرد یا گروہ اسکی جگہ لے تو یہ دوسرا جگہ لینے والا اپنے پیش رو کا خلیفہ یا جانشین کہلائے گا ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے چوں کہ یہ عجز کی صورت فرض کرنا محال ہے اس لئے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی اسکی جگہ لے یا جانشینی و خلافت کرے ۔ چنانچہ نبی کریم ؐ نے متعدد احادیث میں انسانوں کو انسانوں کا جانشیں یا خلیفہ قرار دیا ہے

ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل احادیث :۔

"کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون" (البخاری ۔ الانبیاء)

یعنی بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی قیادت وسیادت انبیاء کرتے تھے چنانچہ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو ان کی جانشینی (خلافت) کوئی دوسرے نبی فرماتے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔ البتہ خلفاء ہوں گے اور کثرت سے ہوں گے ۔

صحیح بخاری کی اس حدیث میں اللہ کے رسول ؐ تو بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے ہر نبی کو اپنے سے گذشتہ نبی کا خلیفہ فرما رہے ہیں اسی طرح آپ اپنے ان امتیوں کو خود اپنے خلفاء کے نام سے یاد فرمایا ہے ۔ جو امت کی دینی اور دنیوی

قیادت وسیادت (علی منہاج النبوۃ) کا فریضہ انجام دیں گے۔ ایک دوسری صحیح حدیث میں جو ترمذی اور دیگر کتب سنن میں مذکور ہے آپؐ نے امت کیلئے یہ نصیحت چھوڑی ہے۔

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی: یعنی میں تمہارے اوپر لازم کرتا ہوں اپنی سنت کو اور ان ہدایت یافتہ یا راشدین خلفاء کی سنت کو جو میرے بعد ہوں گے۔ اس حدیث میں الخلفاء الراشدین کی اصطلاح کی مزید تشریح آپؐ نے یہ کہہ کر فرمادی کہ "من بعدی" یعنی وہ اس لئے میرے خلفاء ہیں کہ وہ میرے بعد ہونگے اور اسلئے راشدین یا مہدیین ہیں کہ ان کی سنتیں میری سنتوں کا حصہ ہوں گی۔ آپ ہر جگہ میرے خلفاء، میری سنتیں، میرے بعد کے الفاظ فرمارہے ہیں آپؐ نے یہ بالکل نہیں فرمایا کہ اللہ کے خلفاء، اللہ کے نائبین، اللہ کے قائم مقام، اللہ کے جانشین۔ ان تمام حدیثوں سے جوبات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ خلافت دو طرح سے منعقد ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ مومنین کی مستقل یا عارضی غیر حاضری کی صورت میں اللہ تعالیٰ ان کے اہل وعیال کا کارساز بنے، وارث بنے، خلیفہ بنے، دوسری صورت یہ ہے کہ بعد کو آنے والے افراد یا گروہ اپنے سے پہلے گذر جانے والوں کے جانشین اور خلیفہ بنیں اسی لئے داؤد اپنے سے بیشتر انبیاء وملوک کے خلیفہ تھے اور سلیمانؑ اپنے والد بزرگوار کے وارث وجانشین۔ اور اسی لئے پوری بنی نوعِ انسان ملائکہ اور جنات کی جانشین ہے جو پہلے زمین پر آباد اور متمکن تھے۔ جنات اب بھی زمین میں اِدھر اُدھر پھیلے ہوئے ہیں۔ ملائکہ اب بھی موجود ہوتے ہیں، مگر اس زمین پر اب عملاً انسان ہی صاحب اقتدار اور حاکم ہے اسی لئے خلیفہ فی الارض ہے۔

س ۱۴ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا بہ یک وقت نائب بھی ہے اور خلیفہ بھی۔ کیا نائب اور خلیفہ عربی زبان میں مترادف الفاظ ہیں ؟۔

ج : ہرگز نہیں۔ نائب کسی کے ماتحت، مددگار، یا نمائندے کو کہتے ہیں، جیسے ایک شخص صدر ہے اور کوئی دوسرا اُس کی موجودگی اور اُس کی زندگی میں اُس کا نائب اور مختار

ہے۔ لیکن اگر وہ صدر انتقال کر جائے یا اپنے ماتحت کو معزول کر دے تو یہ نیابت و ماتحتی یک لخت ختم ہو جائے گی۔

خلافت، اس کے برعکس، اس صورت میں منعقد ہوتی ہے کہ کوئی جگہ عملاً موجود نہ ہو یا انتقال کر جائے تو اس کی غیر موجودگی میں یا اس کے انتقال کے بعد جو کوئی اُس کی گدی نشینی کرے، اُس کے مشن کو آگے چلائے یا اُس کی جگہ متصرف و متمکن ہو وہ اس کا خلیفہ ہے۔ مثال کے طور پر ایک تحصیل دار ہے۔ اس کی مدد کیلئے ایک نائب تحصیل دار ہے۔ یہ نائب تحصیل دار ظاہر ہے کہ، تحصیل دار کا ماتحت ہے۔ اب تحصیل دار کا انتقال ہو جاتا ہے تو جو دوسرا تحصیل دار اُس کی جگہ لے گا وہ شخص اب اُس دوسرے افسر کا نائب کہلائے گا۔ لیکن اگر پہلے تحصیل دار کے انتقال کے بعد اُسی نائب کو، تحصیل دار کے عہدے کا چارج مل جائے تو وہ وفات پانے والے کا خلیفہ یا قائم مقام کہلائے گا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی فرد بہ یک وقت کسی کا خلیفہ بھی ہو اور نائب بھی ہو۔ لہذا جو لوگ دعوی کرتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کا نائب بھی ہے اور خلیفہ بھی وہ یا تو عربی لغت اور محاورے سے ناواقف ہیں یا جان بوجھ کر دوسروں کو مغالطہ دیتے ہیں۔

س۲۲: عربی میں پارلیمنٹ یا قانون ساز اسمبلی وغیرہ کے ارکان کو جو نائبین کہا جاتا ہے اُس کا کیا مفہوم ہے؟

ج:۔ ان کو نائبین اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے حلقہ انتخاب کے افراد کی نمائندگی کرتے ہوئے اُن کے مطالبات، اُن کی پسند و ناپسند ایوان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اب اگر ان لوگوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے جنھوں نے اپنے ووٹوں سے منتخب کر کے ان نائبین کو ایوان میں بھیجا تھا تو ممبر مذکور اب اُس مردہ شخص کی نیابت ایوان میں نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے اہل وعیال کی نگرانی اور دیکھ بھال کر کے وہ اس کی جانشینی اور خلافت کر سکتا ہے

نائب ہی کی طرح عربی میں ایک لفظ ممثل بھی ہے آج فلمی اداکاروں کیلئے عام طور پر یہ اصطلاح بولی جاتی ہے۔ ممثل کا لفظ، مثل سے بنا ہے اس لئے ممثل اس شخص

کو ہیں گے جو خود کسی کے مثل بنا کر پیش کرے اور اس طرح خود کو منوانے کی کوشش کرے کہ گویا وہ رہا ہے (کانہ ھو) انبیاء علیہم السلام کو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جس طرح خلیفہ اور نائب نہیں فرمایا اسی طرح اپنا مثل بھی قرار نہیں دیا انہیں جو منصب عطا کیا گیا ہے اُسے منصب رسالت اور منصب نبوت کے الفاظ سے یاد کیا گیا ہے لہذا ہم بھی انہیں الفاظ کے استعمال کے مکلف ہیں۔ اس کی بدیہی وجہ یہ ہے کہ یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بَدِیل ہو، نظیر ہو، شریک ہو یا مثیل ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیس کمثلہ شیٔ (الشوریٰ ۱۱) یعنی اُس کی مثل کوئی شئی نہیں۔ نیز فرمایا۔ فلاتضربوا للہ الامثال (النحل ۷۴) یعنی تم اللہ کیلئے مثالیں نہ گھڑو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت حکومت اور اقتدار کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو۔

س ۲: ۔ لوگ کہتے ہیں کہ دین حنیف نے اس لئے انسان کو اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ بنایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرتا ہے؟۔

ج: ۔ دیکھئے دین حنیف عبارت ہے قرآن و سنّت سے۔ اور یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم میں یا حدیث شریف میں کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے جس میں انسان کو منصب خلافت الٰہیہ وغیرہ پر فائز قرار دیا گیا ہو، اس لئے یہ تذکرہ ہی بے سود ہے کہ اُسے فلاں وجہ سے خلیفہ بنایا گیا ہے یا فلاں سبب سے نائب مقرر کیا گیا ہے۔

س ۳: ۔ جیسا کہ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں کہیں بھی انسان کو نائب اللہ وغیرہ کے نام سے یاد نہیں کیا تو کیا اس کے قریب المعنیٰ کوئی دوسرا لفظ انسانوں کیلئے استعمال کیا گیا ہے؟۔

ج: ۔ جی ہاں۔ وہ لفظ ہے "وزیر" وزیر کا لفظ "وزر" سے بنا ہے جس کے معنی ہیں بوجھ یا ذمہ داری۔ تو جب کسی کو اسسٹنٹ یا نائب کی حیثیت سے کوئی ذمہ داری سپرد کی جاتی ہے تو کہتے ہیں فلاں شخص فلاں کا وزیر ہے۔ علامہ ماوردی نے "الاحکام السلطانیہ" میں وزیر کے یہی معنی لکھے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ وزیر

دو جگہ وارد ہوا ہے۔ دونوں جگہ ہارون کیلئے جنھیں کارِ نبوت میں اپنے بھائی موسیٰ کا مددگار اور وزیر بنایا گیا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کا۔ ملاحظہ ہو یہ قرآنی آیت:۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُونَ وَزِيرًا (الفرقان ۳۵) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی ہارونؑ کو وزیر بنایا۔ لیکن جب موسیٰ عبادات و مناجات کیلئے کچھ عرصہ کیلئے انسانی آبادی سے کنارہ کشی اختیار کرکے پہاڑ کے دامن میں معتکف ہو جاتے ہیں تو اُن کی عدم موجودگی میں یہی ہارونؑ عارضی طور پر ان کے خلیفہ بنتے ہیں۔ ملاحظہ ہو قرآنی آیت:۔ وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ (الاعراف ۱۴۲) اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا، میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی (خلافت) کرنا۔ یہاں صاف صاف موسیٰؑ نے ہارونؑ کیلئے اپنی خلافت کی بات کہی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ۔ حالاں کہ ہارونؑ بھی نبی ہیں اگر انبیاء اللہ کے خلفاء ہوتے تو ضرور انھیں اس نام سے یاد کیا جاتا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفۃ الرسول قرار دیئے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے وزیر (مددگار یا نائب) تھے۔ چنانچہ ترمذی میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے یہ حدیث منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ: "وأما وزیری من أهل الأرض فابوبکر...... وعمر" یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ زمین میں میرے وزراء ہیں۔

اوپر کی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ وزارت کسی کی موجودگی میں اور خلافت کسی کے بعد منعقد ہوتی ہے۔ جہاں تک سوال ہے اللہ تعالیٰ کا تو جس طرح اُس کا کوئی وزیر نہیں ہو سکتا اسی طرح چونکہ وہ اوّل بھی ہے، آخر بھی ہے، اس لئے اس کے بعد اگر کوئی اس کا خلیفہ بھی نہیں ہو سکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ خود مومنین کے گذر جانے کے بعد اُن کے اہل و عیال میں اُن کی خلافت کرتا ہے اور یقیناً کرتا ہے۔

س ۵۴: کیا نصوص قرآنیہ میں اس بات کا کوئی قرینہ موجود ہے کہ کسی کی خلافت اس کے بعد

بھی منعقد ہوتا ہے، موجودگی میں نہیں؟

ج : بے شک اس کا واضح قرینہ قرآن کریم میں موجود ہے، ملاحظہ ہوں یہ آیات :

۱- وَاذْكُرُوٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ - (الاعراف ۶۹)

"اور یاد کرو (وہ وقت) جب ہم نے تم کو خلیفہ بنایا قوم نوحؑ کے بعد"

۲- وَاذْكُرُوٓا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنۢ بَعْدِ عَادٍ (الاعراف ۷۴)

"اور یاد کرو (وہ وقت) جب ہم نے تم کو خلیفہ بنایا عادؑ کے بعد"

۳- فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ (الاعراف ۱۶۹)

"پھر ان کے بعد ان کے جانشین (خلف) آئے جو وارث کتاب بنے"

س ۲۲: سب سے بہتر تفسیری اقوال یا مشکلات القرآن کا حل کس کتاب میں ملتا ہے؟

ج : کتب احادیث میں - خاص طور پر صحاح ستہ میں

س ۲۳: خلافت یا استخلاف وغیرہ کی کوئی تفسیر اگر ان میں کہیں ہو تو براہ کرم اس کا حوالہ دیں؟

ج : دراصل دور صحابہ و تابعین میں یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہ تھا۔ صحابہ نے قرآن کریم کی تفسیر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، پھر ان کے سامنے واضح احادیث موجود تھیں جن میں زمین میں انسانی خلافت کا مفہوم یہی تھا کہ انھیں اپنے پیش روؤں کے ہٹنے کے بعد اس دنیا کی آبادی کے لئے تخلیق کیا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سورہ الحدید کی آیت نمبر ۷ میں جو لفظ "مستخلفین" آیا ہے اس کی تفسیر جو حضرت مجاہد کے حوالے سے نقل کی گئی ہے وہ ہے "معمرین" یعنی زمین کو آباد کرنے والے یہ نہیں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی نیابت کرنے والے (بخاری - ج ۲ ص ۷۰۵ - کتاب التفسیر)

س ۲۴: بعض حضرات کو یہ کہتے سنا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بایں معنیٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تنفید کرنے والا ہے؟

ج : ان حضرات سے پوچھا جائے کہ ان کا یہ قول کس آیت یا حدیث کا ترجمہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ توجیہ نہ قرآن نے پیش کی ہے نہ حدیث نے۔ یہ محض لوگوں کے ذہنوں کی اپنی اختراع ہے۔ اور دین میں کسی شخص کی ذاتی اختراع حجت نہیں ہے۔

دیکھئے یہ تنفیذ احکام کی اصطلاح ہی قرآن میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے انسان کے مقصدِ تخلیق کو واضح کرنے کے لئے اس سے استشہاد درست نہیں قرآن نے انسان کا جو مقصد تخلیق بتایا ہے وہ ہے عبادت اس ذات کی جو احد وصمد ہے۔ لاشریک لہ ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات ۵۶) یعنی میں نے جن وانس کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں اسی عبادت کے جزء کے طور پر انہیں حکم دیا گیا ہے کہ: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (النساء ۵۹) یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنے حکام کی۔ اس لئے قرآن کریم میں اس طرح کے احکام تو کثرت سے آئے ہیں کہ۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا أَمْرِي" "وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا" یا یہ کہ "اُعْبُدُوا رَبَّكُمْ، فَاعْبُدْنِي، اُعْبُدُوا اللَّهَ، ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ کہیں نہیں آیا کہ (معاذ اللہ) أَخْلِفُونِي یا أَخْلِفُوا رَبَّكُمْ (میری خلافت کرو یا اپنے رب کی جانشینی کرو)

لہٰذا ہمارے لئے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ہم انہی اصطلاحوں میں گفتگو کریں جن میں قرآن نے کی ہے یعنی اطاعت خالق اور عبادت رب، نہ کہ تنفیذ احکام الٰہیہ اور خلافت و نیابت الٰہیہ۔ اسی میں فتنہ سے نجات ہے۔ اسی میں برکت ہے

س ۲۹ کیا صرف انسان ہی اس کائنات میں واحد صاحب عقل، صاحب اختیار اور اور مکلف مخلوق ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی خصوصی رشتہ ہے اور کیا صرف انسانوں ہی میں انبیاء و رسل آئے ہیں؟

ج: کائنات تو بے حساب بڑی ہے۔ ہم تو اس کے ایک بہت مختصر سے گوشے میں بود و باش رکھتے اور اسی کے بارے میں جانتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ اس کائنات کے بقیہ حصوں میں کس قسم کی مخلوقات بستی ہیں، کون مکلف اور کون غیر مکلف ہیں، البتہ اتنا ہم ضرور جانتے ہیں کہ انسان اکلوتی اور اچھوتی صاحب شعور اور مکلف مخلوق کرہ ارض پر بھی نہیں ہے۔ جنات بھی اسی خرابہ میں آباد ہیں۔ جگہ جگہ قرآن کریم نے ان کو بھی انسانوں ہی کی طرح باشعور اور مکلف مخلوق کی حیثیت

سے خطاب فرمایا۔ ان میں بھی انبیاء و رسل آئے ہیں چنانچہ فرمایا گیا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (میں نے جن و انس کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ ۲) يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ (الانعام ۱۳۰) اے جنوں اور انسانوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے ..... ؟ اور جہاں تک سوال ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا تو ملائکہ ان میں سب سے ممتاز ہیں۔ ان کی اطاعت شعاری کی گواہی قرآن کریم نے بایں الفاظ دی ہے۔ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (تحریم ۶) یعنی اللہ ان کو (ملائکہ کو) جو حکم دے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انھیں حکم دیا جاتا ہے

رہی بات ملائکہ کے لئے اللہ کے طرف سے مقرر کردہ کاموں کی نوعیت کی تو اس کو قرآن محض مشینی انداز سے بے سوچے سمجھے انجام دینا نہیں بلکہ "تدبیر امور" کے نام سے یاد کرتا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے: وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا (النازعات) یعنی قسم ہے ان (ملائکہ) کی جو صالحین کی روح نہایت آہستگی سے نکالتے ہیں۔ اور قسم ہے ان "ملائکہ" کی جو (مومنین و کافرین کی ارواح لے کر) تیزی سے (جنت و جہنم کی طرف) دوڑتے ہیں۔ اور قسم ہے ان (ملائکہ) کی جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے امور کی تدبیر کرتے کرتے ہیں ظاہر ہے کوئی بے شعور مخلوق تدبیر امور نہیں کر سکتی۔ نیز یہ کہ ملائکہ میں بھی انسانوں اور جنات کی طرح رسول ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ (الحج ۷۵)

یعنی اللہ فرشتوں میں سے اپنے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے۔ بے شک اللہ خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ پھر ملائکہ کی تخلیق نور سے ہوئی جو سب سے اعلیٰ و ارفع مادہ ہے اس لئے بہ فرض محال اگر اللہ تعالیٰ کو اپنا نائب اور خلیفہ منتخب کرنا ہی تھا تو سب سے پہلے نگاہ انتخاب ملائکہ ہی پر پڑنی تھی، نہ کہ جنات اور انسانوں پر کہ فتنہ و فساد جن کی فطرت کا حصہ ہے۔ لیکن دوسرے اور تیسرے درجہ کے ملائکہ تو درکنار، خود جبریل و میکائیل کو بھی خلافت و نیابت الٰہیہ سے سرفراز نہیں کیا گیا تو انسان اور جن کس شمار و قطار میں ہیں۔

(جاری)

فرد اور سماج

عبدالسمیع محمد ھارون انصاری

فرد اور سماج کا ایک دوسرے سے اٹوٹ اور گہرا رشتہ ہے دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی بقاء و ترقی اور وجود کی علامت ہیں دونوں ہی ایک دوسرے کیلئے تکمیل کی بنیاد ہیں۔ کوئی بھی فرد سماج سے الگ رہ کر اپنی مجموعی ترقی و خوشحالی اور بقاء و شناخت نہیں رکھ سکتا اسی طرح سماج بھی اپنا وجود وارتقاء فرد کے بغیر تصور نہیں کرسکتا۔ ایک اچھا اور صالح فرد ہی صحت مند اور نیک معاشرہ و سماج کی تعمیر کرسکتا ہے اور ایک صالح و صحت مند معاشرہ ہی ایک اچھے اور نیک فرد کی تعمیر کرسکتا ہے۔ کوئی ایک فرد ایک ایسے سماج میں رہتا ہو جو تعطل و بحران کا شکار ہو۔ معصیت و آلائش کی آلودگی سے آلودہ ہو، اگر وہ یہ سوچتا ہے کہ وہ اس کے اثرات سے خود کو بچالے گا اور اپنی مجموعی ترقی و کامرانی حاصل کرلے گا تو یہ مشکل نہیں ناممکن ہے اسی طرح اگر ایک سماج ایک برے فرد سے منفک اور علیحدہ رہکر، اس کی شرارت و معصیت سے بچ کر ترقی کرنا چاہے تو یہ بھی ناممکن ہے اس سے معلوم ہوا کہ فرد اور سماج کی ترقی اور خوشحالی دونوں ہی کی صحت و تندرستی پر مبنی ہے۔ تاہم کچھ معنوں میں ایک سماج میں رہتے ہوئے ایک فرد کی زندگی بڑی اہم ہے۔ خصوصًا ایسے شخص کی زندگی جو پاپ اور معصیت سے آلودہ و بگڑا ہوا ہے اگر کسی سماج میں ایسے پاپی لوگ ہوں تو سماج کے ہر فرد کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اس پاپی شخص کی اصلاح کرے ورنہ اس کے برے اثرات سے نہ وہ سماج باقی رہ سکتا ہے اور نہ ہی خود وہ شخص بچ سکتا ہے۔ بہت سے لوگوں کی یہ ذہنیت ہے کہ سماج میں اگر کچھ ایسے افراد ہیں جو سماج کیلئے ناسور بنے ہوئے ہیں تو ایسے لوگوں سے اپنے اور اہل خاندان کو بچائے رکھنا ہی وہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور بزعم خود یہ بھی

تصور کرتے ہیں کہ یوں ہم ان ناسور کے منفی اثرات (NEGATIVE-Effects) سے بچ جائیں گے حالانکہ یہ صریح غلط فہمی ہے۔ مشہور محاورہ ہے کہ ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کرتی ہے۔ یعنی اگر ایک مچھلی جو کسی بیماری میں مبتلا ہے تو اس تالاب اور ندی کی دوسری صحتمند مچھلیاں بھی اس بیماری کا ناگزیر طور پر شکار ہوں گی اسی طرح ایک سڑا ہوا آم اچھے آموں کی ٹوکری میں رکھ دیا جائے تو دوسرے آم بھی خراب ہو جائیں گے۔ سماج میں پائے جانے والے ناسور اور شریر افرد خواہ کئی ایک ہوں یا صرف ایک ہوں تو ان کی شرارت اور منفی اثر سے کوئی بھی خود کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اس کے منفی اثرات سے خود کو بچائے تو لامحالہ اس شخص کو ان برے کاموں سے روکنا ہوگا جو اس فرد ہی کیلئے نہیں بلکہ سماج کیلئے بھی ہلاکت و بربادی کا سبب بن سکتا ہے۔

قرآن کی ایک آیت میں اسی نکتے کی طرف بڑی جامعیت کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ "وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً" یعنی تم اس فتنے سے بچو جس کی زد میں صرف ظالم ہی نہیں آئیں گے بلکہ ظالم کے ظلم کی وجہ سے جو بربادی اور ہلاکت آنے والی ہوگی اسمیں ظالم اور غیر ظالم سبھی برباد اور ہلاک ہو جائیں گے بخاری شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کو بڑے مؤثر اور تمثیلی انداز میں بیان کرتے ہوئے فرمایا "گناہوں کے روکنے میں سستی کرنے والوں اور گناہ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی جماعت نے قرعہ ڈال کر کسی جہاز پر اپنی اپنی جگہ لے لی۔ کسی نے تہہ خانہ میں جگہ پائی کسی نے عرشہ پر تو نیچے والے لوگ پانی لانے کیلئے اوپر جانے لگے اور اوپر والوں کو تکلیف ہونے لگی تب تہہ خانے والے پانی کیلئے بسولہ سے جہاز کا پیندا کھودنے لگے۔ عرشہ والوں نے کہا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ تہہ خانہ والوں نے کہا آخر ہم کیا کریں اوپر آنے سے تم کو تکلیف ہوتی ہے اور ہم کو پانی کی سخت ضرورت ہے اب اگر عرشہ والوں نے تہہ خانہ والوں کا ہاتھ پکڑ لیا تو ڈوبنے سے ان کو بھی بچا لیا اور خود بھی بچ گئے۔ اور اگر انکو چھوڑ دیا تو ان کو بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہوئے۔ سچ ہے کہ فرد کی حرکت و عمل اپنے اثرات کے اعتبار سے بہت وسیع ہوتا ہے سچ ہے ڈوبتا ہے ایک پاپی ناؤ کو منجدھار میں"

برصغیر پاک و ہند میں ﴿۲﴾

اسلامی علوم کی ترویج اور اہلحدیث کی خدمات

پروفیسر عبدالقیوم مرحوم — سینئر ایڈیٹر — اردو دائرۂ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور

تصنیف و تالیف

مدارس کی تاسیس و قیام کے بعد اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں تصنیف و تالیف کو بڑی اہمیت حاصل ہے اس سلسلے میں بھی اہل حدیث کی تفصیلی سرگرمیاں کچھ کم شاندار نہیں اہل حدیث کی تصنیفی مساعی جمیلہ پر اگر پوری دنیائے اسلام بھی ناز کرے تو قطعاً بے جا نہ ہوگا۔ اس تحریک نے برصغیر میں کم و بیش ایک ہزار اہل قلم پیدا کئے جنہوں نے دینی علوم کے گلشن میں ایسے رنگ برنگ پھول کھلائے جن کی خوشبو اور مہک سے آج بھی دماغ معطر ہیں اور جن کی رنگت و تازگی آج بھی چشم بصیرت کو نور و سرور کا سامان مہیا کرتی ہے ان نامور مصنفین میں سے بعض تو بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہؒ نواب صدیق حسن خاںؒ مولانا وحید الزماںؒ، علامہ شمس الحق ڈیانویؒ، مولانا عبدالرحمٰن مبارکفوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ۔

عوام الناس کو کلام اللہ سے روشناس کرنا اور قرآن مجید کے احکام سے آگاہ کرنا بھی بہت بڑا فریضہ تھا۔ چنانچہ قرآن مجید کو اردو میں ترجمہ کرنے کا اوّلین شرف جماعت اہل حدیث کے حصہ میں آیا۔ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدین کے اردو تراجم سے

کون واقف نہیں ہے۔؟ پھر وحید الزماںؒ اور شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد دہلویؒ کے ترجموں کی داد کس نے نہیں دی؟

عربی تفاسیر میں نواب صدیق حسن خاںؒ کی فتح البیان مولانا امرتسریؒ کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" اردو تفاسیر میں مولانا وحید الزماںؒ کی تفسیر" وحیدی" مولوی رحیم بخش دہلوی کی" اعظم التفاسیر" مولانا احمد حسنؒ کی" احسن التفاسیر" اور مولانا ثناء اللہ کی تفسیر ثنائی" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ حافظ محمد لکھویؒ نے تفسیر محمدی کے نام سے کلام پاک کی تفسیر پنجابی زبان میں نظم کر دی۔ پنجابی زبان کا یہ شاہکار دیہات میں بہت مقبول ہوا۔

قرآن مجید کے بعد شریعتِ اسلامی کا سب سے بڑا سرچشمہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس مقدس علم کی اہمیت کے پیش نظر اہل حدیث نے کتب حدیث کے تراجم اور شروح کی جانب بھی توجہ دی اور پوری صحاح ستہ کو اردو میں منتقل کر دیا۔ اب تک صحیح بخاری کے نو، دس، ترجمے چھپ چکے ہیں کتب حدیث کے اردو ترجموں اور شرحوں کے سلسلہ میں مولانا وحید الزماںؒ حیدر آبادی کا نام سنہری حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ صحیح بخاری کی ضخیم شرح کرتے ہوئے یہ اہتمام کیا گیا تھا کہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کی فتح الباری اور قسطلانی کی ارشاد الساری کے اکثر مسائل ومباحث تو ہر حدیث کے تحت جمع کر دیا جائے۔ نیز متعلقہ احادیث پر شوکانیؒ کی نیل الاوطار کی بحثیں بھی شامل کر دی جائیں اسی طرح صحیح مسلم کے ترجمے کے ساتھ نووی کی پوری شرح کو اردو میں منتقل کر دیا گیا مولانا وحید الزماںؒ نے مؤطا امام مالک کا ترجمہ مع شرح شائع کیا۔ مولوی بدیع الزماںؒ نے جامع ترمذی کی اردو شرح لکھی۔ ریاض الصالحین اور مشکوٰۃ کے ترجمے غزنوی خاندان کے زیر اہتمام امرتسر سے شائع ہوئے۔ بلوغ المرام کے کئی ترجمے چھپ چکے ہیں۔

عربی شروح حدیث میں مولانا شمس الحق ڈیانویؒ کی عون المعبود شرح سنن ابو داؤد اور التعلیق المغنی علی دار قطنی نواب صدیق حسن خاںؒ کی فتح العلام شرح بلوغ المرام

مولانا عبد الرحمن مبارکپوری ؒ کی تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی اور فارسی شروح میں نواب صدیق حسن خاں کی مسک الختام شرح بلوغ المرام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

علاوہ ازیں مولانا محمد ؒ دہلوی نے تفسیر ابن کثیر کا مکمل اُردو ترجمہ نیز ابن القیم ؒ کی کتاب اعلام الموقعین کا اردو ترجمہ شائع کر کے اُردو زبان کے دامن کو اسلامی علوم کے گراں قدر ذخیرے سے مالا مال کر دیا۔

کتب عقائد میں جو قبول عام شاہ شہید ؒ کی کتاب "تقویۃ الایمان" کو حاصل ہوا۔ کسی اور کتاب کو میسّر نہ آسکا۔ اب تک لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ اس کے دو انگریزی ترجمے بھی طبع ہو چکے ہیں، ایک بنگال سے اور دوسرا بمبئی سے، پہلا ترجمہ آج سے پچاس ساٹھ برس پہلے طبع ہوا تھا اور دوسرا ترجمہ چند برس ہوئے بمبئی میں شرف الدین واولادہٗ نے شائع کیا ہے۔

اسلامی علوم کی ترویج کا ایک اہم ذریعہ یہ بھی ہے کہ اسلاف کے قابل قدر علمی اور تصنیفی کارناموں کو زیورِ طبع سے آراستہ کر کے اہلِ نظر اور ارباب ذوق کی علمی تسکین کا سامان مہیا کیا جائے۔ چنانچہ اہل حدیث نے یہ خدمت بھی باحسن وجوہ سر انجام دی۔ اس سلسلے میں شاہ ولی اللہ ؒ کی حجۃ البالغہ، تفسیر ابن کثیر، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ کی فتح الباری شرح صحیح البخاری، ابن القیم ؒ کی زاد المعاد فی ہدی خیر العباد سُنن دارمی، شوکانی ؒ کی نیل الاوطار اور سُنن دارقطنی وغیرہ ایسی اہم علمی اور مفید کتابوں کو پہلی مرتبہ شائع کر کے دینی حلقوں کا دامن علوم اسلامیہ سے بھر دیا۔

اہل حدیث کی ایک اور گراں قدر خدمت یہ ہے کہ ان لوگوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ اور امام ابن القیم ؒ ایسے عظیم مفکر اور بالغ النظر علماء سے عوام وخواص کو روشناس کرایا اور ان کی بعض کتب اور بعض کے تراجم کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

اخبارات و رسائل

جماعت اہل حدیث نے کئی ہفت روزہ دینی اخبارات اور ماہنامے جاری کئے۔ ۱۸۷۸ء میں سب سے پہلا اہل حدیث ماہنامہ اشاعۃ السنہ اُردو زبان میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے جاری

کیا جو تقریباً چالیس برس تک کتاب و سنت کا زاویہ نگاہ پیش کرتا اور علم و فضل کا لوہا منواتا رہا۔ ہفتہ وار اخبارات میں "اہلحدیث" امرتسر، اخبار محمدی دہلی، اہلحدیث گزٹ، دہلی، تنظیم اہل حدیث، مسلمان، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

کتابوں کی طباعت و اشاعت کیلئے اہل حدیث جماعت نے کئی مطابع قائم کئے جن میں مطبع فاروقی دہلی، آزاد پریس دہلی، انوار الاسلام پریس امرتسر، ثنائی پریس امرتسر، صدیقی پریس بنارس، مطبع سلفی دربھنگہ، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اسلامی علوم کی ترویج اور تصنیف و تالیف کیلئے کتابوں کی فراہمی اور کتب خانوں کا قیام بھی ایک اہم اقدام ہے۔ اہل حدیث علماء نے عظیم الشان کتب خانے قائم کئے۔ چند کتب خانوں کا ذکر غیر مناسب نہ ہوگا۔

خاں رح کا کتب خانہ بھوپال میں حافظ عبدالمنان کا کتب خانہ وزیرآباد میں، حاجی علی جان والوں کا کتب خانہ اور میاں صاحبؒ کا کتب خانہ دہلی میں، مولانا امرتسریؒ، مولانا محمد جبال اور مدرسہ غزنویہ کے کتب خانے امرتسر میں اور امام العصر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ کا کتب خانہ سیالکوٹ میں۔

غرضیکہ اہل حدیث نے ہر ممکن طریق سے اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں علامہ سید سلیمان ندویؒ "تحریک اہل حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں اس تحریک کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اس زمانہ سے آج تک ہمارے دور کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لئے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا۔ توحید کی حقیقت نکھاری گئی۔ قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ دوبارہ جوڑا گیا۔ حدیث نبویؐ کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ ساری دنیائے اسلام میں پاکستان و ہند ہی کو صرف اس تحریک کی بدولت یہ دولت نصیب ہوئی، نیز فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبویؐ کا جو جذبہ گم ہوگیا تھا، وہ سالہا سال تک کیلئے دوبارہ پیدا ہوگیا۔

مولف حدیث خیر و شر امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک

مولانا عبدالمتین میمن جوناگڑھی

سے ایک ملاقات

انصار زبیر محمدی بھیونڈی۔

سلطان ٹیپو اور ریاست میسور سے کون واقف نہیں، سلطان ٹیپو جس نے انگریزوں کی ناک میں دم کردیا تھا۔ جس نے انگریزوں پر اپنے رعب و دبدبہ کا سکہ اس قدر بیٹھادیا تھا کہ آج بھی جس طرح یہودیوں کے دلوں میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا خوف ہے اسی طرح انگریزوں کے دلوں میں ٹیپو کی ہیبت وسطوت چھائی ہے اور اپنے روتے بچوں کو خاموش کرانے کے لئے آج بھی Sleep Tipu come (سوجاؤ ٹیپو آرہا ہے) کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ڈاکٹر عبدالمغنی کی کتاب ٹیپو سلطان اور محمود خان بنگلوری کی ضخیم تصنیف سلطنت خداداد کا مطالعہ مفید ہوگا۔

راقم الحروف کو میسور یونیورسٹی کے شعبۂ اردو ایم اے میں داخلہ کی غرض سے اس خوبصورت اور تاریخی شہر کے سفر کا موقعہ ملا۔ سفر سے چند روز قبل برادرم عزیز عمر سلفی مدیر نوائے اسلام کی ملاقات اور رہنمائیوں نے اس اجنبی شہر کی اجنبیت ختم کردیا۔

داخلہ کی جملہ کارروائیوں کے بعد بنگلور میں صوبہ کرناٹک کی جمعیت اہل حدیث کے امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کے رکن، مولف حدیث خیر و شر مولانا عبدالمتین میمن جوناگڈھی حفظ اللہ سے کچھ گفتگو کا موقعہ ملا۔ چونکہ ان دنوں طلاق کا مسئلہ ہندوستان کے تمام اخبارات کی زینت بنا ہوا تھا، بنگلور کے دو مشہور اخبارات پاسبان اور سالار بھی دیگر اخبارات کی طرح کچھ نہ کچھ شائع کرتے تھے۔ اسی دوران جنوبی ہند کی دو ریاستوں کا اہم مسئلہ سامنے تھا۔ جنوبی ہند فرقہ پرستی سے ممکن حد تک دور ہے۔ مگر سیاسی رہنماؤں کی باہمی چپقلش کچھ کم نہیں چنانچہ ۲۰/۷/۹۳ کو ہم بنگلور ہی میں تھے کہ تملناڈو کی رانی محترمہ جے للیتا نے بھوک ہڑتال کردی

اخبارات کی بدلتی سرخی دیکھ کر ہم سکتہ میں آگئے کہ کاویری ندی کے پانی کے لئے بھوک ہڑتال کی کیا ضرورت تھی۔ مسئلہ پانی کا تھا تو پانی پینے کی ہڑتال کی جاتی تو بہتر رہتا۔

چونکہ مولف حدیث پیر وشر کی کتاب مذکور سے بنگلور کے اخبارات طلاق کی بحث من وعن شائع کر کے اصل دین کو اجاگر کر رہے تھے۔ میں نے مولانا سے اس سلسلے میں مزید کچھ پوچھا تو آپ نے تاریخ کا ایک واقعہ بیان کیا جسے عبداللہ بن زید المهود نے اپنی کسی کتاب میں ذکر کیا ہے " ایک مرتبہ ایران کے بادشاہ نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ میں تین طلاق دے دی طلاق کے بعد وہ بہت پچھتایا اور غلطی پر نادم ہوا۔ دربار میں موجود کسی علماء سے اس نے فتویٰ پوچھا سنی علماء نے جواب دیا کہ طلاق واقع ہو گئی اور بیوی آپ پر حرام ہو گئی۔ دربار میں موجود ایک شیعی عالم نے قرآن کی آیت۔

الطلاق مرتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔

رجعی طلاق دو مرتبہ ہے اس کے بعد اگر چاہے تو روک لے یا بھلائی کے ساتھ جدا کر دے، پیش کرتے ہوئے کہا کہ قرآن اور نبی کے فرمان کی رو سے صرف ایک طلاق واقع ہوئی عدت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں اور اسلام کا مدار صرف قرآن اور نبی کے فرمان پر ہے۔ بادشاہ نے سنی علماء سے دوبارہ پوچھا کہ کیا یہ سچ ہے ؟ سنی علماء نے کہا کہ ہاں! قرآن کی رو سے ایسا ہی ہے۔ مگر ہمارے مسلک میں بیوی آپ پر حرام ہو گئی، بادشاہ نے کہا کہ اب تم بھی میرے لئے حرام ہو دربار سے اسی وقت نکل جاؤ چنانچہ اس کے بعد اس شیعی عالم کو سلطنت میں حد درجہ اختیارات دیئے گئے اسے ترقی دی گئی۔ اس نے موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھا کر تمام محکموں میں اپنے شیعی بھائیوں کو جگہ دی اور بتدریج جملہ محکموں میں یہ چھا گئے اور آج ایران کی حالت ہمارے سامنے ہے غور کیجئے کہ اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت سے ہٹ کر صرف مسلکی جمود کی وجہ سے اسلام کو کتنا زبردست نقصان پہنچا ہے۔

دوسرا واقعہ امریکہ کے شہر ڈربن کا ہے جہاں ایک مرتبہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان مناظرہ ہوا مسلمانوں کی طرف سے اسلام کی نمائندگی ہندوستان کے مشہور

عالم دین عالم اسلام کے تجربہ کار مبلغ شیخ احمد دیدات صاحب فرمار ہے تھے ، دوران گفتگو یہودی عالم نے سوال کیا کہ اسلام میں تو عورت کے ساتھ بہت ظلم کیا گیا ہے اس کی مظلومیت کا اندازہ صرف اس چیز سے لگائیے کہ اگر کسی مسلمان نے ایک مرتبہ میں اپنی بیوی کو تین مرتبہ طلاق طلاق طلاق کہدیا تو وہ عورت ہمیشہ کے لئے مطلقہ اور ماری ماری پھرتی ہے اور شوہر سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے ۔بھلا بتائیے کہ مظلومیت کی اس سے بڑی دلیل کیا ہو سکتی ہے ؟ شیخ احمد دیدات جو کہ خود ایک حنفی المسلک عالم ہیں لیکن تبلیغ اسلام کے معاملہ میں حد درجہ دوراندیش اور معاملہ فہم داعی ہیں ۔ انھوں نے یہودی عالم کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے قرآن کا مطالعہ نہیں کیا ہے ؟

یہودی عالم بتلائیے کیا بات ہے ؟ شیخ احمد دیدات ۔قرآن میں طلاق کا طریقہ تو یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیکر ایک ماہ کی مہلت دی جائے سوچا اور غور کیا جائے اگر معاملہ سلجھ جائے تو رجوع کر لیا جائے ورنہ پھر ایک طلاق دیکر باہمی افہام وتفہیم کی راہیں نکالی جائیں اس کے بعد بھی صورت حال صحیح نہ ہو تو تیسری طلاق دی جائے ،غرضکہ ایک لمبی مدت میں جدائی ہوتی ہے ۔

یہودی عالم یہ جواب سن کر لاجواب ہو گیا ۔لیکن شیخ احمد دیدات سے جب انکے ساتھیوں نے پوچھا کہ تم تو حنفی عالم ہو تو ایسا جواب کیسے دیا ؟ شیخ احمد دیدات نے کہا کہ آپسی اختلافات اور فروعی مسائل کا اختلاف ہمارے اندر ہی رہنا چاہیئے یہود و نصاریٰ یا تمام غیر مسلموں کو خالص اور پورا اسلام پیش کیا جاتا ہے کاش کہ تمام مسلمانوں کے اندر خالص اسلام کی تبلیغ کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو ہندوستان کے ڈاکٹر امبیڈکر، روس کے لینن اور برطانیہ کے چند عیسائیوں کا سانحہ نہ ہوتا جو کہ اسلام سے صرف اسلئے بدک گئے کہ اس میں باہمی فرقوں اور اختلافات کا بحر بے کنار ہے ۔اگر آج ہمارے اندر صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ و عمل کا جذبہ پیدا ہو جاتا تو اخبارات ونشرواشاعت کے ذرائع مسلمانوں کا کبھی مذاق نہ اڑاتے ۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عالمی ذرائع ابلاغ

(یہودیت کے شکنجے میں)

ترجمہ ـــ ابو شمامہ نیاز احمد سراجی

یہود کی شب و روز کی انتھک کوششوں پیہم جدوجہد اور تمام تر مساعی کے پیچھے صرف اور صرف ایک ہی مقصد کارفرما رہا ہے اور وہ یہ کہ اقوام عالم کو زیرنگر کے ساری دنیا میں اپنی ساہوکاری اور چودہراہٹ کا سکہ جمادیں۔

چنانچہ اپنے گھناونے مقصد میں وہ کافی حد تک کامیاب نظر آرہے ہیں۔ آج دنیا کی تمام قومیں ان کے سامنے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ جس طرح چرواہا لاٹھی و ڈنڈے کے زور سے ان مجبور و بے زبان چوپایوں کو اپنی مرضی کے مطابق جس طرف چاہتا ہے۔ ہانکتا پھرتا ہے اور جب جسے چاہتا ہے چھری اور چاقو کے حوالے کر دیتا ہے۔ یہ شاطر و عیار انسان نما شیطان بھی اقوام عالم کے ساتھ کچھ ایسا ہی بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ برا اور گھناونا سلوک روا رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو اقوام عالم کے سلسلے میں چرواہوں سے زیادہ با اختیار اور صاحب حق تصور کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ ان کا یہ عمل یونہی کسی الھڑپن۔ سطحی فکر اور بے سوچی سمجھی اسکیم کے تحت نہیں طے پا رہا ہے بلکہ ان کا ہر ادنیٰ سے ادنیٰ منصوبہ اپنے صیہونی آقاؤں، دانشوروں (شریروں، شاطروں) کی تیار کردہ دستاویزات و تجویزات کی روشنی میں روبہ عمل آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان کا ہر کام کسی مضبوط پلاننگ، مسلسل کدوکاوش، بے دریغ خرچ اور انتہائی گھناونی سازش کے بعد سامنے آتا ہے گویا کہ اس سلسلے میں، ان کے کاموں کی شکل مختلف ہوا کرتی ہے مگر مقصدیت میں سب متحد ہوتے ہیں اور سب کا آخری فیصلے یہی

ہوتا ہے کہ یہود ہی عالمی سرمایہ داری کے مالک، کمیونزم کے ماں باپ اور بیشتر سیاسی اور عالمی اداروں اور خبر رساں ایجنسیوں کے موجد و بانی اور موسس اوّل و آخر ہیں
بین الاقوامی اداروں اور ابلاغ کے ذرائع و وسائل پر یہودی تسلط کو دیکھ کر ہر حساس اور غیور مسلمان کا دل رنج و غم کی تاب نہ لاکر چور چور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہودیوں کے زیر تسلط اگر ذرائع ابلاغ نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں کی حد کردی ہے اور ان کے خلاف سازشیں کرنے اور اقوام عالم کے سامنے ان کے صاف، شفاف آئینے سے چہرے کو بدنما اور داغدار بنا کر پیش کرنے کی راہ میں بڑا خطرناک رول ادا کیا ہے۔

عالمی ذرائع ابلاغ کو اپنانے کی ناپاک تدابیر اور کوششیں

یہود خواہ دنیا کے کسی بھی کونے میں مخفی اور پناہ گزیں رہے ہوں، مگر عالمی ذرائع اقتصاد پر ان کی اجارہ داری کے سبب دنیا ہمیشہ انہیں بڑی حقارت بھری نظروں سے دیکھتی رہی اور یہود کی داغدار اور ذلیل شخصیت تمام تر یورپی برادریوں میں استہزاء و مذاق کا نشانہ بنی رہی، ادباء و شعراء اپنی ادبی تخلیقات و نگارشات کے ذریعہ لوگوں کے قلب و دماغ میں یہودیت کے خلاف نفرت و عداوت اور حقارت و کراہیت کا احساس اور شعور پیدا کرتے رہے جس کا سب سے واضح ثبوت مشہور انگریزی شاعر اور ڈرامہ نگار "سکپیر" کا وہ ڈرامہ ہے جس میں شیلاک نامی ایک بندوق کے تاجر نے یہودی شخصیت کا کردار ادا کیا ہے۔ جس میں یہ دکھانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ یہود حریص، مکار، عیار، حاسد، کینہ پرور، سازشی، شاطر اور مفاد پرست ہوتے ہیں۔
حیرت کی بات تو یہ ہیکہ اس قدر ذلت اور رسوائی کے بعد بھی یہ خبیث قوم عالمی رائے عامہ اور بالخصوص یورپی اور امریکی افکار و خیالات کو بدلنے اور پھر یہودیت کے چہرے سے مکاری و عیاری، حرص و طمع، ظلم و جور، بزدلی و تکبر، قساوت و تنگ نظری کے آثار مٹا کر اس پر تہذیب و شائستگی دانشوری اور انسانیت نوازی، بہادری و حوصلہ

مندی، امن پسندی وانصاف پرستی کا ڈپلیکیٹ لیبل لگانے میں کیونکر کامیاب ہوگی، یہ ایک ایسا سوال ہے جو شاید ہر کس و ناکس کے قلب و دماغ میں کھٹک رہا ہو۔ جس کا جواب اگر دیا جائے تو لامحالہ یہ کہنا پڑیگا کہ یہود کو یہ عظیم اور خطرناک کامیابی کسی بہت بڑی مقابلہ آرائی اور کسی زبردست ٹکراؤ کے صلے میں نہیں حاصل ہوئی بلکہ ایک لمبی مدت تک صرف تدابیر سوچنے بلڈنگ تیار کرنے، منصوبے بنانے اور پھر ان تدابیر اور منصوبوں کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں مسلسل جد وجہد اور جان توڑ کوشش صرف کرنے بعد انہیں یہ کامیابی مل سکی،

یہ بتا دینا بھی مناسب ہوگا کہ اس قدر جانفشانی اور عرق ریزی کا یہ سلسلہ اس وقت شروع ہوا جب انہیں اچھی طرح یقین ہوگیا کہ اب یہودی قوم کی مکروہ و بدنما شکل کو دنیا کے سامنے حسین وجمیل بنا کر پیش کرنے کیلئے ذرائع ابلاغ کو قبضیانے سے زیادہ موثر اور کارگر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ ۱۹۶۹ء میں یورپ کے مشہور شہر پراگ میں ایک یہودی حاخام راستوردن" نے اپنے ایک خطاب کے دوران ذرائع ابلاغ سے یہود کی دلچسپی اور لگاؤ کا اظہار یوں کیا تھا "اگر ہم دنیا کو اپنے قدموں پر جھکانے کیلئے سونے کو اولیں قوت کے طور پر استعمال کرتے ہیں تو صحافت کو اس کے بعد ہماری دوسری سب سے بڑی قوت تصور کرنا چاہیئے"۔

اسی طرح ۱۸۹۷ء میں بال سوئیسرا (سوئٹزرلینڈ) میں تھیوڈر ہرٹزل کی صدارت میں منعقد ہونے والی پہلی صیہونی عالمی کانفرنس بڑے خطرناک منصوبوں اور انتہائی ناپاک سازشوں پر منحصر تھی، جس میں شریک تمام صیہونی شاطروں نے بیک زبان کہا تھا "اسرائیلی حکومت کے قیام کے سلسلے میں ہمارا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہم ذرائع ابلاغ پر عموماً اور عالمی صحافت پر خصوصاً اپنا قبضہ نہ جمالیں"

چنانچہ صیہونی حکماء (اولاد شیاطین) کی بارہویں پروٹوکول میں صحافت وابلاغ کے کے مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں درج ذیل تجاویز مسطور ہیں۔

- صحافت کے گھوڑے پر پوری طرح سوار ہوکر اس کے مزاج کو درست کرنا ہوگا اور اس کی نکیل پکڑنی ہوگی۔

- ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں ایسی صحافتی وسائل قطعًا نہیں ہونے چاہئیں جن کے ذریعہ اپنے آراء وخیالات کو عوام کے سامنے پیش کرسکیں۔
- کسی بھی قسم کی کوئی خبر ہم تک پہونچنے اور ہماری اذن واجازت حاصل کرنے سے قبل عوام میں پھیلنے نہ پائے۔
- اپنے ماتحت مختلف قسم کے ایسے جرائد ورسائل ہونے چاہئیں جو ہر قسم کی جمہوری وغیر جمہوری قانونی یا غیر قانونی پارٹیوں، جنگجو اور متحارب گروپوں اور وحشیانہ اور جنگلی نظاموں کی تائید وحمایت کرتے ہوں۔
- ہمیں اتنا پاور رکھنا چاہیئے کہ جب چاہیں قوموں میں شورش برپا کردیں اور جب چاہیں اسے دباکر خاموش کردیں۔
- اس سلسلے میں یہ بات بھی کچھ کم بہتر نہ ہوگی کہ ہم معاشرے کے نکمے اور رذیل لوگوں کو صحافت کے اعلیٰ ترین مناسب تک پہونچادیں، اور بالخصوص ان جرائد کی ذمہ داریاں ان کے حوالے کریں جو ہماری مخالفت کا دم بھرتے ہوں اور پھر جونہی ان میں سے کسی کی جانب سے کسی قسم کی بے رخی یا مخالفت وبغاوت (نافرمانی) کا خدشہ ہو فورًا ان کی اخلاقی کمزوریوں اور مخفی عیوب کو جن پر ہم پردہ ڈالتے رہے ہیں۔ طشت از بام کردیا جائے۔ اور اس طرح ہم ان کا خاتمہ کرکے انہیں دوسروں کیلئے باعث عبرت بنادینگے۔

ابھی ان قراردادوں کو بروئے کار لائے ہوئے گنتی کے چند سال بھی نہ بیتنے پائے تھے کہ بڑی تیزی سے عالمی بالخصوص امریکی ویورپی ذرائع ابلاغ ان کی گرفت میں آنے لگے شروع ہوگئے۔ اور اس دوران انہوں نے یہودیت کے چہرے سے بدنامی اور ذلت ورسوائی کے داغ مٹانے کی بھرپور کوشش بھی جاری رکھی تاکہ جتنی جلدی ہوسکے اسے دیدہ زیب بناکر یورپی اور امریکی عوام کی خدمت میں پیش کرسکیں۔ قابل ذکر بات یہ ہیکہ ان تمام جانفشانیوں اور شب وروز کی مسلسل کوششوں کے باوجود بیسوی صدی کی پہلی چار دہائیوں تک وہ کوئی خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ کرسکے تھے۔ کیونکہ زمانہ قدیم ہی سے یہود کی مکاری وعیاری اور داغدار وبدنما صورت لوگوں کے ذہن ودماغ

میں نقش کالحجر کی طرح رچی بسی ہوئی تھی۔ اور اتنی جلدی ان بد نہاد صہیونیوں کو دھل دینا کوئی بہت سہل اور آسان کام نہ تھا۔ مگر وہ امید کے سہارے برابر کوشش میں لگے رہے کہ اچانک انہیں اپنی کامیابی کیلئے بڑا سنہرہ موقع آگیا۔ جب ان پر ہٹلر کا قہر نازل ہوا اور اس نے پوری یہودی قوم کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا اور ان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے اور ان کے ٹھکانوں سے انہیں کھدیڑنا شروع کیا تو طلسماتی طور پر تمام ذرائع ابلاغ جو یہود کے زیر تسلط تھے حرکت میں آگئے اور ایک زبان و یک آواز ہو کر یہود کی لاچارگی اور مظلومیت و مقہوریت اور نازیوں کے قتل و خون اور جبر و ستم کی قدرے صحیح اور بیشتر بے بنیاد داستانوں کو عوام کے کانوں تک پہونچانا شروع کر دیا۔ یہود کی اجتماعی آزمائش و عذاب اور قتل و تباہی کے متعلق انتہائی ہیبت ناک کہانیاں تیار کی گئیں اور بالخصوص ہٹلر کے گیس کے تنوروں کا خوب بڑھ چڑھ کر ذکر کیا گیا جن کے بارے میں مشہور رہے کہ ہٹلر یہودیوں کی پوری پوری جماعت کو بیک وقت اس میں جھونک کر راکھ بنا دیتا تھا اسی طرح ان کے اخبارات و جرائد کے صفحات بلکہ سرورق پر ایسی خوفناک تصویریں چھاپی جانے لگیں اور ایسے دہشت ناک مناظر کے نقشے پیش کئے جانے لگے جنہیں دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل ڈوب جاتے کہیں دکھایا جاتا کہ نازی یہود کی بڑی بڑی جماعت کو گولی و بندوق کا نشانہ بنا رہے ہیں اور کہیں دکھایا جاتا کہ بیچارے یہود بڑی کس مپرسی کے عالم میں گھسیٹ کر گیس کے تنوروں کی طرف لے جائے جا رہے ہیں۔

ادھر خالص صہیونی ذرائع ابلاغ عورتوں اور بچوں کی پژمردہ اور قابل رحم تصاویر کو زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی کوشش کرتے اور ان کے چہروں پر خوف و ہراس اور معصومیت و مظلومیت کے آثار دکھاتے تاکہ عالمی برادری۔ اور یورپی و امریکی عوام کی ہمدردیاں اور الطاف و عنایات کو حاصل کر سکیں سچ تو یہ ہے کہ ہٹلر کے حملے نے جس قدر انہیں نقصان پہونچایا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر انہیں فائدے میں ڈالا تھا۔ جس کا ثمرہ آج تک انہیں مل رہا ہے، ہٹلر کا یہی حملہ امریکی اور یورپی عوام

کی ہمدردیاں اور عنایتوں کو یہود کی طرف پھیرنے کا باعث بنا۔ جس کے نتیجے میں ان ہی حسب ذیل کامیابیاں حاصل ہوئیں ۔

- یہود کے متعلق ، فساد ، خونریزی ، ظلم و بربریت تخریب کاری و دہشت گردی جیسے عام خیالات کو امریکی اور یورپی برادریوں کے ذہنوں سے مٹا کر انہیں اپنا ہمدرد اور غمخوار بنالیا۔
- فلسطینی عربوں کے حقوق و مطالبات کا پاس و لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ فلسطین میں نوآبادکاری کے متعلق کسی بھی منصوبے کو منوانے کے سلسلے میں عام رجحانات و خیالات کو اپنی طرف پھیرے گئے ۔
- فلسطینی عوام کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی پرواکئے بغیر صرف یہود کیلئے ساری ہمدردیاں اور توجہات مبذول کرانے میں کامیاب ہوگئے ۔

یہاں یہ واضح کردینا بھی مناسب ہوگا کہ ذرائع ابلاغ کے یکبارگی حملے نے یہاں یہودیت کی پیشانی سے کلنک کا داغ مٹانے اور ان کے بگڑے ہوئے چہرے کو دوبارہ سنوارنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا وہیں عربی (مسلم) چہرے کی ہیئت و حالت کو بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی۔ جس کا سب سے بڑا مقصد عالمی رائے عامہ کو یہ باور کرانا تھا کہ عربی (مسلمان) نصرانی تہذیب و ثقافت کا تاریخی دشمن ہے ۔ تاکہ عربوں (مسلمان) کے ساتھ کسی بھی نزاع اور اختلاف کے وقت عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں کرنے میں آسانی سے کامیاب ہوسکیں ۔ اور بالآخر شاطر یہود اپنی شازشوں میں کامیاب ہوگئے ۔

عالمی رائے عامہ کو اپنے فیور میں کرلیا ۔

امریکی اور یورپی عوام کی نگاہ میں یہودیت کو بالکل بے گناہ اور معصوم ثابت کردیا اور پھر یہی یہودی قوم جو ماضی میں اپنی مکاری ، عیاری ، بزدلی ، حرص ولالچ ، ظلم وفساد اور شاطرانہ چالوں سے ہر جگہ ذلت ورسوائی کا نشانہ بنی ہوئی تھی عرصہ حاضر کی نہایت ذہین ، عالی زمانہ فنکار ، بہادر ، مثالی ، امن جو ، اور مصلح قوم بن کر جلوہ نما ہوئی ۔ اور اس طرح خود مختاری ، ساہوکاری اور چودھراہٹ کے متعلق ان کا دیکھا ہوا خواب شرمندہ تعبیر ہوگیا ۔ علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین

اسرائیل پی ایل او امن معاہدہ

ایک نظر میں

● غزہ پٹی اور جریکو میں اسرائیل فوجی حکومت اور شہری انتظامیہ کے اختیارات پانچ شعبوں میں فلسطینیوں کو منتقل ہونگے وہ پانچ شعبے ہیں (۱) تعلیم و ثقافت (۲) صحت (۳) سماجی بہبود (۴) راست ٹیکس نظام (۵) سیاحت۔ غرب اردن اور غزہ پٹی میں فلسطینیوں کو "اختیار ملی" حاصل ہوں گی۔ مگر اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے کہ مشرقی یروشلم "اختیار ملی" کی کیا نوعیت ہوگی۔

● فلسطینی پولس فورس قائم کریں گے۔ جس میں مغربی کنارے اور غزہ سے باہر کے پی۔ ایل۔ او۔ جنگجو شامل ہونگے۔

● مشترکہ اسرائیل فلسطینی رابطہ کمیٹی قائم ہوگی۔

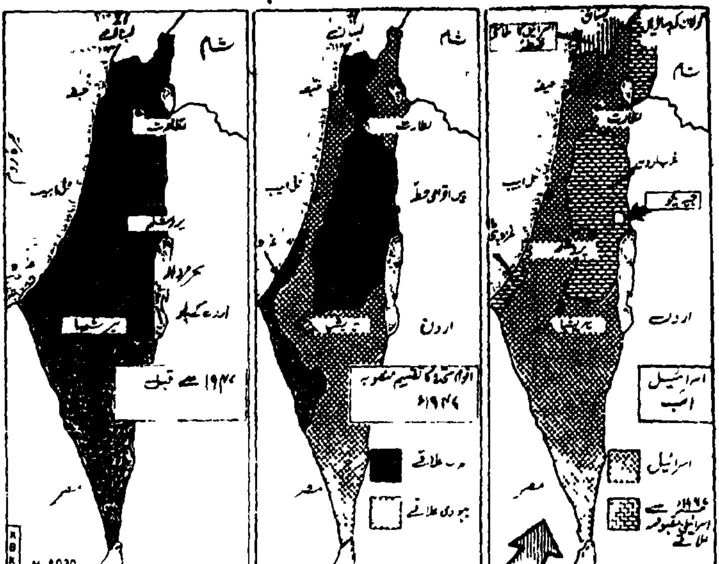
● پانی، بجلی، توانائی، مالیات، ٹرانسپورٹ، مواصلات بشمول غزہ بندرگاہ، تجارت، صنعت، محنت، تربیت، ماحولیاتی تحفظ اور میڈیا پر اسرائیلی فلسطینی معاشی امدادی باہمی کمیٹی قائم ہوگی۔ غرب اردن اور غزہ کے ترقیاتی پروگرام کو بین الاقوامی امداد حاصل رہے گی۔ ۱۹۶۷ء کی جنگ میں مغربی کنارے اور غزہ سے ہٹائے گئے۔ فلسطینیوں (جن کی تعداد تقریباً آٹھ لاکھ ہے) کی انتظامیہ کا طریقہ کار طے کرنے والی کمیٹی میں اردن اور مصر کی شمولیت رہے گی۔ اور انتشار و بدنظمی کے روک تھام کے اقدامات کئے جائیں گے

"۱۳ دسمبر ۱۹۹۳ء" اسرائیل اور فلسطینی غزہ پٹی اور جریکو سے اسرائیل انخلاء پر ایک معاہدہ پر دستخط کریں گے۔ اور ان علاقوں میں فلسطینی کنٹرول کا بندوبست کریں گے۔

● اسرائیل فی الفور غزہ اور جریکو سے اپنی فوجیں ہٹانا شروع کر دیں گے۔ پھر فلسطین سیلف رول کی ۵ سالہ عبوری مدت سرکاری طور پر شروع ہو جائیگی

"۱۳ر اپریل ۱۹۹۴ء" اس تاریخ کو غزہ پٹی اور جریکو سے اسرائیلی انخلاء کا کام مکمل ہوجائے گا

اسرائیل: تب اور اب



اسرائیلی کابینہ سے منسوخہ غزہ پٹی اور غرب اردن کے قصبہ جیریکو میں فلسطینیوں کو محدود خود مختاری دینے والے منصوبہ کو منظوری دے دی۔

"۱۳ر جولائی ۱۹۹۴ء" فلسطینی کونسل کے لئے انتخابات ہوں گے، تب ایک عبوری معاہدے پر دستخط کئے جائیں گے، جس میں کونسل کے ڈھانچے اور نظام کی صداقت کی جائے گی

غزہ اور جریکو سے ہٹائے گئے اسرائیلی فوجی انتخابات کے موقع پر غرب اور اردن کے باقی علاقے میں آبادیوں سے باہر تعینات ہوں گے۔ اسرائیلی فورسز اسرائیلی آبادکاروں کی سلامتی کے لئے بدستور ذمہ دار رہیں گے۔

کونسل کے انتخابات کے بعد اسرائیلی فوجی حکومت علاقوں سے دست بردار ہوجائے گی اور شہری انتظامیہ تحلیل کردی جائے گی۔

"۱۳ر دسمبر ۱۹۹۵ء" مستقل تصفیہ پر مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوگا۔

"۱۳ر دسمبر ۱۹۹۸ء" مذاکرات کے ذریعہ طے پانے والا دائمی تصفیہ نافذ العمل ہو جائے گا۔

سعودی عرب میں شورائی نظام

ادو نئے دہ کی کونسل کا قیام

خادم الحرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز نے ۲۰ اگست ۱۹۹۳ کو ایک شاہی فرمان جاری کر کے ساٹھ رکنی مجلس شوریٰ کی تشکیل کا اعلان کر دیا اور ایک ساتھ ہی سعودی عرب میں رائج سیاسی نظام ایک نئی بلندی اور ابعاد سے آشنا ہو گیا۔ اس شاہی فرمان کے اجراء کے ساتھ ہی وہ وعدہ بھی پورا ہو گیا جو شاہ موصوف نے یکم مارچ ۱۹۹۲ء کو قوم کے نام اپنے خطاب میں کہا تھا۔

جیسا کہ خادم حرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز کا کہنا ہے مجلس شوریٰ کوئی نئی چیز نہیں ہے، شورائیت ہمیشہ ہی سعودی عرب کے سیاسی نظام کا ایک لازمی جزو رہی ہے اب صرف اتنا ہوا ہے کہ اسے ایک باضابطہ شکل دیکر اس نظام کے اسلامی چہرے کو کچھ اور نکھار دیا ہے"

۲۰ اگست کو جاری کئے جانے والے شاہی فرمان الف۔۹۱ میں مجلس شوریٰ کی ضابطہ بندی کرنے والے قواعد وضوابط اور ارکان شوریٰ کے حقوق واختیارات سے متعلق ضابطوں کے علاوہ مجلس کے فرائض اسکی ضرورتوں کی فراہمی اور ارکان شوریٰ کے خلاف الزامات کی تحقیقات اور مواخذہ سے متعلق قاعدے ضابطوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کی صدارت اسپیکر اور اس کی غیر موجودگی میں نائب اسپیکر کی ذمہ داریاں علی الترتیب سابق وزیر انصاف شیخ محمد بن ابراہیم بن جبیر اور ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف سنبھال رہے ہیں ۔ مجلس شوریٰ ہر دو ہفتے میں لازمی طور پر اپنا ایک اجلاس منعقد کریگی مجلس کی مدت کار ۴ سال ہوگی۔ مجلس کا ایک

سکریٹری جنرل بھی ہوگا۔ اس عہدے کا حلف یکم ستمبر کو محمود بن عبدالعزیز البلاد کو دلایا گیا ہے، مجلس شوریٰ عام پالیسی اور منصوبہ بندی سے متعلق وسائل پر بحث و مباحثہ کرے گی اور اپنے فیصلے کثرت رائے سے کرے گی یہ اپنے فیصلے وزیر اعلیم کے پاس بھیجے گی۔ اختلاف رائے کی صورت میں شاہ کو اپنے صوابدید سے کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

مجلس شوریٰ کے ارکان کو یہ غیر معمولی اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ وزراء سے جانکاری حاصل کرنے کے لئے سوالات پوچھ سکتے ہیں۔

وزراء کی کونسل:۔ ۲۰ راگست کو خادم حرمین شریفین ملک فہد بن عبدالعزیز نے دور رس نتائج کا حامل ایک اور فرمان جاری کیا ہے جس کے ذریعہ وزراء کی مدت کار چار سال مقرر کی گئی ہے۔ چار سال کی مدت پوری کرنے کے بعد کسی وزیر کی مدت کار میں زیادہ سے زیادہ صرف دو سال کی توسیع کی جاسکتی ہے

ان دونوں فرامین کے ذریعہ ایک طرف عملاً مملکت کے نظم ونسق میں پالیسی سازی اور منصوبہ بندی کے عمل میں سعودی شہریوں کے اہم ترین نمائندوں کے توسط سے عوام کو شریک کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ تو دوسری طرف ارکان کابینہ کے لئے چار سال کی مدت مقرر کرکے حکومت میں نئے خون کی مسلسل آمد کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔

شاہ موصوف نے مجلس شوریٰ کیلئے جن ۶۰ اشخاص کو نامزد کیا ہے وہ اعلیٰ تعلیم اور بڑے پیمانے پر عوامی تائید و حمایت کے ساتھ ساتھ مختلف میدانوں کا وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کہنا یقیناً غلط ہوگا کہ خادم حرمین شریفین کی حکیمانہ قیادت میں سعودی سیاسی نظام کی یہ نئی پیش رفت سعودی اور عالم اسلام کے لئے خیر و برکت کی موجب بنے گی۔ اس کے نتیجے میں اسلام کے سیاسی نظام کا وہ شورائی چہرہ بھی بہت نکھر کر سامنے آئے گا جو مغربی طرز حکومت کے تمام داغ دھبوں سے پاک ہے۔

●

وادی کشت و خون میں

اقبال سلیم

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا۔ کشمیر میں علیحدگی پسندوں اور بارڈر سیکورٹی فورس کے درمیان آئے دن جو خونریز تصادم کی خبریں اخبارات میں شاہ سرخیوں میں شائع ہوتی رہی ہیں ۲۵ ستمبر کے قومی آواز نے لکھا ہے کہ تین ہفتوں میں ۱۳۲ ہلاکتیں ہوئی ہیں

حکومتی سطح کے اخبار قومی آواز دہلی سے کشمیر میں ہلاک شدگان کی ایک ناقص فہرست ہم نے مرتب کیا ہے اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوگا کہ کشمیر میں کشت و خون کا سلسلہ کتنا زوروں پر ہے

تاریخ	فوجی	علیحدگی پسند	شہری	تاریخ	فوجی	علیحدگی پسند	شہری
۱/ستمبر ۱۹۹۲ء	×	۱	۷	۱۹/ستمبر	×	۶	۲
۲/ستمبر	۲	۹	۶	۲۱/ستمبر	×	۲۰	۶
۴/ستمبر	×	۹	۸	۲۳/ستمبر	×	۱۳	×
۶/ستمبر	×	۹	۲	ان کے علاوہ زخمیوں کی ایک بڑی تعداد			
۸/ستمبر	۲	۸	۲	ہے ہمارے پاس جو اخبارات ہیں اس			
۱۳/ستمبر	×	۲	۲	میں سے ہم نے مذکورہ ڈاٹا تیار کیا ہے			
۱۴/ستمبر	×	۲	۲	جو شمارے ہمارے پاس نہیں ہیں			

اس میں بھی اس قسم کی خبریں ضرور ہوں گی — ہمارے ملک کے اخبارات میں جو خبریں شائع ہوتی ہیں وہ باہری ملکوں میں بھی جاتی ہیں۔ کیوں کہ اب میڈیا کو محدود نہیں رکھا جا سکتا ہے

لہذا ہندوستان میں رونما ہونے والے حادثات کی اطلاع بھی ملکوں

میں پہونچ رہی ہیں ۔ اس کثرت سے کشت و خون کی داستان المناک سے بہر حال ہندوستان کا چہرہ خونناک ہوتا ہے ۔ کیا ارباب اقتدار کو اس حادثہ فاجعہ پر غور کرنے کا اور کوئی وقت آئے گا ___ آخر وہ اس پر کیوں نہیں سنجیدہ ہو رہے ہیں ۔

مذکورہ ڈیٹا پر نظر ڈالنے کے بعد میں شرم سے گڑا جا رہا ہوں کیوں کہ میں ایک ہندوستانی شہری ہوں اور اپنے گھر کی بے عزتی کسی کو بھی نہیں لگتی ___

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا دوسرا جونیئر ہائی اسکول

پرتاول ___ مہراج گنج میں ___

مہراج گنج صوبہ اتر پردیس میں تعلیمی و ثقافتی اعتبار سے سب سے زیادہ پس ماندہ ضلع ہے۔ یہاں دینی و عصری دونوں قسم کی تعلیم اور اس کا انتظام ناکافی ہے ۔ ضلع کا سب سے حساس علاقہ بیالیس گاواں ہے ۔ مگر بدقسمتی سے ابتک وہاں کوئی مسلم عصری درسگاہ قائم نہیں ہوسکی تھی ۔ اللہ کی توفیق سے اس علاقہ کے اہم ذمہ داران حضرات کے اصرار اور تعاون کی یقین دہانی پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے ایک جونیئر ہائی اسکول کی داغ بیل ڈال دی ہے ۔ جس کا افتتاحی پروگرام ۲۶ / ستمبر ۱۹۹۲ء؁ کو پرتاول میں اسکول کے کرایہ والی عمارت میں ہوا ۔

ضلع مہراج گنج میں مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی یہ پانچویں درسگاہ ہے ،

ہم اپنے معزز قارئین و بہی خواہان و کرم فرما دوستوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنے متحرک اور بامقصد ادارہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کی دعوتی و علمی و رفاہی سرگرمیوں کو بہتر رکھنے میں ہمارا بھرپور ساتھ دیں گے ہمیں آپ اپنی نیک دعاؤں اور تمناؤں میں یاد رکھیں اور اللہ سے توفیق خیر کی دعا کریں (ادارہ)

تعارف وتبصرہ

از: فضل اللہ انصاری سلفی

کتاب! بسم اللہ کے فضائل واحکام

تالیف! انصار زبیر محمدی

ناشر! جمعیت اہلحدیث، ۹۸ رسوداگر محلہ بھیونڈی ۲۱۳۰۲ م

سرورق! دلکش ودیدہ زیب

کتابت وطباعت! عمدہ وخوبصورت / صفحات ۱۴۰

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی زندگی میں "بسم اللہ" کی بڑی اہمیت ہے اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان رکھنے والے مسلمان بندے اپنے ہر کام کی ابتداء اسی سے کرتے ہیں اور حقیقت میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ کام جو انجام پائے گا، اس کا فاعلِ حقیقی صرف اللہ ہے اور اسی کے نام کے سہارے وہ کام تکمیل کو پہنچ سکتا ہے، اللہ کے علاوہ کوئی اور اس کا مستحق نہیں کہ اس کے نام سے مسلمان کسی کام کی ابتداء کریں، بسم اللہ کی اسی دینی وعلمی اہمیت وفضیلت کو مذکورہ کتاب میں جامع وبلیغ انداز میں پیش کیا گیا ہے،

زیر تبصرہ کتاب "بسم اللہ کے فضائل واحکام"، اپنے موضوع ومواد کے اعتبار سے بلاشبہ ایک منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کے اندر فاضل مؤلف نے تحقیقی واستدلالی انداز میں زبان وبیان اور اندازِ بحث کی خوبصورتی کے ساتھ بسم اللہ کے احکام وفضائل کو قلمبند کیا ہے۔ اس موضوع پہ (میرے علم کے مطابق) اردو زبان میں خصوصًا کوئی کتاب تاہنوز نہیں لکھی گئی ہے اور نہ ہی اس کی طرف کوئی توجہ دی گئی۔ اگر یہ صحیح ہے تو بلاشبہ کتاب نہ کہ صرف منفرد ہے بلکہ

اول بھی ہے، البتہ مکمل نہیں کہ کہا جائے کتاب تمام گوشہائے موضوع کو ہر اعتبار سے محیط ہے، بسم اللہ کی کہاں کیا فضیلت ہے، صرف اسی سے کتاب میں بحث نہیں کی گئی ہے، بلکہ بعض دیگر علمی مباحث بھی زیب قرطاس ہیں اور ان ضعیف وموضوع احادیث کو بھی آخر کتاب میں نقل کردیا گیا ہے، جو بسم اللہ کے تعلق سے زبان زد خاص وعام ہیں۔ کتاب "بسم اللہ......" اگر مؤلف کی طرف سے تالیفی وتصنیفی بسم اللہ ہے تو وہ بلاشبہ مزید مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے اس کام کی ابتدا ایک ایسی کتاب سے کی جو سیدھے سادے انداز میں صرف احکام ومسائل اور فضائل پر ہی مشتمل نہیں، بلکہ وہ اس کے اندر محقق ومستند مذکور ہیں۔ یہ کاوش مؤلف کے علمی وتحقیقی مستقبل کا پیش خیمہ ہے، اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو، کتاب ڈاکٹر فضل الرحمان صاحب مدنی کے اشراف سے شرفیاب ہے، جو آپ کی نگرانی میں جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں سے سند فراغت حاصل کرنے کیلئے انصار زبیر محمدی صاحب نے عربی میں ترتیب دی اور خود ہی اسے اردو قالب میں ڈھالنے کی کامیاب کوشش کی ہے،

بسم اللہ کی اہمیت وفضیلت اور حیاتِ مسلم میں اس کی ہر آن ضرورت کے پیش نظر کتاب جس قدر لوگوں تک پہنچے اتنی ہی مفید ہے، اللہ کرے کہ اس کتاب کو قبولِ عام حاصل ہو، اور فاضل مؤلف بھی اس "بسم اللہ......" کی برکت سے فیضیاب ہوں۔ (آمین)

غزل

عتیق اثر ندوی

قریب سے نہ گزر انتظار باقی رکھ
قرابتوں کا مگر اعتبار باقی رکھ

ہمیں ہمارے ہی خوابوں سے کون روکے گا
کھنچا ہوا ہے جو خط حصار باقی رکھ

ترا وجود عبارت ہے خوش ادائی سے
حیا نظر میں قدم میں وقار باقی رکھ

خزاں سے صلح برت کیوں کہ وہ تو آئیگی
پھر اہتمام سے فصل بہار باقی رکھ

یہ کج کلاہ نئے وقت کے نہ ٹھہرینگے
کھنچی کمان میرے شہر یار باقی رکھ

مٹے مٹے سے نقوش قدم ہیں کچھ باقی
یہ خوشبوؤں میں بسی رہگذار باقی رکھ

تکان ہے تو سنبھل جا مگر نہ اڈ نگ کبھی
سفر کی دھول بدن کا غبار باقی رکھ

انا بکھیر نہ ہرگز بچائے رکھ خود کو
ہر ایک در پہ نہ دامن پسار باقی رکھ

یہ نو طرازی معنی بھی ایک شئی ہے عتیق
روایتوں سے رشتے سنوار باقی رکھ

آئینۂ تعارف :-

نام ۔ عتیق الرحمان ندوی
تخلص ۔ پہلے عتیق اثری پھر عتیق اثر
سن پیدائش ۱۹۵۲ء وطن دریاباد
پوسٹ دودھارہ ضلع بستی یوپی ۲۷۲۱۲۹
تعلیم ۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ سے عالمیت و فضیلت ہائی اسکول سے ۔ ایم ۔ اے تک کے امتحانات ۔ بی اے لکھنؤ یونیورسٹی سے ، ایم ۔ اے ۔ گورکھپور یونیورسٹی سے ۔ ایم ۔ اے عربک ، علیگڈھ یونیورسٹی سے ۔ جامعہ اردو علیگڈھ کے معلم تک کے تمام امتحانات ۔ اور عالم فاضل لکھنؤ یونیورسٹی
شغل ۔ نیشنل انٹر کالج ضلع بستی میں استاذ
ذوق ادب :۔ شعری ذوق بچپن سے ، ایک شعری مجموعہ "سوز و ساز" ندوہ کی طالب علمی کے دور میں شائع ہوا ، تعمیر حیات ، نقوش حیات ، ھدی ڈائجسٹ ، محدث ، نو تعمیر میں نظمیں غزلیں چھپتی رہی ہیں
دینی ذوق :۔ کئی آل انڈیا مشاعروں میں شرکت کے ساتھ دینی اجتماعات و کانفرنسوں میں شرکت اور اسٹیج کی نظامت کا خوشگوار فریضہ انجام دینا ۔ ادارہ

جمعیۃ البر الاسلامیہ

۵۔ جامعہ اردو روڈ۔ علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۲۔ الہند

کے زیر اہتمام

مضمون نگاری کا انعامی مقابلہ

دینی مدارس و جامعات کے طلبہ میں علمی ذوق شوق پیدا کرنے اور ان کی تحریری و تصنیفی صلاحیتوں کو ابھارنے کی غرض سے جمعیۃ البر الاسلامیہ علی گڑھ کے زیر اہتمام مضمون نگاری کے ایک انعامی مقابلہ کا انعقاد کیا جا رہا ہے مقابلہ کے لئے تین مختلف موضوعات پر الگ الگ پانچ انعامات دیئے جائیں گے ۔

انعامات کی تفصیل: اول پانچ سو روپیہ، دوم چار سو روپیہ، سوم تین سو روپیہ، چہارم دو سو، پنجم ایک سو روپئے

عناوین موضوعات: ۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: حیات و خدمات

۲۔ بدعت حقیقت اسباب اثرات اور علاج

۳۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (از مسعود عالم ندوی) تلخیص و تبصرہ

شروط مقابلہ:

۱۔ مقابلہ میں حصہ لینے والا کسی دینی مدرسہ یا جامعہ کا طالب علم ہو۔

۲۔ متعلقہ ادارہ سے طالب علمی کا تصدیق نامہ مضمون کے ساتھ منسلک ہو۔

۳۔ ایک طالب علم صرف ایک مضمون کے تحت مقابلہ میں شریک ہو سکتا ہے

۴۔ مضمون اردو زبان میں ہو اور فل اسکیپ کاغذ پر کم سے کم بیس صفحات اور زیادہ سے زیادہ پچیس صفحات پر مشتمل ہو

۵۔ تحریر صاف، خوش خط اور ورق کے صرف ایک طرف ہو

مضمون موصول ہونے کی آخری تاریخ ۱۵ر دسمبر ۱۹۹۲ء مطابق ۳۰ر جمادی الاخری ۱۴۱۳ھ

پتہ: جمعیۃ البر الاسلامیہ، سلمان منزل ۵۔ جامعہ اردو روڈ علی گڑھ

JAMIAT- AL- BIR - AL- ISLAMIA

SAL MAN MANZIL, 5, JAMIA URDU ROAD,

ALIGARH 202002 (U.P.)

نوائے اسلام دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

JAMIA Arabia
Qasimul-Uloom (Regd)
Gutarhia, Post : Badalpur Gonda U. P.

دار الجامعۃ العربیۃ قاسم العلوم

ارباب جود و سخا سے
ایک مخلصانہ اپیل

محسنین کرام و قارئین نوائے اسلام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے کہ آپ جملہ محسنین و احباب جماعت بہمہ وجوہ بخیر و عافیت ہوں۔ آمین)

بعدہ معروض اینکہ جیسا کہ آپ حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور و معروف تعلیمی و تربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے جو کہ اپنی تعلیمی ترقیات کے ساتھ ساتھ بتدریج تعمیری ترقیات سے بھی ہمکنار ہو رہا ہے

چنانچہ بحمد اللہ فی الحال جامعہ ہذا کی زیر تعمیر مسجد کی چھت آپ حضرات جیسے مخیرین احباب جماعت کے تعاون سے مکمل ہو چکی ہے، اور اب صرف اس کا پلستر و صفائی اور مینارے کا کام باقی ہے علاوہ ازیں بحکم ہدایت کبیر و عالم جلیل مولینا اظہر شاہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس علاقے میں مسلک حقہ کی ترویج و اشاعت کے لئے ایک معمار اوّل کی حیثیت رکھتے تھے) کی یادگار میں ایک اظہر ہال کی بنیاد رکھی جا چکی ہے، جس کی تعمیر و تکمیل کے لئے آپ حضرات کے مالی و اخلاقی تعاون کی ضرورت ہے۔

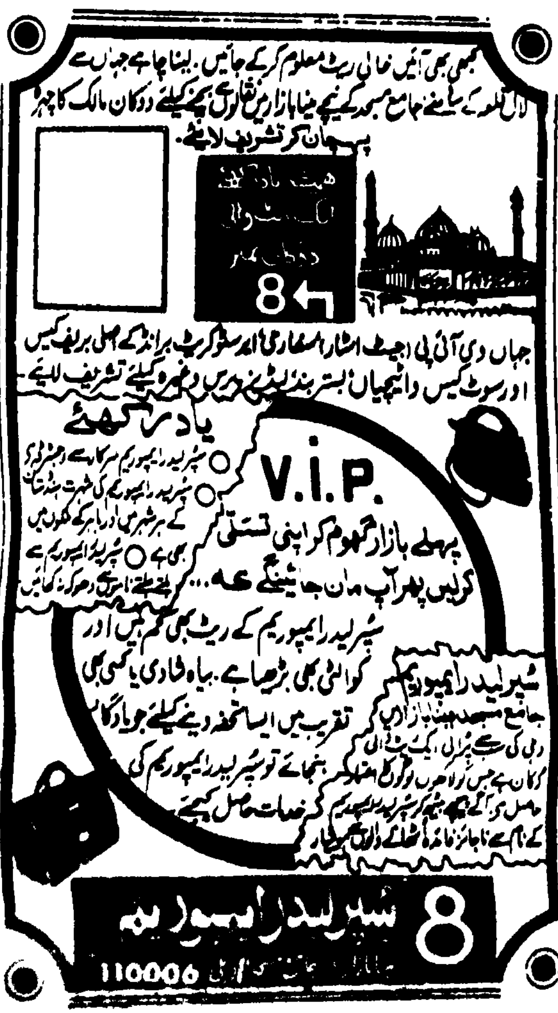
لہٰذا آج ہم اپنے جملہ محسنین کرام و مخیرین کا قلبی شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید التماس کرتے ہیں کہ جامعہ ھذا کے جملہ تعمیری و تعلیمی کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین)

العارض

محمد عمر السلفی جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا، بدلپور، گونڈہ، یو۔پی، پن کوڈ ۔ ۲۷۱۲۰۵ ۔

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپیوں میں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت وگمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔



مجلس الدعوة الاسلامیہ

اپنے تعلیمی وتبلیغی و دینی خدمات کے تناظر میں

مدارس ——— ہند و نیپال

مدرسہ دار القرآن والحدیث لتحفیظ القرآن الکریم بھنی مہراج گنج یوپی

اقرا جونیئر ہائی اسکول آزاد نگر مہراج گنج یوپی

مدرسہ اقرا مگھولی نچلول مہراج گنج یوپی

المعہد الاسلامی السلفی گوزپالی پراسی نیپال

مدرسہ اسلامیہ بھوجہوا نول پراسی نیپال

مدرسہ اسلامیہ خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

دعوتی مراکز ——— ہند و نیپال

دعوۃ سینٹر کوہوئی، مہراج گنج یوپی

دعوۃ سینٹر مگھولی نچلول مہراج گنج یوپی

دعوۃ سینٹر کوہڑول نچلول مہراج گنج یوپی

دعوۃ سینٹر پراسی نول پراسی نیپال

دعوۃ سینٹر بھوجہوا۔ نول پراسی نیپال

دعوۃ سینٹر خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

ریڈنگ سنٹرس (دار المطالعات)

اقرا ریڈنگ سینٹرس	آزاد نگر	اقرا ریڈنگ سینٹرس	مگھولی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کاشت خیرا	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پراسی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہوئی	اقرا ریڈنگ سینٹرس	لچھمی پور بھوجہوا
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہڑول	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پرتاول

مساجد زیر انتظام و تعمیر کردہ

جامع مسجد بھنی ——— تعمیر کردہ ادارہ اصلاح المساجد ممبئی

مسجد محمدی دہلی ——— مغلیہ عہد کی تعمیر شدہ

مسجد بلال مگھولی ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

جامع مسجد کاشت خیرا ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

مطبوعات

۱۸

تعمیری منصوبہ میں شامل مساجد

۱۔ مسجد توحید نئی دہلی، ۲۔ مسجد اقرا آزاد نگر، ۳۔ مسجد گوزپالی، ۴۔ مسجد بھوجہوا، ۵۔ مسجد ابوبکر صدیق رض
۶۔ مسجد عمر بن خطاب رض، ۷۔ مسجد عثمان بن عفان رض، ۸۔ علی بن ابی طالب رض ۹۔ اصلاح مسجد محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۰
شمارہ نمبر ۱۱

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دھلی

مجلہ شہریہ اسلامیہ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دھلی الھند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

نومبر ۱۹۹۳ء — جمادی الاول، جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی — معاون مدیر:- افضل ندوی

زر تعاون

سالانہ:- چالیس روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد

پاکستان وبنگلہ دیش سے

سالانہ:- ایک سو روپے
بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

مینیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴ - اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 326935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبد الواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴/۴ اے چاہ رہٹ جامع مسجد ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے !

اداریہ

وادی کشمیر ہندوستان دشمن نعروں سے گونج رہی ہے — مدیر

۱۶ر اکتوبر بروز ہفتہ درگاہ حضرت بل سرینگر کشمیر میں چند نامعلوم علیحدگی پسندوں کی موجودگی کی اطلاع پر فوج نے انتہائی برق رفتاری سے درگاہ کا محاصرہ کرلیا۔ گویا شکار پنجرے میں آگیا۔ فوج ارادہ کے باوجود درگاہ میں داخل نہ ہوسکی البتہ راشن پانی کا راستہ بند کردیا گیا اور بجلی کا کنکشن کاٹ دیا گیا اس محاصرہ میں حضرت بل کے زائرین بھی پھنس گئے ہیں جو نہ از خود نکل رہے ہیں اور نہ ان کے نکالنے کی تدبیریں کارآمد ہورہی ہیں۔ بلکہ تازہ خبروں کے مطابق درگاہ حضرت بل کے محاصرہ میں پھنسے زائرین علیحدگی پسندوں کے حق میں ہند مخالف نعرے لگانے اور آزادی کا مطالبہ بھی کرنے لگے ہیں۔ اس طرح سے درگاہ کا محاصرہ فوج اور انتظامیہ کے حلق کا کانٹا بن گیا ہے

آج تادم تحریر محاصرہ کے ۱۶ر دن گذر چکے ہیں مگر صورت حال کی سنگینی میں کسی طرح کی کوئی کمی نظر نہیں آرہی ہے۔ اس محاصرہ سے فوج نے کیا پایا اور کیا کھویا۔ یہ تو اسی کو معلوم ہوگا۔ البتہ اس سے ہندوستان پر انسانی حقوق کی پامالی اور دہشت گردی کے الزامات کے بوچھار ہونے لگے ہیں امریکہ کی کلنٹن سرکار نے پورے کشمیر کو متنازع قرار دیدیا ہے اور شملہ معاہدہ کے موثر ہونے کو بھی چیلنج کردیا ہے۔ امریکہ کو ایسے مواقع کا انتظار برابر رہتا ہے، اب وہ ہندوستان کو بھی بوسنیہ ہرزی گوینا، صومالیہ، جارجیا کی سطح پر دیکھنے لگا ہے تاکہ اسے ہندوستان کے اندر مداخلت کے مواقع فراہم ہوسکیں۔ اس طرح سے پوری دنیا میں نیو ورلڈ آرڈر کا خواب دیکھنے والا امریکہ اس راستہ سے اپنے خواب کی تعبیر ڈھونڈھنا چاہتا ہے...... امریکہ کشمیر کو ہندوستان اور پاکستان سے الگ کرکے برصغیر اور پاک و ہند کے امن و سلامتی اور اتحاد و یکجہتی کو ختم کرکے سوویت یونین اور یوگوسلاویہ بنانا چاہتا ہے۔ جس کے واضح اشارے بھی

ملنے لگے ہیں ۔

ادھر جموں و کشمیر کے گورنر نے فوج کے انکشاف کی توثیق فرمادی ہے کہ درگاہ حضرت بل سے موئے مبارک کی چوری کیلئے دہشت گردوں نے درگاہ پر قبضہ کیا ہے ۔ اور درگاہ کو نقصان پہونچانے کی سازش ناکام ہونے پر پاکستان کو شدید مایوسی ہوئی ہے اور کہا جارہا ہے کہ درگاہ اور عوام کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے فوج نے محاصرہ کیا ہے ۔ مگر اب حضرت بل کی حفاظت کے دعوے کی قلعی کھلتی جارہی ہے ، اور یہ دعوی کسی کے حلق کے نیچے نہیں اتر رہا ہے کیونکہ محاصرہ کی توجہ کو پھیرنا مقصود ہے ـــــ کیونکہ ہندوستان کی شاندار ماضی کی عظیم یادگار بابری مسجد کے انہدام کے المناک حادثہ اور پھر ڈھائی سال سے کشمیر میں لگاتار کشت وخون کا ماحول بنائے رکھنا ہندوستان اور ہندوستانی افواج کی بہت بڑی محرومی اور بدقسمتی ہے ۔ جس کی وجہ سے ان پر سے مسلمانوں بلکہ عالم اسلام کا اعتماد اٹھ گیا ہے ، لہذا گورنر جموں و کشمیر یا فوج کا اس قسم کا دعوی بے محل اور نا قابل اعتبار ہو گیا ہے ۔

آج کشمیر جس نازک دور سے گذر رہا ہے ماضی میں اس نے ایسا وقت کبھی نہیں دیکھا ، ویسے تو تحریک المجاہدین کے سربراہ سجاد میر اور حزب المجاہدین کے ذوالقرنین کی موت کو لے کر کشمیر نفرت اور شورش کے پرخطر دور میں داخل ہو ہی گیا تھا مگر حضرت بل کے محاصرہ نے وادی کو اور بھیانک موڑ دیدیا ہے ۔ کشمیر کو بین الاقوامی حیثیت شروع ہی سے حاصل ہے لہذا اس کے معاملہ میں ہمیشہ سنجیدہ رویہ اپنانے کی ضرورت تھی مگر ہندو احیاء پرست تنظیم بھارتیہ جنتا پارٹی (بی ۔ جے ۔ پی) اور خود کانگریس نے اس معاملہ کو سنگین بنادیا ہے چنانچہ موجودہ صورت حال میں ہندوستان کی ناکام اور بدنام سیاست اور فوج کی عاقبت نا اندیشی کی وجہ سے کشمیر ایک کٹی پتنگ کی مانند نظر آنے لگا ہے اور بین الاقوامی مداخلت کے مواقع فراہم ہورہے ہیں ۔ کیوں کہ کشمیری عوام کے اندر ہندوستان سے نفرت اور علیحدگی کوٹ کوٹ کر بھری جاچکی ہے لہذا ان کو فوج کی طاقت سے رام نہیں کیا جاسکتا ۔ کیونکہ آج وادی کشمیر میں ہندوستان سے بغاوت کی لہر تیز ہو گئی ہے ۔ اور پوری وادی ہندوستان دشمن نعروں سے گونج رہتا ہے ۔ ـــــــ ●

نوائے حدیث

غصہ نہیں

از: فضل اللہ انصاری سلفی

عن أبي هريرة رضي الله عنه ان رجلاً قال للنبي صلى الله عليه وسلم أوصني، قال: لا تغضب، فردد مراراً، قال لا تغضب۔ (البخاری)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کیجیے! تو آپؐ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو۔ اس نے کئی بار (آپؐ سے نصیحت کرنے کو) کہا۔ (پھر بھی آپؐ نے یہی کہا کہ) غصہ نہ کرو

غیظ وغضب اور غصہ انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ کم وبیش ہر انسان کے اندر یہ پایا جاتا ہے۔ دراصل یہ ایک ایسی قوت ہے، جس سے انسان اپنے اوپر ہونے والے حملے کا دفاع کرتا ہے اور جب کوئی اسے ضرر پہنچانے کی کوشش کرتا تو یہ قوت فوراً ہیجان وحرکت میں آجاتی ہے۔ جس قدر یہ قوت کسی کے اندر موجود ہوتی ہے اسی حساب سے وہ اس کا استعمال کرتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بیرونی دشمنوں سے بچنے کے لئے غصہ اور غضب کی قوت اللہ نے پیدا کی، جسکا یہ خاصہ ہے کہ جس وقت انسان کو کوئی شخص ضرر پہنچانا چاہتا ہے یہ قوت فوراً ہیجان میں آتی ہے اور دشمن کا مقابلہ کرتی ہے۔ اس لحاظ سے انسان میں خواہش اور غصہ دونوں قسم کی قوتوں کا موجود ہونا ایک فطری بات تھی (الغزالی ص۸۳)

لیکن غصہ کی یہی قوت جب حد سے گذر جائے، انسان کا اس پہ قابو نہ رہ جائے اور وہ اس کی وجہ سے تمام حدود وقیود سے باہر نکل جائے تو پھر اس کے مضر، بلکہ مہلک اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ انسان اپنے اور غیر سب سے بے خبر ہو جاتا، ظاہر وباطن

سب پر اس کا منفی اثر مرتب ہوتا ہے اور ایسی حالت میں وہ عموماً غلط ہی بولتا یا غلط ہی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول ؐ نے فرمایا:۔ لیس الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب ، یعنی بہادر وہ نہیں، جو پچھاڑنے والا ہو، بہادر تو وہ ہے، جو غصّہ کے وقت خود پر قابو پالے اور اپنے کو سنبھال لے۔ خود قرآن میں ایسے لوگوں کی تعریف کی گئی ہے، جو غصّہ پر قابو پا جانے والے اور اسے پی جانے والے ہیں۔ الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین، یعنی وہ لوگ جو خوشحالی و تنگ و نظری سب میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں، غصّہ پی جانے والے اور لوگوں (کی غلطیوں) سے درگذر کرنے والے ہیں اور اللہ نیک کاروں کو پسند کرتا ہے۔ ہر حال میں اللہ کیلئے خرچ کرنا، غصّہ پی جانا اور لوگوں کی غلطیوں سے درگذر کرنا یہ سب گویا نیک کام ہیں اور یہ ایسے کام کرنے والے اللہ کے نزدیک محبوب و برگزیدہ ہیں۔

غصّہ میں آنا اور غیظ و غضب کا شکار ہونا ایک فطری بات ہے، لیکن اس پر قابو پانا اور غصّہ کے وقت اپنے آپ کو سنبھال لینا بہت بڑی بات اور بے مثال کارنامۂ کمال ہے۔ شجاعت و بہادری کا سب سے اچھا نمونہ یہ ہے کہ انسان غصّہ کے وقت خود کو قابو میں کرلے اور اس بے لگام قوتِ غضب کو پچھاڑ دے۔

غصّہ پر قابو پانا اور اسے پی جانا نہ کہ صرف ایک کمال و بہترین مثال ہے، بلکہ انسان کا خود کو ان مضرّات سے بھی بچا لینا ہے جو غصّہ کی وجہ سے مرتب ہوتے ہیں دوسروں کی نظر سے وہ گر جاتا ہے اور بعد میں غصّہ کرنے پہ پچھتاوا بھی ہوتا ہے اسی وجہ سے اللہ کے رسول ؐ سے جب ایک آدمی (جاریہ بن قدامہ) نے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کیجئے ! تو آپؐ نے بار بار یہی فرمایا کہ تم غصّہ مت کرو اور نہ ہی غصّہ میں آؤ حدیث مذکور میں وارد "لاتغضب" کی شرح میں امام خطابی فرماتے ہیں کہ ــــــ غصّہ کے اسباب اور ان چیزوں سے بچو جو غصّہ پیدا کرتی ہیں کیوں کہ نفسِ غصّہ ایک فطری مظہر ہے، جو کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا (فتح الباری ج ۱۰ کتاب الادب ص ۵۲۰) م

اس کے علاوہ کئی تشریحات کی گئی ہیں، جن کا خلاصہ یہی ہے کہ نفس غضب سے تو بچنا مشکل ہے، البتہ انسان ان اسباب سے ضرور بچے، جو غصہ پیدا کرنے والے اور اسے ظاہر کرنے والے ہیں۔

حضرت سلیمان بن صُرَد کا کہنا ہے کہ ہم لوگ اللہ کے رسولؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور (دیکھا کر) دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو غصہ اور شدت غضب میں گالی دے رہا تھا اور اس کا چہرہ سُرخ ہو چکا تھا تو اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں کہ اگر وہ اسے بول دے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے گا، یعنی اگر وہ "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" کہے تو غصہ ختم ہو جائے گا۔ صحابہ کرام نے اس غصہ میں بپھرے آدمی سے کہا کہ کیا تم اللہ کے رسولؐ کی بات نہیں سُن رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ "میں پاگل نہیں ہوں" یعنی سب سُن اور سمجھ رہا ہوں۔ غصہ جب آجائے تو اسے ختم کرنے کیلئے سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان "اعوذ باللہ" پڑھے اللہ کو یاد کرے اور وضو کرے۔ غصہ کے دفاع کیلئے یہ سب مشروع طریقے ہیں اور ان کے ذریعہ ہم غصہ اور اس کے مضر اثرات سے خود کو بچا سکتے ہیں۔

غصہ آنا فطری ہے اور ہر انسان کی فطرت میں کم وبیش ودیعت ہے اسلئے اس سے بچنا مشکل ہے، تاہم اس پہ قابو پانا اور اسے مشروع طریقے سے ختم کرنا کمال بھی ہے اور ضروری بھی۔ بہر حال بہادر وہی ہوگا، جو غصہ کے وقت خود پہ قابو پالے اور وہ حد سے متجاوز نہ ہو ●

بقیہ ص ۱۲ کا

بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علی وجہہ خسر الدنیا والآخرۃ ذالک ھو الخسران المبین (الحج)

کچھ لوگ اللہ کی عبادت کنارے پر رہ کر کرتے ہیں تو اگر انہیں اچھائی حاصل ہو تو پرسکون رہتے ہیں اور اگر آزمائش میں پڑ جائیں تو منہ کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ وہ دنیا اور آخرت کے نقصان میں ہیں۔ ●

دعوت میں عقیدے پر زور

مولانا عزیز الحق عمری

اسلام بنیادی طور پر ایک عقیدہ اور نظریہ ہے جسے توحید کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ عقیدہ لا الہ الا اللہ کا یقین و اقرار ہے اور اسلام کے سبھی عقائد و عبادات اسی بنیادی عقیدے کی تفسیر و تفصیل اور اس کے تقاضے اور عکس ہوتے ہیں ۔ اور یہی عقیدہ دل میں ثابت اور پائیدار ہو تو اسلام کے پروگرام پر عمل کراتا ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاران کی چوٹیوں سے دنیائے انسان کو جو دعوت دی وہ اسی صاف ستھرے اور سادہ و پائیدار عقیدے کی دعوت تھی جس کے الفاظ یہ تھے ۔

یا ایہا الناس ! قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا ۔

یعنی اے انسانو ! لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لو کامیاب ہو جاؤ گے ۔

آپ نے اس کے ساتھ نہ کسی عمل کی دعوت دی اور نہ احکام و فرائض کی ۔ کیونکہ اس عقیدے اور یقین کے بعد کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی کہ ایک شخص اس کے تقاضوں کو نظر انداز کر سکتا ہو اور ہوا بھی یہی کہ جن صحابہ کرام نے اس دعوت کو دل سے تسلیم کیا پھر انھیں اسلام کے احکام و فرائض پر عمل کرانے کیلئے کسی دوسرے قانون کی ضرورت نہیں پیش آئی بلکہ جیسے جیسے احکام و فرائض نازل ہوتے گئے وہ اسی بنیادی عقیدے کے تقاضے

بنتے گئے اور وہ خود سے ان پر عمل کرنے کیلئے تیار ہو گئے کیونکہ یہ تمام اعمال و کردار اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ جسے انہوں نے کلمہ لاالہ الااللہ کے اقرار کے ذریعہ دل کی گہرائیوں میں اتار لیا تھا۔

جب قریش نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے تو انہوں نے اسے اسی لئے برداشت کر لیا کہ ان کے عقیدہ توحید کا تقاضا ہی یہی تھا۔ اور جب وہ اپنے اہل وعیال اور اپنی جائداد اور اثاثے کو چھوڑ کر مکہ سے جارہے تھے تو بھی اسی عقیدہ توحید کے تقاضے کو پورا کر رہے تھے۔ جب نماز، روزہ، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ کے احکام نازل ہوئے تو ان کیلئے وہ اس عقیدہ توحید سے الگ کوئی نئی چیز نہیں تھے۔

جب، سود (ربا) شراب، جوئے اور زنا وغیرہ خواص کو ناجائز کیا گیا تو انہیں ان سب کو یک لخت ترک کر دینے میں کوئی تذبذب اور تردد نہیں ہوا۔ صرف ان کے ناجائز ہونے کا اعلان سن لیا تو شراب کے جو قطرے زبان پر تھے وہ تھوک دیئے گئے ہونٹوں سے لگے شراب کے جام زمین کی طرف پلٹ دیئے گئے اور مدینہ کے کوچہ بازار خود اس کا ثبوت بن گئے کہ اب شراب جائز نہیں ہے۔ قبیلہ اسلم کا ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوتا ہے اور بے قرار ہو کر درخواست کرتا ہے مجھے پاک کر دیا جائے کسی نے اسے گناہ کرتے نہیں دیکھا اور نہ سنا لیکن اس کا ضمیر اندر سے بےچین ہے اور اپنی گناہ کی سخت ترین سزا پانے کیلئے بے تاب ہے یہ وہی عقیدہ جو اس کا محاسبہ کرتا نظر آرہا ہے اور اندھیری کوٹھری میں ایک گناہ سرزد ہو جانے پر اسے بےچین کر دیتا ہے

یہ ایک جاں نثار صحابی غزوہ احد میں اپنی چند کھجوریں کھا لینے کی تاخیر کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے

ایک بدو نے کسریٰ کا تاج اپنے پھٹے کپڑوں میں لپیٹ کر بیت المال میں پہنچا دیا اور اپنا نام بتانے کا روادار نہیں ہوا۔

یہ صحابہ کرام کی کرامات نہیں تھیں بلکہ اسی عقیدہ توحید لاالہ الااللہ کے اثرات اور

تقاضے تھے جسے انہوں نے بے تکلف پورا کردیا۔ لیکن اس دور کے مسلمانوں کے لئے صحابہ کرام کی یہ جاں نثاری اور ان کے دینی کردار تعجب خیز لگتے ہیں اور وہ اسے ان کی کرامات تصور کرتے ہیں۔ لیکن واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ دراصل کلمہ لاالٰہ الا اللہ پر ایمان کے سادے اور آسان تقاضے تھے جسے انہوں نے پورا کیا۔

موجودہ دور کے مسلمانوں میں چونکہ عقیدے کی بنیاد گہری نہیں ہے اور نہ وہ لاالٰہ الا اللہ کی معنویت اور اس کے تقاضوں کو جانتے ہیں اس لئے صحابہ کرام اور سلف امت کے اعمال انہیں تعجب خیز لگتے ہیں اور ان کی پیروی سے خود کو بڑی حد تک معذور تصور کرتے ہیں

لاالٰہ الا اللہ کے بنیادی تقاضے:

یہ چھوٹا سا آسان کلمہ ہی اسلام کی بنیاد اور اس کے تمام عقائد و اعمال کا اجمال ہے اور جیسے ایک تخم (دانے) کے اندر اس کا پورا پودا اور اس کے برگ و بار پوشیدہ ہوتے ہیں ایسے ہی اس ایک کلمہ میں اسلام کے تمام عقائد و کردار پوشیدہ ہیں۔ اور اس کا دل کی گہرائیوں سے یقین ہی اسلام کے تمام احکام و فرائض پر عمل کرنے کیلئے آمادہ کرتا ہے اور اس بنیادی قوت اور جذبے کی عکاسی اس کے اعمال سے ہوتی ہے۔

کلمہ لاالٰہ الا اللہ اپنے الفاظ و کلمات کے لحاظ سے جتنا آسان ہے اس کے تقاضوں کی تکمیل اتنی ہی زیادہ دشوار ہے۔ بقول علامہ اقبال ؒ

چو میگویم مسلمانم بلرزم ∴ کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

یعنی جب میں اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو لرز اٹھتا ہوں کیونکہ میں لاالٰہ الا اللہ کی مشکلات کو جانتا ہوں۔

اسی کو زبان رسالت نے یوں بیان فرمایا ہے کہ "الدنیا سجن المؤمن" دنیا مومن کیلئے قید خانہ ہے یعنی لاالٰہ الا اللہ پر ایمان لانے کے بعد اپنے کو اسلام کے دستور کا پابند بنا لیتا ہے۔

یا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔
یعنی تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کی پابند نہ ہو جائے

موجودہ دور کے مسلمان لا الہ الا اللہ کے تقاضوں بلکہ اس کے معنی سے بھی ناآشنا ہیں جو ان کی اسلام کے احکام و فرائض سے دوری کا سبب ہے بلکہ اس کی وجہ سے ان میں اسلام مخالف اعمال نہایت آسانی سے پنپ رہے ہیں اور جب تک مسلمانوں کو اسلام کے بنیادی عقیدے کی معنویت اور اس کے تقاضوں سے روشناس نہ کرایا جائے اور اس عقیدے کو ان کے دلوں کی گرہ نہ بنادیا جائے۔ انہیں اسلام کے احکام و فرائض پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں کیا جاسکتا۔ جیسے ایک درخت اپنی قوت نمو کھو دینے کیوجہ سے اپنے پتوں کو زرد بنادیتا ہو اور انہیں جھاڑ دیتا ہو تو ان پتوں کو درخت میں قوت نمو پیدا کئے بغیر ہرا نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے پتوں کو کسی کیمیکل کے ذریعہ درخت سے دور ہٹایا جاسکتا ہے۔ ایسے ہی اسلام کے بنیادی عقیدے کو پائیدار اور دل نشین کئے بغیر مسلمانوں کو ظاہری اعمال، فرائض و احکام اور اسلام کے تقاضوں کو پورا کرنے کی دعوت دینی بے سود اور عبث ہے۔

لہٰذا دعوت میں عقیدے کو بنیادی اہمیت حاصل ہونی چاہیے اور اس کے لئے کلمۂ توحید کی معنویت کی وضاحت اور اسے دل کی گہرائیوں میں اتارنا ضروری ہے۔ کلمہ لا الہ الا اللہ کے معنی اور اس کے تقاضوں اور ما لہٗ و ما علیہ کی تفصیل تو اس وقت وقت طلب ہے پھر بھی بطور اختصار اس سلسلے میں چند باتوں کی وضاحت اور انہیں دعوت میں اولیت دینی ضروری ہوگی۔

لا الہ الا اللہ کے اقرار میں سب سے پہلے یہ ایمان داخل ہے کہ اسلام اس رب العالمین کا بھیجا ہوا دستور ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور جو جملہ ما کان و ما یکون کا عالم ہے اس دستور میں زمانے حالات کے لحاظ سے کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں۔
یہ کائنات محض اتفاقیہ حادثے کی پیداوار نہیں بلکہ اللہ وحدہٗ لا شریک کی تخلیق

ہے اور اسی نے ساری کائنات اور خود انسان کو پیدا کیا ہے تاکہ یہ دیکھے کہ وہ اپنے فرائض کو کس خوبی سے ادا کرتا ہے ۔ اس نے انسان کی ہر قسم کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سامان بھی پیدا کر دیا ہے اور اس کی مادی ضرورتوں کیلئے اس کائنات کے سینے میں بے شمار وسائل ودیعت رکھے ہیں ۔ اور انسان کو یہ طاقت دی ہے کہ وہ اپنی محنت وکاوش اور جستجو سے اپنی ضرورتیں پوری کرے اور انسان کی روحانی اور تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اس نے اپنے پیغمبر بھیجے مبعوث انسانوں کو یہ الہامی ہدایت پہنچائی اور اس کے مطابق عمل کر کے اس نظام حیات کو قائم کیا ۔ انہیں انبیاء کے ذریعہ جو ہدایت آئی وہی اسلام ہے ۔ اس تخلیق اور رہنمائی کے نظام کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

قال ربنا الذی اعطی کل شیءٍ خلقہ ثم ھدیٰ (طٰہٰ ۔ ۵۰)

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب نے ہی ہر چیز کو پیدا کیا پھر رہنمائی کی ۔

الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین (الاعراف ۔ ۵۴)

سن لو ! اسی نے ساری کائنات کو پیدا کیا اور وہی حاکم ہے سارے عالم کا پروردگار اللہ بابرکت ہے ۔

خدا نے انسان کی رہنمائی کیلئے جو دین بھیجا ہے وہی ایک مسلمان کا دستور حیات اور اس کا تمدنی پروگرام ہے ۔

اس ہدایت کا اصل ماخذ قرآن وحدیث ہے اور جس کی سند ان دونوں سے نہ ملے وہ اسلام کا حصہ نہیں ہو سکتی ۔ قرآن بصورتہ ہمارے سامنے موجود ہے اور یہ ہدایت کرتا ہے ۔

اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتخذوا من دونہ اولیاء ۔ الاعراف ۔ ۳

یعنی جو کتاب (قرآن) تمہاری طرف نازل ہوئی ہے اسی کی پیروی کرو اور اس کے سوا کسی کو اپنا سرپرست نہ بناؤ ۔

اسی بنیادی کتاب کی تفسیر و وضاحت صفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور رسول کے اسلوب حیات اور سیرت وکردار کو انسانیت کیلئے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء۔۸۰)
اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔
ان دونوں کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبے میں کیا تھا "میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں جس کے بعد تم بے راہ نہیں ہوگے۔ اللہ کی کتاب، اور میری سنت" ان دونوں کے سوا چاہے خواہش کی پیوندکاری ہو یا انسان کا بنایا ہوا نظام اسلام میں اس کیلئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

یاایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ المائدہ۔۵۴

یعنی۔ اے مومنو! تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا (تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں) وہ ایسی قوم پیدا کرے گا جس سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس (اللہ) سے محبت کرے گی۔ اس میں نہ ہوا و ہوس کی پیروی کیلئے کوئی جگہ ہے نہ دنیا کے اہل سیاست کے دستور و نظریئے کی اور اگر کوئی مسلمان ایسا کرتا ہے تو نہ صرف اس دین سے دور ہوجاتا ہے بلکہ اس پر ہدایت کے راستے بند ہوجاتے ہیں۔

افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم وختم علیٰ سمعہ وقلبہ وجعل علیٰ بصرہ غشاوۃ فمن یھدیہ من بعد اللہ افلا تذکرون

(اے رسولؐ) کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنالیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے بے راہ کردیا اور اس کے کانوں اور دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا تو اسے اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے تو کیا تم نصیحت نہیں حاصل کرتے۔

اسلام میں ایسی فرمابرداری کی کوئی جگہ نہیں جن کا معیار نفسانی مفاد پر مبنی ہو بلکہ ایسی عبادت دونوں عالم میں ذلت وزیان کا باعث ہے۔

ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابہ خیر اطمأن

خلیفہ اور خلافت

قسط نمبر ۵

ایک مکالمہ

مرتب ۔ محمد صبیح الدین انصاری شاذؔ

س :۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مہدی آخر الزماں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہوں گے؟

ج :۔ امام مہدی کی خلافت تو درکنار ان کا نام نہ ذکر بھی نہ قرآن میں ہے، نہ بخاری میں نہ مسلم میں ۔ دیگر کتب حدیث میں جو اُن کا ذکر ہے وہ ایک مرد صالح کی حیثیت سے ہے اور اُن کا ظہور علاماتِ قیامت میں سے ایک علامت ہے ۔ ان احادیث میں سے بہت سی ایسی ہیں جو شیعہ ذرائع سے آئی ہیں، کچھ ایسی ہیں جن کی سند کمزور ہے، یا تفصیلات میں کافی اختلاف و اضطراب ہے بلکہ ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالکؓ کے حوالے سے نبی کریمؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ وَلا المهدی الا عیسی بن مریم (عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں) اِس کے برعکس ابن ماجہ ہی میں ایک حدیث کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ایک مرد صالح ظاہر ہوگا تم اگر اُسے دیکھو تو اُس کی بیعت کر لینا کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا فان خلیفة اللہ المهدی ؛۔ یہ حدیث گذشتہ حدیث سے صریحاً متصادم ہے اس میں روایت کے اعتبار سے بھی کمزوریاں ہیں، چنانچہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ اس کے راویوں میں بعض مدلس ہیں، بعض شیعہ ہیں ۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب "الاحادیث الضعیفہ والموضوعة ج ۱ ص ۱۲۰-۱۲۱" پر ابن ماجہ کی اس حدیث سے تفصیل بحث کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع اور امام ذہبی نے منکر بتایا ہے ۔ البانی صاحب نے

اس حدیث کے سلسلہ میں ایک بڑی بنیادی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث یا حدیث کا ٹکڑا صحیح ہو ہی نہیں سکتا جو قرآن و سنت کے دیئے ہوئے عقیدہ توحید سے متصادم ہو۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: وھذہ الزیادة خلیفة اللہ لیس لہا طریق ثابت . . . . ومن نکارتہا أنہ لا یجوز فی الشرع ان یقال: فلان خلیفة اللہ . . . . وقد بین ذلک شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فی الفتاوی، فمن جعل لہ خلیفة فہو مشرک بہ۔

یعنی حدیث میں یہ خلیفۃ اللہ کا اضافہ صحیح طریقہ سے ثابت نہیں ہے اور اس کے منکر ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ شرع کی رُو سے یہ جائز نہیں کہ کسی بھی ہستی کیلئے یہ کہا جائے کہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے الفتاوی میں فرمایا ہے کہ جس کسی نے بھی کسی کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ قرار دیا اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔ ایک اور مضبوط دلیل اس ٹکڑے کے الحاقی ہونے کی البانی صاحب نے یہ دی کہ ابن ماجہ ہی میں اس حدیث کا جو متن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے درج ہے، اس میں خلیفۃ اللہ کے الفاظ درج نہیں ہیں۔ درایت کے پیمانہ پر بھی اگر جانچا جائے تو اس بات سے کسی مومن کو مجالِ انکار نہیں ہو سکتی کہ ساری انسانیت کے سرتاج نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لئے کمالات بشری ہوں یا اللہ کی بارگاہ میں عزت و شرف ہو، آپؐ سے بڑھ کر مرتبہ کسی انسان کا نہیں ہو سکتا اور یہ دلائل سے واضح کیا جا چکا ہے کہ قرآن و حدیث اس تذکرے سے خالی ہیں کہ آپؐ نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ نیابت و خلافت الہیہ کے منصب پر بھی فائز تھے۔ پھر انبیاء کرام کے بعد انسانوں میں سب سے بڑا درجہ صدیقین کا ہوتا ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ ان صدیقین میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں، علامہ قرطبیؒ سورہ غافر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وروی عن النبیؐ أنہ قال الصدیقون حبیب النجار مومن آل یٰسین

و مؤمن آلِ فرعون الذی قال أتقتلون رجلاً أن یقول ربی اللّٰہ والثالث ابوبکر الصدیق وھو أفضلھم۔ (ج ۱۵ ص ۲۵۶)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیقین میں سے ایک مومن آل یسین یعنی حبیب نجار ہیں، ایک مومن آل فرعون ہیں جنھوں نے کہا تھا کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تیسرے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو ان سب میں افضل ہے۔

تو اب جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ قرب قیامت کو ظاہر ہونے والے رجل صالح الملقب بہ مہدی نہ انبیاء سے افضل ہوں گے نہ صحابہ و صدیقین سے تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ خصوصی مرتبہ و منصب کیسے مل سکتا ہے جو اوّل الذکرین سے کسی کو نہیں ملا۔؟ شیعہ حضرات اپنے امام غائب کو ہی "امام مہدی" کہتے ہیں۔ انہیں معصوم جانتے ہیں، نور سے ان کی تخلیق مانتے ہیں، اُن کو ان کے ذاتی نام (محمد بن حسن عسکری) سے یاد کرنا بے ادبی قرار دیتے ہیں اور انہیں علی الاطلاق سارے انبیاء کرام والمرسلین اور ملائکہ مقربین سے اشرف اور افضل جانتے ہیں، اس لئے اگر وہ کہیں کہ یہ ہمارے امام غائب خاص اللہ کے نائب اور خلیفہ ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے، مگر علمائے اہل سنت کا ہرگز یہ موقف اور یہ عقیدہ نہ ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہئے اس لئے جب آپ سے اگر کوئی کہے کہ فلاں اور فلاں روایت میں ایک غیر نبی کو یہ عزت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے خود اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا ہے تو فوراً اس سے کہیں کہ غیر نبی کیلئے تو اس منصب ربانی کی بات آپ بعد میں کریں پہلے قرآنی نصوص اور احادیث شریفہ سے یہ ثابت کریں کہ خود نبی آخر الزماں، خاتم الانبیاء، رحمۃ للعالمین جو سید ولد آدم یوم القیامہ بھی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نائب یا خلیفہ تھے ؟ اگر یہ بات ثابت نہ کر سکیں تو اولین فرصت میں اپنے خیالات سے رجوع کریں۔

س ۱۱ ۔ کیا کسی قرآنی آیت یا حدیث نبوی میں کسی انسانی گروہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ تم سیاسی اقتدار کی تگ و دو میں لگ جاؤ، زمام حکومت اپنے قبضے میں

کرلو اور اُسے حکومتِ الہیہ کا نام دو؟

ج :- نہیں، ایسی کوئی آیت قرآن کریم میں موجود نہیں ہے، نہ ہی ذخیرۂ احادیث میں کوئی ارشاد نبوی موجود ہے، اس کے برعکس قرآن میں جاہ طلبی کی مذمت کی گئی ہے اور احادیث میں طلبِ حکومت کا انجام ندامت بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) قرآن :- تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ولا فسادًا والعاقبة للمتقين (القصص ۸۳)

یعنی یہ دارِ آخرت ہم اُن لوگوں کو دیں گے جو علو (تمکن) فی الارض نہیں چاہتے نہ فساد چاہتے ہیں اور بہتر انجام متقیوں کیلئے ہے۔

(۲) حدیث : عن ابی هريرة رضؓ عن النبیؐ قال: انكم ستحرصون على الامارة وستكون ندامة يوم القيامة، فنعم المرضعة وبئست الفاطمه،

یعنی حضرت ابوہریرۃ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبیؐ کو یہ فرماتے سُنا: تم لوگ حکومت کی حرص کرو گے، اور یہ چیز روزِ قیامت سبب ندامت بنے گی، کیوں کہ یہ (حکومت) جب تک دودھ پلاتی رہتی ہے بڑی بھلی لگتی ہے، مگر جب دودھ چھڑا دیتی ہے تو بہت بری لگتی ہے

یہ تو ہوئی طلبِ حکومت کی قرآن وحدیث میں ممانعت اب آتے ہیں سوال کے دوسرے جزء کی طرف کہ کیا انسان کی قائم کی ہوئی حکومت کو شرعًا حکومتِ الہیہ کے نام سے موسوم کرنا جائز ہے؟ جواب ہے، نہیں ہرگز نہیں۔ وجہ اس کے عدم جواز کی یہ ہے کہ حکومتِ الہیہ ایک عربی ترکیب ہے۔ یہ موصوف صفت سے مل کر مرکب توصیفی ہے اور اس کے معنی ہیں ربانی حکومت الہیہ معاذ اللہ۔ اس کائنات میں (جس کا زمین بھی حصہ ہے) پہلے سے قائم نہیں ہے جو انسان اسے قائم کرنے کا دعویٰ لے کر اٹھا ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے،

(۱) وهو الذی فی السماء اله وفی الارض اله وهو الحكيم العليم (الزخرف ۸۴)

۲ ربنا رب السماوات والارض (الكهف)

۳ وللہ ملک السموات والارض ۔ واللہ علی کل شئی قدیر (آل عمران ۱۸۹)

۴ للہ ملک السموات والارض وما فیھن (المائدہ)

ان آیات کا ترجمہ اس طرح ہے۔

(۱) اور وہی ہے جو آسمان میں الٰہ ہے اور وہی زمین میں الٰہ ہے، اور وہ بڑی حکمت والا، علم والا ہے"

(۲) ہمارا رب وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔

(۳) اور اللہ ہی کیلئے ہے زمین اور آسمانوں کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

(۴) آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔"

(۵) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک ہے؟۔

یہ تمام آیتیں بڑے واضح الفاظ میں یہ اعلان کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس طرح آسمانوں کی سلطنت کا مالک ہے اسی طرح وہ زمین کی سلطنت کا بھی مالک ہے۔ ان دونوں میں جو اللہ تعالیٰ کی حیثیت ہے اس میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے اس لئے لفظاً یا معنیً یہ دعویٰ کرنا سخت نارواجسارت ہے کہ آسمانوں میں تو حکومت الٰہیہ پہلے سے قائم ہے، مگر زمین میں اسے ہم قائم کریں گے۔ قرآن واشگاف الفاظ میں اعلان فرما رہا ہے کہ زمین ہو یا آسمان یا ان کے درمیان کوئی چھوٹے سے چھوٹا گوشہ، وہ یکساں طور پر اللہ تعالیٰ کے زیرنگیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، فاصلے چاہے جہتوں کے ہوں یا وقت کے، اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے وہ تو خود ان فاصلوں کا خالق ہے اور خالق بھی ایسا جو اپنی ذات اپنی صفات اور اپنی قدرت و تصرف میں یکتا ہے۔ پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عالم بالا کو تو وہ خود کنٹرول کرے اور عالم سفل کیلئے وہ انسان کا (معاذ اللہ) دستِ نگر ہو جائے کہ بھئی میں موجود نہیں، لہٰذا تم ایسا کرو کہ میری خلافت و نیابت کرتے ہوئے یہاں میری حکومت قائم کر دو۔ قرآن نے ٹھیک ہی فرمایا ہے ایسے کوتاہ فہموں کیلئے کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ ۔ ان اللہ لقوی عزیز (الحج ۷۴) یعنی انہوں نے اللہ کی قدر نہ پہچانی جیسا کہ اس کو پہچاننے کا حق ہے، بے شک اللہ طاقتور ہے، غالب ہے بعض

لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حکومتِ الٰہیہ کے معنیٰ ہیں اسلامی حکومت، یہ دعویٰ عربی لغت اور محاورے کے اعتبار سے سراسر باطل اور ناقابلِ قبول ہے۔ کسی عربی کی ڈکشنری میں نہیں لکھا کہ الٰہ جب مطلق الٰہ ہو تو اس کے معنیٰ ہوں گے معبود لیکن جیسے ہی یہ صفت بن کر الٰہیہ کی شکل میں آئے تو اس کے معنیٰ ہوں گے "اسلامیہ"۔ آپ عربی کی کوئی چھوٹی بڑی ڈکشنری اٹھالیں، کوئی تفسیر دیکھ لیں، حدیث کی جس شرح کے چاہیں اوراق کھول لیں، کسی فقہ، کلام یا عقیدہ کی کتاب پر نظر ڈال لیں "الٰہیہ" کے معنیٰ ملیں گے: اللہ کی، خداوندی، ربانی، چند مثالیں ملاحظہ ہوں: الذات الالٰھیۃ، (اللہ کی ذات) الصّفات الِالٰھیّۃ (اللہ کی صفات) الارادۃ الِالٰھیّۃ (مشیت خداوندی) الحکمۃ الالٰھیّۃ (حکمتِ ربّانی) المخلوقات الالٰھیّۃ (اللہ کی مخلوق) الصنعۃ الالٰھیّۃ (اللہ کی کاریگری)؛ اس کے معنیٰ یہ نہیں ہو سکتے: اسلامی ذات، اسلامی صفات، اسلامی حکمت، اسلامی مخلوقات، اسلامی کاریگری وغیرہ وغیرہ اب ظاہر ہے کہ انسان نہ قادرِ مطلق ہے نہ علام الغیوب، نہ معصوم عن الخطا۔ اسی لئے نہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی حکومت کو حکومتِ الٰہیہ کہا نہ سلیمان ؑ نے، نہ یوسف ؑ نے اپنی سلطنت کو حکومتِ الٰہیہ کا نام دیا نہ حضرت ذوالقرنین ؓ نے، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے اپنی اپنی حکومتوں کو محض خلافتِ ابوبکر اور خلافتِ عمر ؓ کے ناموں سے متعارف کرایا نہ کہ حکومتِ الٰہیہ کے نام سے۔ ایسا کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ یہ اصطلاح شرعًا ناجائز، ناروا اور ناقابلِ قبول ہے۔ تو پھر جس اصطلاح کو نہ انبیاء نے اپنایا نہ خلفائے راشدین نے اس کا استعمال اپنے لئے روا رکھا تو یہ بیسویں صدی کے ہندوستانی پاکستانی مدعیانِ علم و دانش کو کہاں سے اس اصطلاح کے استعمال کا حق مل گیا اور کس طرح اس کے قیام کو انہوں نے اپنی اپنی جماعتوں کا نصب العین بنالیا؟۔

(جاری)

یہودی تصویر قرآن کے آئینہ میں

محمد جعفر انوار الحق
جامعہ اسلامیہ
مدینہ منورہ

یہ حقیقت عام ہو چکی ہے کہ یہود دنیا کی سب سے زیادہ مکار، عیار، طرار، حاسد، دھوکہ باز اور نفاق پرور قوم ہے مگر اس کے باوجود انتہائی غباوت، حماقت، ضلالت، جہالت اور رذالت کی شکار ہے، یہ ایسی قوم ہے جن کے یہاں احسان کرنا حماقت ہے، ان کے یہاں وفاداری کا کوئی معنی نہیں، عہد کرنا ان کی لغت میں بزدلی ہے، موقعہ پاکر اپنے محسن کو ہی ختم نہ کر دینا ان کے یہاں غباوت ہے، یہ ایسی قوم ہیکہ جس کے یہاں احسان کا بدلہ بدسلوکی، انصاف کا بدلہ زیادتی اور عدل کا بدلہ ظلم ہے۔ جھوٹ، بہتان تراشی، بدعہدی، دھوکہ بازی، مکاری، حیلہ بازی، انبیاء کو قتل کرنا اور سود و رشوت خوری ان کا شعار ہے۔

یہودی قوم خباثتِ طبیعت اور فسادِ سیرت میں دنیا میں پہلے نمبر پر ہے، یہ قوم ظلم و ستم میں اور رحم و کرم سے دوری میں دنیا سے بڑھ کے ہے، انتقام لینا ان کے یہاں بہادری ہے، بغض و حسد اور عداوت و کینہ، ان کی فطرت ہے۔ یہ قوم جادوگری، جھوٹ، مکاری اور حیلہ سازی کا گھر ہے، ان کے نزدیک ایک شخص کی کوئی حرمت نہیں جو کفر اور انبیاء کے قتل میں ان کا مخالف ہو، کسی مومن کے سلسلے میں ان کو کسی لعن وطعن کی پرواہ نہیں ہوتی، ان کے نزدیک اپنے موافقین کے لئے نہ کوئی حق ہے نہ شفقت، اپنے ہمنواؤں کے لئے ان کے پاس کوئی عدل ہے، نہ انصاف، اور نہ ان کے نزدیک اپنے مخالفین کے لئے امن و اطمینان کا حق ہے، اور نہ ان کے یہاں اپنے آقا کیلئے کوئی خیر خواہی ہے، بلکہ ان میں سب سے عقلمند وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ خبیث ہے، اور ان میں سب سے ماہر وہ ہے جو سب سے زیادہ خائن و مکار ہے، ان کا دل سب سے تنگ ہوتا ہے، ان کا گھر سب سے تاریک اور ان کا صحن انتہائی بدبودار ہوتا

ہے، ان کی طبیعت سب سے سرکش ہوتی ہے، ان کا سلام لعنت ہے، ان کی ملاقات بدشگونی ہے، ان کا شعار غیظ وغضب ہے اور بغض وحسد ان کا نشان ہے ـــــ دل کی تنگی، گھر کی تاریکی، صحن کی نجاست اور طبیعت کی سرکشی میں یہ قوم دنیا میں سب سے آگے ہے، اس ظالم قوم کی طبیعت وخصلت اور رذالت کو قرآن نے نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے، ان کی صفات ذکر کرکے ان کی شناخت کرائی ہے تاکہ قوم مسلم ان کے مکر وخداع سے متنبہ رہے اور غفلت وغنودگی کا شکار ہوکر ان کے فریب دریا کا شکار نہ ہوجائے، قرآن کے مطالعہ کے بعد یہودی شخصیت ہمیں کچھ اس طرح ملتی ہے!

اللہ پہ جھوٹ باندھنا اور الزام لگانا:

وَيَقُولُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران: ۷۵)

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ: ۳۰)

قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ (آل عمران: ۱۸۱)

نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (المائدہ: ۱۸)

جھوٹ سننے سے محبت:

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ (المائدہ: ۴۱)

سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ (؍ ؍ ۴۲)

اللہ سے سرکشی:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً (المائدہ: ۱۳)

رسولوں سے سرکشی

لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً (البقرہ: ۵۵)

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴)

كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ (المائدہ: ۷۰)

اللہ کے رسولوں اور نبیوں کا قتل:-

وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (البقرہ: ۶۱)

بد عہدی اور عدم وفاداری :

أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم (البقرہ: ۱۰۰)

الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ (الانفال: ۵۶)

بے رحمی کٹھور پن اور سخت دلی :

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً (البقرہ ۷۴)

جدال اور کٹ حجتی :

أَنَّىٰ يَكُونُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ (البقرہ: ۲۴۷)

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ إِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا (البقرہ: ۷۰)

حق بات چھپا لینا اور حق و باطل کی آمیزش کر دینا :

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ: ۴۲)

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (النساء: ۱۵۶)

منافقت اور دورخاپن :

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا (البقرہ ۱۴)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ (البقرہ: ۴۴)

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران: ۱۶۸)

ذاتی نفع کو ترجیح دینا اور شخصی فائدہ پر دوسرے فوائد قربان کر دینا :

أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ (البقرہ: ۸۷)

وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (البقرہ: ۴۱)

فتنہ و فساد پھیلانا اور تباہی مچانے کی تگ و دو :

كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ
لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ (المائدہ: ۶۴)

احساس و شعور مٹ جانا اور ضمیر کا مر جانا :

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (المائدہ: ۷۸، ۷۹)

دوسروں کے لیے بدخواہی اور شر پسندی :

وَدَّت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ (آل عمران: ۶۹)

وَيُرِيدُونَ أَن تَضِلُّوا السَّبِيلَ (النساء: ۴۴)

دوسروں کی بہبود بھلائی اور عافیت و درستگی سے نفرت و کراہیت :

إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ (آل عمران: ۱۲۰)

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (النساء: ۵۴)

مَّا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَن يُنَزَّلَ عَلَيْكُم مِّنْ خَيْرٍ مِّن رَّبِّكُمْ (البقرہ: ۱۰۵)

گناہ و معصیت اور اللہ کی نافرمانی میں سرعت :

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ (المائدہ: ۶۲)

تکبر، غرور گھمنڈ اور لوگوں کی تحقیر :

نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (المائدہ: ۱۸)

لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ (آل عمران: ۷۵)

موقع کو غنیمت سمجھنا۔ لوگوں کا استحصال کرنا اور ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا :

وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۱۶۱)

اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کے لیے حیلہ سازی :

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ (البقرہ: ۶۵)

بزدلی کم ہمتی اور میدان سے فرار :

فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ (المائدہ: ۲۴)

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُّحَصَّنَةٍ أَوْ مِن وَرَاءِ جُدُرٍ (الحشر: ۱۴)

لَأَنتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِم مِّنَ اللَّهِ (الحشر: ۱۳)

لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ (البقرہ: ۲۴۹)

گفتگو اور خطاب و تکلم میں تہذیب و کلچر اور ادب و شائستگی سے دوری :

قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَأُشْرِبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ (البقرہ: ۹۳)
مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا
وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَرَاعِنَا لَيًّا بِأَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّينِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ قَالُوا سَمِعْنَا
وَأَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَقْوَمَ وَلَٰكِن لَّعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا
(النساء / ۴۶)

کنجوسی اور بخل، لوگوں کے اموال کو سمیٹ سمیٹ کے رکھنے کی خواہش :

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا (النساء ۵۳)
فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ (التوبہ)
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم۔
(آل عمران)

انانیت، خود پسندی، خود ستائی اور سرکشی :

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ
وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران ۷۵)
تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ (آل عمران)

زندگی سے شدید محبت اور موت سے خوف :

وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا ۚ يَوَدُّ أَحَدُهُمْ
لَوْ يُعَمَّرُ أَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهِ مِنَ الْعَذَابِ أَن يُعَمَّرَ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِمَا يَعْمَلُونَ (البقرہ)

اللہ کی نازل کردہ مقدس کتابوں میں تحریف و تبدیل :

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (المائدہ)
فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ۔
وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ (البقرہ)

یہ قوم یہودی انسانیت و مروّت سے عاری، اخلاق و فضائل سے بے بہرہ، آداب و فضائل سے دور، آدمیت کی دشمن، اخلاق رذیلہ اور خصائل ذمیمہ کی حامی، انبیاء کی قاتل،

رشوت خوت، سود باز، بزدل، کینہ پرور ہے ہاں وہ یہی یہودی قوم ہے جو اپنے علاوہ تمام دنیا کو "گدھا" اور "احمق" سے تعبیر کرتی ہے، یہی وہ ظالم قوم ہے جو یہود کے علاوہ دوسروں کو حق انسانیت دینے کو بھی تیار نہیں، یہی وہ یہودیت ہے جو پورے عالم پر حکومت کرنے کا خواب بے سجا رہی ہے، یہی وہ یہودیت ہے جو شدت بخل وحرص کی وجہ سے پوری دنیا کی صناعتوں پر قبضہ کر کے پوری دنیا کی دولت سمیٹ لینے کا پروگرام رکھتی ہے، یہی وہ یہودیت ہے جس نے ایک سے زیادہ مرتبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے ختم کر دینے کی سازش کیں، ہاں یہی وہ یہودیت کا چہرہ جس کو حقیقی چہرہ کہا جاسکتا ہے۔ یہی وہ ظالم یہودیت ہے جو چودہ صدی پہلے تھی اور اب بھی ہے، پہلے بھی زبان دراز تحریکوں کی رسیا تھی، اب بھی ہے، پہلے بھی قاتل وغاصب تھی اب بھی ہے پہلے بھی تجارتی منڈیوں پر غالب ہونا چاہتی تھی اب تو کسی حد تک کامیاب ہی ہے، پہلے بھی زر اندوزی کر کے غریبوں اور کمزوروں کی کمر توڑتی تھی اب بھی ایسا ہی کر رہی ہے،

اس لئے ان کے گندے ہاتھوں سے مصافحہ کرنے سے پہلے سو بار سوچیں، ان کے کسی اعلان میں موافقت کرنے سے پہلے غور کریں، ان کا سلام لعنت ہے، یہ امن وسلامتی کا نام لے کر پوری دنیا میں جنگ کی آگ پھیلا رہے ہیں، یہ سب ہے دشمن، اس کو پہچان لو تاکہ دھوکہ نہ کھاؤ، ــ اللہ ہمیں دوست ودشمن میں تمیز کی توفیق دے آمین ●

گذارش

حضرت مولانا عبدالجبار خاں سیف جامعی۔ نائب امیر جمعیۃ اہل حدیث کرناٹک صاحب فراش ہوگئے تھے الحمدللہ روبہ صحت ہیں۔
صحت وکامل وعاجل کیلئے دعا کی درخواست ہے۔
● محمد سلیمان خاں۔ سی۔ ڈی۔ او۔ چک پوسٹ ہاسپیٹ ضلع بلاری۔ کرناٹک

دینی معلومات کا اعادہ و تکرار معیوب نہیں ہے

از: مولانا عبدالرؤف رحمانی۔ ناظم اعلیٰ جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر نیپال

دینی ومذہبی مضامین، دینی معلومات پر مشتمل ہوتے ہیں اور دینی معلومات کو دنیا کے مختلف اطراف واکناف میں پھیلانا بہت ضروری ہے یہ موجب اجر اور پسندیدہ چیز ہے کیونکہ جس قدر ان کی اشاعت ہوگی اسی قدر ان کا فائدہ عام ہوگا، ایک مضمون کو مختلف جرائد ومجلات پر شائع کرنے سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہو جاتا ہے کیونکہ ہر اخبار وجریدہ کا حلقہ الگ الگ ہوتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جو عظیم الشان خطبہ دیا تھا وہ بہت سے دینی معلومات پر مشتمل تھا آپؐ نے آخر میں فرمایا فلیبلغ الشاھد الغائب کہ حاضر غائب تک ہماری باتوں کو پہونچادے اس کا واضح مقصد یہی تھا کہ نفع حاصل کرنے والوں کا دائرہ محدود نہ رہے اور ہماری بات لوگوں کے سینے پر محفوظ ہوجائے آپؐ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "فرب مبلغ اوعی من سامع" کہ بہت سے لوگ جن کو بات پہونچائی گئی ہے وہ سننے والے سے زیادہ یاد کرنے والے ہوتے ہیں اسی طرح سے ایک مضمون کو مختلف جرائد پر شائع کرنے سے اس کی افادیت بڑھ جاتی ہے اور اس کی حفاظت زیادہ ہوتی ہے اس لئے ایک مضمون کو مختلف جرائد پر شائع کرنا ہرگز ہرگز معیوب نہیں ہے بلکہ محبوب ہے بہت سارے وہ حضرات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی معلومات حاصل کرنے کے لئے آئے سب کو ایمان واسلام کی تفصیل تشریح یکساں طریقہ پر سمجھائی کسی کو آپؐ نے دوسرے کے حوالہ نہیں کہ تم فلاں سے سمجھ لو بلکہ ایک ہی بات سب کو یہ بتائی، ایک ہی بات مختلف لوگوں کو بتانا اور سمجھانا جس طرح معیوب نہیں ہے اسی طرح ایک مضمون کو

مختلف جرائد و رسائل میں شائع کرانا بھی معیوب نہیں ہے کسی مفید اور ضروری چیز کا اعادہ و تکرار ہرگز معیوب نہیں ہوتا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ جب کوئی مفید اور ضروری بات کہتے تو آپ اس کا تین بار اعادہ فرماتے :۔

عن انسؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلاثاً حتی تفہم منہ (بخاری شریف ج ۱ ص)

امام بخاریؒ نے حدیث بالا کو باب من اعاد الحدیث ثلاثاً لیفھم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا وقول الزور فمازال یکررھا وقال ابن عمر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل بلغت ثلاثاً میں ذکر فرمایا ہے اور ان کا مقصد یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی ایک ہی بات کا اعادہ تین تین بار کرے تو اس کا یہ فعل مستحسن ہے معیوب نہیں ہے،

علی ھذا القیاس کوئی دینی و تبلیغی مضمون افادہ عام کے لئے اگر مئو کے کسی اخبار میں شائع ہو جائے تو اس کا ایک خلقہ ہے اسی حلقہ کے افراد تک مضمون کی افادیت محدود رہ جائے گی اور ایک اخبار نوائے اسلام دہلی ہے اسی حلقہ کے لوگ مختلف اور وسیع مقامات کے ہوتے ہیں تو اس مضمون کو اگر نوائے اسلام میں شائع کیا جائے تو اس کی اشاعت سے ان حلقہ کے تمام لوگوں تک پہونچ جائے گا جو حلقہ اشار مئو میں شامل نہیں ہے، اسی طرح ایک رسالہ صوت الاسلام ہے جو بمبئی سے نکلتا ہے اس کے حلقہ کے افراد دوسرے وہ تمام لوگ ہوتے ہیں جو دہلی کے نوائے اسلام کے حلقہ سے مختلف ہوتے ہیں، تو ایک ایسا مضمون جو اشار اور نوائے اسلام دونوں میں نکل چکا ہو تو اس کو صوت الاسلام بمبئی میں شائع کرانے کی غرض یہی ہوتی ہے کہ اس سے صوت الاسلام کے حلقہ ناظرین بھی مستفید ہو سکیں،

لہذا اس پر کسی کو یہ احساس نہ ہونا چاہئے کہ ایک ہی مضمون کو تین چار رسالوں میں مکرر دیکھ رہے ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کسی صاحب کے پاس آثار بھی آتا ہو اور نوائے اسلام بھی اور صوت الاسلام بھی جس کی وجہ سے ان کو تکرار نظر آتا ہے اور تکرار کے سبب اس کی افادیت ہی محسوس نہ کر رہے ہوں لیکن ان کے پاس انھیں سے صرف ایک ہی اخبار آرہا ہو تو اس سے وہ بھرپور استفادہ کرے گا اور ساتھ ہی یہ پھر بھی

ضروری ہے کہ ایک مضمون اگر مختلف اخباروں میں شائع ہورہا ہے تو اس کو مشک کی خوشبو کی طرح جیسے جتنی بار رگڑا جائے گا اتنی ہی وہ عطر ریز ہوگا عربی کا ایک مصرعہ ہے ، " هو المسك ما كررته يتضوع۔

یعنی مشک کو جتنی بار اگر مسو گے اتنی ہی بار وہ زیادہ سے زیادہ خوشبو ہو جائے گا۔ اس ضمن پر اسی نکتہ افادیت کو ملحوظ رکھنا چاہیئے مثلاً اگر مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی حفظ اللہ کا کوئی مضمون "البعث" میں چھپ گیا ہو وہی مضمون اس کا اردو ترجمہ ہو کر اگر "تعمیر حیات" میں شائع ہورہا ہے اور وہی مضمون "ندائے ملت" میں بھی شائع ہورہا ہو تو اس کا بھی یہی مقصد ہے کہ جس حلقہ میں البعث نہیں جاتا وہ تعمیر حیات کا مضمون کافی ہوگا اور جس حلقہ میں تعمیر حیات نہیں جاتا وہاں "ندائے ملت" کا ہی مضمون نفع بخش ہوگا ،

اسی طرح میرے مختلف مضامین میں جو تنوع ہوتا ہے تاریخی واقعات اور حکایات ہوتے ہیں تو اس کو میں امت مسلمہ کی بھلائی و خیر خواہی کے لئے کسی ایک رسالہ میں شائع کر دیتا ہوں جو مؤ بنارس کے حلقہ کے لئے مفید ہوتا ہے پھر میری خواہش ہوتی ہے کہ ان میں بہترین امثلہ و حکایات اور واقعات سے نوائے اسلام دہلی کے حلقے کے لوگ بھی مستفید ہوں وہ کسی ایک حلقہ کے لئے خاص نہ رہے ، اسی طرح صوت الاسلام بمبئی میں اسی مضمون کو اسی لئے شائع کراتا ہوں تاکہ حلقہ بمبئی اور اس کے اطراف واکناف کے باشندے اس سے مستفید ہوں اگر مدراسی و بنگالی زبان سے واقف ہوتا تو میری خواہش ہوتی کہ ان مضامین کو مدراس و بنگال کے اخبارات میں بھی دے دیا کروں تاکہ مدراس و بنگال کے احباب و اخوان بھی مستفید ہوں ،

مثال کے طور پر دیکھئے ترکی بادشاہ سلطان عبدالحمید سے کسی یورپین بادشاہ نے کہا کہ آپ ہمارے درمیان اسی طرح ہیں جیسے تیس[۳۲] دانتوں کے درمیان زبان رہتی ہے ، یورپین بادشاہ کا منشاء یہ تھا کہ کنارے کنارے یورپ کے بادشاہ ہیں اور درمیان میں ترکی کی سلطنت ہے اگر یہ کنارے والے بادشاہ ترکی پر حملہ کردیں

تو ترکی ان کے درمیان پس کر رہ جائے گا۔ تو یورپین بادشاہ نے استعارہ کے رنگ میں یہ کہا کہ آپ ہمارے درمیان اسی طرح گھرے ہیں جیسے کہ بتیس ۳۲ دانتوں کے درمیان زبان گھری ہوتی ہے۔

اس پر سلطان عبدالحمید نے جو عمدہ جواب دیا تھا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے سلطان نے کہا مگر قدرت کا قاعدہ ہے کہ دانت جھڑ جاتے ہیں، اور زبان باقی رہتی ہے" یعنی تمہاری سلطنت میں کمزوری واقع ہو سکتی ہے اور ترکی کی سلطنت گویا زبان کی طرح ہے وہ دشمنوں کے حملے سے محفوظ بھی رہ سکتی ہے۔ چونکہ بادشاہ کا مزاج شاہی تھا اس لئے جواب بھی خوب عمدہ اور شاہانہ دیا

اب اس واقعہ کو مذکورہ تینوں رسالوں میں یا اس سے زیادہ اخبار ول میں اس لئے شائع کرا دیا جائے تاکہ عام طور پر لوگ اسے پڑھیں اور ان کی ڈھارس بندھے اور انھیں صبر و استقامت نصیب ہو تو یہ کوئی معیوب بات نہ ہوگی۔ یا جیسے غزوہ حنین میں مسلمانوں کا بھروسہ خدا پر تھا تو اللہ نے ان کے بھروسہ کی قدر فرمائی اور جب خدا سے ان کا تعلق کمزور پڑ گیا اور اپنی وسائل اور کثرت تعداد پر ان کو ناز ہو گیا۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ ہم کو اس معرکہ غزوہ میں اس لئے فتح نصیب ہوگی کہ ہم تعداد میں زیادہ ہیں اور بنو ہوازم تھوڑے ہیں ہم ان کے مقابلہ میں غالب رہیں گے جب وہ بنو ہوازم کے مقابلے میں غزوہ حنین میں پہونچے تو ہوازم کے تیروں کی بوچھار نے جو ایک پہاڑی سے ہو رہی تھی صحابہ کے پاؤں اکھاڑ دیئے قرآن نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین (توبہ ۲۵)

یعنی حنین کے دن کو تم یاد کرو جب تم کو اپنی کثرت تعداد پر ناز ہو گیا تھا تو تم کو تمہاری کثرت تعداد نے کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچایا اور باوجود کشادہ ہونے کے زمین تمہارے اوپر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگے۔

اس آیت کریمہ میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر اللہ پر بھروسہ اور تعلق دل سے

نکل جائے اور لوگوں کو اپنی وسائل و ذرائع اور کثرت تعداد پر اعتماد و ناز ہو جائے تو ایسی نوبت آسکتی ہے کہ اپنے لوگ شکست کھا جائیں جیسا کہ حنین کی تاریخی جنگ میں شکست کا واقعہ پیش آیا تھا ارشاد باری ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله (سورہ بقرہ ۲۴۹) یعنی بہت سی چھوٹی جماعتیں بڑی بھاری جماعتوں پر غالب آجاتی ہیں اور ان کو زیر کر دیتی ہیں

اس آیت کریمہ کا یہ سبق سب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہمارا تعلق خدا سے مضبوط ہو تو ہم ضرور کامیاب و کامراں ہوں گے، اگر غزوہ بدر کے صحابہ کرام کی طرح اعتماد و توکل علی اللہ اپنے اندر پیدا کر لیں تو جنگ میں فتح ہم مسلمانوں ہی کی ہوگی حکم ربانی ہے

ولن تغنی عنکم فئتکم شیئا ولو کثرت وان اللہ مع المومنین (انفال : ۱۹)

یعنی تمہاری جماعت تم کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتی ہے چاہے وہ تعداد میں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے

تو جن صاحبان کا ایمان اور خاصان خدا کا تعلق اللہ سے ہوگا تو خدا ان کی ہر طرح سے ہر موڑ پر مدد فرمائے گا چاہے وہ تعداد میں بہت کم ہوں، کامیابی و فتح یابی کے لئے اصحاب بدر کی صفات سے متصف ہونا ضروری ہے جیسا کہ ایک شاعر نے کیا خوب اس کی ترجمانی کی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اسی طرح کبھی کبھار اگلے بادشاہوں نے علمائے سلف کی عزت و عظمت کا اظہار کیا ہے تو اس واقعہ کا ذکر اگر ایک رسالہ میں میں نے کیا ہے تو دوسرے رسائل میں بھی میں نے محض افادۂ عام ہی کے لئے اس کا اعادہ و تکرار کیا ہے مثلاً ہارون رشید نے اپنی دربار میں مولانا محدث ابو معاویہ الضریر کو بلایا اور اپنے دستر خوان پر انکو کھانا کھلایا۔ ہزاروں خادموں اور نوکروں کے باوجود خود ہی لوٹا لے کر اپنے ہاتھ سے مولانا صاحب کا ہاتھ جب وہ دھلانے لگا اُن سے پوچھا کہ آپ کا ہاتھ کون دھلا رہا ہے؟ مولانا نے جواب دیا میں تو نابینا ہوں میں نہیں بتا سکتا کہ کون دھلا رہا ہے تو ہارون نے بتایا کہ میں خود

ہی آپ کا ہاتھ دھلا رہا ہوں اس پر محدث نے کہا اسے آپ کیوں دھلا رہے ہیں کوئی خادم دھلا دیتے ہو تو خلیفہ نے دوبارہ محبت آمیز لہجہ میں کہا اجلالاً للعلم۔ اجلالاً للعلم آپ کی علمی بزرگی کا یہی تقاضا تھا کہ میں خود آپ کا ہاتھ دھلاؤں،

اس کے بعد محدث صاحب کو پائخانہ جانے کی حاجت ہوئی آپ نے ہارون رشید سے کہا کہ میں بیت الخلاء جانا چاہتا ہوں خلیفہ ہارون رشید نے اپنے بیٹے امین و مامون سے کہا کہ مولانا کو بیت الخلاء لے جاؤ ایک بیٹے نے ہاتھ پکڑ لیا دوسرے نے لوٹے میں پانی لیا اور مولانا کو بیت الخلاء لے کر چلے۔ تھوڑی دیر میں ایک معطر کمرہ میں پہونچے جہاں ہر طرف سے عطر کی خوشبو آرہی تھی مولانا نے کہا بھائی مجھے کیوں عطر خانہ میں لے آئے ؟ تو ان دونوں نے کہا ذلك الموضع یاعمی اے چچا جان! اہلا پائخانہ اسی طرح معطر ہوتا ہے۔ بیت الخلاء یہی ہے "تاریخ خطیب بغدادی"

اس واقعہ میں دیکھئے مولانا صاحب کا ہاتھ خود بادشاہ ہارون رشید نے دھلایا کسی خادم کو اس کے لئے مامور نہیں کیا اور بیت الخلاء کی طرف لے جانے کے لئے خود اپنے بیٹوں کو حکم دیا کسی خادم سے نہیں کہا کہ مولانا کو بیت الخلاء تک پہونچا دو یہ مولانا کے علم کے اعزاز و اکرام کی بات تھی، مولانا کی علمی جلالت و فقاہت کا ہارون رشید کو بڑا خیال تھا۔ بادشاہ نے اسی بنا پر مولانا کی ہر طرح سے خاطر و تواضع کی اور ان کی علمی جلالت کے مقام کو ملحوظ رکھا

اسی طرح بادشاہ شاہجہاں دہلی کا لوگوں نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ جب علامہ خیالی کی شرح ملا عبدالحکیم سیالکوٹیؒ نے کر دی تو شاہجہانی دربار میں حاضر ہوئے تو شاہجہاں بڑی قدر و عزت کے ساتھ پیش آیا شاندار استقبال کر کے عمدہ کرسی پر اپنے قریب بٹھایا — ان کی آمد کی خوشی میں ان کو کبھی چاندی کے برابر وزن کراتا اور کبھی سونے کے برابر وزن کراتا یہ چاندی و سونا بھی مولانا کے نذر کر دیتا "ماسر الکرام للبلگرامی"

اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ ہمارے سلاطین، اسلام کے جلیل الشان علماء

کی کس قدر عزت واحترام ملحوظ رکھتے تھے، آج کے دور میں ایسے جلیل الشان علماء رہے نہ وہ قدرداں امراء وسلاطین ہی رہے عہد رفتہ کے بارے میں اکبرالہ آبادی نے کیا خوب لکھا ہے ع.. اٹھا چکا ہے زمانہ ہمیں بھی مسند پر

ہوا کئے ہیں جواہر نثار ہم پر ..... بھی

بہت رہا کیا ہے لطف یار ہم پر بھی

گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی

تو اگر اس طرح کے واقعات دو تین اخبارات میں شائع ہو جائیں اور علماء سلف کی علمی جلالت اور شاہان گذشتہ کی انکی ہمت افزائی معلوم ہو جائے تو اس تکرار کو کیوں غیر مفید قرار دیا جائے

یا اسی طرح حکمت وظرافت سے ملے جلے واقعات کے متعلق میں نے کبھی یہ لکھا کہ مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص وارد ہوا عرض کیا کہ میں ایک طغرہ اپنی نام کا لکھوانا چاہتا ہوں میرا نام محمد کالے ہے اور کوئی شخص اس طغرہ کو لکھنے پر امادہ نہیں ہورہا ہے، کیونکہ محمدؐ کالے نہیں بلکہ گورے تھے اور بہت خوبصورت تھے۔ ایسا لکھنے کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سمجھتے ہیں، اب آپ کوئی ترکیب بتایئے کہ میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ میں طغرہ بنائے دیتا ہوں اس کو لوگ ضرور لکھیں وہ یہ ہے" ہردم نام محمد کا، لے "اس طغرہ میں ذکر الٰہی بھی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی، اور طغرہ لکھوانے والے کا پورا نام بھی آگیا

اسی ظرافت وحکمت کے باب میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ ایک بار اکبر بادشاہ نے زمین پر ایک بڑی لکیر کھینچی اور کہا کہ اس کو بغیر ہاتھ لگائے چھوٹا کردو۔ کسی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ بغیر ہاتھ لگائے لکیر کیسے چھوٹی ہوسکتی ہے، بیربل نے اس لکیر کے سامنے ایک اور لمبی لکیر کھینچ دی اب اس لمبی لکیر کے سامنے یہ چھوٹی ہوگئی بادشاہ بہت خوش ہوا اور بیربل کو کافی انعام دیا۔ ● (جاری)

یہ اربابِ سیاست

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

آپ نے یہ کہاوت یا مقولہ "نیم حکیم خطرۂ جان" ضرور سنا ہوگا۔ مگر اس مقولہ کی صداقت کا مشاہدہ اور تجربہ ایک ساتھ کم لوگوں کو ہی ہوگا مگر میں نے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے اور تجربہ بھی ہوا۔ اس لئے میری نظر میں اس میں کذب کا کوئی شائبہ نہیں۔ ہوا یوں کہ میرے پڑوس میں ایک غریب بیچارہ بیمار پڑ گیا اور علاج معالجہ کے غرض سے ایک ڈاکٹر کے پاس گیا۔ ڈاکٹر کیا تھا مارے گھٹنا پھوٹے سر۔ گھٹنے کے مرض کو سر درد کی دوا دی۔ گویا یہ دوا دیکر انہوں نے اس مریض کو موت کی بددعا دیدی۔ پھر کیا ہوا ڈاکٹر، (مجھے بعد میں اس مریض کے مرنے کے بعد ایسا ہی یقین ہو چلا کہ) وہ مستجاب الدعوات بھی تھا جبھی تو اس نے دوا اصلاً بددعا دی (ایسے دعا اور دوا میں وثیق ربط ہے اور کچھ دانشوروں کی نگاہ میں تو یہ دونوں جڑواں بھائی ہیں) بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی پھر وہ غریب مریض خدا کو پیارا ہو گیا۔ پھر کیا تھا مجھے، جیسے اس مقولے کی صداقت کا یقین کم تھا۔ ماننا پڑا کہ نیم حکیم کیوں کر اور کیسے خطرۂ جان ہوتے ہیں۔ پھر بہ یقین حق الیقین کا "فوٹو اسٹیٹ"، (بدل) اس وقت ہو گیا جب خود مجھ غریب جان کی لالے پڑ گئے اور پھر میں نے نیم حکیم ـــــــ خطرۂ جان" سے توبہ ہی کرلی وہ تو خدا کے فضل سے میں بچ گیا۔

اس طرح کے نیم" لوگ آپ کو صرف حکیم یا ڈاکٹر ہی نہیں ملیں گے بلکہ سیاست تجارت اور تعلیم وغیرہ کے میدان میں بھی مل جائیں گے مگر "نیم حکیم"، اور دیگر "نیم لوگوں" میں واضح فرق یہ ہے کہ یہ حکیم تو ایک فرد کی جان کیلئے خطرہ ہوتے ہیں مگر یہ "نیم لوگ" تو پورے ملک اور معاشرہ کیلئے خطرہ اور ہلاکت و بربادی کیلئے سگنل ہوتے ہیں۔ نیم تعلیم

یافتہ یا نیم عالم نے ہمارے ملک اور سماج کا جس طرح کباڑہ کیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے
ہمارا بہار خصوصاً اور ملک عموماً اس معاملے میں بہت زرخیز ہے۔ اسکولوں، کالج سے لے کر
مدرسہ اور یونیورسٹی وغیرہ تک کے تعلیمی اداروں سے جو لوگ ڈپلوما، سند یا ڈگری لے کر
نکلتے ہیں وہ اتنے خام ہوتے ہیں کہ انہیں آپ نیم عالم بھی نہیں کہہ سکتے۔ لیکن پھر یہی لوگ
جب سرکاری اور غیر سرکاری نوکریوں میں آتے ہیں تو ان اداروں اور ان سے متعلق عوام کا کیا
حال کرتے ہیں اس کے بارے میں وہی لوگ بتا سکتے ہیں۔ جن کا اس سے سامنا ہوتا ہے
ایک استاد مدرسہ یا کالج و اسکول کا بچوں کو تعلیم دیتا ہے مگر وہ بے چارے اس سے زیادہ
کچھ نہیں جانتے بلکہ اس سے بھی بہت کم جانتے ہیں جو کچھ اس کے شاگرد جانتے ہیں۔ بھلا ایسے
اساتذہ ملک و معاشرہ کی تعمیر کیوں کر اور کیسے کر سکتے ہیں کم از کم تعمیری کردار انہ ادا کرتے تو
ہم اس کو بھی گوارا کر لیتے مگر یہاں تو ان کا کردار ہی تخریبی ہو جاتا ہے۔ کیوں
کہ نیم عالم ہونے کی وجہ سے بچوں کو وہ جو کچھ پڑھاتے ہیں یا تو وہ ادھورے ہی
ہوتے ہیں یا بالکل ہی غلط "وہ نیم علم" کا دیدہ دلدار خصوصیت کے ساتھ اور
کثرت کے ساتھ سیاست کے میدان میں بھی آپ کو ہوگا۔ آپ جس محلّہ، گاؤں، شہر،
ضلع یا صوبہ میں دیکھیں آپ کو یہ نیم نیتا ککرمتّا (ایک طرح کا خودرو پودا) کیسطرح جگہ جگہ
ملیں گے۔ جو خود تو کسی کام کے نہیں ہوتے مگر نقصان دہ ہونے کے ساتھ
بکثرت مل بھی جاتے ہیں ہمارے دیش میں ان نیم نیتاؤں کی اس قدر کثرت ہے کہ
غالب کی زبان میں "ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں" اور پھر یہ نیم نیتے "جو سیاست کے ابجد سے
ناواقف ہوتے ہیں وہ ہمارے ملک اور دیش کیلئے کس قدر مضر اور وبالِ جان ثابت ہو رہے ہیں
یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جیسے "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا" کے مطابق وضاحت کی قطعی ضرورت
نہیں ہے۔ معاف کیجئے گا کہ میں نے نیتا کیلئے "ککرمتّا" کا لفظ استعمال کیا۔ گستاخی
معاف۔ مگر کیا کروں بات ہی کچھ ایسی ہے۔ میرے ایک سادہ لوح علم دوست ہیں۔ جو
نیتا کا مطلب ہی "ککرمتّا" سمجھتے ہیں۔ جو نہ پھینکنے کے لائق نہ استعمال کے لائق،
آج ہمارے ملک ہندوستان میں (جو کبھی جنت نشان تھا اور اب تو جہنم نشان

بھی کہتے ہوئے پتہ نہیں کیوں نہ جی کرتا ہے اور ڈر بھی لگتا ہے) روز افزوں ان کی ترقی ہو رہی ہے۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ آزادی کے پینتالیس سال بعد بھی ملک ہندوستان کے افق پہ آزادی اور خوشحالی و ترقی کی وہ صبح منتظر کیوں نہیں طلوع ہوئی جس کی آمد کے حسین سپنے غلامی کی تاریک زانوں میں کروڑوں ہندوستانیوں نے سنجوئے تھے۔ اس کے تانے بانے اسباب و علل کی روشنی میں بنتا ہوں یا پھر اس کا سررشتہ ڈھونڈھتا ہوں تو بالواسطہ یا بلا واسطہ اس کا سلسلہ ان نیم نیتاؤں " اور نیم لیڈروں " سے ملتا ہے جو علم سیاست میں خام اور جہالت و حماقت " کے اساتذۂ فن " ہوتے ہیں نیتا، لیڈر یا رہنما ان کا مطلب ہم نے پڑھا سنا اور جانا تھا " ملک و قوم کی خدمت بلا امتیاز مذہب و ملت کرنے والے مخلص اور وفادار "۔ مگر ان نیم نیتاؤں کو دیکھ کر وہ سُنی ہوئی بات قطعی طور پر معلوم ہوتی ہے اور سوچتا ہوں کہ بزرگوں کی یہ تعریف ہی حقیقت میں غلط ہے یا پھر انہوں نے کسی " غیر مخلوق " کی تعریف کی ہے۔ کیونکہ ہم نے یہ پایا کہ عیاری، مکاری، فریب و دغا، کذب و افترا کی تصویر کا نام نیتا یا رہنما ہوتا ہے اور پھر تعجب و حیرت کی ساری حدیں اس وقت ٹوٹ جاتی ہیں جب انہیں یہ کہتے ہوئے سُنتا ہوں کہ وہی قوم اور ملک کے سچے ہمدرد اور غمخوار ہیں۔ کہنے بھی دیجئے کہ یہ ملک ہمارا " جمہوری " ہے اور یہاں ہر ایک کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو بولنے کا حق حاصل ہے جبھی تو فرقہ پرستوں کے من میں جو آتا ہے وہ بولتے رہتے ہیں چاہے وہ انسانیت و مذہب اور اخلاق کی نظر میں کتنا ہی بڑا جرم کیوں نہ ہو۔ پھر ان " نیتاؤں " کے اوپر کیوں کر اور کیسے قدغن لگے۔ بھلا آپ ہی بتایئے.......!!!

قسم بخدا

فضل اللہ انصاری

زبان انسان کے اعضاء میں سے ایک اہم اور عجیب وغریب عضو ہے اس کے ذریعہ انسان اپنے خیالات، آراء وافکار اور نظریات کا اظہار کرتا ہے۔ غرضیکہ بات جو دل میں ہوتی ہے، اسے پیش کرتا ہے، اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ زبان انسانی اعضاء میں اللہ کے ایک خاص انعام کا درجہ رکھتی ہے۔ حقیقت میں اس کی کوئی نظیر ہے اور نہ کوئی مثال، اس زبان کا حق یہ ہے کہ اس سے صحیح، سچ، حق، مناسب اور بھلی باتیں بولی جائیں، ورنہ خاموش رہا جائے۔ کیوں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا او لیصمت، یعنی، جسے اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہو، وہ بھلی بات بولے یا پھر خاموش رہے۔ غلط، جھوٹ، باطل، غیر موزوں اور بری باتیں بولتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ "مایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید"، یعنی انسان جو بھی بات بولتا ہے تو (اسے نوٹ کرنے کیلئے) اس کے ساتھ ایک نگراں فرشتہ لگا رہتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ۔ من وقاہ اللہ شر ما بین لحییہ وشر ما بین رجلیہ دخل الجنۃ (الجامع الترمذی) یعنی، جسے اللہ نے زبان اور شرمگاہ کی برائی سے بچالیا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

ایک مسلمان کو زبان کی جن برائیوں سے بچنا ہے، ان میں ایک برائی جھوٹ بھی ہے جھوٹ، جو سراپا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس سے اجتناب واحتراز بہر حال ضروری ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "الا لعنۃ اللہ علی الکاذبین" جھوٹوں پہ اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ وان الکذب یھدی الی الفجور وان

الفجور یهدی الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند الله کذابا (متفق علیہ)
یعنی، جھوٹ برائی کی راہ دکھاتا ہے اور برائی جہنم کی۔ آدمی جھوٹ بولتا ہے، یہاں تک کہ (جھوٹ بولتے بولتے) اللہ کے پاس جھوٹا قرار دیا جاتا ہے ———— لیکن اگر یہی جھوٹ یہ قسم کی صفت بن جائے تو گناہ مزید بڑھ جاتا ہے اور اس پر سخت وعید عائد ہوتی ہے، جیسا کہ آیت وارد ہے کہ اِنَّ الذین یشترون بعهد الله وایمانهم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لهم فی الاخرة ولا یکلمهم الله ولا ینظر الیهم یوم القیامة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم یعنی " وہ لوگ
یعنی وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ قیامت کے دن ان سے بات کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ (آل عمران۔ ٧٧) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی ؐ نے فرمایا جو بغیر حق کے کسی مسلمان کا مال حاصل کرنے کیلئے قسم کھائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر آپؐ نے آیت ان الذین یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللهِ وَاَیْمَانِهِمْ الخ۔ کی تلاوت کی۔ (متفق علیہ)
مسلمانوں کے اندر پائی جانے والی خرابیوں اور برائیوں کا جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ ان کے اندر زبان کے مفاسد جہاں غیبت و چغل خوری الزام تراشی و بہتان ترازی، بدگوئی و فحش کلامی، غلط بیانی اور کذب گوئی پائی جاتی ہیں، وہیں جھوٹی قسم کم نہیں کھائی جاتی مال و جائداد غصب کرنے، دوسرے کا حق سلب کرنے اور غلط مقاصد کی تکمیل کرنے کیلئے جھوٹی قسمیں کھانا آج عام بات ہے جھوٹی قسم کھا کر دوسرے کا مال حاصل کرنے والے ایسے " صاحب مال "، کا مال (انجام) یہی کیا کم ہے کہ اللہ سے اس کی ملاقات ایسی حالت میں ہوگی کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ جب کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے ہر قول و فعل سے " رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ " کے مطابق صرف رب کی خوشنودی کا طلبگار ہو اور اس بات کا متمنی ہو کہ جب وہ اپنے رب سے ملے تو وہ اس سے خوش ہو۔

یہ قسم بخدا، اللہ قسم، اللہ جھوٹ نہ بلائے، یہ جھوٹے کا منہ کالا، سچے کا بول بالا، یہ ایسے حلفیہ جملے ہم کہا بولنے والا خصوصًا جھوٹا ہوتا ہے۔ کاذب، مکار اور فریبی ہوتا ہے ایسا معلوم دے گا کہ وہ سچ اور صرف بول رہا ہے، مگر وہ جھوٹ کا ایسا دفتر کھول رہا ہوتا ہے کہ آہ!، توبہ بھلی۔ اللہ بچائے۔ (آمین) ______ جھوٹی قسم کھالی، تھوڑا کچھ مل گیا اور اپنا کام نکل گیا۔ قسم خدا کی یہ کہہ دیا، کسی کی زمین جائداد ہڑپ لی۔ کسی کا مال غضب کر لیا۔ کسی کا حق سلب کر لیا۔ کسی کا "آباد" برباد کر دیا کسی کو اُلّو بنا کر اپنا اُلّو سیدھا کر لیا، اور اسی طرح اپنے دوسرے غلط مقاصد کو پورا کر لیا۔ پھر قسم بخدا برزعم خویش سمجھتے ہیں کہ کمال کر دیا۔ یہ سب گناہ بڑے گناہ کا درجہ رکھتے ہیں اور ان کا انجام نہایت ہی مہلک اور تباہ کن ہے۔ حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ جس نے اپنی (جھوٹی) قسم سے کسی مسلمان کا حق غصب کیا تو اللہ اس کیلئے جہنم واجب اور جنت حرام قرار دے گا۔ (یہ سُن کر) ایک آدمی نے پوچھا کہ یارسول اللہ خواہ معمولی ہی چیز ہو۔؟ آپؐ نے فرمایا (ہاں) خواہ پیلو کا ایک مسواک ہی ہو۔ (پھر بھی) اسے غصب کرنے پر اللہ جہنم واجب اور جنت حرام قرار دے گا۔ (مسلم شریف)

آج مسواک کی "تاک جھانک" کون کرتا ہے، یہاں تو پورا ہاتھی لوگ کچا چبا جاتے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لیتے۔ کورٹ COURT، کچہری اور محکمۂ عدالت میں جھوٹی قسمیں کھا کر، جَو کو گندم دکھا کر اور غلط کو صحیح بتا کر جو تماشے دکھائے جاتے ہیں ان سے عقل حیران اور بیچارہ "سچا" "حقدار" پریشان ہو جاتا ہے۔ مرے عقل ابلیس کی۔ بے بنیاد دعویٰ کی تصدیق کیلئے "ٹھوس دلائل اور واضح ثبوت" پر سچ کا خوبصورت اور دلکش لبادہ چڑھا کر جھوٹی قسمیں اتنی اور اس قدر کھائی جاتی ہیں کہ "صاحب حق" بسا اوقات تھک ہار جاتا ہے اور جیت اسی جھوٹے کی ہوتی ہے مگر حقیقت میں اس کا انجام۔ ہلاکت و بربادی، جہنم اور تباہی۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ تین شخص ایسے ہیں۔ جن سے اللہ قیامت

کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا آپؐ نے یہ تین مرتبہ فرمایا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ" وہ سب خائب وخاسر اور ناکام ہوئے" اے اللہ کے رسولؐ وہ سب کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ۱۔ ازار اور تہبند لٹکا کر چلنے والا" ۲۔ احسان جتانے والا اور ۳۔ جھوٹی قسم کے ذریعہ اپنا سامان فروخت کرنے والا۔ (مسلم و ابوداؤد) تجارت اور بیع وشراء میں جھوٹ اور جھوٹی قسم آج اس کا ایک ضروری حصہ بن گئی ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسلمان بھی ایسا سمجھتے ہیں کہ بغیر جھوٹ اور جھوٹی قسم کے تجارت فروغ نہیں پا سکتی ہے۔ دروغ اور حقیقی و دیرپا فروغ دو مختلف چیزیں ہیں۔ سچے اور امانت دار تاجر کا مقام بہت بلند ہے۔ کاش مسلمان اس حقیقت کو سمجھتے اور تجارتی امور میں کذب، جھوٹ اور جھوٹی قسم سے بچتے وہ یہ یقین رکھتے کہ غلط طریقے سے صحیح تک اور حرام طریقے سے حلال تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جھوٹی قسم کبائر میں شامل ہے۔ جب کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا کسی کا قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا گناہِ کبیرہ ہیں۔ (بخاری) دنیا کی معمولی لذت، دوسرے کا مال و دولت اور بظاہر تجارتی فروغ کیلئے ہمیں جھوٹی قسم کھا کر گناہِ کبیرہ کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے۔ اور اپنی وہ شناخت نہیں کھونی چاہیے، جو اسلام نے ہمارے لئے متعین کی ہے اور ہر حال میں سچ بولنے کی تعلیم دی ہے۔

حاجی عبدالقدوس سوت والے جوارِ رحمت میں

جماعت غرباء اہلحدیث اور مدرسہ دارالکتاب والسنۃ کے ایک اہم ذمہ دار اور صدر بازار دہلی کے معروف تاجر حاجی عبدالقدوس صاحب (حاجی بھین) ۱۸؍اکتوبر کی صبح کو انتقال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم عرصہ سے علیل تھے۔ بیماری اور صحت برابر ساتھ رہی۔ مرحوم اپنے اجداد کی طرف دینی جذبات سے سرشار تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں کو درگذر فرما کر جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل دے۔ آمین

(ادارہ)

غیبت

تحریر: شیخہ بنت عبداللہ
ترجمانی:۔ ذاہرہ زریں عبدالحفیظ، کلیۃ الطیبات

غیبت:۔ یہ گناہ کبیرہ میں سے ایک گناہ ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت سے منع کیا ہے لیکن ہمارے معاشرے اور سماج میں یہ چیز کثرت سے پائی جاتی ہے یہ زبان کی آفتوں میں سے ایک آفت ہے۔

تعریف:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔ اپنے بھائی کے بارے میں کوئی ایسی حرکت کہو جو اسے ناپسند ہو صحابہ نے عرض کیا اگر میرے بھائی کے اندر وہ چیزیں ہیں جو میں کہتا ہوں تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں آپ نے کہا جو کچھ تم بیان کرتے ہو اگر اس کے اندر ہے تو غیبت ہے اور اگر اس کے اندر تمہاری بیان کردہ باتیں نہیں ہیں تو یہ بہتان ہے (مسلم)

غیبت کی مثالیں:۔ غیبت کبھی انسان کے جسم کے بارے میں ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ یہ شخص اندھا ہے یا بھینگا ہے یا کانا ہے یا لمبا ہے یا پستہ قد ہے یا کالا ہے۔

(ب) غیبت کبھی انسان کے نسب کے بارے میں ہوتی ہے اس طور سے کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ بخاری ہے یا ہندی ہے یا غلام ہے

(ج) اور کبھی پیشے کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے جھاڑو دینے والا یا نائی ہے یا قصاب ہے۔

(د) اور کبھی انسان کی پیدائش کے بارے میں ہوتی ہے جیسے کہا جائے یہ بدخلق ہے یا بخیل ہے یا بزدل ہے۔

(ھ) اور کبھی غیبت شرعی امور کے بارے میں ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ چور، جھوٹا، شرابی، خیانت کرنے والا، ظالم۔

(۹) اور کبھی غیبت دنیوی معاملات کے بارے میں ہوتی ہے جیسے کہا جائے کہ وہ بے ادب ہے لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے یا زیادہ بات کرنے والا ہے۔

غیبت کی قسمیں:۔ غیبت صرف زبان سے نہیں ہوتی ہے بلکہ حرکات وسکنات اشارے۔ تمثیل۔ تعریض۔ طعنہ زنی۔ لکھکر یا اس کے معنی میں جو چیز ہو سب کو شامل ہے۔

چغلخوری کا حمایتی بھی گنہگار ہے:۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ چغلی کرنے والے کی ہاں میں ہاں ملانا اور تعجب کی نگاہ سے دیکھنا اسے حوصلہ دیگا اور ایک قسم کی یہ تائید ہوگی اس سے وہ گناہ میں شریک ہوگا۔ سننے والے پر ضروری ہے کہ غیبت کرنے والے کو ڈانٹے اور اپنے بھائی کی عزت وآبرو کی طرف سے دفاع کرے اور حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص نے اپنے بھائی کی عزت وآبرو کی طرف سے دفاع کیا تو اللہ پر واجب ہے کہ اسے جہنم سے آزاد کردیں

غیبت کب جائز ہے؟۔ (۱) اپنی مظلومیت کا اظہار کرنا آدمی قاضی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرے اور بتائے کہ کس طرح ظالم نے اس پر ظلم کیا ہے اور سرکشی کرتے ہوئے اسے دبایا یا ستایا جاسکتا ہے (۲) ان القاب کا ذکر کرنا کہ اس کے بغیر کسی شخص کو پہچانا نہیں جاسکتا ہے اسکا نام ہو یا اس کے خاندان کا نام۔ (۳) منکر کا انکار کرنے کیلئے امیر یا ولی الامر سے شکایت کرے جیسے کوئی شراب کا عادی ہے تو اس کی اصلاح کیلئے اس کی باتیں بادشاہ تک پہونچائی جاسکتی ہے۔ (۴) کسی مسلمان کو ڈرانا گناہ میں پڑنے سے بچنے کیلئے آدمی جب دیکھے کہ کوئی کسی فاسق کے یہاں آتا جاتا ہے تو ایسی حالت میں اسے ڈرانا اور نصیحت کرنا واجب ہوجاتا ہے یا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی غلط آدمی کے یہاں آتا جاتا ہے۔ تو اس غلط آدمی کی برائیوں اور خرابیوں کو بیان کرے اور اس کی صحبت میں رہ کر جو نقصان ہوگا اس کی وضاحت کرے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کہیں کسی کی شادی کرنا چاہتا ہے تو لڑکی اور لڑکے کے عادات وچال چلن بیان کرسکتا ہے

اللہ کی یاد سے غیبت کا خاتمہ کردو:۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے ایمان لانے والو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو اور صبح وشام اسکی تسبیح وتہلیل کرو۔

اور فرماتے ہیں ۔ مجھکو یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ سے معجزہ اور نشانی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین دن تک بات نہ کرے مگر اشارے سے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح پڑھو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ ان کے لئے ان کے اہل میں سے کسی کو وزیر بنا دے تاکہ وہ ذکر و تسبیح پر مدد کرے ۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی حکایت یوں بیان کی ہے میرے لئے میرے بھائی ہارون کو وزیر بنادو اور اس کے ذریعہ مجھے قوت پہونچاؤ اور اس سے میری مدد کرو ۔

اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں ۔ سن لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل مطمئن ہو جاتا ہے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتادوں جو تمہارے عملوں میں سب سے بہتر تمہارے بادشاہ کے نزدیک سب سے عمدہ سونا چاندی خرچ کرنے سے افضل تمہارے مقام کو بلند کرنے کا باعث اور یہ کہ تم دشمنان اسلام سے لڑو وہ تمہاری گردن ماریں اور تم ان کی گردن مارو صحابہ کرام نے فرمایا وہ کیا ہے اے اللہ کے رسولؐ ؟ آپ نے فرمایا اللہ کی یاد ۔

غیبت کا حکم :- معاشرے کی وہ برائی ہے جو مسلمان کیلئے مناسب نہیں اور یہ حرام ہے اور بالاتفاق یہ گناہ کبیرہ ہے اس لئے کہ اس سے محبت اور بھائی چارگی کا تعلق کٹ جاتا ہے اور عداوت و دشمنی پیدا ہو جاتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے والے کی مثال اس شخص سے دی ہے جو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے ۔

جب اللہ رب العالمین نے کہا تم میں سے ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے ۔ تو وہاں یہ بھی فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے ۔ تو تم اسے ناپسند کرو گے ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک تیز بدبودار ہوا چلی تو آپ نے فرمایا کہ کچھ منافق لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے

اس لئے یہ بدبودار ہوا چل رہی ہے (احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کرایا گیا تو میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گذرا جن کے تانبے کے ناخن تھے جس سے اپنے چہرے اور سینے کو نوچ رہے تھے۔

میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے جواب دیا یہ وہی ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت وآبرو کے سلسلے میں گفتگو کرتے تھے۔ اور جب حضرت ماعز نے زنا کیا اور اپنے جرم کا اعتراف کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور وہ چاہتے تھے کہ ان پر حد جاری کیا جائے تاکہ وہ اپنے گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیں تو وہ رجم کئے گئے یہاں تک کہ مر گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو سنا ان میں سے ایک اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کہ اللہ نے ستر پوشی کی؟۔ تو اس نے اپنے آپکو نہیں چھوڑا یہاں تک کہ رجم کر دیئے گئے کتے کے رجم کی طرح پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک مرے ہوئے گدھے کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا۔ فلاں....... فلاں....... فلاں...... کہاں ہیں؟ اترو اور اس گدھے کو کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کر دے کیا یہ کھایا جاتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم دونوں نے ابھی ابھی اپنے بھائی کے بارے میں گفتگو کی ہے یہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بے شک وہ جنت کی نہروں میں ہیں اور اس میں ڈبکیاں لگا رہے ہیں۔

کشمیر مسئلہ کا حل

روزنامہ ملاپ کا اداریہ

جب سے حضرت بل کانڈ شروع ہوا ہے ایک بات صاف ہے اور وہ یہ کہ کشمیر مسئلہ اب ہندوستان اور پاکستان کے دائروں سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر اہمیت اختیار کرچکا ہے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ بڑی طاقتوں کی سیدھی مداخلت کیلئے ابھی وقت ہو سکتا ہے لیکن اس سلسلہ کیلئے کاروائی کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان نہ ہی پاکستان کے دعویٰ قبول کرنے کو تیار ہے اور نہ آزاد کشمیر کے پہلو کو دیکھنے کیلئے راضی ہے دوسری طرف پاکستان کشمیر میں اپنی سازش تب تک کرتا رہے گا جب تک کشمیر ہند کا حصہ رہے گا۔ اس وقت مغربی ملکوں کو یہ لگنے لگا ہے کہ اگر کشمیر کا مسئلہ کسی ایک ملک کی طرف بھاری ہوا تو نیوکلیر جنگ کے آثار بہت بڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے اب یہ کوشش کی جائے گی کہ اسے آزادی کی طرف لیکر جایا جائے، اس کا پہلا ثبوت اسی وقت مل گیا تھا جب امریکہ نے اتحادی سبھا کے ریزولیوشن اور شملہ معاہدے کی اہمیت کو کم کر کے یہ قبول کیا تھا کہ وہ کشمیری علیحدگی پسندوں سے تعلق قائم کئے ہوئے ہیں۔ پھر برسلز میں جو کانفرنس ہوئی وہ اس سفر کا دوسرا قدم تھا۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کشمیر کو بین الاقوامی مداخلت سے اب دور رکھنا مشکل ہوگا۔ لیکن ان حالات میں ہندوستان کیلئے نئی پریشانیاں کھڑی ہیں اور پرانی حل ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ حالانکہ بہت امید کی جارہی ہے کہ کشمیری انتہاپسندی کو فوج کمزور کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ اس کیلئے اکثر پنجاب کی مثال دی جاتی ہے۔

پنجاب سے مقابلہ کرنے سے پہلے سب سے اہم بات یاد رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ کہ پنجاب میں انتہاپسندی کو کبھی بھی عوام کی ہمدردی حاصل نہیں تھی اور کشمیر میں علیحدگی کے جذبے کو عوام کے اندر کوٹ کوٹ کے بھرا گیا ہے۔ یہ سچ ہے کہ انتہاپسندی کی طاقت سرحد کے پار سے آتی ہے۔ لیکن اسے پوری طرح غیر ملکی سمجھنا نادانی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ بین الاقوامی طور پر پنجاب کو کبھی کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔ کشمیر کو یہ شروع سے حاصل ہے۔ اس لئے

مگر یہ امید کی جارہی ہے کہ فوج کی طاقت سے کشمیر میں امن آجائے گا تو یہ بہت مشکل لگتا ہے اس لئے اب ضرورت ہے ہندوستانی سرکار کو ایک ٹھوس قدم اٹھانے کی جس سے بین الاقوامی دخل اندازی خود بخود کم ہو جائے اور حالات بھی قابو میں آجائیں۔ ایک کمیٹی بنانے کی ضرورت ہے جو کشمیر کو نیا روپ رنگ دے اور نئی آئین دے۔ اس کیلئے ہند کی آئین سے باہر جانے کی ضرورت بھی ہو تو وہ کرنا مناسب ہوگا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس نئی تجویز کے ہر پہلو کو یہاں بیان کرنا تو ممکن نہیں لیکن دو باتوں کا خاص خیال رکھنا ہوگا۔ ایک ہند کی دفاع اور دوسرا کشمیر میں اقلیت کا درجہ۔ اس بات کو بھوٹان سے تعلقات کے راستے پر قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح ہند کشمیر کی دفاعی اور بدیشی پالیسی کو اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہوئے باقی دائروں میں آزادی دینے پر غور کر سکتا ہے۔ اس سے پاکستان کا داؤ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ کشمیر میں لبنان قسم کی حکومت چلائی جاسکتی ہے۔ اور یہ بہت خوبی سے کام کرے گی لیکن اس کیلئے ہندوستان کو اپنا خیال پہلے بنانا ہوگا۔ یہ سب سے اول اور لازمی ہے۔ پھر باریکیوں میں جایا جاسکتا ہے۔

یک روزہ تبلیغی ودعوتی کانفرنس

نوین

حسب سابق "کشفیہ مرکز التعلیم والدعوۃ، جموں وکشمیر" کے زیر انتظام کشفیہ منزل مالیگام (پونچھ) میں پانچویں یک روزہ دعوتی وتبلیغی کانفرنس ۲۱ نومبر ۱۹۹۳ء بروز اتوار ہورہی ہے جس میں اکابرین جمعیۃ کے علاوہ ریاست و بیرون ریاست سے علماء کرام تشریف لارہے ہیں۔ لہٰذا آپ کی علم پروری اور دین دوستی کے پیش نظر ہمیں پوری توقع ہے کہ آپ جملہ احباب سمیت اس رُوح پرور اجتماع میں شرکت فرماکر ثواب دارین حاصل کریں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکز کے ذمہ ہوگا

الحاج حفیظ اللہ اوٹی جوار رحمت میں

اوٹی (تامل ناڈو) کی جماعت کے ایک اہم ذمہ دار اور مسجد اہل حدیث اوٹی کے متولی، جناب حفیظ اللہ صاحب گذشتہ ماہ رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اوٹی کی پوری جماعت غمزدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل دے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

JAMIA Arabia
Qasimul-Uloom (Regd)
Gulariha, Post : Badalpur Gonda U. P.

الجامعۃ العربیۃ قاسم العلوم
گلہریا پوسٹ بدلپور ضلع گونڈہ (یوپی) الہند

ارباب جود وسخا سے
ایک مخلصانہ اپیل

محسنین کرام وقارئین نوائے اسلام ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خدا کرے کہ آپ جملہ محسنین واحباب جماعت بہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں۔(آمین)

بعدہ معروض اینکہ جیسا کہ آپ حضرات بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا ضلع گونڈہ کی ایک مشہور ومعروف تعلیمی وتربیتی اور اقامتی درسگاہ ہے جو کہ اپنی تعلیمی ترقیات کے ساتھ ساتھ بتدریج تعمیری ترقیات سے بھی ہمکنار ہو رہا ہے

چنانچہ بحمد اللہ فی الحال جامعہ ہذا کی زیر تعمیر مسجد کی چھت آپ حضرات جیسے مخیرین احباب جماعت کے تعاون سے مکمل ہو چکی ہے، اور اب صرف اس کا پلستر وصفائی اور مینارے کا کام باقی ہے علاوہ ازیں مجاہد کبیر وعالم جلیل مولینا اظہر شاہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اس علاقے میں مسلک حقہ کی ترویج واشاعت کے لئے ایک معمار اوّل کی حیثیت رکھتے تھے) کی یادگار میں ایک اظہر ہال کی بنیاد رکھی جا چکی ہے، جس کی تعمیر وتکمیل کے لئے آپ حضرات کے مالی واخلاقی تعاون کی ضرورت ہے۔

لہذا آج ہم اپنے جملہ محسنین کرام ومخیرین کا قلبی شکریہ ادا کرتے ہوئے مزید التماس کرتے ہیں کہ جامعہ ھذا کے جملہ تعمیری وتعلیمی کاموں میں دامے درمے قدمے سخنے ہر ممکن تعاون فرما کر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں، ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین،،

العارض

محمد عمر السلفی جامعہ عربیہ قاسم العلوم گلہریا، بدلپور، گونڈہ، یو-پی، پن کوڈ-۲۷۱۲۰۵ -

قیام مساجد کی تگ و دو

اللہ سے بندوں کا رشتہ جوڑنے کیلئے مسجدیں زینہ ہوتی ہیں۔ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے دور افتادہ پسماندہ اور اللہ سے دور رہنے والوں کو اللہ کے قریب کرنے کے لئے کچھ مقامات پر مسجدیں تعمیر کی ہیں۔ اور کچھ مقامات پر تعمیر کیلئے کوشاں ہے۔ یہ مساجد لاکھوں روپے کی نہیں بلکہ چند ہزار روپیوں میں بنائی جارہی ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو ضلالت و گمراہی سے نجات دلانے میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ مساجد میں پابندی سے نماز پنجگانہ و جمعہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور مساجد ہی کو تعلیم گاہ کے طور پر بھی استعمال کیا جارہا ہے۔

مجلس الدعوۃ الاسلامیہ

اپنے تعلیمی و تبلیغی و دینی خدمات کے مناظر میں

مدارس ——— ہندونیپال

مدرسہ دارالقرآن والحدیث تحفیظ القرآن الکریم بھمنی مہاراج گنج یوپی
اقرا جونیئر ہائی اسکول آزادنگر مہراج گنج یوپی
مدرسہ اقرا مکھولی نچلول مہراج گنج یوپی
المعہد الاسلامی السلفی گوڑپالی پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ بھوجہوا نول پراسی نیپال
مدرسہ اسلامیہ خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

دعوتی مراکز ——— ہندونیپال

دعوۃ سینٹر کوہوئی. مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر مکھولی نچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر کوہڑول نچلول مہراج گنج یوپی
دعوۃ سینٹر پراسی نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر بھوجہوا. نول پراسی نیپال
دعوۃ سینٹر خیرٹوا سمری نول پراسی نیپال

ریڈنگ سنٹرس (دارالمطالعات)

اقرا ریڈنگ سینٹرس	آزادنگر	اقرا ریڈنگ سینٹرس	مکھولی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کاشت خیرا	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پراسی
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہوئی	اقرا ریڈنگ سینٹرس	بھمنی پربھوجہوا
اقرا ریڈنگ سینٹرس	کوہڑول	اقرا ریڈنگ سینٹرس	پرتاول

مساجد زیر انتظام و تعمیر کردہ

جامع مسجد بھمنی ——— تعمیر کردہ ادارہ اصلاح المساجد بمبئی
مسجد محمدی دہلی — — مغلیہ عہد کی تعمیر شدہ
مسجد بلال مکھولی ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی
جامع مسجد کاشت خیرا ——— تعمیر کردہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی

مطبوعات

۱۸

تعمیری منصوبہ میں شامل مساجد

۱۔ مسجد توحید نبی دہلی، ۲۔ مسجد اقرا آزادنگر، ۳۔ مسجد گھوڑپالی، ۴، مسجد بھوجہوا، ۵۔ مسجد ابوبکر صدیق رضؓ
۶۔ مسجد عمر بن خطابؓ، ۷۔ مسجد عثمان بن عفانؓ، ۸۔ علی بن ابی طالبؓ ۹۔ اصلاح مسجد محمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد نمبر ۱۰
شمارہ نمبر ۱۲

علمی وتبلیغی رسالہ

ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

مجلۃ شہریۃ اسلامیۃ تصدر عن مجلس الدعوۃ الاسلامیۃ دہلی الہند

سرپرست:- مولانا عطاء اللہ خاں ایم، اے، بی، ایڈ - امیر جمعیۃ اہلحدیث بھیونڈی

دسمبر ۱۹۹۳ء جمادی الثانی، رجب ۱۴۱۴ھ

مدیر:- عزیز عمر سلفی

نائب مدیر:- عبدالواجد فیضی
معاون مدیر:- افضل ندوی

زرتعاون	پاکستان وبنگلہ دیش سے
سالانہ:- چالیس روپے	سالانہ:- ایک سو روپے
خصوصی:- ایک سو روپے سے زائد	بیرون ممالک سے ۲۰ ڈالر امریکی

نیپال سے ہندوستانی روپے کے مساوی

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ

منیجر نوائے اسلام ۱۱۶۴- اے چاہ رہٹ جامع مسجد دہلی ۱۱۰۰۰۶

فون 3265935

آئینہ ترتیب

پرنٹر پبلشر عبدالواحد فیضی نے ایس ایس پریس برائے جے کے آفسیٹ سے چھپوا کر دفتر نوائے اسلام ۱۱۶۴/۴ ارا ے چاہ رہٹ جامع مسجد ۱۱۰۰۰۶ سے شائع کیا ہے ——————— !

نقش آغاز

ادارہ

آج کی نئی جمہوریت نے عقل و خرد پر ایسا تالا لگا دیا ہے کہ اس سے انصاف تو ملنا درکنار اس کا تصور بھی کرنا امید بیجا ہے۔ جمہوریت کی برکت سے ہر وہ شخص وقت کا مسیحا اور درد کا درماں ہے جو عیاری اور مکاری میں اپنی مثال آپ ہو۔ قتل و غارتگری اس کا پیشہ ہو۔ پرلے درجے کا غنڈہ اور لفنگا ہو۔ اس کے پاس تعلیم ہو نہ تربیت، اخلاق ہو نہ کردار بس یہی ہے جمہوریت کی معراج۔ آج انہیں جمہوریت پسندوں کی وجہ سے ملک کباڑ خانہ بن گیا ہے اور جنت ارضی کشمیر جہنم بن گیا ہے ملک کے جن چھ صوبوں میں انتخابات ہوئے ہیں ان میں کامیاب ہونے والے امیدواروں میں کتنے ہیں جو اخلاق و مروت اور خیر سگالی کا جذبہ رکھتے ہیں؟۔ اگر ان کی پوری زندگی میں جھانک کر دیکھا جائے تو شاید کہیں انسانیت نوازی کی کوئی رمق دکھ جائے۔ ایسے مایوس کن صفات کے حاملین جب حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے کر قوم کی نمائندگی کرنے لگیں گے تو ملک و ملت کا جو حشر ہو رہا ہے بجا طور پر اس سے بھی بدتر ہوگا۔ یوں تو ہندوستان کے بے ڈھب اور عاقبت نا اندیش سیاست کی وجہ سے ملک کا وقار بارہا مجروح ہوا ہے مگر گذشتہ چند سالوں سے جو بدنامی ذلت ورسوائی اس کے حصہ میں آئی ہے اس نے ہر ہندوستانی کا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔

ہندوستان کے بارے میں یہ تصور بالکل صحیح ہے کہ یہ دنیا کا واحد ملک ہے جہاں کوئی نظام اور مقصدیت نہیں ہے۔ یہاں سیاسی افق پر جو کچھ رونما ہو رہا ہے یا ملک میں بناؤ بگاڑ کے تعلق سے جو کچھ ہو رہا ہے اس میں کسی کے منصوبے کا کوئی مستعمل دخل نہیں ہے بلکہ یہ سب قدرت کی طرف سے خود بخود ہو رہا ہے۔

آج پوری دنیا امن و آشتی کی بحالی کیلئے دوڑ دھوپ کر رہی ہے، انسانی برادری کے مسائل کو سلجھا رہی ہے حقوق انسانی کی پامالی کے خلاف اقدامات بڑے پیمانے پر کیا جا رہا ہے جس کا اثر پوری دنیا قبول کر رہی ہے مگر بدقسمتی سے ہندوستان کے ارباب سیاست کی بے حسی نے ہندوستانی مسائل کو دیگر گوں بنا دیا ہے۔ ہندوستانی پولیس کے ذلیل ترین رویہ سے انسانوں ہی کو نہیں جانوروں کو بھی شکایت ہے اور سب انکی مذموم حرکات و سکنات کی مذمت کرتے ہیں مگر اب فوج کے جوان جو کبھی صبر و تحمل اور اخوت و مروت کے اعلیٰ نمونہ تھے انہیں کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس بات کا زندہ ثبوت ہیں۔ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے۔ اور کیا ہونا چاہیئے اس سے ارباب سیاست لاعلم نہیں ہیں بلکہ غفلت و بدہوشی کے شکار ہیں ورنہ حکومت یہ رویہ غلطی دہراتی جائے؟ اور سمجھانے سے باز نہ آئے؟

کشمیر میں حضرت بل کے محاصرہ سے فوج کو کیا ملا؟ گورنر کشمیر کو یا سنٹرل گورنمنٹ کو اس سے کیا ملا۔ البتہ ۳۲ روزہ محاصرہ کے نتیجہ میں ہندوستان پر پوری دنیا کی نظریں ٹک گئیں۔ کشمیر میں حقوق انسانی کی پامالی کے خلاف عالمی سطح پر آوازیں بلند ہونے لگیں حضرت بل کا محاصرہ ختم کرنے سے قبل حکومت کو اس میں بڑے بڑے ملیٹینٹ نظر آرہے تھے جس میں کشمیری بھی تھے، پاکستانی بھی افغانی بھی فلسطینی بھی، مگر جب محاصرہ ختم ہوا تو وہاں نہ کوئی پاکستانی تھا نہ کوئی افغانی نہ فلسطینی بلکہ سیدھے معمولی قسم کے بندوق بردار تھے لہذا ان سب کو بغیر کسی فرد جرم کے رہا کر دیا گیا ایک طرف حکومت کا بلند بانگ دعویٰ اور دوسری طرف معاملہ بالکل کھوکھلا کیا یہ سب کچھ حکومت کی سیاسی دیوالیہ پن نہیں ہے؟

عزت اور کامیاب سیاست کی بات تو یہ ہے کہ مسئلہ کو زور و جبر کے ذریعہ سے حل کرنے کے بجائے دو بدو گفتگو سے حل کیا جائے۔ اور مزید توڑنے کے بجائے جوڑنے کی کوشش کی جائے اسی سے ملک کو عزت و سرخروئی حاصل ہو سکتی ہے ●

نوائے حدیث

کرے مہربانی جو اہل زمیں پر

فضل اللہ انصاری

عن جریر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من لا یرحم لا یرحم۔ (البخاری)

ترجمہ: حضرت جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، وہ رحم نہیں کیا جاتا۔

بندوں کے بعض کام ایسے ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے وہ صرف اوروں کی نظر میں ہی محترم، قابلِ قدر اور لائقِ تکریم نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ رب العزت کی نظر میں بھی وہ محبوب ولپسندیدہ قرار پاتے ہیں۔ یہ وہ کام ہیں، جن کا حقیقت میں کوئی منفی اثر ظاہر نہیں ہوتا نتیجہ بے سود اور انجام برا نہیں ہوتا۔ التزامی طور پہ ان کے مثبت، مؤثر اور دل پذیر اثرات مرتب ہو کے رہتے ہیں۔ ہمدردی و بہ خواہی، غمخواری و غمگساری، مصیبت میں ساجھے داری، رحم وکرم اور مہربانی وغیرہ کچھ ایسے ہی بندوں کے عمل اور کام ہیں، جن کے بہر حال اچھے انجام ہیں۔ ایسا ہو نہیں سکتا کہ کسی کے ساتھ ہمدردی و بہ خواہی کا عملی ثبوت دیا جائے اور وہ ظلم و زیادتی کرے، کسی کے غم اور رنج والم میں شریک ہو کر اسے ہم کم یا ختم کرنے کی کوشش کریں اور وہ الٹا ستم ڈھائے۔ کسی کے ساتھ کوئی حسن سلوک سے پیش آئے، وہ اس کیلئے رحیم وشفیق ہو، اس پہ رحم وکرم کرے، اس کی پیش آمدہ مجبوری و پریشانی، دکھ درد اور تکلیف دور کرنے کیلئے ہمہ دم کوشاں ہو۔ اور وہ متاثر نہ ہو۔ اللہ اس پر مہربان اور اس کا کرم واحسان نہ ہو۔ اللہ تو اس پر مہربان نہیں ہوتا جو لوگوں پہ مہربان نہیں ہوتے۔ جیسا کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا من لا

یَرْحَمْ، لایُرْحَم ،جو کسی کے ساتھ رحم وکرم اور مہربانی نہیں کرتا، اس کے ساتھ بھی مہربانی نہیں کی جاتی۔ مسلم شریف کی روایت کے مطابق اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ۔ من لا یرحم الناس لا یرحمہ اللہ۔ یعنی، جو لوگوں پہ رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پہ رحم نہیں کرتا چنانچہ اگر کوئی کسی کے ساتھ رحم وکرم کرے اور ہمدردی و بہ خواہی کا ثبوت دے تو اللہ بھی یقیناً اس پہ رحیم وکریم اور مہربان ہوگا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ "ہل جزاء الاحسان الا الاحسان" بھلائی کا بدلہ بہر حال بھلائی ہے مشہور ہے کہ ؎

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

اس رحم وکرم اور پریشان کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی کا دائرہ بہت وسیع ہے یہ ہمدردی اور مہربانی کسی کے ساتھ بھی کی جاسکتی ہے اور اس کے دائرہ کو تنگ نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ہم لوگ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ نماز میں تھے تو ایک دیہاتی نے نماز ہی کی حالت میں کہا "اللہم ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً" یعنی، اے اللہ! مجھ پہ اور محمدؐ پہ رحم کر اور کسی پہ رحم نہ کر (بخاری شریف) ابن بطال فرماتے ہیں کہ۔ رحم وکرم اور مہربانی تمام مخلوقات کو محیط ہے اور حدیث شریف کے اندر اس پہ ابھارا گیا ہے۔ مومن وکافر، غلام وآزاد، حیوان وجانور، سب کے ساتھ مہربانی کی جاسکتی ہے۔ (فتح الباری ج۱۰، کتاب الادب ص۴۳۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ ایک آدمی کسی راستہ سے گذر رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی، تو ایک کنواں اس نے دیکھا۔ چنانچہ وہ وہاں گیا اور پانی پیا۔ پھر جب واپس ہونے لگا تو دیکھا کہ ایک کتا مارے پیاس کے ہانپ رہا ہے اور مٹی کھا رہا ہے اس آدمی نے جی ہی جی میں کہا کہ جس طرح مجھے پیاس لگی تھی، اس طرح کتا کو بھی لگی ہے چنانچہ وہ پھر کنواں میں گیا اور اپنے موزے میں پانی بھر لیا، موزہ کتے کے منھ سے لگایا اور اسے پانی پلا دیا۔ اللہ نے اس کا شکر ادا کیا (اس کو اچھا بدلہ دیا) اور اسے معاف کر دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ کیا ہمارے لئے جانوروں میں بھی

اجر و ثواب ہے ؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہر زندہ مخلوق (کے ساتھ بھلائی کرنے) میں اجر و ثواب ہے (بخاری شریف) جب ایک معمولی جانور کتا پہ رحم و کرم اور مہربانی کرنے سے مغفرت اور اجر و ثواب مل سکتا ہے تو پھر کسی پریشان حال، مجبور اور مصیبت زدہ انسان پہ مہربانی کرنے سے تو بدرجۂ اولیٰ اجر و ثواب مل سکتا ہے۔ بلاشبہ مغفرت حاصل ہوگی، اجر و ثواب ملے گا اور اللہ مہربان ہوگا ہم اگر مغفرت اور اللہ کے رحم و کرم کے خواہاں ہیں تو چاہیے کہ ہم دیکھیں کہ ہمارے آس پاس کون بھوکا پیاسا ہے، کون بے ستر، کپڑے کا محتاج ہے، کون مریض اور بیمار دوا و علاج کا ضرورت مند ہے اور کون لاچار دوسروں کے رحم و کرم اور ہمدردی و مہربانی چاہتا ہے۔ بھوکے کو ہم کھانا کھلادیں، بے ستر کو ہم کپڑے پہنا دیں مریض کی ہم دوا کر دیں اور بے بس کی ہم بے بسی دور کر دیں۔ یہی سب تو ہیں رحم و کرم اور ہمدردی و مہربانی کے کام۔ ان سے ہی تو لوگ متاثر ہوتے ہیں اور اللہ راضی ہوتا ہے اس کی مغفرت حاصل ہوتی ہے اور اجر و ثواب ملتا ہے۔ ہم مسلمانوں کی یہ شان اور پہچان بتائی گئی ہے کہ وہ آپس میں ہمدرد و مہربان اور ایک دوسرے کے چاہنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کا بیان ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔ مومن حضرات ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے اور ایک دوسرے پہ رحم و کرم اور مہربانی کرنے کے سلسلے میں بدن کی طرح ہیں کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے پورا بدن درد اور بخار سے بلبلا اٹھتا ہے (بخاری شریف)

اس حدیث کی روشنی میں ہم یہ بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں کیسے رہنا چاہیے۔ وہ ایک دوسرے کیلئے کتنے ہمدرد و بہ خواہ اور رحیم و مہربان ہوں۔ اپنے مظلوم و پریشان حال بھائی مسلمان کے ساتھ ان کا کیسا سلوک ہونا چاہیے۔ دوسرے مسلمان بھائی کے دکھ درد اور غم و رنج و الم کو ہمیشہ اپنا درد و غم سمجھتے ہوئے اسے کم یا ختم کرنے کی ہمیں ہفت جہت کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے علاوہ کوئی غیر مسلم تو کیا، ایک جانور بھی، اگر بھوکا پیاسا اور پریشان ہو تو ہمیں اس کی مدد کرنی چاہیے، ہمیں اس کے ساتھ بھی مہربان ہونا چاہیے اور اس کی پریشانی دور کرنے کا سامان کرنا چاہیے اللہ بہر حال مہربان ہوگا، ہم پہ رحم و کرم کرے گا اور اپنے اجر و ثواب سے نوازے گا۔ ●

خلیفہ اور خلافت

ایک مکالمہ

آخری قسط

مرتب۔ محمد صبیح الدین انصاری شاذ رحمہ

س: آپ نے بتایا کہ حکومت الہیہ کی اصطلاح نہ قرآن میں وارد ہوئی ہے نہ حدیث میں نہ عقائد و فقہ کی کتب میں، تو پھر یہ اصطلاح آئی کہاں سے؟

ج: یہ اصطلاح خالصۃً غیر اسلامی ذرائع سے درآمد کی گئی ہے۔ درآمد کرنے والے اصطلاح کے محض ظاہری حسن سے مسحور ہو گئے اور اس بات کا ادراک کرنے سے قاصر رہے کہ اس کے استعمال میں عقیدہ کی سطح پر کیا کیا خطرناک مضرات چھپے ہوئے ہیں۔ یہ اصطلاح قرآن کی نہیں بائبل کی ہے۔ ملاحظہ ہوں یہ اقتباسات: ۱: "پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوشخبری کی منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے (مرقس ۱: ۱۴، ۱۵، ۱۶)" ۲: "پس تم اس طرح دعا مانگا کرو کہ ہمارے باپ! تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہت آئے، تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی" (متی ۶: ۹، ۱۰) ان اقتباسات میں جو "خدا کی بادشاہی" اور "تیری بادشاہت" کے الفاظ آئے ہیں اُن کے لئے انگریزی میں Thy kingdom اور kingdom of God کی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ انجیل کی انہیں اصطلاحوں کو، انہی غیر قانونی تصورات کو برصغیر ہند و پاک کے مصنفین لے اڑے اور ان کی بنیاد پر تصورات کے محل کے محل تعمیر کر ڈالے یونانی زبان میں اسی Theocracy یا حکومت الہیہ کو Kingdom of God کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دراصل لفظ Theocracy دو اجزاء سے مل کر بنا ہے Theos اس میں Theos cracy ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی

ہیں خدا کے لئے Theocracy وہ نظام حکومت ہے جس میں انسان اللہ تعالیٰ کے نمائندے اور نائب کی حیثیت سے حکومت کرتا ہے۔ تھیاکریسی کی مستند تعریف اس طرح ہے: "تھیاکریسی حکومت کی وہ شکل ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے اعلیٰ مدنی حاکم متصور کیا گیا ہو اور جس میں معاملاتِ حکومت ایسے دینی طبقہ کے ہاتھ میں ہوں جو نیابتِ الٰہیہ کے مُدعی ہوں اور ایسے قوانین نافذ کریں جنہیں الہامی فرض کیا گیا ہو"۔ (The 20th century International Encyclopedia. Chicago. P. 740) "تھیاکریسی" کی اس تعریف پر غور کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ہمارے جن مفکرین نے حکومتِ الٰہیہ وغیرہ کے تصورات وضع کئے انہوں نے اس کے سارے اجزائے ترکیبی اغیار سے لئے، وہی اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو انسانی حکومت پر قیاس کرنا، حکام کے لئے وہی خلافت و نیابتِ الٰہیہ کے دعوے کا اثبات اور وہی نائب اللہ کی حیثیت سے قوانین کے نفاذ کی بات، یہ سب چیزیں بیرونی ذرائع سے لاکر اسلام کے نظام عقائد میں جس طرح داخل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، وہ یقیناً قرآن و سُنت کے دیئے تصورِ توحیدِ باری تعالیٰ سے تصادم ہے۔ لہٰذا علماء حق کا یہ دینی فریضہ ہے کہ اس فکری کج روی سے ملت کو بچانے کی کوشش کریں۔

یہی تصورِ حکومتِ الٰہیہ یہود نے بایں طور اپنایا کہ بادشاہوں کے لئے ربانی حق کو اپنے نظام عقائد میں " Divine Right " کے نام سے شامل کر لیا۔ اس کو عربی میں "الحق الالہٰی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس ربانی حق کا مفہوم اُن کے ہاں یہ ہے کہ بادشاہ وقت چونکہ نیابتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز ہوتا ہے اس لئے وہ ہر طرح کی خطاء اور لغزش سے پاک ہوتا ہے۔ ان کے ذہنوں میں اس خود ساختہ واہمے کے راسخ ہونے کی وجہ یہ بھی کہ تاریخ بنی اسرائیل میں ایسے متعدد ملوک گذرے جو نبوت کے منصب پر بھی فائز تھے، اس کی نمایاں مثالیں حضرت یوسفؑ، داؤدؑ، اور سلیمانؑ کی ہیں۔ اس تاریخی حقیقت کی طرف قرآن کریم نے بھی بایں الفاظ اشارہ فرمایا ہے۔

"اذکروا نعمة الله علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (المائدہ۔ ۲۰)

مدا؎۔ فقد اتینا آل ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتینٰھم ملکاً عظیماً (النساء۔۵۴)

یعنی مثلاً (اے قوم بنی اسرائیل) یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو کہ اس نے تمہارے درمیان انبیاء اور ملوک پیدا کئے مد۲؎ پس ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور ہم نے اُن کو بڑی سلطنت بھی دی۔

نیابت الٰہیہ اور حکومت الٰہیہ کے اسی تصور کو عیسائی دنیا کے ملوک نے اپنایا اور اس کے نتیجہ میں کلیسا اور سیاسی حکمرانوں کے درمیان سنگین اور خونی تصادم بڑھتے گئے اور یہ ہنگامے اُس وقت رُکے جب دونوں فریقوں کے درمیان ایک دوسرے کے دائرہ اختیار میں عدم مداخلت کا سمجھوتا ہوگیا۔ عیسائی دنیا خاص طور پر انگلینڈ میں حکمرانوں کے اس مزعومہ ربانی حق پر ایک انگریز مصنف روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے۔

" Under this theory (Divine Right of Kings) The King is the direct representative of God and can do no wrong. This doctrine was promulgated and reached its climax in England in the Stuart times, but it was set aside at the accession of William III as king of ~~Good~~ Great Britain and Ireland in 1688." (20th Century Int. Encyclopedia, P. 551)

اس نظریۂ حق ربانی کے مطابق بادشاہ براہ راست اللہ تعالیٰ کا نمائندہ (نائب) ہوتا ہے اس سے خطا کا صدور نہیں ہو سکتا۔ خاندان اسٹوورٹ کے عہد میں یہ نظریہ قانون بنا اور اپنے نقطہ عروج کو ، یہاں تک کہ ولیم سوم (شہنشاہ برطانیہ و آئرلینڈ) کی تخت نشینی کے بعد ۱۶۸۸ء میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔

یہودی و نصرانی سماج ہی کی طرح بادشاہت کو آسمانی تقدس عطا کرنے والا یہ نظریہ

ہندو سماج میں جب پہنچا تو اسے رام راجیہ کا نام دیا گیا۔ گاندھی جی نے تحریک آزادی ہند کے دوران اور راجیو گاندھی نے اپنی آخری انتخابی مہم میں ہندوستانی جنتا سے یہی سبز باغ دکھا کر اپنے لئے حمایت مانگی کہ اگر جیت گئے تو اس ملک میں رام راجیہ قائم کر کے دکھا دیں گے۔ قرآن کریم نے اس کے برعکس انبیاء کی سلطنت کو بھی ربانی بادشاہت یا حکومت الہیہ کے نام سے موسوم کرنے سے گریز کیا۔ چناں چہ حضرت سلیمانؑ کی حکومت کو صرف "ملکِ سلیمان" (سلیمان کی حکومت) کے نام سے یاد کیا نہ کہ اللہ کی حکومت کے نام سے۔ ملاحظہ ہو: واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر .... البقرہ ۱۰۲۔

یعنی یہ لوگ (یہود) اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جو شیطان حضرت سلیمانؑ کے وقت کرتے تھے حالاں کہ سلیمان نے نہیں کیا کفر تو ان شیاطین نے کیا جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اسی طرح داودؑ کے بارے میں فرمایا گیا: وشددنا ملكه وآتيناه الحكمة وفصل الخطاب (ص ۲۰)

اور ہم نے اس کی (داود کی) سلطنت مضبوط کی اور اس کو حکمت عطا کی اور معاملات کا فیصلہ کرنے کی قابلیت عطا کی)، دیکھیے یہاں بھی داودؑ کی حکومت کو "ملکہ" (اس کی سلطنت فرمایا گیا نہ کہ حکومت الہیہ۔ اسی طرح خلفائے راشدین سے لے کر آج تک ہر فرد یا قبیلہ وخاندان کی حکومت وخلافت کو اسلامی تاریخ میں اسی فرد یا قبیلہ وخاندان کی حکومت وخلافت وسلطنت ہی گردانا گیا نہ کہ حکومت الہیہ۔ وجہ صاف ظاہر ہے وہ یہ کہ بے عیب ذات صرف اللہ کی ہے، انسان کے کام میں ہر وقت خطاء ولغزش کا امکان رہتا ہے اس لئے اس کی حیات، حیات الہیہ، اس کی طینت، طینت الہیہ، اس کی مساعی، مساعی الہیہ اور اس کی حکومت وخلافت حکومت الہیہ اور خلافت الہیہ نہیں ہو سکتی۔ آپ روز تاریخ میں پڑھتے ہیں خلافت ابوبکرؓ، خلافت عمرؓ، خلافت بنی امیہ، خلافت بنی عباس، سلطنت عثمانیہ وغیرہ وغیرہ یہ کہیں نہیں پڑھتے حکومت الہیہ، حکومت ربانیہ، حکومت الہیہ، نیابت خداوندی، اس طرح کے اجتہادات دین میں شرک وبدعت کا دروازہ کھولتے ہیں۔ لہذا جس قدر جلد ان سے توبہ کر لی جائے تو اسی قدر بہتر ہے۔

س : اور یہ جو انقلابِ اسلامی کی اصطلاح آج کل برصغیر ہند و پاک میں اور ایران میں بڑے شد و مد اور شور کے ساتھ استعمال کی جا رہی ہے، کیا قرآن و سنت میں اس کے لئے کوئی سند موجود ہے؟

ج : جی نہیں۔ قلب جب مصدر ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی چیز کو مکمل طور پر پلٹ دینے یا جڑ سے اکھاڑنے کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں قلبت النخلة۔ میں نے کھجور کے درخت کو اس کی جڑ سے پلٹ دیا، یعنی اکھاڑ دیا۔ قرآن کریم نے لفظ "انقلاب" کو الٹے پاؤں پھرنے کے معنی میں استعمال کیا ہے، چنانچہ فرمایا گیا۔ اَفَإِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا (آل عمران ۱۴۴) یعنی "بھر کیا اگر وہ (محمدؐ) مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔

اسی لئے انبیاء علیہم السلام کے مقصد بعثت اور کام کی نوعیت کو کتاب و حکمت، تزکیۂ نفس اور اصلاح وغیرہ کی اصطلاحوں سے تعبیر کیا گیا ہے نہ کہ مسلم حکمرانوں کے تختے پلٹنے اور حصول اقتدار کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والے فتنہ و فساد سے۔ اسلام کو اس سے کوئی سروکار نہیں کہ سیاسی انقلاب برپا کر کے زارِ روس کی جگہ لیں، شاہ ایران کی جگہ خمینی اور ضیاء الحق کی جگہ بے نظیر کو تختِ حکومت پر براجمان کیا جائے یا حکمرانوں کو اکھاڑنے پچھاڑنے کے لئے ریلیاں کی جائیں جلسے جلوس کا اہتمام کیا جائے اور اسلام کے نام پر حکومتِ وقت کے ڈیوٹی پر تعینات عمال کو غیر جانبدار سپاہیوں کو قتل کیا جائے اور ان کارگذاریوں کو انقلابِ اسلامی کی جدوجہد کے مراحل سے تعبیر کیا جائے۔ قرآن کریم تو کافرین کو مفسدین اور مومنین کو مصلحین کے نام سے یاد کرتا ہے اور ہمیں اسی اعزازی لقب کا خود کو اہل یا مستحق ثابت کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ قرآن فرماتا ہے : وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور جب ان سے (کفار و منافقین سے) کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار یہی مفسد ہیں لیکن شعور نہیں رکھتے یہ دیکھئے ان آیات میں کافروں کی روش کو فساد فی الارض

سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس ایمان کے طریقے کو "اصلاح" کے نام سے یاد کیا گیا۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے۔

۱؎ قل اصلاح لهم خیر (البقرہ-۲۲۰)

۲؎ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (الاعراف ۵۶)

۳؎ وما کان ربک لیهلك القری بظلم واهلها مصلحون (ہود، ۱۱۷)

یعنی کہہ دو کہ جس میں ان کی اصلاح ہو، وہ بہتر ہے۔ ۲؎ اور زمین میں فساد نہ کرو اس کی اصلاح کے بعد۔ ۳؎ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ اسی لئے جب موسیٰؑ چالیس دن کیلئے انسانی آبادی سے کنارہ کش ہو کر عبادت و مناجات کیلئے تشریف لے جاتے ہیں تو اپنے برادر بزرگ ہارونؑ کو اپنی خلافت کے منصب پر متعین کر کے فرماتے ہیں: اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین (الاعراف ۱۴۲) یعنی: میرے پیچھے تم میری قوم میں میری خلافت (جانشینی) کرنا، اصلاح کرنا، اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں میں باہم مشاجرات کا دور کچھ عرصہ چلا اسے کتب حدیث میں دور فتن (فتنوں کے دور) سے تعبیر کیا گیا جہاد اسے نہ قاتلین نے کہا نہ مقتولین نے۔

انقلاب کے لفظ کے استعمال سے جو شعوری طور پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتناب فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کا سارا زور اندرون کی اصلاح پر ہے نہ کہ خارجی اشکال پر اسی لئے قلب مبارک کی طرف اشارہ کر کے نبیؐ نے فرمایا کہ التقوی ههنا التقوی ههنا (حدیث) یعنی تقویٰ کی جگہ یہ ہے۔ تقویٰ کی جگہ یہ ہے۔ اور اسی لئے آپؐ نے فرمایا کہ انسانی جسم کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اس کی اگر اصلاح ہو گئی تو پورے جسم کی اصلاح ہو گئی اور اگر اس میں فساد آگیا تو پورا جسم بگڑ گیا اور اسی لئے دین کی تعریف کرتے ہوئے آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ دین ایک ہیئت حاکمہ یا ریاست (STATE) کا نام ہے بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ یہ خلوص دل اور اخلاص نیت (النصیحة) کا نام ہے کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کا تعلق ظاہری نظام حیات سے نہ ہو کر اندرونی تزکیہ اور

صفائے قلب سے ہے۔

س :۔ کیا اسلام میں بادشاہت حرام ہے؟ اگر نہیں تو کیوں لوگ اس کی مذمت کرتے ہیں؟

ج : اس سلسلہ میں اسلام کے اصولی موقف کو اچھی طرح سمجھ لیں، اسلام کو اس بحث نہیں کہ آپ کسی حکومت کو کیا نام دیتے ہیں۔ بحث صرف اس بات سے ہے کہ کیا آپ اپنے فیصلے اللہ کی خشیت اور تقویٰ کے تحت کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ہر نظام حکومت اچھا ہے خواہ وہ سلطنت ہو (جسے بعض حضرات عربی ذوق کی کمی کی بناء پر ملوکیت کے نام سے یاد کرتے ہیں) یا خلافت ہو یا جمہوریت ہو۔ پھر جمہوریت میں بھی، یہ کوئی قید نہیں کہ وہ پارلیمانی طرز کی ہو یا صدارتی انداز کی، اصل چیز تقویٰ ہے چناں چہ فرمایا گیا۔ لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم (الحج ۳۷)

یعنی : اور اللہ کو نہ ان کا (قربانی کے جانوروں کا) گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اللہ کو صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ نیز : اور اچھی عاقبت تقویٰ والوں ہی کے لئے ہے یعنی عبادت ہو، ریاضت ہو، تجارت ہو، سیاست ہو، زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، اصل چیز جس پر اللہ تعالیٰ کے یہاں انعام مرتب ہوگا وہ اس کی ظاہری سج دھج اور دھوم دھڑکا نہیں بلکہ اندرونی خلوص اور تقویٰ ہے۔ جہاں تک سوال ہے، بادشاہت یا سلطنت کا جسے قرآن کریم "مُلک" کے نام سے یاد کرتا ہے تو نہ صرف یہ کہ وہ حرام یا ناجائز نہیں بلکہ اس کا شمار اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں میں ہوتا ہے۔ چناں چہ فرمایا گیا۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر ۔ (آل عمران ۲۶)

یعنی :۔ یوں کہا کرو : اے اللہ، سلطنت کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہت دے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلیل کرے۔ تیرے ہاتھ میں سارا خیر ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے " دیکھئے اس آیت میں سلطنت و بادشاہت کا اللہ تعالیٰ کے ایک خصوصی انعام کے طور پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو یہ فرمایا گیا " تو جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت دے"

تو مفسرین نے فرمایا کہ بادشاہت کا عطا کیا جانا عزت اور اس کا چھین لیا جانا ذلت کا سبب ہے۔ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تعالیٰ درحقیقت یہ فرما رہا ہے کہ مجوس اور نصاریٰ سے حکومت و سلطنت چھین کر جو تمہاری طرف منتقل ہو رہی ہے تو اس طرح اللہ تعالیٰ کفار کو ذلیل اور مومنین کو معزز بنا رہا ہے۔ پھر دوسری جگہ بنی اسرائیل کو خطاب کرکے فرمایا جا رہا ہے

اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا (المائدہ ۲۰)

یعنی اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ اس نے تمہارے اندر نبی پیدا کئے اور تم کو بادشاہ بنایا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہت ملنے پر بہ ایں الفاظ اپنے رب کا شکر ادا کرتے ہیں۔

رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث ۔ (یوسف ۱۰۱)

یعنی: اے میرے رب تونے مجھ کو سلطنت میں حصہ عطا کیا اور مجھ کو باتوں کی تعبیر کرنا سکھلایا۔ حدیث کے مطالعے سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کے حق میں بڑے اعزاز کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بخاری شریف میں تین جگہ اور مسلم شریف میں ایک جگہ مذکور ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب سلطنتِ روم کے خلاف بحری جہاز پر نکلیں گے تو ان کی شان یہ ہوگی: کالملوک علی الاسرۃ، یعنی جیسے بادشاہانِ وقت تخت پر جلوہ افروز ہوں۔ اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کی توفیق پر اظہار شکر کے طور پر خود کو "اول الملوک" فرمایا تھا۔ جیسے کوئی کہے اوّل المسلمین۔ کیونکہ اللہ نے ان کو وہ حسن تدبیر، شان و شوکت اور دبدبہ عطا فرمایا تھا جو ان کے بعد سے آج تک کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ اور نہ شاید قیامت تک کیا جائے، کیوں کہ اب قیامت تک نہ کوئی خال المسلمین آئے گا نہ کاتب وحی آئے گا، نہ صحابی رسول آئے گا، نہ بشارت نبوی کے مطابق آپ جیسا کوئی ہادی و مہدی آئے گا۔

اس میں جو بخاری کا حوالہ ہے وہ باب غزوۃ البحر (ج ۳ ص ۲۱، ۲۵) کا ہے اور صحیح مسلم (نووی) کا حوالہ جلد ۱۳، ص ۵۷ (فضل غزو البحر) کا ہے۔ اسی طرح ہادی اور مہدی کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا کا حصہ ہیں جو ترمذی میں ہے۔ الفاظ میں ہے۔ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واھد بہ یعنی اے اللہ تو اسے (معاویہ کو) ہدایت رساں اور ہدایت یافتہ

(بقیہ ص ۲۳ پر)۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

بحیثیت معلّم اخلاق

ترتیب از ——— عتیق الرحمن رحیم آبادی ——— دارالسلام عمرآباد

دنیا کی سب سے زیادہ گراں قدر اور عزیز شئی بہترین اخلاق ہے۔ زندگی کی غرض وغایت یہ نظر آتی ہے کہ اخلاق کو آراستہ و پیراستہ کیا جائے۔ اس لئے کہ دنیوی کامیابی وکامرانی کا انحصار بھی اسی پر ہے اور اخلاق ہی پر فلاح آخرت کا دارومدار بھی ہے۔ دین دنیا کی اصلاح اخلاق ہی کی اصلاح سے ہو سکتی ہے۔ جس انسان میں بہترین اخلاق نہیں وہ دین و دنیا اور آخرت کی حقیقی اقدار سے محروم ہے۔

اخلاق کی تعریف

جس علم میں عمل کی بھلائی اور برائی ظاہر کی جائے اور یہ بتلایا جائے کہ انسان کو کس طرح معاملہ کرنا چاہیئے اور اعمال وافعال میں کس کو وہ مقصود قرار دے۔ وہی علم اخلاق کہلاتا ہے۔

ارسطو کہتے ہیں کہ جس میں انسانی کردار پر اس حیثیت سے بحث کی جائے کہ ان میں صواب وخیر کونسے ہیں؟ اور کون سے خطا و شر؟ اور اس کے تمام احکام کسی مرتب نظام میں پائے جاتے ہیں۔ تو اس کو علم اخلاق کہتے ہیں ——— روجرس کہتا ہے کہ جو علم ایسے اعمال کی تعلیم دیتا ہو جس سے انسانی کردار کے صحیح مقاصد کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین ہو سکے۔ اس کو علم الاخلاق کہتے ہیں۔

اس تفصیل کا لب لباب یہ ہے کہ حوائج وضروریات نے انسان کی طبیعت میں دوسرے انسانوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کی خواہش پیدا کی ہو جس سے نہ خود کو خسارہ پہنچے نہ دوسروں کے خسارہ کا اندیشہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ خود کو بھی راحت وسکون ہو اور دوسرے کو بھی۔ اسی خواہش کا نام اخلاق ہے۔ جیساکہ آں حضورؐ نے

فرمایا کہ "لاضرر ولاضرار"

ہر انسان کی طبیعت میں اخلاقی مادہ موجود ہے۔ اور اسی بنا پر انسان سے اعمال کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن صرف طبیعت میں محرکاتِ اخلاق موجود ہونے سے انسان خوش اخلاق نہیں ہوتا۔ جب تک وہ اخلاق کے اصول سے واقف نہ ہو اور اس کے لئے رہبر کامل کی اطاعت ہونی چاہیئے تاکہ قدم قدم پر رہنمائی ہوسکے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کس کو رہبر کامل تسلیم کیا جائے؟۔

فضائل اخلاق کی اساس

فضائل اخلاق کی اساس چار چیزوں پر ہے۔ حکمتؔ، شجاعتؔ، عفتؔ، عدلؔ، میزان العمل میں امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ قوت عقلیہ کی فضیلت سے جو صنعت پیدا ہوتی ہے وہ حکمت ہے قوت شہوانیہ کی فضیلت سے عفت، اور ہمت بردباری سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ ان تمام قوتوں کی باہمی اعتدال و ترتیب سے جو صنعت پیدا ہوتی ہے اُس کا نام عدل ہے۔

حکمت و عقل کے اعتدال سے ذکاوت ذہن، تدبّر، باریک بینی، صحیح الخیال، دقیق اعمال اور پوشیدہ آفات، نفس میں تیز فہمی جیسے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ شجاعت سے کرم، شہامت، کسر نفس، برداشت، بردباری، استقامت، اور محبت جیسے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ عفت سے سخاوت، حیاء، صبر، دل گدازی، پاکیزگی، مساعدت، ظرافت اور قناعت جیسے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ اور عدل چونکہ مجموعہ فضائل کا نام ہے۔ ان فضائل کا فروغ خود اس کا فروغ ہے۔

امام غزالی کے نزدیک یہاں تک رسائی ممکن ہے لکھتے ہیں "جس شخص میں یہ تمام اخلاق یکجا ہوں تو ایسا صاحبِ کمال فرشتہ صفت ہوجاتا ہے کہ تمام اعمال و کردار میں اُس کی پیروی کی جائے۔ یہ صرف انبیاء ہی کے اندر موجود ہوگا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ صفات بدرجہ اتم موجود تھے۔ بنابریں قرآن مجید نے اعلان کیا "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

آپ کے اخلاق کی شہادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے لئے

فضائل و مکارم اخلاق کا بہترین مجموعہ تھے جس وجود مبارک کو پوری اولاد آدم کیلئے قیامت تک اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔ اس کی حیثیت کیا تھی۔ اس کا پہلا شاہد قرآن پاک ہے" انک لعلی خلق عظیم" (سورہ القلم) فبما رحمۃ من اللہ کنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب، لا انفضوا من حولک (آل عمران) لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم (توبہ ۱۲۸) اس آیت میں اس بات کی شہادت ہے کہ محمد رسول اللہؐ نے تمام بنی نوع انسان کے خیر خواہ اور خیر طلب تھے اور مسلمانوں پر خصوصیت کے ساتھ مہربان اور شفیق تھے۔ آپؐ پر جو کلام اتارا گیا۔ آپؐ نے خود اس کو کر کے بتلایا۔ ایمان، توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقہ، خیرات، جہاد، ایثار، قربانی، عزم و استقلال، صبر و شکران کے علاوہ اور حسنِ عمل اور حسنِ خلق کی باتیں جس قدر آپؐ نے فرمائی ان کیلئے سب سے پہلے آپؐ نے اپنا ہی نمونہ پیش فرمایا جو کچھ قرآن میں تھا وہ سب مجسم ہو کر آپؐ کی زندگی میں نظر آیا۔ گویا قرآن کی عملی تفسیر تھے آپؐ نے خود بھی ارشاد فرمایا" بعثت لا تمم مکارم الاخلاق"

حضرت ابوذر غفاریؓ جب رسول اللہؐ کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو تحقیق احوال کیلئے مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ بھائی نے مکہ مکرمہ سے مراجعت پران الفاظ میں اطلاع دی تھی" رایتہ یامر بمکارم الاخلاق" یہ بعثت کی ابتدائی دور کا واقعہ ہے۔ اس دور میں بھی جس کسی کی نظر آپؐ پر پڑی۔ آپؐ میں جو نمایاں ترین وصف نظر آیا۔ اُسے فضائلِ اخلاق سے تعبیر کیا

محض یہی نہیں بلکہ ایک نہایت زبردست شہادت حضرت خدیجہ کی ہے انسان کے اخلاق و عادات اور اعمال کا بیوی سے بڑھ کر کوئی واقف کار نہیں ہو سکتا یہ بعثت تک پندرہ سال رسول اللہؐ کی رفاقت میں گزار چکی تھیں۔ فرماتی ہیں کہ" آپ قرابت داروں کا حق پورا کرتے ہیں، مقروضوں کا قرض ادا کرتے ہیں۔ غریبوں کی امداد کرتے ہیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرتے ہیں۔ حق کی طرفداری کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔" یہ آپؐ کی وہ عملی مثالیں ہیں جو نبوت سے آپؐ میں موجود تھیں۔ حضرت

عائشہؓ نو برس آپؐ کی خدمت میں رہیں۔ وہ گواہی دیتی ہیں " کان خلقہ القرآن " آپؐ کا اخلاق من و عن قرآن تھا۔ یہی وہ وجوہات ہیں جس کی بنا پر آپؐ کا اسوۂ حسنہ کو قیامت تک کیلئے برقرار رکھا گیا۔

ایک کامیاب معلم کیلئے ایک ضروری امر یہ بھی ہے کہ اس میں اپنے موقع پر سختی اور نرمی دونوں ہو۔ وہ ایک جراح ہے جس کے ایک ہاتھ میں نشتر ہو جس سے زخم کو چیر کر فاسد مواد باہر نکال لے اور دوسرے ہاتھ میں مرہم ہو جس سے نئے زخم میں ٹھنڈک پڑ جائے اور تندرست گوشت اور چمڑے کی پرورش و پرداخت ہو۔ اگر کسی جراح کے پاس ان دونوں میں سے صرف ایک چیز ہو تو وہ نہ زخم پاک کر سکتا ہے اور نہ فاسد گوشت پوست کی جگہ تندرست گوشت پوست پیدا کر سکتا ہے۔ آنحضرتؐ کے تعلیمی اخلاق کے طریقوں پر غور کی ایک نظر ڈالنے سے عیاں ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ اپنی تعلیم میں سختی اور نرمی کے موقع محل کو خوب پہچانتے تھے۔ اور اس پر عمل فرماتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ مگر جب کسی نے شریعت کے حدود کو توڑنے کی جرأت و جسارت کی تو اسکو سزا دی۔

اخلاقی تعلیمات

آپ نے الوہیت کی تعلیم دی اسی اقرار کی مضبوط چٹان پر اخلاق کی مضبوط عمارت تعمیر کی گئی جب کوئی شخص ایمان و اذعان کی شاہانہ قوت سے حق تعالیٰ کے الٰہ ہونے کا اقرار کرتا ہے تو سب سے پہلے یہ اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی معبود ہے وہی عبادت و پرستش کے لائق ہے اور یہ مدنظر رہنا چاہیئے کہ عبادت غایت تذلل کا نام ہے۔ اظہار ذلت کا نام ہے۔ اس کا سر جھک سکتا ہے تو بس خالق ہی کے سامنے۔ کسی غیر کے سامنے ہرگز جھک نہیں سکتا اور اظہار ذلت یہ ہے کہ وہ فقیر و محتاج ہے معبود غنی ہے۔ قوت اقتدار سے متصف ہے علم و حکمت سے موصوف ہے اور وہ کفیٰ باللہ وکیلا " کہکر عبادت و استعانت کے نقطۂ نظر سے ماسوا اللہ سے کٹ جاتا ہے اور فقر و ذلت کی نسبت اللہ سے جوڑ لیتا ہے۔

توحید و معبودیت ربوبیت کا سبق دے کر عرب کی امیؐ معلم نے اپنے متبعین کو کس

فخر یا صفات رذیلہ سے نکال کر صفات حمیدہ سے مزین کر دیا تھا صفات رذیلہ جس سے تمام علماء اخلاق قلوب کا تزکیہ چاہتے ہیں ان صفات سے قلب کا تزکیہ سقراط کی ملفوظات" افلاطون کے " مکالمات" ارسطو کی "اخلاقیات" اور جدید فلسفیوں کے عالمانہ خطبات پڑھے بغیر صرف لاالہ الا اللہ کے مختصر جملہ کو ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے کس آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے ۔

جب تک انسان دولت کو اپنی ملک سمجھتا ہے، خود ہی کو اس کا مالک جانتا ہے تو نہ حرص کا اس کے قلب سے تسلط اٹھ سکتا ہے اور نہ بخل و حسد کا۔ اور نہ اس کے دل نے توحید کا اعتراف کیا جب ایک مسلمان نے یہ مان لیا کہ " لہ ما فی السموات وما فی الارض وما بینھما" تو اس نے اپنی مالکیت و حاکمیت کی نفی کر دی ۔ اور حق تعالیٰ کی مالکیت و حاکمیت کا اثبات کیا اور اپنی ذات کو محض امین سمجھا۔ ان اصول کے سمجھ لینے کے بعد وہ شخص حریص کیسے ہو سکتا جو مال و دولت کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے؛ حرص کے ساتھ بخل و حسد کی بھی جڑیں کٹ جاتی رہیں ۔

توحید کے اعتراف اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کے قائل ہونے کے بعد نافع وضار فی حقیقت اللہ ہی کو سمجھنے لگا ۔ تو ایسے شخص نے خوف و حزن سے رستگاری حاصل کر لی خلق کیلئے اعمال کی تزیین اسی وقت ممکن ہے جب خالق کو نافع وضار تصور کر لیا جائے۔ لیکن اس وہم کے دور ہونے کے ساتھ ہی ریاکاری اور تصنع و نمائش کی جڑیں کٹ جاتی ہیں ۔ کذب و دروغ گوئی کا محرک بھی نفع کا حصول ہوتا ہے یا نقصان و ضرر کا خیال خود بینی ہو یا خود ستائی ۔ یا کبر و فخر یا عجب و ریا ر آپ کی تعلیمات ان صفات رذیلہ کا استیصال کر دیتی ہیں ۔

اخلاقیات کی دوسری تمام آیات سے قطع نظر صرف یہ آیت پیش نظر رکھیے " ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون" تمام مفسرین کرام نے اس آیت کو جوامع آیات میں شمار کیا ہے۔ غور کیجیے کہ عدل تمام محاسن اعمال کی اصل ہے۔ جب انسان کے اندر یہ بات پیدا ہو

گئی کہ جو بات کرنی چاہیئے انصاف کے ساتھ کرنی چاہیئے تو اس نے سب کچھ پالیا۔ احسان سے مقصود یہاں حسن عمل ہے۔ جو بات کرو حسین خوبی کی کرو نیکی اور بھلائی کیا کرو پھر ہم میں سے جو قریبی اعزا و اقارب ہیں وہ ہمارے حسین سلوک کے مستحق ہیں اس لئے ایتاء ذی القربیٰ کی رعایت بھی ضروری ہوئی۔ پھر فحشاء و منکر اور بغی سے روک کر نواہی کے سارے مفاسد سے روک دیئے۔ غور کیجئے کہ جس نے ایسی تعلیمات پیش کی ہوں، جس سے اچھے اعمال ڈھلتے ہوں۔ جو بہترین زندگیاں بناتی ہو تو کیا وہ " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ " کا مصداق نہیں

ایک نکتہ

اخلاقی احکام ہمیں ہر جگہ مل سکتے ہیں اور تقریبًا ہر مذہب نے اپنا مقصد یہی بتلایا ہے کہ انسان کو اخلاق کا وعظ سنائے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد و مواثیق کے پابندی کی تعلیم دی تو کس مذہب نے یہ نہیں بتایا کہ عہد و پیمان کو توڑ دو۔ اس دنیائے فانی میں اخلاق کے بڑے بڑے معلم پیدا ہوئے جن کے مکتب میں آکر بڑی بڑی قوموں نے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبیؐ ہی کو تمام انسانوں کیلئے تاقیامت اسوۂ حسنہ کیوں قرار دیا گیا۔ سید سلیمان ندویؒ نے آں حضرتؐ سے پیشتر اخلاقی معلمین کی دو قسم بتائی ہے ایک وہ جس نے اپنی تعلیم کی بنیاد اخروی مذہب پر رکھی ہے جیسے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے مذہبوں کی بانی۔ دوسری وہ ہے جس نے اپنے فلسفہ و حکمت اور عقل و دانائی کی بنیاد پر اپنی عمارت تعمیر کی۔ جن کو حکماء کہتے ہیں ۔ اوّل الذکر نے اپنی تعلیمات کا ماخذ و منبع " حکم خداوندی " کو قرار دیا اور آخر الذکر کی تعلیمات میں علت و معلول کی تحقیق، نفسیاتی خواص کی بحث، اخلاق کی غرض و غایت کی تعیین، قوائے عملی کی تحدید یہ سب کچھ ہے۔

انبیاء اور حکماء میں جو اصلی فرق و امتیاز ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء کی اخلاقیات کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کی معصوم زندگی ان کے کارنامے اور ان کے پاک اثرات ہوتے ہیں۔ ان کا طریقہ کار یہ ہے " لم تقولون ما لا تفعلون " پیاسے ان کی نقش قدم پر چل کر سیراب ہوتے ہیں۔ پھر انبیاء کی فہرست میں بھی یکسانیت نہیں بلکہ ان کے مختلف

مطابع ہیں ۔ ان کے عملی حیثیت سے کامل ہونے کے ساتھ ضرورت ہے کہ ان کے اس درجہ کمال کی ایک ایک ادا عمل کی صورت میں نمایاں ہو تاکہ ہر رنگ کے رفیق اور اہل اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان کی عملی مثالوں سے متاثر ہوں پھر کتابوں کے اوراق میں محفوظ رہیں تاکہ بعد کے آنے والے بھی اس کے نقش قدم پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکیں ۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے علاوہ دوسروں کی پوری زندگی اور تعلیمات ہمارے سامنے نہیں ۔ اور جو کچھ ہے اس کی اصلی صورت مسخ ہو کر رہ گئی ۔

حکماء کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ بلند سے بلند حکیم الاخلاق دانائے رموز فلسفی جس کی اخلاقی سخن طرازی اور نکتہ پروری سے دنیا محو حیرت ہے ۔ جس نے انسان کے ایک ایک اندرونی جذبہ، باطنی قوت اور اخلاق فطرت کا سراغ لگایا ہے ۔ عمل کے لحاظ سے اس کی زندگی ایک معمولی بازاری سے ایک انچ بلند نہ ہو گی ۔ وہ دوسروں کی رہنمائی کا مدعی بنتا ہے مگر خود عمل کی سرراہ میں بھٹکتا رہتا ہے ۔ چونکہ وہ محض دماغ یا زبان ہوتا ہے ۔ دل اور ہاتھ نہیں ۔ اس لئے اس کے منہ کی آواز کسی دل کی لوح پر کوئی نقش نہیں بناتی ، یہی وجہ ہے کہ سقراط اور افلاطون کے مکالمات اور ارسطو کے اخلاقیات کو پڑھ کر ایک شخص بھی صاحب اخلاق نہیں بن سکا ۔ پس اصلی چیز تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کے نتائج اور اس پر عمل ہے ۔ اور دنیا جانتی ہے کہ آپؐ کی پوری زندگی من وعن قرآن تھی جس کے نقش قدم پر چل کر ہر انسان کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۔

علماء کا فریضہ

آج کے اس پر آشوب اور پرخطر دور میں نوع انسانی کی ساری آبادی اخلاق سے عاری نظر آتی ہے پہلے قہوہ خانے اور قمار بازی کے اڈے اخلاقی پستی کے سب سے بڑے پھوڑے تسلیم کئے جاتے تھے ۔ لیکن اب ہم جدھر دیکھتے ہیں ۔ انسانی تمدن پورے کا پورا پھوڑا ہی نظر آتا ہے ۔ قوموں کی پارلیمنٹیاں اور اسمبلیاں حکومتوں کے سکریٹریٹ اور وزارت خانے عدالتوں کے ایوان اور وکالت خانے، پریس اور نشر گاہیں، یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے، بینک اور صنعتی و تجارتی کاروبار کے مجامع سب کے سب پھوڑے نظر آ رہے ہیں جو کسی تیز نشتر کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔

ان حالات میں ہر مسلمان بالخصوص علماء کا فریضہ ہے کہ اسلام کی اخلاقی تعلیم کو لوگوں میں عام کریں اور نیک کاموں کی یاد دہانی کرتے رہیں۔ اور برائیوں سے روکتے رہیں اسی کا نام تواصی بالحق ہے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جیسا کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا "من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان"

مراجع و مصادر

(۱) سیرت النبی ج ۶، (۲) خطبات مدراس :۔ مولانا سید سلیمان ندوی رح

۳ رسول رحمت (۴) ترجمان القرآن۔ مولانا ابوالکلام آزاد رح

(۵) قرآن اور تعمیر سیرت ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب ، اے، ایم (علی گڑھ)

(۶) اسلام کا اخلاقی نقطہ نظر مولانا ابوالاعلی مودودی رح

(۷) امام غزالی اور فلسفہ مذہب واخلاق ڈاکٹر سید حسین صاحب قادری اے ایم عثمانیہ،

بقیہ ص ۱۵ کا

اور اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دے۔ رہا یہ مغالطہ کہ جو خلیفہ ہوتا ہے وہ ملِک نہیں ہو سکتا جو ملک ہے اسے خلیفہ نہیں کہا جا سکتا تو یہ بھی جتنی جلد دُور کر لیا جائے اتنا ہی بہتر ہے کیوں کہ ایسے افراد ہیں جنھیں قرآن نے کبھی مَلِک کے نام سے یاد کیا کبھی خلیفہ کے۔ ملاحظہ ہوں یہ یہ دو آیتیں حضرت داؤد ؑ کے بارے میں ہیں۔

۱ وقتل داؤد جالوت واتاہ اللہ الملک والحکمۃ وعلمہ مما یشاء (البقرہ ۲۵۱)

۲ یاداؤد إنّا جعلناک خلیفۃ فی الارض

یعنی ۱ اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے داؤد ؑ کو بادشاہت اور دانائی عطا کی اور جن چیزوں کا چاہا علم بخشا۔ ۲ اے داؤد ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا۔ دیکھیے کوئی فرق نہیں خلافت اور مُلک میں۔ اسی طرح خود احادیث شریفہ میں حاکم وقت کو کہیں امیر سے کہیں امام سے، کہیں سلطان سے کہیں خلیفہ سے کہیں مَلِک سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ نہیں فرمایا گیا کہ اس میں صرف فلاں اصطلاح، مثلاً خلیفہ، امام، یا امیر جائز ہے باقی سب حرام ہیں۔ (ختم شد)

دینی معلومات کا اعادہ وتکرار معیوب نہیں

دوسری قسط

از:۔ خطیب الاسلام مولانا عبدالروف رحمانی جھنڈانگری

اسی طرح ظرافت کے واقعات میں یہ واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک استاذ ایک شاہزادے کو اپنی مکتب میں پڑھا رہے تھے بادشاہ کی طرف سے ان کی تنخواہ مقرر تھی لیکن گاؤں کے دوسرے لڑکے تعلیم میں ان سے آگے تھے اور سب ایک ہی درجہ میں پڑھ رہے تھے، بادشاہ نے حیران ہوکر ایک دن استاذ سے پوچھی کہ آخر کیا وجہ ہے کہ میرا یہ لڑکا اور لڑکوں سے غبی ہے کم فہم اور کند ذہن ہے اور دوسرے لڑکے پڑھنے میں اس سے آگے ہیں؟ استاذ نے جواب دیا کہ آپ کا لڑکا کند ذہن ہے سبق کو یاد نہیں کر پاتا ہے۔ دوسرے لڑکے ذہین وفطین اور محنتی پھر وہ اپنی ذہانت اور محنت سے آگے بڑھتے جارہے ہیں لیکن اس میں اس کی صلاحیت واستعداد نہیں ہے، بادشاہ نے کہا کہ میں کس طرح سمجھوں کہ میرے بچے "کند ذہن ہیں اور دوسرے بچے" ذہین وفطین ہیں؟ استاذ نے کہا یہ تو بہت آسان ہے میں آپ کو ابھی دکھائے دیتا ہوں، استاذ نے شاہزادہ کو اور ایک بکری کے سر پر تیر لگانے کو کہا بکری کا سر سمت مخالف میں تھا حیران رہ گیا کہ کیسے بکری کے سر پر تیر ماروں ناکام ہوگیا پھر استاذ نے ایک غریب لڑکے کو اسی کام کے لیئے بلایا چونکہ بکری سمت مخالف میں تھی اس لئے اپنی طرف اس کا رخ کرنے کیلئے اسے آؤ آؤ کہہ کر بلایا بکری نے سر اس کی طرف پھیر دی تب اس نے فوراً اس کے سر پر تیر مار دیا، بچے کی ذہانت ثابت ہوگئی، اور بادشاہ نے خوش ہوکر استاذ کو انعام دیا،

اسی طرح ظرافت وذہانت کا ایک واقعہ یہ پھر آتا ہے کہ ایک شخص خطاط کے پاس گیا اور اپنا نام حسن اس سے لکھوانا چاہا اس نے کہا جناب آپ کے نام میں تین حروف ہیں اس کی تین روپے اجرت لوں گا تب لکھوں گا، ایک حرف کے لکھنے پر ایک روپیہ اجرت لیتا ہوں تو اس ہوشیار

آدمی نے کہا تو حسن کے بجائے آپ حُس لکھدیجئے اور نخ پر نقطہ رکھنے کے بجائے نون کے دائرہ میں رکھ دیجئے یہ دو حروف ہوتے دو روپے آپ اپنی اجرت لے لیجئے۔

اس طرح کے واقعات کو اگر میں نے ایک اخبار و رسالہ میں شائع کرادیا پھر انہیں دوسرے رسائل میں پھر شائع کرادیا تو اس سے میری غرض یہی ہے کہ دوسرے تمام حلقوں میں بھی یہ معلومات افزا باتیں پہونچ جائیں۔

اسی طرح جب ہم یہ لکھتے ہیں کہ اہل اسلام نے اپنے دورِ حکومت میں اپنی رعایا کو آرام سے رکھا اورنگ زیب عالمگیر رح کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ظالم بادشاہ تھا ہندوؤں پر اس نے بڑے بڑے مظالم کئے میں ان بے ثبوت کہانیوں کے جواب میں ہم نے لکھا کہ سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجیندر پرشاد نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ آندھرا پردیش کے راجہ، اندرا سن نے حکومت کے خلاف بغاوت کیا تو شاہجہاں نے اس کو گرفتار کرایا پھر اس نے شرطیں رکھ کر معافی مانگ لی پھر بغاوت کرجاتا پھر تیسری بار اندرا سن گرفتار ہوا تو بادشاہ شاہجہاں نے اسکو گرفتار کرکے قید کردیا اور اسکو اسلام لانے کی شرط پر آزاد کرنے کا فرمان جاری کیا، اورنگ زیب عالمگیر رح کو جب اس کی خبر لگی تو اس نے شاہجہاں کی اس شرط کو غلط قرار دیا اور فرمایا کہ اسلام لانے کی شرط پر راجہ کو آزاد نہ کیا جائے بلکہ اس کو اس کی شرطوں پر رہا کیا جائے، وزیر اعظم نے اپنی بادشاہ سے مشورہ کے بعد اورنگ زیب کو لکھا کہ چونکہ اندرا سن کو کئی بار گرفتاری کے بعد اس کی شرطوں پر آزاد کیا گیا لیکن ہر بار اس نے اپنی شرطوں کو پوری نہیں کی اس لئے اس کی آخری گرفتاری پر اسے رہا نہ کیا جائے۔ جب تک کہ وہ اسلام قبول نہ کرلے، اورنگ زیب عالمگیرؒ نے لکھا کہ دین کو زبردستی قبول کرانے کا قانون اسلامی قانون کے مخالف ہے۔ قرآن میں وارد ہے لا اکراہ فی الدین دین میں کوئی زبردستی نہیں، لہٰذا اسکو اس کی شرطوں پر آزاد کیا جائے بالآخر اورنگ زیب کی بار بار سفارش کام آگئی اور راجہ اندرا سن کو اس کی شرطوں پر آزاد کردیا گیا،

" انڈیا ڈیوائیڈیڈ " میں اس کی مفصل رپورٹ موجود ہے، میں نے اس کتاب کو آلہ آباد سے منگوالیا اور ایسے تمام خاص مقامات پر سرخ نشانات لگادی، اگر اس طرح واقعہ کو کوئی اخباروں

میں اعلان ہو جائے تو قوم وملت کی تعمیر کیلئے مفید ہے۔

اسی طرح ترکی کے بادشاہ سلیم نے ایک بار دربار میں اعلان کیا کہ ہماری حکومت میں جو عیسائی قوم آباد ہیں انکو مسلمان ہونے کی شرط پر رکھ سکتے ہیں ورنہ ہماری سلطنت سے وہ نکل جائیں، دربار میں اس بات کا اعلان کیا تو مفتی جمالی نے کہا "لا یحل لک ذالک" یعنی تمہیں اس کی شرعاً قطعاً اجازت نہیں ہے، بادشاہ کا آہنی ارادہ موم بن کر رہ گیا۔ (مقدمہ ابن خلدون ص۱۷۱)

اگر ایسے منصفانہ ومساویات واقعات اسلامی حکومتوں کے بیان کیے جائیں اور ان کی دیگر قوموں کے ساتھ اپنی رحم دلی وہمدردی کا تذکرہ کیا جائے تو اس زمانہ میں ایسے مضامین وواقعات جو تین پرچوں میں شائع ہوا۔ مسلمانوں کی بصیرت کے لئے اور غیر قوموں کی عبرت واثر پذیری کے لئے کافی رہنمائی کا موجب بن سکتے ہیں تو ایسے واقعات کے چند رسالوں میں تکرار غیر مناسب نہیں سمجھنا چاہیئے،

اسی طرح جب ہم تقویٰ اور توکل علی اللہ کا مضمون بیان کرتے ہیں اور اس میں یہ دکھلاتے ہیں کہ ائمہ سلف وعلماء سلف نے اللہ پر بھروسہ کیا اور کسی طاقت وحکومت کا کوئی خوف وخطر محسوس نہیں کیا، اس سلسلہ پر ہم نے عفان بن مسلم کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کو بصرہ کے قاضی نے اپنی دربار میں بلایا اور پوچھا کہ آپ کے خلق قرآن کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن اللہ سبحانہ کا کلام ہے، پھر اس نے پوچھا کہ قرآن کو مخلوق کہتے ہو کہ نہیں؟ مولانا نے جواب دیا کہ اللہ کا کلام ہے، قاضی نے کہا کہ آج خلیفہ مامون کا حکم آیا ہے کہ جو لوگ قرآن کو مخلوق نہ کہیں ان کا وظیفہ بند کر دیا جائے تو عفان بن مسلم نے فوراً یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون، یعنی رزق کا ضامن ہمارا وہ اللہ ہے جو آسمان میں ہے" کہہ کر قاضی کے دربار سے باہر نکل آئے بازار میں یہ خبر گشت کر گئی کہ محدث صفوان بن مسلم کا وظیفہ بند کر دیا گیا ہے تو جب صفوان بن مسلم دربار سے نکل کر گھر پہونچے تو بیوی نے پوچھا قاضی صاحب کے ہاں کون سا ماجرا پیش آیا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قاضی صاحب نے ہمارا ۵۰۰ سرکاری وظیفہ اب بند کر دیا ہے تو بیوی نے

کہا گھر میں چالیس افراد کھانے والے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ میاں بیوی میں یہ بات ہو رہی تھی کہ ایک سوداگر نے دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا آپ کون صاحب ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس شہر کا ایک سوداگر ہوں، میں نے سُنا ہے کہ حکومت کی جانب سے آپ کا منظور شدہ وظیفہ ۵۰۰ رہ بند کر دیا گیا ہے تو میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ صاحب کا وظیفہ ۵۰۰ رکے بجائے اب ہزار روپیہ ماہانہ اپنے پاس سے مقرر کر دوں جو ماہ بماہ جاری رہے گا، آپ بے فکر ہو کر اپنا کام کرتے رہیئے، یہ کہہ کر اور ایک ہزار روپیہ دے کر چلا گیا (تذکرۃ الحفاظ للذہبی)

اسی طرح امام حربی فقر و فاقہ کی زندگی گذار رہے تھے ملک کے اصحاب خیر ان کے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا کرتے تھے خصوصاً حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بڑے بڑے عطیات آتے رہے اور علاقہ کے دیگر اصحاب خیر بھر کئی کئی اونٹ پر کاغذات اور لکھنے پڑھنے کے اوراق بھر کر روانہ کرتے رہے،

اسی طرح ایک اونٹ پر کچھ سامان نقد و جنس لاکر آیا اور رات میں سامان اتار کر امام حربی کے گھر پہونچا دیا، امام حربی نے پوچھا کہ کس کی طرف سے ہے اور کس نے بھیجا ہے؟ لانے والے شخص نے کہا کہ مجھے قسم دیا گیا ہے کہ نام نہ بتایا جائے اس کے نام ظاہر کرنے سے معذرت کر رہا ہوں۔

اسی طرح ایک واقعہ بطور خاص میں یہاں لکھ رہا ہوں کہ امام حربی پر ایک وقت ایسا آیا کہ تین دن تین رات مسلسل ان پر فاقہ ہوا وہ برابر صبر کرتے رہے تیسرے دن ان کی بیوی کتب خانہ میں ان کے پاس گئیں اور کہا کہ ہم اور آپ دو تین دن تک صبر کر لیں گے لیکن ان دونوں کمسن بچوں کو کب تک بھوکوں ماروں؟ میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ آپ اپنی کتب خانہ سے دو تین کتابیں مجھے دیدیجئے کہ میں بازار میں ان کو گرو رکھ کر کھانے کیلئے کچھ سامان لے آؤں اور اپنے بچوں کو کھلا پلا دوں، امام نے فرمایا کہ میری رفیقہ حیات! آج کچھ اور صبر کرو انشاءاللہ خدا کی مدد ملے گی، اور اس طرح سے وہ لالٹین کی روشنی میں لکھ پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں کسی نے دروازہ پر دستک دی پوچھا کون ہے؟ تو اس نے کہا میں آپکا پڑوسی ہوں، کہا اندر آجایئے تو پڑوسی نے کہا آپ بتی کی روشنی مدھم کر دیجئے میں آتا ہوں وہ تشریف لائے اور پانچسو درہم کی ایک تھیلی دی

اور کھانے کا اہتمام دسترخوان لاکر پیش کیا (سیر اعلام النبلاء للذہبی ؒ)

ایسے واقعات کے بیان کرنے سے میرا مقصود یہ ہے کہ اللہ والے خدا پر ہمیشہ بھروسہ کرتے ہیں اور وہ ہر حال میں خدا پر راضی وشاکر رہتے ہیں اور ایسی صورت میں اس کے مفید نتائج بھی ان کے سامنے نکلتے ہیں،

چند اخبارات وجرائد میں اگر ان جیسے عبرت آموز وبصیرت افروز واقعات کا تکرار ہو جائے تو میرا مقصود صرف یہی ہوتا ہے کہ دور دراز تک ملک کے اطراف وجوانب میں یہ باتیں پہونچ جائیں اور ہر حلقہ اخبار کے ناظرین ان سے عبرت پذیر ہوں اس کے علاوہ میرا کوئی اور مقصود نہیں

کچھ اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے ؎

اسی طرح اچھے پڑوسیوں کے واقعات کو اگر کئی رسالوں میں میں نے شائع کرادیا ہے تو اس کا بھی یہی مقصد تھا کہ لوگ بھی زیادہ سے زیادہ حسنِ اخلاق کے خوگر بنیں، اس تکرار وبیان کو کوئی شخص اعادہ بے فائدہ پر محمول نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ ایسا افادۂ عام کے لئے کیا گیا ہے،

مثلاً دیکھئے حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس ایک پڑوسی مسجد کے نمازی کا مسئلہ آیا بصرہ کے محدثین نے اس پڑوسی کا معاملہ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس رکھا کہ یہ شخص غریب ہے اور اس کی بہن کی شادی ہے آپ اس کا کچھ مالی تعاون فرمادیں، یہ گفتگو مسجد کے اندر ہو رہی تھی حضرت عبداللہ بن عباس ؓ علماء ومشائخ کو اپنی کوٹھی پر لائے اور اپنی تجوری کی کنجی ان کے آگے پھینک کر کہا کہ آپ حضرات اس تجوری میں سے جس قدر روپیہ چاہیں نکال لیں علماء نے خود نکالنا مناسب نہیں سمجھا کنجی واپس کردیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ نہیں نکالیں گے، ، جب کہ آپ خود ہی جس قدر چاہیں نکال کر عنایت کردیں، تو آپ نے الماری کھول کر دس تھیلیاں نکالیں اور کہا یہ تو ہمارے بھائی نے تجارت کر رکھا ہے کہ اس رقم سے وہ اپنی حالات کی اصلاح کریں اور کاروبار بڑھائیں رہا شادی کا مسئلہ تو ہم اس کے تمام اخراجات کے لئے تیار ہیں، کام ہم خود اپنی خرچ پر انجام دیں گے (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب

اسی طرح پڑوسی کے ساتھ ایثار وہمدردی اور تعاون کا ایک بے نظیر واقعہ تاریخ خطیب بغدادی میں مذکور ہے جسکو میں اکثر دینی وعظ وتقریر میں بیان کرتا ہوں اور لوگوں کو اپنے دینی

کے ساتھ حسن سلوک اور ایثار و ہمدردی کرنے پر ابھارتا ہوں واقعہ یوں ہے۔

ایک پڑوسی ایک بڑے سخی امیر و کبیر کے پڑوس میں رہتا تھا کچھ زمانہ کے بعد اپنی شدید حاجت کے تحت اپنا مکان فروخت کرنے پر وہ مجبور ہوا تو اس نے مکان کے خریدار سے کہا کہ میں اپنا یہ مکان بیچ رہا ہوں اس کی قیمت دس ہزار درہم ہے اور یہ مکان جس کے پڑوس میں ہے میں اس پڑوس کو بھی فروخت کر رہا ہوں اس کی بھی قیمت دس ہزار درہم ہے کیونکہ یہ پڑوس ہمارے حق میں بہت ہی نفع بخش تھا ہمارا یہ پڑوسی بہت ہی محسن، خلیق و ہمدرد اور غمگسار ہے اس پڑوس کی خیر و برکات سے جس طرح ہم مستفید ہوتے رہے آپ پھر اس سے مستفید ہوں گے یہ بہترین پڑوسی امام حسن عسکری ؓ تھے، جب تک تک یہ خبر پہونچی کہ ہمارا غریب پڑوسی اپنی شدید و ناگزیر حاجت کے تحت بدرجہ مجبوری اپنا مکان بیچ رہا ہوں اور میرا پڑوس بھی، اور دونوں کی قیمت دس دس ہزار درہم لگا کر بیس ہزار درہم مانگ رہا ہے تو انہوں نے اپنے اس غریب پڑوسی کو بلایا اور فرمایا کہ تمہیں بیس ہزار درہم کی حاجت ہے اسے میں تم کو دیتا ہوں لے لو نہ اپنا مکان فروخت کرو اور نہ میرا پڑوس بیچو، یہ کہہ کر امام عالی مقام نے اس کی حاجت پوری کر دی اور دنیائے اسلام پر اپنی پڑوسیوں کے ساتھ اس بے نظیر ہمدردی اور حسن سلوک کا واقعہ تاریخ میں محفوظ کر دیا،

اگر اسی قسم کے نادر واقعات اخبار و رسائل میں کبھی کسی تذکرہ میں یا کبھی کسی مضمون میں آجائیں تو اس کو یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ مضامین اپنی مضمون نگاری کے شوق میں لکھے جا رہے ہیں، اور مضمون نگار کو مادی فائدہ مقصود ہی حاشا و کلا ثم حاشا و کلا۔ میرا ضمیر ہمیشہ ریا و نمود سے بیزار رہا اور جب کبھی کسی مضمون کا سلسلہ میں نے اخبارات میں جاری کیا یا جلسوں میں دو دو تین گھنٹے تقریریں کیں تو اس سے میرا منشا صرف اور صرف یہی تھا کہ ان کے ذریعہ خلق خدا کو فائدہ پہونچے اور لوگوں کی اصلاح ہو سماج میں سدھار ہو۔ (جاری)

استقامت

علامہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری

ایک مسلمان کو ارتداد کے دروازہ سے واپس لوٹانے والا انقلابی خط جس کو پڑھکر صاحب مکتوب کو استقامت ملی۔ اور وہ اسلام کے ایک بڑے داعی اور منادی ہوگئے

قیمت ۲/۵۰ مکتبہ نوائے اسلام دہلی۔

سچے کا بول بالا

فضل اللہ سلفی

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال. إنّ الصدق یہدی إلی البر وإنّ البر یہدی إلی الجنة. وإنّ الرجل لیصدق حتی یکتب عند اللہ صدّیقا (متفق علیہ)

بعض صفات وخصائل ایسے ہوتے ہیں جن سے متصف ہونے کے بعد انسان دوسروں کی نظر میں محبوب و محترم اور قابلِ اعتبار قرار پاتا ہے۔ سب اس کی عزت کرتے ہیں اور نیک امیدیں اس سے وابستہ رکھتے ہیں۔ اس کی طرف سے وہ کسی نقصان و ضرر اور بے سود و بے کار قول وفعل کا خدشہ محسوس نہیں کرتے اور پورے طور پہ وہ اس سے مطمئن ہوتے ہیں۔ ان صفات حسنہ میں سے ایک "صدق" بھی ہے۔ صدق یا راست بازی "ظاہر و باطن کی ایسی راستی کہ بندہ کے احوال و اعمال ایک دوسرے کی تکذیب نہ کریں" کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ ریاض الصالحین، ص ۵۰)۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ صدق و کذب کا تعلق اصل میں ماضی یا مستقبل اور وعدہ یا غیر وعدہ سے متعلق قول سے ہے۔ اس کی شرط یہ ہے کہ دل کی بات مخبر عنہ (جس کی خبر دی گئی ہے) سے پوری مطابقت رکھے۔ صدق و کذب کا تعلق کبھی فعل سے بھی ہوتا ہے اور اعتقادی امور سے بھی۔ (فتح الباری، ج ۱۰، کتاب الادب ص ۵۰۷)

صدق، راست بازی یا راست گوئی سچے انسان کو قابلِ عزت و احترام اور لائقِ اعتبار بناتی ہے، لوگوں کا اس پہ تکیہ ہوتا ہے، سب اس کا ذکرِ خیر کرتے ہیں، اس کی بات سر آنکھوں پہ ہوتی ہے۔ غرضیکہ اس کا بڑا ہی بول بالا ہوتا ہے اور پذیرائی ہوتی ہے۔

"جھوٹے کا منہ کالا" ایک کاذب اور جھوٹا انسان ذلیل و رسوا اور بدنام ہی ہوتا ہے اور لوگ حقیقت میں اس سے دور بھاگتے ہیں۔ راستی اور صدق مقال بہرحال انسان کو خیر و خوبی اور بھلے و بھلائی کی راہ دکھاتی ہے۔ صدق گوئی اور سچ بیانی کی وجہ سے وہ بہت ساری برائیوں اور خرابیوں سے بچ کر اعمالِ صالحہ و کارِ خیر کی راہ پاتا ہے اور پھر اس کی پذیرائی ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ دو بارہ "راستی" اور صدق گوئی "بِر" کی راہ دکھلاتی ہے۔ بِر حقیقت میں جملہ خیر اور بھلائی کو عام ہے اور کبھی اس کا اطلاق خالص اور بے لوث عمل پر بھی ہوتا ہے (فتح الباری ج۔ ۱۰، کتاب الادب ص ۱۰۸)۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ "صدق" سے انسان کتنی خیر، بھلائیاں اور فائدے حاصل کر سکتا ہے۔ راست گوئی اور صدق بیانی کی اسی اہمیت و افادیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "یاایہا الذین آمنو اتقو اللہ وکونوا مع الصادقین" (توبہ۔ ۱۱۹) یعنی اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ (میں سے) ہو جاؤ۔ ایک جگہ اور ارشاد ربانی ہوا کہ "فاذا عزم الامر فلو صدقوا اللہ لکان خیرا لہم" (محمد۔ ۲۱) یعنی اگر کسی کام (جہاد وغیرہ) کا وقت آ جائے اس وقت یہ لوگ اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ سچا کریں تو ان کے لئے بہتر ہو۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ سچ بولنے والے مرد و زن کی تعریف اور ان کے انعام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ..... والصادقین والصادقات ..... اعد اللہ لہم مغفرۃ واجرا عظیما۔ (سورہ احزاب ۳۵) اور دوسرے لوگوں کے ساتھ سچ مومن مرد و زن، اللہ نے ان کے لئے بخشش کا انعام اور بڑا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔

نفس صدق کی تعریف کرتے ہوئے اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ "فان الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ" (ترمذی) یعنی راستی یا راست گوئی اطمینان ہے اور کذب و جھوٹ شک و تذبذب۔ واضح ہے کہ صدق گوئی اور سچ بیانی سے انسان جب کام لیتا ہے تو اسے دلی اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کو دل ملامت نہیں کرتا اور سچ بول کر وہ خود کو مطمئن پاتا ہے۔ اس کے برعکس جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو دل میں اس کے شک

رہتا ہےکہ نہ جانے کذب بیانی کا کیا انجام ہوگا، وہ مذبذب رہتا اور خود کو مطمئن نہیں پاتا ہو سکتا ہے کہ سچ بولنے کی وجہ سے کبھی کسی ضرر و نقصان کا سامنا کرنا پڑے اور خود کو خطرے میں گھرا ہوا محسوس کرے ـــــــ مگر بسا اوقات یہی سچ اس کیلئے مخرج اور مصیبت سے نکلنے کی سبیل بن جاتا ہے۔ سچ بہر حال سچ ہے، جس کی بڑی اہمیت وفضیلت ہے۔ راست گو اور سچے انسان کی جو اہمیت اور قدر و منزلت ہے، وہ سطور بالا سے واضح ہے۔ اللہ کے رسول ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ جو اللہ سے (زبان دل کی) سچائی کے ساتھ شہادت کا سوال کرے تو اللہ اسے شہداء کے مقام تک پہنچائے گا، خواہ وہ اپنے بستر پہ ہی مر جائے (اور جہاد کیلئے نہ نکلے) مسلم شریف۔ اس حدیث سے صدق اور صادق دونوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ اس کا کیا مقام ہے۔ یہ کیا کم ہے کہ صدق اور راست بازی ہمیں خیر اور بھلائی کی راہ دکھاتی ہے۔ اور خیر و بھلائی جنت کی۔ بغور دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ سچ بول کر اگر کوئی خیر و بھلائی کی راہ پاتا ہے تو لوگ اسکی عزت واحترام کرتے ہیں، اس کو سر آنکھوں پہ بٹھاتے ہیں اور اس کی پذیرائی ہوتی ہے سچ ہے کہ۔ جھوٹے کا منہ کالا، سچے کا بول بالا" ظاہر بات ہے کہ سچائی کا یہ دنیاوی انعام ہے، مگر صادق، راست گو اور سچا انسان آخرت کے دن بھی معزز و محترم ہوگا، اس کی پذیرائی ہوگی اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اللہ ہم سب کو صدقِ مقال کی توفیق دے (آمین)

یہ مصیبتیں

عبدالسمیع محمد ہارون انصاری

زندگی انسان کی ——— پیکر اضداد ہے، یہ خوشی اور غم کا مجموعہ ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ یہاں خوشیاں اتنی ہی کم ہیں جتنے کہ بے شمار غم۔ علی کل حال غم والم، کلفت و مصیبت زندگی کا لازمی جزو ہے۔ یہاں مصائب اور حوادث سے مفر نہیں۔ پھر یہ مصائب انسانوں کو دو خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو زندگی کے حادثات سے راہ فرار اختیار کرتے۔ اور اس کے بلاخیز طوفانوں اور موجوں سے برسرپیکار ہونے کے بجائے خود کو اس کے حوالے کر دیتے ہیں اور اس عبرت و موعظت اور نصیحت سے محروم ہو جاتے اور فائدہ حاصل کرنے سے دور رہ جاتے ہیں جو مصیبت اور غم سے حاصل کرنا چاہیے۔ دوسری طرف انسانوں میں کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جو زندگی کے حوادث و مصائب سے برسرپیکار ہوتے ہیں اور مصیبتوں میں پڑنے کا جو اصل فائدہ ہوتا ہے وہ اسے حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ یقینی طور پر پہلے لوگوں کے مقابلے میں کم ہی ہوتے ہیں۔ آپ تعجب کرتے ہوں گے کہ بھلا مصیبتوں میں بھی پڑنے کا کوئی فائدہ ہے؟ حادثہ، غم اور مصیبت کا آنا بھی کیا ہمارے لئے کچھ مفید ہے؟۔ جی ہاں! ایک اسلامی دانشور اور مفکر کی رائے میں "سنئے" "مصیبتوں میں پڑنے کا اصل فائدہ سبق اور نصیحت ہے۔ مگر یہ فائدہ صرف اس وقت ملتا ہے جب کہ آدمی مصیبتوں کی زد میں آئے مگر وہ ہلاک نہ ہو۔ وہ زندگی کی تلخیوں سے دوچار ہو مگر وہ ان سے اوپر اٹھ کر سوچے۔ مصیبتیں اور تلخیاں اس کے لئے تجربہ ثابت ہوں، نہ کہ وہ اس کے ذہن کی معمار بن جائیں"، گویا ہر آنے والی چھوٹی اور بڑی مصیبت ہمارے لئے سبق اور عبرت و نصیحت کا پیغام لاتی ہے اور ہمیں خواب غفلت سے بیدار ہونے کا پیغام دیتی ہے کیونکہ مصیبت کبھی بھی از خود نہیں آتی۔ فطرت کا ترجمان قرآن کہتا ہے کہ انسانو تمہیں جو

بھی اور جب بھی کوئی مصیبت درپیش آتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہی سوء اعمال کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اکثر اور بے شمار گناہوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ قدرت کا یہی اصول ہے کہ وہ انسانوں کو بلاوجہ کسی مصیبت سے دوچار نہیں کرتی،،

مزید برآں جہاں مصیبت ہمارے لئے عبرت و نصیحت اور بیداری کا پیغام لاتی ہے وہیں ہم (اگر صبر کریں) تو یہ "زہر" ہمارے لئے "تریاق" بن جاتا ہے۔ نبی امیؐ صلعم کا ارشاد ہے "مومن کا معاملہ بڑا ہی عجیب ہے اگر اس کو خوشی اور راحت ملتی ہے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں خیر ہے اور اگر کوئی مصیبت یا اذیت پہنچتی ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے حق میں خیر ہے" آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ایک مومن کو اس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے تو اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔ بھلا بتلایئے معمولی ایک کانٹے کی ہلکی سی چبھن اور اس سے پہنچنے والی مصیبت و اذیت پر یہ حال ہے تو پھر ان بڑے بڑے حوادث و مصائب کا حال کیا ہوگا جو ہماری زندگی میں آتے رہتے ہیں اگر ہم ان پر صبر کریں اور اللہ کے فیصلہ اور اپنی تقدیر پر ایمان رکھکر جزع و فزع کرنے کے بجائے گوارہ کرلیں تو کیا ہم بے شمار اجر و ثواب کے مستحق نہیں ہوں گے؟ قرآن خود ہی شاہد ہے صابروں کو بے پناہ اور بے پایاں اجر سے نوازا جائے گا۔

زندگی کا ہر معاملہ اور قدرت کا کوئی بھی فیصلہ حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہے، انسانی زندگی میں آنے والے مصائب بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں۔ زندگی میں مصیبتیں ناگزیر ہیں۔ پھر ان مصیبتوں سے ہم راہ فرار کے بجائے برسرپیکار ہوں تو خود یہ مصیبتیں ہمارے لئے زندگی کے خوشیوں کی معمار بن جائیں گی۔ ایک مفکر کہتا ہے "انسان دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کی تربیت مصائب کی درس گاہ میں ہوتی ہے اور دوسرے وہ جن کی تربیت آسانیوں کی درسگاہ میں ہوتی ہے بظاہر آسانیوں میں پرورش پانا اچھی بات ہے مگر وہ چیز جس کو انسان سازی کہتے ہیں اس کی حقیقی جگہ صرف مصائب کی درس گاہ ہے نہ کہ آسانیوں کی درس گاہ۔ کسی کا یہ قول نہایت درست ہے کہ سہولت نہیں بلکہ جدوجہد، آسانی نہیں بلکہ وہ مشکل چیز ہے جو انسانوں کو انسان بناتی ہے" گویا زندگی کی

یہ مصیبتیں اگر ہم ان سے نبرد آزما ہوتے رہیں، یہ حادثے اگر ہم ان سے برسرپیکار رہے اور اپنی زندگی کے مقاصد و اصداف میں جہد کناں اور مصروف عمل رہے تو خود ہمارے لئے یہ وردان بن جائیں گی۔ جس طرح ایک سونا آگ میں تپ کر کندن ہوتا ہے اور اپنی قیمت منواتا ہے یہی حال انسانی زندگی کا ہے۔ یہ زندگی مصائب و آلام کی آتش میں جس قدر تپتی ہے وہ اسی قدر چلا اور چمک پاتی ہے۔ زندگی میں جن لوگوں نے دینی یا دنیوی اعتبار سے عزت و شہرت اور نیک نامی حاصل کی قدرت نے انہیں یہ انعام و اکرام یونہی نہیں بخشا یہ مصائب و آلام ہی تھے اور ان سے جدوجہد کرتے ہوئے بھی اپنے گوہر مقصود کے حصول میں مصروفیت تھی جس نے ان کی انسانیت سازی کی اور پھر وہ عزت و شہرت کے آفتاب و ماہتاب بنے "

قصہ کوتاہ زندگی میں مصیبتیں، اذیتیں، حادثے اور آلام کا چولی دامن کا ساتھ ہے مگر یہ "خار زندگی" بھی "زندگی کے پھول" میں حسن پیدا کرتے ہیں۔ یہ غم و الم بھی ہمیں کچھ دیتے اور سکھاتے ہیں۔ شرط ہے کہ ہم اس چیز کو لینے اور سیکھنے کی کوشش کریں۔ مصیبتوں پر خواہ وہ بڑی سے بڑی ہوں یا چھوٹی سے چھوٹی ان پر آہ فغاں اور جزع و فزع کرنے کے بجائے ان سے نبرد آزما ہونے کی کوشش کریں۔ مصیبتیں از خود زندگی کے رنگ ہیں۔ جو اس تصویر کو رنگا رنگ بناتی ہیں جس طرح آسودگی بغیر بھوک کے اور سیرابی بغیر پیاس کے لایعنی محض اور بیکار ہے ٹھیک اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر غم اور زندگی کا معاملہ ہے۔ زندگی میں غم اور مصیبت نہ ہوں تو خود زندگی سرور اور لذت سے محروم ہو کر رہ جائے گی۔ کیونکہ کوئی بھی خوشی اپنی لذت اسی وقت تک حقیقی رنگ دکھاتی ہے جو تکلیف کے بعد حاصل ہو وہ راحت جو اذیت کے بعد حاصل ہو اس کا بس آپ تصور کیجئے۔ گویا

ہے بڑی چیز انبساط مگر ✤ غم نہ ہو تو حیات کچھ بھی نہیں

قصہ کوتاہ یہ مصیبتیں، آفات اور حادثے بھی ہمیں بہت کچھ دیتے اور سکھاتے ہیں مگر یہ سب صرف اور صرف اسی وقت ممکن ہے (بقول ایک دانشور) جب کہ آدمی مصیبتوں کی زد میں آئے مگر وہ ہلاک نہ ہو۔ وہ زندگی کی تلخیوں سے دوچار ہو مگر ان سے اوپر اٹھکر سوچ سکے۔ مصیبتیں اور تلخیاں اس کے لئے تجربہ ثابت ہوں نہ کہ وہ اس کے ذہن کی معمار بن جائیں۔"

اندلسِ ثانی

بوسنہ و ہرسک

تاریخی مطالعہ، تجرباتی تجزیہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آج تک دنیا میں جتنی قومیں وجود میں آئیں اسے تغیرات زمانہ کا شکار ہونا پڑا، وقت و حالات نے کسی قوم کو ترقی کے اوج و کمال تک پہونچایا ہے تو کسی کو زمین بوس کر کے رکھ دیا ہے۔ پھر اسے ایک تاریخی حیثیت دے دی ہے۔ عروج و زوال کا انحصار اسباب و وسائل پر ہے جس نے قوانین و ضوابط کا احترام اور اسباب و ذرائع کی تکریم کی ہے۔ اس نے ترقی و آفاقی کی راہ دیکھی ہے جس نے اس کے برعکس کیا اس کے سامنے اس کا برعکس نتیجہ آیا۔

مگر مسلمانوں کے عروج و زوال سے اس دنیا پر جس قدر مثبت و منفی انداز سے اثر ہوا ہے تاریخ اس کی گواہ اور مبصرین اس کے ثبوت ہیں کہ قوم مسلم کو جب دنیا کی حکومت ملی ہے تو انسان کو انسانیت کا درس دیا ہے مذہبی رواداری کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے حقوق انسانی کا محافظ بنا ہے اس کے برعکس تنزلی نے خود مسلمانوں کو اور دنیا کو گمراہی و ضلالت کے عمیق غار میں ڈھکیل دیا ہے جس کا ثبوت آج دنیا کا عالمی بحران ہے جہاں ہر کوئی پریشان ہے۔ قوم مسلم کی تنزلی اغیار کی دشمنی اور ان کے خود نازیبا عملوں کا ایک بھیانک انجام ہے۔ آج ذلت و رسوائی مقدر بن چکی ہے۔ ظلم و استبداد، وحشت و بربریت کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں ہر جانب سے زور اور ہر طرف سے شور ان کے ہی خلاف ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں یہ بے بس بنے ہیں ان کی خود دفاعی ساتھ نہیں دے رہی ہے ان کے بازوؤں کا زور ختم ہو چکا ہے اور نہ ہی ان کی آواز میں اتنی قوت ہے کہ مرکز امن و سلام تک پہونچا سکے گویا ان کی پکار بازگشت کر رہی ہے مصائب و آلام کی دہشت و ہیبت نے انہیں لاچار کر رکھا ہے گویا یہ ایک زندہ نما مردہ بنے ہیں جنہیں

اپنے زیاں کا احساس تک نہیں ہے گمراہی و ضلالت میں غرق اب نافرمانی خدا پر تلے ہوئے ہیں افسوس ہے انہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ جب قوم اپنی بے راہ روی اور بدروشی و بدعملی میں تجاوز کرتی ہے احکام الہی کا احترام ختم کر کے تمرد و سرکشی میں سرشار ہوتی ہے تو اس کا انجام یہی ہوتا ہے کہ اللہ پاک اس پر عذاب نازل کرتا ہے دشمن قوم کو اس پر مسلط کر دیتا ہے اور پھر ہونے والے ظلم و جور کا دور کرنے والا کوئی نہیں ہوتا ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

وتلک القری اھلکناھم لما ظلموا وجعلنا لمھلکھم موعدا (سورۃ الکہف)

ہم نے اس بستی کو ہلاک و برباد کر دیا جب ان لوگوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت مقرر کیا۔

ایک قوم کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

واما ثمود فھدیناھم فاستحبوا العمی علی الھدی فاخذتھم صٰعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون سورہ فصلت آیۃ ۱۷

آج بوسنہ وھرسک اپنی مظلومیت و مقہوریت میں کل کا اندلس بنا ہوا ہے جو اپنی دینی وراثت ختم کر کے نصاری کے ظلم کا شکار ہوا تھا۔ اور آج ظالم صرب کل کے نصاری کے ظلم و استبداد میں آگے بڑھ چکے ہیں۔ اندلس کا زوال خدائی قانون کے ٹھکرانے اور احکام الہی کی نافرمانی و روگردانی کی وجہ سے ہوا تھا اور آج تک زوال و انحطاط سے دو چار ہے بوسنہ وھرسک کس قدر ظلم و طغیانی کی آگ میں جھلس رہے ہیں حالات نازک سے نازک تر ہوتے جا رہے ہیں ظالم صرب اپنی کفر و سرکشی کی تاریخ بنا رہے ہیں جس طرح اندلس پر ظلم ڈھا کر نصاری نے تاریخ بنایا تھا بوسنہ وھرسک کی زمین معصوم بچوں لاچار و بے کس بوڑھوں کی چیخ و پکار سے گونج رہی ہے عورتوں کو قیدی بنا کر ان کا غلط استعمال کیا جا رہا ہے معتمد ذرائع ابلاغ کے مطابق تین ہزار سے زائد عورتیں ان کے ناپاک ہوس کا شکار بن چکی ہیں۔ ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ نہ صرف بالغات ان کے ہوس کی آگ میں جل رہی ہیں بلکہ وہ معصوم بچیاں جو ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہونچی ہیں وہ

بھی ستائی اور جلائی جارہی ہیں، خاندان کا خاندان برباد ہوچکا ہے ایک باپ اپنے بیٹے سے جدا ہے ماں کی نظریں اپنے بیٹے کو ترس رہی ہیں: بیوی اپنے شوہر کے رہتے ہوئے بیوہ بنی ہوئی ہے یہ کیوں ہے؟ اس کے اسباب آخر کیا ہیں؟ اے کاش احساس ہوتا کہ یہ نہ صرف اغیار کی دشمنی ہے بلکہ یہ اسلام سے بیزاری اور دینی بے راہ روی کا انجام ہے شاعر اندلس ابوالبقاء رندی نے اسوقت کہا تھا۔

للحوادث سلوان یسہلا ۔۔۔ وما لما حل بالاسلام سلوان۔

کہ ہر مصائب و آلام کو ہلکا کرنے کیلئے کچھ تسلی کے ذرائع ہوتے ہیں مگر افسوس کہ اسلام کو جب مصیبت پہونچی ہے تو اس کے لئے کوئی ذریعہ تسلی نہیں۔

شاعر اندلس اہل اندلس کی مظلومیت اور نصاریٰ کی بڑھتی ہوئی انتہاپسندی و درندگی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ آج بوسنہ وھرسک میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔

طفلة مثل حسن الشمس اذ طلعت ۔۔۔ كانما هي ياقوت و مرجان

يقودها العلج للمكروه مكرهة ۔۔۔ والعين باكيه والقلب حيران

لمثل هذا يذوب القلب من كمد ۔۔۔ ان كان في القلب اسلام وايمان

((سورج کے مانند دمکتی چمکتی بچیاں گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں جب یہ ظالم انہیں بالجبر اپنی ہوس کا شکار بناتا ہے تو آنکھیں رو پڑتی اور دل حیران و پریشان ہوتا ہے کیونکہ جس دل میں ایمان واسلام ہے وہ اس طرح کی مصیبتوں کو دیکھ کر پگھل جاتا ہے))

یہی نہیں انسانی آبرو ریزی کے علاوہ عبادت گاہوں کی بے حرمتی ہورہی ہے وہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور ان کے تمام دینی شناختی شعار کو ختم کردیا جائے اور ان کے پوپ اس کی جگہ صلیب و نواقیس کے عبادت کی بنیادیں ڈالیں۔

شاعر نے کہا تھا۔ ع

حيث المساجد قد صارت كنائس ۔۔۔ ما فيهن الا نواقيس و صلبان

حتى المحاريب تبكي وهي جامدة ۔۔۔ وحتى المنابر ترثي وهي عيدان

مساجد کنیسوں میں تبدیل کردی گئیں اور اس میں ایک اللہ کی عبادت کے بجائے

ناقوس کی گونج اور صلیب کی پوجا ہونے لگی ، ظلم اپنی ہولناکی و سنگینیت کو تجاوز کر چکا ہے شدت مصائب کا یہ عالم ہے کہ منبر و محراب ان کی حالت زار پر نوحہ خواں اور کرسی کی منبریں مرثیہ خواں بنی ہوئی ہیں۔

افسوس ہے یہ بوسنہ و ہرسک اندلس کا نقشہ پیش کر رہا ہے جس طرح دردناک تاریخ زوال اندلس کی صفحہ قرطاس پر موجود ہے اس طرح آج بوسنہ و ہرسک ایک تاریخ بن چکا ہے جو عالم اسلام کیلئے درس عبرت ہے یہ اپنی زبوں حالی پہ مستغیث ہے کہ کوئی ہے جو اس کی خبر لے اس کی آواز پہ کان دھرے، اس کا دکھڑا سنے اور عزت و ناموس پر ہونے والے حملے کا خاتمہ کرے ۔ شاعر اندلس نے ان کی آواز کو اس طرح پیش کیا ہے۔

یا من لذلة قوم بعد عزهم أحال حالهم كفر وطغيان

بالامس كانوا ملوكاً في منازلهم واليوم هم في بلاد الكفر عبدان

اے اسلام کے دردمندو ۔ اس قوم کی ذلت و رسوائی کو دور کرو اور ان کی کھوئی ہوئی عزت دلادو کہ جن کی حالت کو آج کفر کی سرکشی نے بدل کر رکھ دیا ہے ۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ وہ اپنے ملک میں بادشاہ تھے اور آج وہ بلاد کفر میں غلام قیدی بنے ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ذلت و رسوائی سے خلاصی اسوقت تک ممکن نہیں جب تک کہ یہ اپنی حالت نہ بدلیں ، اپنے گناہوں سے توبہ نہ کریں اور اپنی اصلاح کی فکر خود نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ان الله لا يغير ما بقوم حتى يغير ما بانفسهم

اگر انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اپنے گناہوں کی معافی مانگی اور اسلام کے صحیح عملی پیکر بن گئے تو ایسے ہی لوگوں کے لئے اللہ کا وعدہ ہے ۔

ان تنصروا الله ينصركم ويثبت اقدامكم ۔ ●●



تعلیم

صبا صاحب
دہلی یونیورسٹی

ہم سماجی اقتصادی اور کسی حد تک اخلاقی اعتبار سے پچھڑے ہوئے ہیں ہمیں سچ کہنے اور اسے قبول کرنے سے گھبرانا نہیں۔ پورا ملک اس بحرانی دور سے گذر رہا ہے۔ اس مسموم ماحول کو بہتر بنانے میں "تعلیم" بہتر ذریعہ ہے یا ثابت ہو سکتی ہے۔ بہتر تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے جو نوجوان لڑکے لڑکیوں کو تعلیم حاصل کر لینے کے بعد انہیں ہر اعتبار سے مکمل اور سوجھ بوجھ والا شہری بنا دے۔ ایسی تعلیم ہی ملک اور قوم ملت کی بنیاد ہوتی ہے۔ جب ہمارے قوم کے لڑکے اور لڑکیاں ایک طرف انگریزی تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹر، انجینئر، آئی۔پی۔ ایس وغیرہ، سائنس داں بن کر بڑے بڑے عہدے پر فائز ہونگے اور ٹیکنولوجی کے طرف اپنے آپ کو رجوع کریں گے درد اور نرم دل بنیں گے، نفرت کی دیوار کو مسمار کر کے محبت کی دیوار تعمیر کرینگے تب ہی جاکر مسلمانوں کی فلاح و بہبودگی ممکن ہو سکتی ہے۔

خواتین حضرات اس کے لئے ضرورت ہے کہ اس دور فتن میں ہم سب ایک پلیٹ فارم پر آجائیں۔ وقتاً فوقتاً سر جوڑ کر بیٹھیں مشورہ کریں جلسہ اور سیمنار کریں اپنے بھائیوں کے مسائل کو سلجھائیں دینی مدارس اور انگریزی میڈیم اسکول کے ذریعہ مسلم طلبا کے مستقبل کو روشن کریں آپ تو جانتے ہیں برابر زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنے کی خواہش انسانی فطرت۔ بھیاس ہے اس پیاس کو صرف تعلیم ہی بجھا سکتی ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ یہ میگزین جو آپ کے ہاتھ میں ہے اپنے قلیل عرصہ میں ہندوستان، پاکستان، سعودیہ، فرانس، اٹلی، نیپال، بنگلہ دیش وغیرہ جیسے بیرونی ممالک میں شہرت عام حاصل کر چکی ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ مذکورہ مسائل کے حال کی طرف توجہ دینے کے علاوہ، اخوت، مروّت، عقیدہ، اور کتاب و سنت پر عمل کی تلقین شجاعت، بھائی چارگی

دیانتداری، ایمانداری، پاک بازی، حسن اخلاق، حق گوئی اور دعوت دیتے آرہی ہے۔

معاف کیجئے گا میں اس لائق نہیں کہ قوم کو پند و نصیحت اور خطاب کروں مگر ہاں ایک بات میرے دل میں ہے۔ جو آپ کو بھی سنا دینا چاہتا وہ یہ ہے کہ میں طالب علم ہوں اس اعتبار سے میری سینے میں قوم کا درد ہے خود تعلیم حاصل کرتا ہوں اس لئے تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہوں دولت کی چوری تو ہو سکتی ہے مگر "تعلیم" کی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ تعلیم حاصل کرنے کیلئے اگر تم کو چین جانا پڑے تو جاؤ آپ دیکھئے یونان کو پورے یورپ پر فوقیت ہے علم اور "تعلیم" کی وجہ سے ہی مشہور ہے ایک مقولہ جو کافی مشہور ہے بغیر علم نتواں خدارا شناخت علم غیروں کو کہاں میسر تو مسلمانوں کی میراث ہے مگر مسلمان اپنے وجود کو بھول گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ برملا ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ دینی درس گاہ، مساجد و مدارس ان سے چھینے جا رہے ہیں اور اس پر غیروں کا قبضہ ہوتا جا رہا ہے جہاں کل تک منادی اللہ اکبر کا نعرہ لگا رہے تھے وہاں آج سنکھ بجا کر ہری کرتن کئے جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں ہمارے پاس نہ اسباب ہے نہ تعلیم نہ یکجہتی اس لئے میں بھی ایسے وقت میں مندرجہ ذیل شعر پر عمل کرنے کی دعوت دوں گا

سبق پھر سے پڑھ اخوت کا مروت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تم سے کام دنیا کی امامت کا

انہی چند جملوں کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ قبل اس کے میں مدیر (نوائے اسلام) مولانا عبدالعزیز سلفی مع اراکین کا شکر گذار ہوں کہ حضرات بہت ہی پابندی کے ساتھ "نوائے اسلام" شائع کرتے ہیں جس میں ایسے ایسے مضمولات شامل ہوتے ہیں جو اوروں کا نہیں تو میرے لئے عاقبت بخیر اور سبیل نجات کا ذریعہ ہے۔ ساتھ ہی اپنے چھوٹے بھائی بابو رینش کو طول عمر کا دعا دیتا ہوں جس نے مجھے کچھ لکھ کر اظہار خیال کرنے کے لئے کہا۔ میری نیک خواہشات ان کے ساتھ ہے۔ خدا ان کے سینے کو علم کی دولت سے مالامال کر دے۔ اور دعا ہے کہ اللہ "نوائے اسلام" کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مدرسوں کی تجارت

عزیز مقبول نوہر

اسلام اللہ کا دین خالص اور مکمل نظام حیات ہے اس نے انسانوں کے معاشی مسائل کو حل کرنے کیلئے زراعت صنعت و حرفت اور محنت و مشقت کے ذریعہ رزق حلال حاصل کرنے کی تلقین کی ہے لیکن ان تمام وسائل رزق میں تجارت کی سب سے زیادہ فضیلت بیان کی ہے۔ مغربی اقوام نے اسی پیشہ کو اپنا کر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ماضی میں مسلمان ہی اہل تجارت کے میر کارواں تھے اسلام کے رموز و اسرار سے واقفیت کی بنا پر علماء کرام کو اس کی علم برداری کا حق بھی پہنچتا ہے۔ لیکن ماضی میں ہمارے علماء دنیاوی تجارت میں خالی خالی نظر آتے تھے کیونکہ انکی نظر میں آخرت کی تجارت قرآن کی ہدایت کی روشنی میں دنیاوی تجارت نفع بخش تھی۔ مگر آج کے علماء نے تجارت کے جس لائن کو منتخب کیا ہے اس پر ان کے ذہن رسائی کی داد نہ دی جائے تو یقیناً ناانصافی ہوگی

یہ "خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ" پر شوق عمل کا یہ مظہر یہ ہو گیا ہے کہ فروغ علم دین کیلئے شہر بہ شہر قریہ بہ قریہ بلکہ گھر گھر اسلامی مدارس قائم کیے جائیں اگر کسی قطعہ زمین پر نہ ہو تو کاغذ ہی پر سہی اور اس کیلئے تبلیغ و تشہیر کا موثر ذریعہ استعمال کر کے ملک گیر بلکہ عالمگیر پیمانے پر چندہ کی تحریک چلائی جائے، چنانچہ اب اس پر بھرپور عمل جاری ہو گیا ہے اور بعض علماء نے وہ کرامتیں دکھائی ہیں کہ ان کیلئے جہانگیر شاہجہاں اور عالمگیر کا لقب بے کم و کاست لائق و سزاوار ہے۔ میرا ارادہ اس گروہ سے تعارض و تنقید کا قطعی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے اس مقدس کاوش کو سمجھنے کی

کوشش کی جائے اور عامۃ المسلمین کے کانوں تک اس کار خیر کا ذکر خیر پہچانے کی کوشش کی جائے، اب جب کہ علماء کرام کی مساعی جمیلہ کا ذکر آگیا ہے ہمارے ملک ہندوستان کے مرکزی ادارے ہر سال سینکڑوں نونہالان ملت کے سر پر دستار فضیلت باندھ کر اور انہیں مساجد و مدارس کی وراثت سپرد کر کے ان کی عائلی زندگی کے تمام مسائل حل کر دیتے ہیں لیکن جب علماً اس دنیا میں انکی کھپت مشکل ہونے لگتی ہے تو اس میں وسعت دینے کیلئے ایک نیا مدرسہ قائم کرنے کوشش شروع کر دیتے ہیں۔

اگر کوئی مولوی صاحب کسی معیاری درسگاہ کی تعلیمی خدمات کے لائق اپنے آپ کو نہ ثابت کر سکے اور اس سے علیحدہ ہونے کی نوبت آگئی تو اپنی خامیوں کی جگہ اس ادارہ کی خامیوں کی ایک فہرست تیار کر کے اس کے عدم ضرورت اور اپنے لئے ایک مثالی درسگاہ کے قیام کی ضرورت مہیا کر لیتے ہیں۔ بد قسمتی سے کسی بستی میں رہیں مسلمان سیاسی یا سماجی معاملات اختلاف کا شکار ہو گئے تو مولوی صاحب اس کو ہوا دیکر وہاں کے دینی مدرسہ میں بٹوارہ کراتے ہیں یا اپنا الگ مدرسہ کھولنے کا مشورہ دیکر اپنی سربراہی کا راستہ ہموار کر لیتے ہیں سند فراغت حاصل کر لینے کے باوجود جب صف اوّل کے اساتذہ میں جگہ نہیں پاتے اور ابتدائی تعلیم میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں تو ایک مدرسہ قائم کر کے اس کے ناظم یا مہتمم بن کر چمکنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چونکہ مدارس عربیہ کے پاس عموماً کوئی مستقل ذریعہ نہیں ہوتا۔ اس لئے بہت سے علماء کرام اس کی چارہ سازی کرنے کیلئے کمیشن پر اپنی خدمات پیش کر کے قوم پر ایک شامت بن کر سوار ہو جاتے ہیں۔ اگر تلاش بسیار کے بعد کوئی بھی جگہ دستیاب نہ ہو سکی تو یہ دین کے پروانے ایک کاغذی مدرسہ کے ناظم بن جاتے ہیں اور فی الحقیقت یہ نسخہ آسان بھی بہت ہے اس کیلئے صرف زبان کذب ترجمانی اور دو چار چھپے دار تقریروں کی ضرورت ہے جو ملک و بیرون ملک کا دورہ کرنے کیلئے کافی ہوتی ہے

رمضان المبارک کے مہینہ میں جس استطاعت پر مسلمان جود و سخا پر مائل ہوتا ہوتا ہے ملت کے یہ مجاہدین بھی دورہ جہاد پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور خیرا گاہ کی طرف چل نکلتے

ہیں اور قرآن کی دی ہوئی رخصت کا فائدہ اٹھا کر ملک کے مشہور و معروف شہر بمبئی
کلکتہ، مدراس، اور دہلی وغیرہ پہونچ جاتے ہیں اور اب تو ان علماء کرام نے اپنے دائرے
کار میں وسعت پیدا کر لیا ہے، دبئی، قطر، شارجہ، کویت، اور سعودیہ عربیہ کو بھی
شامل کر لیا ہے، یہ تو ان علماء کرام کا حال ہے ہمارے بعض علماء جو اتفاق سے مدنی ہیں اور
دارالافتاء ریاض سے اچھی خاصی تنخواہ حاصل کرتے ہیں اور انہیں رقوم سے اپنی کافی جائیداد
پیدا کر لی ہے اس کے باوجود بھی آسودگی نہیں ہورہی ہے اور انہوں نے بھی وہی کام
شروع کر دیا ہے۔ تنخواہ تو دارالافتاء سے وصول کرتے ہیں لیکن تن من سے اپنے جامعہ
کی آبیاری میں لگے رہتے ہیں یہاں تک کہ پورا سال سرمایہ فراہمی کیلئے سفر میں اپنا وقت
گذار دیتے ہیں حالانکہ ان کو تنخواہ تبلیغ و تدریس کی دی جاتی ہے قارئین کرام خود فیصلہ
کریں کہ یہ اپنے فرائض ردوری کو کتنی حد تک بنھاتے ہیں کیا یہی ایمانداری
ہے؟ اور سب سے افسوسناک بات یہ ہے کہ ہماری جماعت کے اعلیٰ ذمہ دار چاہے
مرکزی جمعیت کے ہوں یا صوبائی جمعیت کے آنکھ بند کر کے تصدیق کر دیتے ہیں۔

ہمارے بعض علماء سے واقفیت ہے کہ ادھر چند سالوں سے ملک و بیرون ملک
سرمایہ فراہمی کیلئے چندہ بازی کرتے رہتے ہیں، مگر ان اداروں کا ابھی کوئی وجود نہیں
ہے، ہو سکتا ہے کہ کاغذی شکل میں موجود ہوں...... یہ حقیقت حال میں کسی ذاتی
عناد و تنقید کے طور پر نہیں لکھ رہا ہوں، بلکہ میرا مقصد اصلاح ہے، اگر قوم نے اپنے
علماء سے احتساب نہ کیا اور ملی و جماعتی تنظیموں نے اس سے لاپرواہی برتی تو
اس سیلاب کو روکنا ممکن نہ ہوگا۔

کاش کہ ہمارے تعلیمی ادارے معاشی دنیا میں انکو مفلوج نہ بناتے اور اکابر علماء آنے
والی نسل کو صحیح راستے پر لانے کی کوشش کرتے اور انہیں للّٰہیت خلوص اور دین
کی حقیقت میں جذبہ پیدا کرتے۔

میری ارباب مدارس و جامعہ و ملی تنظیموں سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اس مذموم کام کو روکیں
اور مدرسوں کے نام پر تجارت کو بند کرائیں تو یہ ایک عظیم دینی خدمت ہوگی ایسے کہ اس دخواست بتعویذ گنڈہ

اخبارِ عالم

ترتیب و پیش کش افضل ندوی

مکۃ المکرمۃ :۔ مکہ مکرمہ میں ہیئۃ الاغاثۃ الاسلامیہ العالمیہ کو گذشتہ ماہ محرم میں سعودی باشندوں نے انڈونیشیا میں ۱۷ مسجد اور اسلامی جمہوریہ سابق روس میں ۳ مسجدوں کیلئے گراں قدر تعاون پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر احمد بن نافع المورعی نے یہ خبر روزنامہ مدینہ کو بتائی انہوں نے مزید کہا کہ اس ادارہ کو اسلامی پروگراموں کے لئے چار لاکھ چھبیس ہزار ریال سعودی تعاون حاصل ہوا۔

قبرص :۔ اس جزیرہ میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان سکون پذیر ہیں جبکہ اس جزیرے کی مکمل آبادی ۵۰۰، ۶۲۸ رہے ہے۔ برطانیہ کے زمانہ میں مسلمانوں کو ابتلاء و آزمائش سے گذرنا پڑا تھا۔ یہاں تک ان کی زراعت کو تہس نہس کر دیا گیا۔ ہزاروں عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر دیا گیا اور مسجدیں بھی برطانیہ کے ناپاک عزائم سے محفوظ نہ رہ سکیں یہاں تک کہ ایک سو سات مسجدیں سپرد خاک کر دی گئیں، قبرص کے جزیرہ شمال کے مسلمانوں نے انکے ظلم و تشدد سے اکتا کر آزادی کا اعلان کر دیا آج بھی اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ قبرصی مسلمانوں کے مصائب کے حل کیلئے کوشش کیجائے۔

برطانیہ :۔ برطانیہ میں ایک ادارہ ہے جسکا نام معہد شئون الاقلیات الاسلامیہ ہے جو ایسے ممالک کے مسلمانوں کے بارے میں لٹریچر اور پمفلٹ اور ان کے اعداد و شمار تیار کراتا ہے جہاں وہ اقلیت میں ہیں اور ان کے معاملات کو عالمی برادری کے سامنے بھی پیش کرتا ہے یہ ادارہ ایک منفرد ادارہ ہے جو مسلمانوں کے معاشی، تعلیمی حالات پر نظر رکھتا ہے اور یہ ۱۲ سال سے مسلسل اس فریضہ کو بحسن و خوبی انجام دے رہا ہے اور اس سلسلے میں اس کی مطبوعات سو سے زائد ممالک کے مسلمانوں کے بارے میں منظر عام پر آچکی ہیں جس کی بنا پر اس مذکورہ ادارہ سے سرکاری و ملکی اور غیر ملکی اسلامی تنظیمیں اس سے فائدہ اٹھاتی ہیں

اور حال ہی میں اسپینی زبان میں ایک نئی کتاب ارجنٹائنا میں چھپی ہے۔ اس ادارہ کا ایک اپنا میگزین بھی جس کی نگرانی ڈاکٹر سید زین العابدین حفظ اللہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اس میں تربیتی، تعلیمی، سماجی، تجارتی اور انسانی حقوق پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں مسلم اقلیتوں کے بارے میں۔ اور اس بات کا بھی ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ رابطہ العالم الاسلامی اس میگزین کو زبردست مالی تعاون دیتی ہے تاکہ یہ اپنے مشن میں اچھی طرح کامیاب ہو اور اس کا پیغام ملت اسلامیہ تک پہونچتا رہے۔

یونان :- یونان کے علاقہ الیفڈس میں ایک لاکھ تیس ہزار مسلمان بستے ہیں ۱۵ مارچ ۱۹۹۳ء کو یہاں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا تھا وہ یہ کہ بعض فرقہ پرست طاقتوں نے وہاں کی مشہور مسجد صلاح الدین کو جلا دیا تھا۔ لیکن حکومت یونان نے اس کو اپنے خرچ سے دوبارہ تعمیر کرا لیا ہے تقریباً اس پر ڈیڑھ کروڑ درہم یونانی خرچ ہوا ہے یاد رہے کہ مسجد شہر کیلسانڈرو پولوس شمال یونان میں واقع ہے۔

سنگاپور :- اس ملک کی آبادی ۲۲۶۲۷۰۰ ہے جب کہ مسلمانوں کی تعداد چار لاکھ بہتر ہزار پانچ سو چالیس ہے یہاں کے مسلمان قرآن کریم کی حفظ پر بہت کم توجہ دیتے ہیں اور جو لوگ اس پہ توجہ دیتے ہیں وہ المجلس الاسلامی سنگاپور کی کوشش کی وجہ سے دیتے ہیں اور عربی زبان کی حالت یہ ہے کہ وہاں صرف پانچ فی صد مسلمان اس کو سیکھتے ہیں جب کہ ان کی آبادی بیس فیصد ہے اور تہذیبی اور تجارتی طور پر بہت پسماندہ ہیں۔

كلية التربية السلفية للبنات

مدھوپور کیلئے تعاون کی اپیل

اسلامی بھائیو اور بہنو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹیاں قرآن مجید، تفسیر، حدیث اور عربی کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم حاصل کریں اور دینِ اسلام پر عمل پیرا ہو کر زندگی بسر کریں، یقیناً آپ کی یہ خواہش ہوگی کہ آپکی لختِ جگر بھی اسلامی علوم کے زیور سے آراستہ ہو۔

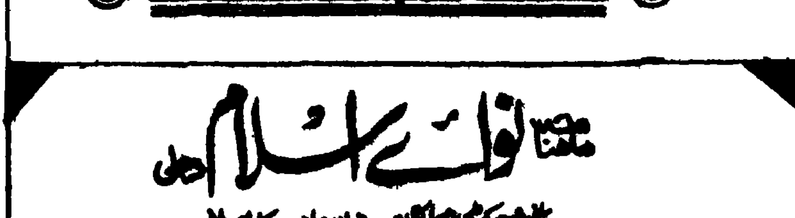
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اعلیٰ اخلاق وعادات سے متصف ہوں۔ آیئے اس اچھی خواہش کی تکمیل کے لئے آپ ہمارے ساتھ تعاون کیجئے اور اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ خرچ کیجئے اس یقین کے ساتھ خرچ کرنے سے آپ کے مال میں کوئی کمی نہیں ہوگی بلکہ من جانب اللہ برکت ہوگی اور آخرت میں اس کا اجر بھی ضرور ملے گا۔

ہم نے طالبات کے لئے مشرقی بہار شہر مدھوپور ضلع دیوگھر میں ایک عظیم اسلامی درسگاہ و تربیت گاہ بنایا ہے جہاں فی الحال مکتب کے علاوہ ہاسٹل میں صرف پچاس عدد بچیاں ہیں جن کی کفالت اور کتب وعلاج ومعالجہ کلیہ ہی کے ذمہ ہیں۔ آئندہ سال کے لئے ہاسٹل میں رہنے والی طالبہ کا تقریباً ڈیڑھ سو درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ ہاسٹل کی کمی اور وسائل کی کمی کے باوجود آئندہ مزید طالبات کا داخلہ لینا ہے۔ ساتھ ہی اللہ رب العالمین پر بھروسہ کرتے ہوئے کلیۃ التربیۃ السلفیہ کیلئے دس بیگھہ زمین مع باؤنڈری وال اور بہت بڑی کوٹھی کا ایگریمنٹ کر لیا ہے جس کے لئے بیس لاکھ روپے کی ضرورت ہے۔ فی الحال وسائل کی سخت کمی ہے اور صوبہ بہار کے حالات ویسے ہی ناگفتہ بہ ہیں۔ ساتھ ہی منکرینِ حدیث کے گڈھ میں کام کرنے میں طرح طرح کے مشکلات درپیش ہیں۔

اس لئے آپ سے التماس ہے کہ اس اسلامک کالج کی تعمیر وتکمیل کے لئے دستِ تعاون بڑھایئے اور بھرپور حصہ لیجئے۔ اسلامک کالج کے در و دیوار جب تک باقی رہیں گے آپ کو ثواب برابر ملتا رہے گا اور آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ انّ اللہ لایضیع اَجرَ المحسنین۔ آپ کے زرتعاون کا انتظار رہے گا۔ نیز رمضان المبارک میں کلیہ کے نمائندے آپکی خدمت میں حاضر ہوں گے انکے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر کا پتہ : عبدالستار سلفی
جنرل سکریٹری کلیۃ التربیۃ السلفیۃ للبنات پنہیا کولہ وارڈ ۳
مدھوپور ضلع دیوگھر، بہار ۸۱۵۳۵۳


یاد رکھئے
V.I.P.
پہلے بازار گھوم کر اپنی تسلی کر
کریں پھر آپ مان جائینگے کہ...
سپر لیڈر ایمپوریم کے ریٹ بھی کم ہیں اور
کوالٹی بھی بڑھیا ہے بیاہ شادی یا کسی بھی
تقریب میں ایسا تحفہ دینے کیلئے جو یادگار
بنجائے تو سپر لیڈر ایمپوریم کی
خدمات حاصل کیجئے
8 سپر لیڈر ایمپوریم
110006


ماہنامہ نوائے اسلام دہلی

اسباب زوال امّت

عظیم قائد مجاہد اسلام علامہ امیر شکیب ارسلان رح

اسبابِ زوالِ اُمت

پہلا سبب جانی ومالی جہاد سے پہلوتہی

دوسرا سبب اپنے دین اور قوم سے غداری اور دشمنوں سے وفاداری

زوال امّت کے اہم اسباب

جہالت ○ کم علمی ○ اخلاقی زوال ○ علماء وسلاطین کا زوال

دردناک بزدلی ومایوسی ○ جدید آلات نہ ہونے کا بہانہ ○ جدید علوم سے محرومی کا بہانہ

○ دولت کی محبت اور موت کا خوف ○ جرأت واستقلال کی کمی۔

مسلمانوں مایوس نہ ہو

بزدلی چھوڑو ہتھیار موجود ہیں

دولت اور زندگی صرف کرو

صرف دعائیں کافی نہیں

قومی بقا پر قائم رہنا ہی اصل حیات ہے — اسلامی تہذیب زوال کا سبب نہیں

اقوام یورپ کی زندگی اور آزادی کا راز —— اہل جاپان کی مثال ○

اسلامی تہذیب کے احسانات — اور آخر میں حامیان ترقی سے ایک آخری لفظ

قیمت: ۰۰/۱۰

ملنے کا پتہ ○ مکتبہ نوائے اسلام ۱۱۶۴۳ اے چاہ رہٹ جامع مسجد۔ دہلی ۶

DELHI POSTEL RNI NO 42904/84 DL 11213/93 PH : 3265935
MONTHLY **NAWA-E-ISLAM** DELHI
1164-A, CHAH RAHAT JAMA MASJID, DELHI-110 006 (INDIA)
DECEMBER 1993 دسمبر

اپیل برائے تعمیر

دعوۃ منزل

ہمارے مخلص قارئین کرام ـــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جیسا کہ آپکے علم میں ہے کہ مجلس الدعوۃ الاسلامیہ نے تین سال کی مسلسل دوڑ دھوپ کے بعد نئی دہلی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ (یونیورسٹی) سے متصل ادارہ کی تعمیر کیلئے چار سو گز زمین خرید لی ہے جس پر مجلس الدعوۃ الاسلامیہ کا مرکزی دفتر اور ایک مسجد کی تعمیر کا منصوبہ ہے سر دست قد آدم بھر زمین کی وال باؤنڈری اور ایک عارضی کمرہ کی تعمیر کر دی گئی ہے چونکہ دہلی میں خالی پلاٹ ہمیشہ خطرات سے گھرے ہوتے ہیں لہذا اس پر فوری تعمیر ضروری ہوگئی ہے جس کیلئے آپکے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے

آپکو معلوم ہے تعمیر و ترقی ہمارا خواب ہے ـــــ اور یہ خواب ہم برسوں سے دیکھ رہے ہیں مگر اب ہمیں تعبیر کی تلاش ہے اور تعبیر کا مطلب ہے ذرائع و وسائل کی فراہمی ـــــ اور یہ آپ کے ہاتھوں میں ہیں ہمارے پاس نہیں ـــــ ہمارا کل اثاثہ ہماری کم مائیگی ہے اور ہمارا سامان ہماری بے سر و سامانی ہے مگر اپنی بے بضاعتی کے باوجود ہم عزائم بلند اور حوصلہ جواں رکھتے ہیں۔ ہمیں اپنے پروردگار پر بھروسہ اور آپ کی کشادہ قلبی اور دریا دلی پر اعتماد کامل ہے ہم چراغ جلانے کی جستجو کرتے ہیں آپ اسمیں تیل ڈالنے کی سعی کیجئے۔ ہم آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں آپ ہمارے قدموں کو مضبوط کیجئے ہم دامن پھیلائے ہوئے ہیں آپ اسے بھر دیجئے۔

اپنے عزائم سے ـــــــــــــــ!

ذرائع سے ـــــــــــــــ!

وسائل سے ـــــــــــــــ!

اراکین مجلس الدعوۃ الاسلامیہ دہلی۔

1993